تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاویٰ رضویہ



جلد 11

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّین

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد یازدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان ۵۴۰۰۰
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد یازدہم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

" " " " "

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پیش لفظ ——— " " " " "

ترتیب فہرست ——— " " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ———

صفحات ——— ۷۳۶

اشاعت ——— محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۳۱۵۳۰۰

۷۹۶۵۷۷۲

○ مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار، وحاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

○

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں،

(۱) عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار (۱۳۰۷ھ)
شاہدین کی موجودگی میں مرد اور عورت کے فقط ایک دوسرے کو شوہر و بیوی کہہ دینے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔

(۲) ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند وبنجالۃ (۱۳۱۷ھ)
ہندو بنگال میں عورت سے اجازتِ نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

(۳) ھبۃ النساء فی تحقیق المصاھرۃ بالزناء (۱۳۱۵ھ)
ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان

(۴) ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۵ھ)
غیر مقلد وہابی سے نکاح جائز ہے یا ممنوع، اس کا تفصیلی بیان۔

(۵) الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن (۱۳۳۰ھ)
رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان۔

(۶) تجویز الرد عن تزویج الابعد (۱۳۱۵ھ)
ولیِ اقرب کی عدم موجودگی میں ولیِ ابعد کے نکاح کردینے کا شرعی حکم

محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
مئی ۱۹۹۷ء

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور

فہرست مضامین

کتاب النکاح

ہیں ان کی اقتدا جائز ہے۔

ولیِ اقرب کے ہوتے ولی ابعد بے اجازت اقرب نابالغہ سے اور بے اجازت خاص بالغہ، بالغہ سے اگر نکاح کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں وہ فضولی ہوگا۔

جو کسی طرف سے فضولی ہو وہ نکاح کی دونوں شطروں ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہو سکتا اگرچہ ایجاب و قبول کی عبارتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرے اور اگر تنہا عقد کرلے گا تو طرفین کے نزدیک نکاح باطل ہوگا کہ بعد اجازت ولی یا بالغہ بھی نافذ نہ ہوگا۔

بعد نکاح علم ہوا کہ عورت کسی عیب سے قابلِ جماع نہیں تو نکاح ہوگیا حقِ فسخ حاصل نہیں۔

نکاح میں خیارِ عیب نہیں۔

خلوت بمنزلہ وطی ہے اس سے بھی پورا مہر لازم ہوجاتا ہے جبکہ مانعِ وطی کوئی امر موجود نہ ہو۔

جو عورت و مرد ایک مکان میں بطور زن و شوہر رہتے اور زن و شو مشہور ہوں وہ زوج و زوجہ تصور کئے جائیں گے۔

○ رسالہ عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار۔

عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، مرد کہے یہ میری بی بی ہے، کیا فقط اس سے نکاح ہو جائے گا جبکہ شاہدین کے سامنے کہیں۔

جو مرد و زن کہ مثلِ زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن و شوئی رکھتے دیکھے اس نے

١١٣ اگرچہ عقد نکاح کا معاینہ نہ کیا ہو اسے ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینا جائز اور ان پر گمان بد کرنا حرام ہے اور قضاءً ان کے لئے زوج و زوجہ کے تمام احکام ثابت ہوں گے۔ ١٢٢

١١۴ مجرد اقرارِ زوجیت حقیقۃً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہوئے ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ١٢٣

طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہوجائیگی
١١۵ عنداللہ نہ ہوگی۔ ١٢٣

شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا کہ تو
١١٦ نے کتنی طلاقیں دی ہیں، اس نے کہا تین، تو
١١٧ دیانۃً ایک ہے اور قضاءً تین۔ ١٢۴

بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔ ١٢۵

١١٨ کسی کے نے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہ کی ملک نہ ہوگا۔ ١٢٦

حکمِ قاضی رافعِ خلاف ہے اور قضاء جس طرح
١١٩ ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی۔ ١٢٧

اخبار و انشاء میں بداہۃً تباین ہے۔ ١٢٨

١٢٠ نکاح میں جد و ہزل برابر ہیں اگر زن و مرد بطور ہزل یا باکراہ ایجاب وقبول کریں نکاح منعقد ہوجائے گا اگرچہ دل میں ارادۂ نکاح نہ ہو۔ ١٢٨

١٢١ اگر بے نیت انت طالق کہا طلاق ہوجائے گی ١٢٨
اور اگر انت طالق سے طلاق عن الوثاق یا طلاق سابق سے خبر دینے کی نیت کی خواہ پہلے طلاق

3/3

باب الولی

چچا نے بھتیجی کا عقد ماں سے چھپا کر ایک بیمار سے
کر دیا تو کیا حکم ہے۔ ۵۵۹

زید نابالغ کا نکاح باجازت اس کی پھوپھی کے
محمودہ بالغہ سے ہوا، زید نکاح کے چار ماہ بعد
مر گیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں، مہر واجب الادا ہے یا
نہیں، ہے تو کس قدر۔ ۵۵۹

لڑکا احتلام و انزال اور لڑکی احتلام و حیض و
حمل سے بالغ ہوتی ہے۔ ۵۶۰

لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہو سکتا ہے
اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں حد دونوں میں زیادہ سے
زیادہ پندرہ برس ہیں۔ ۵۶۰

مہر کا لزوم وطی، خلوت صحیحہ یا احد الزوجین کی موت
سے ہوتا ہے۔ ۵۶۱

نکاح موقوف میں اجازت سے قبل موت واقع
ہو جائے تو باطل ہو جاتا ہے۔ ۵۶۱

سکوت ولی اجازت نہیں اگرچہ جلسہ نکاح میں
موجود ہو جبکہ کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو جو اجازت پر
دال ہو۔ ۵۶۱

نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہوا اور وہ اس
بالغہ سے جبراً وطی کرے تو مہر مثل لازم ہوگا اور
اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم
نہ ہوگا۔ ۵۶۲

نکاح موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا
بلکہ نظر کو بھی تاہم جبراً وطی کی تو مہر مثل لازم ورنہ
کچھ نہیں۔ ۵۶۲

شبہ دافع حد ہے۔ ۵۶۲

بچے پر حد نہیں۔ ۵۶۲

ماموں نے نابالغہ کا نکاح بولایت خود کر دیا
اب بعد بلوغ لڑکی نامنظور کرتی ہے اور جس وقت
بالغ ہوئی دو چار آدمیوں کو بلا کر اظہار کیا کہ
میں اب بالغہ ہوئی اس نکاح کو فسخ کیا، دین
مہر بھی معاف کر دیتی ہے، شوہر صفائی نہیں
کرتا اور فسخ کی خبر قاضی کو کرنا قاضی کو تفریق کرنا
چاہیے اور اس سلطنت میں قضا پایا نہیں اگر ۵۶۳

زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں
کر سکتا بلکہ بوقت تفریق اس کی حاضری
ضروری ہے۔ ۵۶۳

ولی وارث وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دار القضا
نہیں لہٰذا ان حکام کے فسخ سے نکاح فسخ
نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کر سکتا ہے ۵۶۳

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام
معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلۂ قاضی ہے ۵۶۳

ریاست اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو
جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو نہ کسی مذہب
خاص پر قضا کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق
کر سکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے
نہ ہوں۔ ۵۶۴

زید و ہندہ نابالغوں کا نکاح بولایت پدران
ہوا زید نابینا ہو گیا، ہندہ کا باپ مر گیا، ہندہ

کی ماں اور چچا رخصت سے انکار کرتے ہیں، کیا
حکم ہے۔ ٥٦٦
جب دادا، پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ
مرد نہ ہو تو ولایت ماں کو ہے، ماں کے ہوتے
ہوئے پھوپھی کوئی چیز نہیں۔ پھوپھی کا کیا ہوا نکاح
اس صورت میں ماں کی اجازت پر موقوف تھا، ماں
نے رد کر دیا، رد ہو گیا۔ ٥٦٥
پدر محمودہ کو حامد کے ساتھ نکاح کرنا منظور نہ تھا،
مادر محمودہ اور تمام خاندان نے بحیثیت پدر محمودہ
کو بارہ تیرہ برس پر تھا منعقد کیا، محمودہ بالغہ ہے
قبل از وقت نکاح اُس کی ایک ہم عمر کو اس کی
مرضی معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ محمودہ نے کہا مجھے
بدل منظور ہے وقت نکاح [illegible]
محمودہ کے پاس جا کر واپس آئے، پھر معلوم ہوا
کہ انھوں نے صرف مادر محمودہ سے رضامندی حاصل
کی ہے، پھر گئے، محمودہ نماز میں مشغول تھی بعد
فراغ اس سے پوچھا وہ خاموش رہی، مادر محمودہ
نے کہا ہاں منظور ہے، دوبارہ پھر محمودہ سے کہا
وہ سرنگوں ہو گئی، پھر پوچھا تو وہ دونوں ہاتھ
منہ پر رکھ کر اور زیادہ جھکی، پھر پوچھا محمودہ کی
وہی حالت سکوت و خاموشی رہی، وکیل و
گواہ لوٹے اور نکاح ہو گیا، شب میں محمودہ کا والد
آگیا، اور شور و غل برپا کیا، صبح کو کہا کہ اب محمودہ یہ
کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت
استیذان محمودہ نماز پڑھ رہی تھی مادر محمودہ نے
کہا کہ محمودہ نے کہا تھا کہ مجھ کو منظور ہے، والد محمودہ
یہی کہتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز نکاح نہ ہوا، پھر
باپ نے چاہا کہ علیحدگی ہو جائے۔ محمودہ نے ایک
رقعہ اپنے والد کو لکھا کہ لفظ طلاق ہرگز درمیان میں
نہ آنے پائے۔ ایسی صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔ ٥٦٩
ہندہ نابالغہ جس کا کوئی ولی سوائے ماں کے نہیں
اُس کا نکاح باجازت نابالغہ برضامندی والدہ خالد
نابالغ سے ہوا، قبول نابالغ سے کرایا گیا، پھر
ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، پیشکار
کی تنبیہ سے رخصت ہوئی، چار برس وہیں رہی،
اب پھر ناراضی ظاہر کرتی ہے، اور دوسری جگہ
نکاح چاہتی ہے ہمبستری نہیں ہوئی، کیا حکم ہے ٥٧٠
[illegible] بحیثیت والد ہندہ جو
بارہ برس پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوت
کرید ہندہ اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا اب کہتا ہے
کہ ہندہ نے بصراحت خود قبول کیا وکیل و گواہان
نے حسب بیان زید شہادت دی، ہندہ کہتی ہے
کہ میں نے ہرگز منظور نہ کیا تھا نہ اب ہے، کیا
حکم ہے۔ ٥٧١
استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔ ٥٧٢
نقل خفا میں تناقض مقبول و عفو ہے۔ ٥٧٣
اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے، پھر خطا کا
اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اس کے
کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پر
ثابت نہ رہے۔ ٥٧٤

استیذان کیا، اُس کی خاموشی کو اذن قرار دے کر
اُس کا نکاح کر دیا، زوجین میں خلوت صحیحہ بھی ہوئی
یہ نکاح کیسا ہوا۔ ٦١٢
حقیقی چچا نے بخیال نفع معاشی براہ چالاکی بے علم
و رضامندی مادر و عم علاتی ہندہ ہندہ کا عقد اپنے
بیٹے سے کر دیا، ہندہ بالغہ ہے، اس کی عمر تخمیناً
چودہ سال ہے، اس نے خبر نکاح سن کر نامنظور
کیا، کیا حکم ہے۔ ٦١٣
ہنگام نکاح خوانی مہر پر بحث ہوئی، زید مجلس سے
اُٹھ گیا، عمرو نے بحالت غصہ مؤذن سے کہا تم میری
لڑکی کا نکاح بکر سے کر دو بکر مجلس نکاح میں موجود
تھا، مؤذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب و قبول
کرا دیا کوئی وکیل و گواہ نہیں [illegible] مگر
کرتا تھا کہ یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھے
لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی، کیا
حکم ہے۔ ٦١٨
لڑکی کا علاتی بھائی ماں اور ماموں کے مقابل ولی
جائز ہے یا نہیں بے اجازت برادر علاتی ماں و
ماموں بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر دیں، تو
کیا حکم ہے۔ ٦١٩
باپ دختر کی منگنی کر کے فوت ہو گیا بغیبت والدہ
دختر چند اشخاص نے بکر اس دختر بالغہ کا ایک گھر میں
کر دیا، ماں نے دعویٰ دائر کیا جواب دعویٰ ہوا کہ
متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے
بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کر دیا کیا حکم ہے ٦٢٠

ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالت نابالغی خالد سے عقد
کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغہ
ہوئی اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا
خالد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار
ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی
انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے رضیہ کیا کرے
جو خالد سے قطع تعلق ہو، اور یہ عقد عقد فضولی قرار
پائے گا یا نہیں۔ ٦٢١
نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازت ولی پر
موقوف رہے گا اگر قبل اجازت ولی بالغ ہو گیا تو
خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا۔ ٦٢٢
ایک شخص نے کسی کو سفر سے لکھا کہ میری نابالغہ
[illegible] شخص [illegible] نابالغ لڑکے سے کرنا، اس نے
بعد منگنی خود ولی بن کر نکاح بھی کر دیا، الدختر سن کر
خوش ہوا انکار نہ کیا، کیا حکم ہے۔ ٦٢٣
ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔ ٦٢٤
ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی
سے کر لیا، عمرو بکر خالد نے اس پر اُسے اور اس کی
ماں کو برادری سے نکال دیا ایذا دی، کیا حکم ہے۔ ٦٢٤
ناحق ایذاء مسلم حرام کہ بحکم حدیث وہ ایذاء رسول ہے
اور ایذاء رسول ایذاء اللہ ہے جل جلالہ و صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔ ٦٢٥
لڑکی دس سال کی ہے ماں نانی چچا میں کس کو اُس
کے نکاح کا اختیار ہے ایک بھائی بھی دوازدہ
سالہ ہے۔ ٦٢٥

سے کر دیا۔ ابتداءً قرار داد نسبت میں شوہر دوم
کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ تھا مگر وقتِ نکاح
یہ دونوں نہ تھے، اب یہ دونوں اس نکاح سے
رضامند ہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۳

زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے فریب دیا کہ خالد
اس کا ہم قوم ہے زید نے خالد سے عقد کر دیا
رخصت ہوئی تو معلوم ہوا کہ خالد ولد الحرام اور ذلیل
قوم ہے صغیرہ اسے اپنا شوہر نہیں جانتی نہ اُس
کے پاس آئی گئی معاہدۂ نکاح جو مرتب ہوا تھا
بوقتِ بلوغ اس نے فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔ ۶۳۳

کسی کو صالح جان کر کہ نشہ کی چیز نہیں استعمال
کرتا اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا پھر معلوم ہوا
کہ وہ عادی ہے لڑکی نے بعد بلوغ [illegible]
اس نکاح سے راضی نہیں، کیا حکم ہے۔ ۶۳۴

اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اُسے حر اصل جان کر
دی اور وہ تھا آزاد شدہ، تو یہ نکاح بالاتفاق
باطل ہوگا۔ ۶۳۵

عدم کفاءۃ بوجہ فسق وغیرہ فسق میں کوئی فرق نہیں ۶۳۵

فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف
سے ہو تو طلاق ہے اور قضاء سب کے لئے
شرط ہے۔ ۶۳۵

فسخ بوجہ عدم کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں
ہو سکتا ہے۔ ۶۳۶

لڑکیاں بعد موت والدہ اپنے نانا کے زیر پرورش
رہ کر بالغہ ہوئیں والد اپنے وطن میں ہے لڑکیوں
کی کسی قسم کی امداد نہیں کرتا، نانا شادیوں کا انتظام
کرتا ہے تو والد مانع ہوتا ہے اور خود بوجہ غربت
نہیں کرتا، کیا نانا ولی ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔ ۶۳۶

نابالغہ کا باپ فوت ہو گیا اس کے شرعی وارث موجود
ہیں مگر ولی بننے سے انکار کرتے ہیں نابالغہ کی ماں
جس نے عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی
ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔ ۶۳۸

زید کے ہندہ سے ایک دختر ہوئی پھر زید نے ہندہ
کو طلاق دے دی دختر ہندہ کے پاس رہی ہندہ
نے بکر سے نکاح کر لیا جب دختر قریباً ۹ سال
کی ہوئی تو بکر و ہندہ نے اس کا نکاح کر دیا جس
سے نکاح کیا وہ اسلام سے بالکل ناواقف ہے
[illegible] ہے اب دختر ہندہ
سالی کی ہے نماز روزے کی پابند پڑھی لکھی ہے
وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی ولی اصل
زندہ ہے اس نے اجازتِ نکاح نہیں دی، کیا حکم ہے۔ ۶۳۷

لڑکی ۱۳، ۱۴ سالہ ہے اس کا باپ نہ تو کھانا
کپڑا دیتا ہے نہ لے جاتا ہے بہت کچھ اسے کئی
دفعہ سمجھایا مگر کوئی خیال نہ کیا، ماموں نے کہا تو
تم لڑکی کی شادی کرو نہیں کرتے تو لا دعوی ہو جاؤ
جواب نہ دیا ماموں نے جب چاہا کہ شادی کر دی جائے
تو اس شخص نے اپنے خسر کو نوٹس دیا کہ تم لڑکی
کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم دعوی کریں گے، کیا
حکم ہے۔ ۶۳۸

ہندہ بیوہ کا عمرو سے ناجائز تعلق ہوا ہندہ کے

چچا بکر نے یہ خبر پاکر بزور اپنے لڑکے زید سے
بے رضامندی ہندہ ہندہ کا نکاح کردیا، وکیل
نے ہندہ سے اجازت چاہی، بخوف جان ہندہ
نے اذن دیا، دو چار ماہ بعد موقع پاکر عمرو کے
یہاں بھاگ آئی، ہندہ نے حلفاً بیان کیا کہ مجھے
ہرگز ہرگز منظور نہ تھا بکر وغیرہ کے جبر سے جو وجہ
ہلاکت کی تھی اقبال کیا پھر مجھے اور زید کو لڑکی نے
ایک مکان میں بند کردیا خلوت صحیحہ بھی بجبر ہوئی
کیا ایسا نکاح جائز ہے، طلاق کی حاجت
ہوگی یا نہیں۔

٦٢١
ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اُس مہر سے
راضی نہ ہو انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔

٦٢٢
زید مرگیا اس کا ایک بھائی جو بہت دن سے
علیحدہ ہے کسی قسم کا کوئی تعلق مرحوم سے نہیں رکھتا
تھا زید کی لڑکی جو قریب بلوغ ہے اُس کی شادی
ہونے والی ہے لڑکی کی سوتیلی ماں جس نے اس کی
پرورش کی ہے شادی کررہی ہے اُس نے زید
کے بھائی سے شادی کے متعلق مدد چاہی اس نے
کہا کہ میں اس شادی میں شریک نہ ہوں گا نہ مجھے
کوئی واسطہ، جہاں چاہیں کریں۔ لڑکی کے دو سوتیلے
بھائی جن کی عمر سولہ سال سے ہے موجود ہیں۔ کیا
حکم ہے۔

٦٢٣
ماں باپ مرگئے نانی نے پرورش کیا آٹھ نو سال
کی عمر میں نانی نے لڑکی کا نکاح نواسے کے ساتھ
کردیا۔ دختر کے حقیقی بھائی مرتع پر موجود نہ تھے

ہندہ کو جب پہلی بار حیض ہوا وہ مع اپنی نانی کے
اپنے محلے کے ایک گھر میں آئی اور دو مرد تین عورتوں
کے سامنے کہا جس کے ساتھ میری نانی نے میری شادی
کی تھی میں اُس سے رضامند نہیں ہوں اُس کے
ساتھ اپنی عمر بسر نہیں کرسکتی، یہ نکاح رہا یا
نہیں ہندہ نے دوسرا عقد کرلیا، کیا
حکم ہے۔

٦٢٥
بعد وفات پدر ماں نے نابالغہ کا کہیں ناتا کردیا
لڑکی کو کسی قدر زیور اور کپڑا چڑھایا گیا، ناتے والے
اپنے زعم میں اسے نکاح سمجھتے ہیں، دو تین سال
بعد منگنی والوں نے شادی کا تقاضا کیا، ماں نے
انکار کردیا، انھوں نے ناتا توڑ دیا اور چڑھاوا
[illegible] لڑکی ماں کے مرنے کے بعد
کہتے ہیں ہم نے ناتا نہیں توڑا، کیا حکم ولہما
الخیار فی غیر الاب والجد لڑکی کو حق فسخ ہے؟

٦٢٦
جہاں قاضی نہ ہو کیا وہاں اعلم علماء اہل بلد
سے فسخ کرالیا جائے۔

٦٢٧
لڑکی چودہ سال کی ہے، باپ نے اس کی ماں
کو خط لکھا کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے
کیا باپ کی عدم موجودگی میں ماں نکاح کرسکتی ہے۔

٦٢٨
زید نے اپنی پہلی بی بی کے بچوں کو عاق کردیا
تیسری بی بی سے دختر ہے، اس کی بکر سے
نسبت کرکے فوت ہوگیا، لڑکی دس سال کی
تھی ماں نے بولایت خود بکر سے شادی کردی
پہلی بی بی کا عاق لڑکا کہتا ہے میں ولی ہوں،

دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے۔ ۶۴۸
عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت
زائل ہو۔ ۶۴۹

بیوہ نے اپنی بالغہ لڑکی کا خود عقد اپنے بھانجے
سے کردیا۔ لڑکی کا بیان ہے کہ میرے سامنے
عقد سے پہلے چندبار میری ہمشیرہ نے عزیز الحسن
سے میرے نکاح ہونے کا ذکر کیا، میں نے قطعی
انکار کیا، میرے انکار کی خبر عزیز الحسن اور
میری ماں بہنوں وغیرہ سب کو ہوئی، اب بوقت
نکاح جب مجھ سے اذن لیا گیا میں بوجہ شرم
باآواز بلند مجلس میں انکار نہ کرسکی، مگر انکاری سر
ہلایا اور اُوں ہونھ کہا جو انکار تھا میری بہنوں
ماں اور خالہ نے غل شور مچا دیا کہ ہو ۔ ہو گیا ۔ ب
میں قدر رضامند تھی نہ اب ہوں، کیا حکم ہے۔ ۶۴۹
حقیقی چچا نے بولایت خود ہندہ کو نابالغہ جانتے
ہوئے بعدم موجودگی ہندہ و مادر ہندہ زید نابالغ
سے نکاح کردیا، پانچ سال بعد زید بالغ ہوکر
رخصت کرانا چاہتا ہے، مادر ہندہ کا دعویٰ ہے
کہ وقت نکاح ہندہ بالغہ تھی اس لئے رخصت
نہیں کرتی، اور ہندہ نے بیان کی تصدیق کرلی گئی
کیا حکم ہے۔ ۶۵۰
نانا نے اپنی نواسی ہندہ نابالغہ دختر زید کا عقد
اپنے خاندانی لڑکے بکر سے بے اطلاع زید کیا جائز
ہوا یا نہیں، اس عقد کو کون اور کتنے عرصے تک
فسخ کرسکتا ہے۔ ۶۵۱

ہندہ اگر بالغہ ہو تو جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہی
اور اس کے ہمراہ اپنے والد کے گھر آئی اور بکر
چندے مقیم رہا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا
یا نہیں (۳) ہندہ درصورتیکہ نابالغہ ہو جبکہ زید
کے ملنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں تھے
اور تمھاری بے اجازت وہاں نکاح ہوگیا یہ
کیونکر ہوا، تو زید نے کہا کہ ہم اجازت دے کے
سمجھے کہ آپ عقد کردیں اور ہمیں صرف اطلاع
کردیں، اس صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا
نہیں (۴) بکر زید کے یہاں تنہا آیا اور قیام کیا
زید نے اکثر مجالس اور بازار میں ہمراہ لے گیا،
دریافت پر کہا میرا داماد ہے، جب بکر ملازمت
پر چلا گیا تو ہندہ سے ... مجبت معقود و الجبر
ہوگیا تو زید نے کہا ہمیں بکر کے ساتھ عقد منظور
نہ تھا ہوگیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، ان سب
واقعات سے عقد صحیح ہوگیا یا نہیں۔ زید عقد
کے مضمون سے منکر ہو اور عقد کا انکار نہ کرتا ہو
نہ کو تسلیم کرتا ہو پھر بھی چار پانچ سال کے بعد
نکاح فسخ کرکے ہندہ کا دوسرا عقد کردیا، کیا
حکم ہے۔ زید کے ساتھ ربط ضبط میل جول رکھنا
گناہ ہے یا نہیں، اگر ہندہ رخصت ہوکر بکر
کے یہاں نہ گئی ہو نہ اس کے ساتھ بکر زید کے
یہاں آیا ہو لیکن بکر خود زید کے مکان پر آکر
قیام کیا ہو زید نے اپنے ملنے والوں سے کہا ہو
کہ یہ داماد ہے سب کو دکھلایا ہو تو کیا حکم ہے۔ ۶۵۱

زید نے نابالغہ کا عقد نابالغ سے کر دیا نابالغ کے باپ نے یہ شرط کر لی تھی کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کروں گا ورنہ نہیں، زید نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے نابالغہ اب نوٹس دیتی ہے کہ میں بالغہ ہوگئی، والدین کے نکاح کے فسخ کا مجھے حق ہے، کیا حکم ہے۔

٦٥٣ زید شدت مرض میں تھا اس کے بھائی نے اس کی نابالغہ دختر کے عقد کی اپنے لڑکے کے ساتھ اجازت لے لی زید تین دن بعد مر گیا، لڑکا کفو نہیں کہ ذلیل عورت سے ہے، نکاح ہوا یا نہیں۔

٦٥٤ زید متقی صوفی عالم خوش حال متورع عالم کا بیٹا زاہد عزلت گزیں درویش کا پوتا ہے، زینب دختر زید بہت نیک اور سیدھی اور ممنوعات سے بہت محترز ہے زید نے اس کی شادی کی تھی کسی عالم متقی کی تلاش میں تھا عمرو جو کسی طرح زید و زینب کا کفو نہیں آیا اور اس نے اسے دھوکا دیا کہ میں عالم ہوں اتنا اتنا مالدار ہوں، ایسا ہوں، ویسا ہوں۔ اور زینب سے نکاح کر لیا، بعد علم حقیقت حال زید و زینب اس سے سخت متنفر ہیں، نہ زینب جانا چاہتی ہے نہ زید بھیجنا چاہتا ہے، عمرو مال و دنیا تا زینب کا ہرگز کفو نہیں، اور در مختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی صورت مستفسرہ میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو عبارت مذکورہ کے بموجب بطلان نکاح کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو زینب اور اس کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں۔

٦٥٥ فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنت صلحاء کا کفو نہیں ہو سکتا۔

٦٥٨ فقیر محتاج جو ذی حرفہ ہو وہ فقیرہ کا کفو بھی نہیں۔

٦٥٨ مطلقہ بطور خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے حلالہ نہ ہو گا کہ یہ نکاح ہو گا ہی نہیں۔

٦٥٩ یونہی اگر ولی نے بھی اجازت دے دی ہو مگر [illegible] اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ ہو تو نکاح نہ ہو گا۔

٦٥٩ غیر کفو کے ساتھ نکاح کی ولی سے اجازت طلب کی وہ ساکت رہا، عورت نے کر لیا، نکاح نہ ہوا، اگرچہ بعد کو ولی بصراحت اجازت دے دے۔

٦٦٠ لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا اصحاب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔

٦٦٠ ہندہ نابالغہ کا باپ زید ہزار میل پر تھا ماں اور

چچا بکر نے ہندہ کے باپ کی تحریری اجازت حاصل
کر کے عقد شوہر کو بتا کر خود نکاح خالدہ سے کر دیا۔
جب زید مکان آیا تو خالدہ نے اُس کی دعوت کی
زید نے جلسہ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر
کی مہینوں رسوم دامادی و خسروی خالدہ کے ساتھ
رکھے، اب زید خواہ سے انکار کرتا ہے ، کیا
حکم ہے۔ ۶۶۱
زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کر دیا جس
وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس نکاح اور
شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا۔ نکاح باقی
رہا یا نہیں، دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؛
مہر لازم ہوا یا نہیں۔ ۶۶۲
بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے تھی شوہر ثانی
نے بعد سختی و تشدد و ہزار زجر و توبیخ بیوہ سے
اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی چھ سالہ دختر کے
عقد کا اذن لے کر جبریہ نکاح کر دیا لڑکی کا چچا زاد
چچا اور چچا زاد بھائی وقت عقد موجود نہ تھے
اُنھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب ظاہر
ہوا فوراً پکار اُٹھی کہ مجھے اُس شوہر کے یہاں
جانا منظور نہیں ہرگز نہ جاؤں گی ۔ منت بھر بھی
گوارا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔ ۶۶۳
درمختار میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر
الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد ۔
طحطاوی، ابوالمکارم و بنایہ و حاشیہ شلبی و
ہندیہ میں بعد ولادت بھی بربنائے ظاہر الروایہ
ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت
مفتی بہا پر ابتداء ہی سے بطلان نکاح کا حکم
ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیاء
کی مسقط نہیں ، کیا ثبوت تفریق کا دعوی
صحیح ہوگا وان ولدت ۔ ۶۶۳
بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی
اولیاء بے تراضی باطل کتب شیعہ کا مذہب ہے
بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں وفی
المبسوط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات
ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال المروجی
وھما قولات باطلان ای قولان باطلان
سے کون سے دو قول مراد ہیں ۔ ۶۶۴
اور نکاح ہو گئے ہوتے اولاد پیدا ہو گئی اور چند
روز میں مر گئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہیں۔ ۶۶۴
ایک شخص فوت ہوا ، بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور
باپ کو چھوڑا ، دختران کا ولی کون ہوگا۔ ۶۶۶
سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی
دو سال سے اس کے والدین نے روبرو گواہوں
کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے
وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا کیا حکم ہے۔ ۶۶۷
کنواری لڑکی بے رضا سے والدین غیر شخص
کو اپنے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں ۶۶۸
قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ
ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو
ولی مقرر کر کے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؛

5

اگر نہیں تو لیے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔ ۶۶۶
لڑکی بوجہ شرم و حجاب ساکت رہے عزیز و قریب
عورتیں جو اس کے گرد ہوں وہ کہدیں ان لڑکی کو
منظور ہے، تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اس کا
اقرار سکوتی قائم مقام ایجاب و قبول ہوگا یا نہیں۔ ۶۶۷
لڑکی بالغہ یتیم ہے ماں نے اس کا نکاح کیا چچا
تا نے اس کے نکاح میں موجود نہ تھے، کیا
حکم ہے۔ ۶۶۸
یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر
سنین زوجتہا امہا برضاھا لکن لم یحضروا
مجلس النکاح اولیاؤھا وما استشیروا
فی ھذا الباب ھل جاز النکاح۔ ۶۶۹
بالغہ کے ماں بھائیوں نے میراثی سے کہا کہ فلاں
قبیلہ میں رشتہ کرا دو کسی دوسری جگہ نہ کرو، میراثی
رشوت لے کر دوسری جگہ کر آیا، معلوم ہونے پر
انکار کر بھیجا اور بھائی خود بھی جا کر منع کر آئے
مگر وہ لوگ نہ مانے، میراثی نے اپنی طرف سے دن
مقرر کر کے برات منگالی، اس میں رؤسا بھی تھے
لڑکی کی ماں اور بھائی برابر انکار کرتے رہے۔
رؤسا نے گرد و نواح کے اور رؤسا جمع کر کے
زور ڈالا، بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں
پھانس دیا وہ عاجز آ کر بولے نکاح ٹھہرا دو،
جب بالغہ سے اذن لینے گئے اس نے انکار
کر دیا، لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور مجلس میں
بٹھا لے گئے، اس وقت بھی لڑکی نے کہا میرا

نکاح ہی نہیں ہے، اب تک انکار پر مصر ہے،
کیا حکم ہے۔ ۶۷۰
بالغہ شیعہ لڑکی نے بے اجازت والدین سنی سے
نکاح کیا، اس کے والدین نکاح فسخ کرانا چاہتے
ہیں کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے ہمیں
اختیار فسخ حاصل ہے، نیز نکاح کفو سے نہیں ہوا
اس لئے بھی، وکیل نکاح نکاح کا تو معترف ہے مگر
کہتا ہے کہ لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں
سنی، گواہ آواز سننا بھی بیان کرتے ہیں لڑکی
نے گواہان کے سامنے نکاح سے پہلے اقرار کیا
میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں
کیا حکم ہے۔ ۶۷۱
شیعہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ رافضی
سے کرانا چاہتا ہے، سنی ہونے پر کہتا ہے جائز
ہے، کیا لڑکی اس صورت میں انکار کر سکتی ہے
کہ کسی سنی سے نکاح کر دے۔ ۶۷۲
ماں نے حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا
چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا، چچا
ناراض ہے صرف عقد ہوا ہے اگر ناجائز ہوا
تو دوسرے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۶۷۳
بالغہ ہندہ بنت زید نے بے اجازت زید کفو
سے نکاح کر لیا، زید ناخوش ہو کر بکر کے مکان
سے ہندہ کو حیلہ کر کے لے آیا ایک سال بعد
عمرو سے ہندہ کا نکاح کر دیا، دوسرا نکاح صحیح
ہوا یا نہیں، عمرو سے جو اولاد ہوا اس کا کیا حکم

سے زید کے لئے کیا حکم ہے۔ زید امام ہوسکتا ہے
یا نہیں۔

٦٧٣ بالغہ اپنے شخص سے جو اس کی ذات کا خوش حال
پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا
باپ اس سے راضی نہ تھا بالغہ جس سے راضی تھی
زبردستی اس کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا اور
زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس کے یہاں پہنچ آئے
یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، زید کے پیچھے نماز
کا کیا حکم ہے۔

٦٧٥ بالغہ کا نکاح والدین نے ایک شخص کے ساتھ کیا
ماموں اذن لینے گیا لڑکی خاموش رہی، دوبارہ
اصرار کرنے پر جواب نہ دیا، ماموں نے طمانچہ مارا
لڑکی رونے لگی ماموں نے باہر آ کر جاکر پڑھوا دیا
کیا حکم ہے لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے۔

٦٧٦ بالغہ نے بے اجازت ولی اپنا عقد کفو سے کر لیا
جائز ہوا یا نہیں ولی فسخ کر کے بے طلاق یا خلع
کسی اور سے جبراً کر دے تو وبال کس پر ہوگا
اور یہ فعل کیسا ہوگا۔

٦٧٧ کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی
حالت میں مرجح ہو سکتا ہے

٦٧٧ ولی کا جبر تا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول

٦٧٧ باپ نے اپنی بارہ برس کی لڑکی کے عقد کا ایک
نابالغ سے وعدہ کیا اور برادری کے لوگوں کے
سامنے مٹھائی اور کپڑا لڑکی کے واسطے لڑکے
سے لے لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ نکاح کر دونگا

پھر بیمار ہو کر مکان چلا گیا، بیٹی ذی کو چھوڑ گیا
جس کا بار لڑکا اٹھاتا رہا۔ چھ مہینے ہو گئے خط بھیجے
کا جواب نہ آیا کہ جانے زندہ ہے یا مر گیا، ماں پہلے
راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ تم نکاح نہیں
کرتیں تو میں نے جواب تک صرف کیا وہ خود
اس پر راضی ہوتی، لڑکی اپنا بھلا برا جانتی ہے
وہ بھی راضی ہے، کیا حکم ہے۔

٦٧٤ رقیہ بیگم کا نکاح بصورت والد چچا نے اپنے پسر
سے کر دیا، نابالغہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کیا
کہ اس نکاح کو نامنظور کر کے فسخ کر دیا، ذریعہ
نوٹس شوہر نابالغ اور اس کے باپ کو اطلاع کر دی
نوٹس واپس آیا رقیہ بیگم نے عدالت میں نالش دائر
کی جس کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رقیہ بیگم فوت
ہو گئی، ایسی صورت میں وہ نکاح برقرار متصور
ہوگا اور شوہر کو ترکہ پہنچے گا یا نہیں۔

٦٧٩ شخصے بہ بیان حیات پدر خود بلا رضامندی وے
نکاح خواہر صغیرہ بہ علوفہ بارہ روپے کردہ پدرش
بعد خبر یافتن انکار کردہ بعد چند مدت راضی شد
باز وماہوار عقد را و نکاح پسر خود گرفت باز انکار
کردہ آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ۔

٦٨٠ نابالغہ جس کے باپ دادا کی شاخ میں کوئی نہ تھا
صرف اس کی ایک بڑھیا ماں ہے برادری والے
بلا رضامندی بڑھیا کی لڑکی کی شادی کرنے لگے
نکاح کے وقت بڑھیا دوسری کوٹھری میں روتی
رہی، لڑکی یہ نکاح صحیح ہوا۔

٦٨١

باب الکفاءۃ

۷۱

محمد یحییٰ فوت ہوا انھوں نے اپنے باپ شاہ عبدالکریم
اور بھائی محمد زکریا اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی از
زوجۂ اولیٰ و دختر نصیبہ بی بی از ثانیہ وغیرہ ورثا
چھوڑے۔ شاہ عبدالکریم صاحب بولایت خود
محمودہ کا نکاح مولوی محمد یحییٰ کے ننھالی رشتہ دار

کے فرزند سے کر کے انتقال کر گئے وقت انتقال حافظ
محمد زکریا وغیرہ کو بلا کر وصیت کی کہ نصیبہ کی عمر
ڈیڑھ سال ہے اس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام
کے ساتھ بولایت جائز اپنے کے دیتا ہوں لہٰذا در
ثانی دوسری جگہ غیر کفو سے اب اس کا عقد کیا چاہتے ہیں
کیا حکم ہے۔

۷۳۳

فہرست ضمنی مسائل

جنازہ

خطبہ

روزہ

مہر

ولیمہ

رضاعت

زید بکر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔ ۲۷۹

اگر پسر زید نے زوجہ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی چھلا تھی منہ میں لے لی اس وقت دُودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ ۲۸۳

ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوف میں دُودھ کا قطرہ منہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ ۲۸۴

دُودھ اُترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں قوتِ مزاج وکثرتِ خون سے کنواری کو دُودھ اُتر سکتا ہے۔ ۲۸۴

ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دُودھ پلایا، آیا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۳۱۱

ہندہ نے زینب کا دُودھ پیا، ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔ ۳۳۹

لیلیٰ وسلمیٰ رضاعی بہنیں ہیں، زید نے لیلیٰ سے نکاح کیا ہے، زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمیٰ سے جائز ہے۔ ۳۴۰

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن و حسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا، حفصہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دُودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۷

کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ ۳۲۲

فقیر نے چچا کا دُودھ حنظلی کے ساتھ پیا پھر چچا کے فہیمن ہوئی، فقیر سے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے۔ ۳۹۰

بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دُودھ پیا، تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس لڑکی سے بکر کے نکاح کا حکم۔ ۳۲۳

اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کا رد۔ ۳۷۰

بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت گمراہی اور شریعت پر افترا ہے۔ ۳۹۹

جس عورت کی طرف دُودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بہن بھائی، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔ ۳۷۸

رضیع و مرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تین نصوص۔ ۳۹۱

رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ ۳۹۲

رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔ ۳۹۳

رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔ ۳۹۳

رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔ ۳۹۳

دُودھ کا چچا بھی چچا ہے اس سے پردہ کی

عشرة النساء

طلاق

مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے قضاءً اور دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۲۳۰

بلا وجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔ ۲۸۶

غیر مدخول بہا کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مغلظہ ہو جاتی ہے، اور اگر متفرق لفظوں سے دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔ ۲۸۹

شوہر نے طلاق نہیں دی ہے کچھ مال لے کر طلاق دینا چاہتا ہے ایسی عورت سے بے طلاق نکاح کا حکم اور کچھ لے کر طلاق دینے کا حکم۔ ۳۱۳

عورت بے اذن شوہر گھر سے نکلے اس سے نکاح سے نہیں نکلتی۔ ۳۱۴

سالی سے نکاح یا زنا سے عورت مطلقہ نہیں ہوتی۔ ۳۱۸، ۵۶۴

لڑکے نے سنا کہ باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دے دی زوجہ نے مہر کی نالش کر دی ڈگری ہو گئی، وکیل زوج کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لئے نہیں ہوئی اور وکیل زوجہ کہتا ہے ہو گئی، کون سچا ہے۔ ۵۰۵

لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کو کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل۔ لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔ ۶۶۰

خلع

اگر عورت کو مرد نے ایسے الفاظ کہے اور لکھوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے بدلے خلع ہو جائے کہ عورت مہر و نفقہ عدت کی بھی مستحق نہ رہے اور عورت یوں خلع کرے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ ۲۳۱

ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالت نابالغی حامد سے عقد کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغ ہوئی، اس عرصہ میں حامد نے دوسری عورت کو رکھ لیا۔ حامد کی وضع و اطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار ہیں کمال نفرت ہے حامد سے تعلق نہیں چاہتی انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے، رضیہ کیا کرے جو حامد سے قطع تعلق رہے، اور یہ عقد عقد فضولی قرار پا سکے گا یا نہیں۔ ۴۲۱

عنین

عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ ۱۹۵

عنین میں حکیم یعنی پنچ بنا لینا جائز ہے۔ ۱۹۶

عنین اور اس کی زوجہ میں تفریق کی صورت۔ ۱۹۶

باپ نے نابالغہ کا نکاح اپنے ہم قوم سے کیا، شوہر نے رخصت چاہی تو انکار کیا، نالش ہوئی تو جواب دیا کہ داماد نامرد ہے ہیجڑوں میں کا نابکار ہے، اگر ڈاکٹر اسے مرد بتائیں تو عذر نہیں، ابھی فوجداری میں مقدمہ دائر تھا کہ لڑکی کے باپ نے دیوانی میں دعوی فسخ نکاح کر دیا کہ وہ نامرد ہے ہیجڑوں کے افعال سے حالت شرمناک کر لی ہے میری برابری کا نہ رہا

اگر یہ الزام ثابت ہوں تو کیا نکاح فسخ کیا جائے گا ۶۱۰

عنین سے تفریق کے لئے عورت بالغہ کا دعویٰ ضرور ہے قاضی اس کی طلب پر تفریق کرے گا، اگر صغیرہ ہوگی تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے وہ بالغہ ہو کر عنین یا مجبوب سے راضی ہو۔ ۶۱۱

عورت نے شوہر کو عنین پایا تو قاضی شوہر کو ایک سال قمری کی مہلت دلبغرض علاج، دے گا۔ ۶۱۲

مفقود

جس کا شوہر مفقود ہو اور مرد و عورت دونوں حنفی ہوں تو عورت دوسرے نکاح کے لئے کس مدت تک انتظار کرے۔ ۳۳۱

مسئلہ زوجہ مفقود۔ ۳۴۲

مسئلہ زن مفقود الخبر۔ ۲۱۲ و ۲۲۸

عدّت

عورت پر روزِ طلاق سے عدّت لازم ہوتی ہے۔ ۲۶۹

غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلًا نہیں۔ ۲۶۹

نسب

شرعًا نسب باپ سے ہے وہ شریف ہے تو بیٹا بھی شریف۔ ۳۴۲

جو اولاد نکاح فاسد میں وقتِ وطی سے چھ مہینے

بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور مستحق ارث ہے۔ ۳۲۱

حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل اگر شوہر وطی کرے تو حرام ہے مگر زنا نہیں، اور اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہوگی کیونکہ نکاح باقی ہے۔ ۳۶۵

سُنّی نے رافضیہ سے بطورِ شیعہ صیغہ پڑھا یا بطریق اہلسنت نکاح نہ ہوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہوگی۔ ۴۳۷

ہندہ منکوحہ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں کیا حکم ہے۔ ۷۲۲

غیر سید نے سیدہ سے نکاح کر لیا، اولاد سید ہوگی یا نہیں۔ ۷۳۰

باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کر کے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ۷۳۱

نفقہ

اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان و نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورتِ وجوب میں ضرور واجب ہوگا۔ ۲۹۸

فدیہ

جو روزے کی طاقت نہ رکھے وہ مرد و زن سے

کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔ ۲۲۱

جو شخص روزہ رکھنے سے فدیہ دینے پر قادر ہو وہ کیا کرے ۲۲۲

خنثیٰ

ایسی عورت سے نکاح و مہر کا حکم جس کے صرف مخرج بول ہو اور کوئی علامت مردی و زنی کی نہ ہو صرف پستان ظاہر ہوں۔ ۱۹۲

پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہو جاتا ہے۔ ۱۹۳

جنین

جنین پر کسی کی ولایت نہیں۔ ۲۹۱

ولاء

جو شخص جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کی ولاء اسی کے لئے ہے۔ ۴۲۰

ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے۔ ۴۲۰

اکراہ

ایفائے وعدہ پر جبر نہیں یعنی قاضی مجبور نہیں کر سکتا، وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم ہے مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفاء میں وفائے وعدہ پر جبر کر سکتا ہے۔ ۱۴۴

نکاح بجبر و اکراہ بھی ہو جاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔ ۲۰۲

جو عقد قابل فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ اگر یہ جبر و اکراہ سے ہوں تو فسخ کر دیا جائے گا۔ ۲۰۳

ناقابل فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور استیلاد وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔ ۲۰۳

ولی اگر بحالت جبر و اکراہ نکاح کرے ہو جائیگا۔ ۶۲۸

تفسیر

آیۂ کریمہ الزانیۃ والزانی لاینکحہا الا زان او مشرک منسوخ الحکم ہے یا نکاح سے مراد بیان جماع ہے۔ ۲۳۵

حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا آیۂ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقۂ محرمیت مراد ہے۔ ۲۶۲

سوتیلی ماں لفظ امہات میں داخل نہیں۔ ۳۱۲

حرمت علیکم امہتکم کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم اسی لئے فرمایا۔ ۳۱۲

وربائبکم الّتی فی حجورکم الآیۃ کی تفسیر۔ ۳۵۴

آیت قرآنی میں وصف الّتی فی حجورکم بالاجماع شرط حرمت نہیں۔ ۳۵۴

وصف نسائکم یعنی مدخولات کا زوجہ ہونا بھی بالاتفاق شرط حرمت نہیں۔ ۳۵۴

کنیزیں نسائکم میں اور ان کی بیٹیاں ربائبکم میں داخل نہیں۔ ۳۵۴

آیت کریمہ وحلائل ابناءکم الذین من

فوائد حدیثیہ

افتاء و رسم المفتی

عقائد و کلام

ردّ بد مذہبیاں

سِیَر

بیوع

دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلقات رکھتے ہیں، لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اٹھانے کو کہا، انکار کیا اور چلے گئے ثبوت نہ ہوا، کیا حکم ہے۔ ۴۹۰

قضاء

حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضاء جس طرح ظاہراً نافذ ہوتی ہے یونہی باطناً بھی ۱۲۷

قاضی شرع کون ہے۔ یہاں کون حق فسخ و تفریق رکھتا ہے۔ ۴۴۳

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم نائب شرع ہے بشرطیکہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ نہ ہو۔ ۴۴۴

قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔ ۴۸۵

جس کا کوئی ولی نسب نہ ہو اس کا ولی قاضی شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو جیسے اکثر دیار ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہل بلد صاحب فتویٰ فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ ۵۴۹

زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کر سکتا بلکہ بوقت تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔ ۵۶۳

ہائیکورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دار القضاء نہیں لہٰذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ ۵۶۳

مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کر سکتا ہے ۵۶۳

حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلہ قاضی ہے۔ ۵۶۴

ریاست اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو، نہ کسی مذہب خاص پر قضاء کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کر سکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔ ۵۶۴

فسخ بوجہ عدم کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں ہو سکتی ہے ۶۳۶

جہاں قاضی نہ ہو وہاں اعلم علماء اہل بلد سے فسخ نکاح کرایا جائے ۶۳۷

قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کر کے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو [illegible] قاضی سے ملے کیا حکم ہے۔ ۶۶۶

اقرار

مجرد اقرار زوجیت حقیقتاً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہوئے ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں اگرچہ کہتا ہو کہ یہ میری زوجہ ہے۔ ۱۲۳

کسی کے لئے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقر لہ کی ملک نہ ہوگا۔ ۱۲۶

اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے اور عورت انکار کرے پھر وہ شخص اس کو کچھ دے کر اس سے اس بات پر صلح کر لے کہ وہ اس نکاح کا اقرار کرے اب عورت نے اقرار کر لیا تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا۔ اگر یہ اقرار شہود

کے سامنے ہوا جواب اگر عورت پھر انکار کرے گی
توقاضی اس کا یہ انکار نہ سنے گا۔ ۱۳۰
اصطلاح فقہ میں کسی کا حق ثابت کرنے کی خبر دینے
کو اقرار کہتے ہیں۔ ۱۰۰
زید نے اپنی سال سے زنا کا اقرار کیا پھر انکار اس
کے اقرار زنا پر قاضی کے سامنے شہادت گزری
اس شہادت اقرار زنا سے حرمت مصاہرت
ثابت ہوگی یا نہیں، اور ہندہ زوجہ زید اس پر
حرام ہوگی یا کیا۔ ۲۲۲
اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس
کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے۔ ۲۲۴
دار القضاء سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ۲۲۵
اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ ۲۲۵
اثبات مصاہرت کے لئے ثبوت زنا کی اصلا
حاجت نہیں مجرد اقرار زنا کافی ہے۔ ۲۲۶
اگرچہ ہزل و مذاق میں ایک بار اقرار کیا کہ اس نے
ساس سے زنا کیا حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی
پھر اگر انکار کرے مسموع نہ ہوگا۔ ۲۲۶
اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں سے کیا کیا
اس نے کہا میں نے اس سے جماع کیا تو حرمت
مصاہرت ثابت ہوگئی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا
مرد اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ ۲۲۷
جہاں تک مقر پر اقرار کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا
دوسرے پر الزام ہے مجبوز ہوگا۔ ۲۲۸
اگر کوئی شخص کہے یہ میری وضیعہ ہے، پھر خطار کا

اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اسے اس
کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جب کہ اپنے اقرار پر
ثابت نہ رہے۔ ۵۰۴

صلح

۱۳۲ صلح اقرب عقود شرعیہ کی طرف راجع کی جاتی ہے
اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعوی کرے اور
عورت منکر ہو پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر
اس پر صلح کرے کہ وہ اس دعوی سے باز آجائے
تو جائز ہے اور یہ مدعی کے زعم میں معنی خلع میں
ہو جائے گا مگر فقہائے فرمایا کہ اسے اس مال کا
اخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالی حلال نہ ہوگا جب کہ
۱۳۲ وہ اپنے دعوی میں مبطل ہے۔
بعض دین پر صلح ہے اور باقی کے دعوی سے
برأت بھی ہو جائے گی یعنی فقط قضاءً نہ دیانۃً
اسی لئے اگر وہ موقع پائے گا تو اسے باقی کا
۱۳۲ لے لینا جائز ہوگا۔
کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے
کے حق میں فارغ ہو جائے اور وہ دوسرا اس سے
وعدہ کرے کہ اگر میرا یہ روپیہ تو واپس کردے گا تو
میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا اس پر
۱۰۸ لوٹانا واجب نہ ہوگا۔

اجارہ

کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اسی

وکالت

حدود و تعزیر

قسم

اخلاق

فضائل و مناقب

حقوق العباد

حظر و اباحت

ترغیب و ترہیب

متفرقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

مسئلہ جس شادی میں رقص اور باجے وغیرہ منکرات شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام و ممنوع ہیں اور ان کے دیکھنے سننے کا مرتکب فاسق و گنہگار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو۔ شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہو جاتا ہے کہ مرد و زن ایجاب و قبول کریں اور دو گواہ سنتے سمجھتے ہوں، باقی اس جلسہ کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں۔ شیطان کے طرق اغواء سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلے سے ہلاک کرتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہو جاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضرات وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افترا۔ کیا معاذ اللہ اس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذ اللہ زانی و زانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[1] اللہ تعالٰی تمہیں دوبارہ کبھی اس طرح کرنے سے منع فرماتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (ت)

غرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکاب منکر میں مبتلا کردیتا ہے،

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ[2] جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (ت)

ہاں اگر دولہا دلہن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ما قولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرف نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہے، جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (جیسے چچا زاد لڑکے کہ میں نے اپنی چچازاد فلاں لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کیا) جائز ونافذ ہے یا نہیں، اور یہ جواز ونفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر بنت عم بالغہ ہے اور اس ابن عم سے اقرب اس کا کوئی ولی حاضر نہیں یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو فان ہذہ وکالۃ ولا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ (کیونکہ یہ وکالت ہے بالغہ پر جبری ولایت نہیں ہے۔ ت) تو ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہوسکتا ہے خلافا للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی (امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ[3] چچازاد کو جائز ہے کہ وہ چچازاد لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کرے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۷
[2] القرآن ۶۵/ ۱
[3] الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۰۲

فتح القدیر میں ہے: والصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا[1] (صغیرہ کا نکاح بغیر اجازت اور بالغہ کا اجازت سے کرے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز، واذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاہدین جاز وقال زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز[2]

امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جائز نہیں، اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو اپنے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی تو اس مرد نے اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے، اور امام زفر اور شافعی رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ناجائز ہے۔ (ت)

اقول: وبہ ظہران ما فی ردالمحتار من نفذ خمس صور بالاتفاق وہی التی لافضولی فیہا من جانب فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس سے واضح ہوا کہ ان پانچ صورتوں کے بارے میں جن میں کسی جانب سے خود نکاح کرنے والا فضولی نہ بنے، ردالمحتار کا "بالاتفاق" کہنا اس سے ان کی مراد صرف امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق ہے تمام ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق مراد نہیں ہے۔ (ت)

پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولایحتاج الی القبول[3]

جب یہ شخص نکاح کی دونوں طرف کا ولی ہو تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے نکاح کرلیا، ایجاب وقبول دونوں طرفوں کو شامل ہوگا اور اب قبول کہنے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

نکاح کرلیا یا نکاح کردیا کہے، دونوں طرح جائز ہے عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جس میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت۔ خلافا للامام شیخ الامام بکر خواہر زادہ فی الثانی (امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ کا دوسرے یعنی "نکاح کردیا" کہنے میں خلاف ہے۔ ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۹
[2] الہدایہ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۰۲
[3] " " " " " " " "

فتح القدیر میں ہے:

قال شیخ الاسلام خواھر زادہ ھذا اذا ذکر بلفظ ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر بلفظ ھو نائب فیہ فلا یکفی، فلو قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتھا من نفسی لایکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ما ذکرناہ انفا صریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا، فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری[1] اھ۔

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب وہ اپنے اصیل ہونے کو تعبیر کرے یعنی "میں نے نکاح کیا" کہے، لیکن اگر اس نے نائب ہونے کو تعبیر کیا اور "نکاح کر دیا" کہا تو یہ کافی نہیں، پس اگر اس نے "فلاں عورت سے نکاح کر لیا" کہا، تو کافی ہے اور اگر یوں کہا کہ "میں نے فلاں عورت کا اپنے ساتھ نکاح کر دیا" تو کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کلمے میں وہ نائب ہے۔ اور ہدایہ کی وہ عبارت جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے وہ اس بات کی نفی میں صریح ہے اور تجنیس میں بھی اس کی نفی پر تصریح، غریب الروایۃ اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے کی ہے اھ (ت)

قلت وعلی ھذا اعول فی الدر وغیرہ من المعتمرات وافاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ت) کہ در وغیرہ معتبر کتب میں اسی کو معتمد علیہ قرار دیا ہے، اور بحر وغیرہ نے اس کے خلاف کو ضعیف ظاہر کیا ہے۔(ت)

البتہ شہود کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہوجانا ضرور ہے،

حتی لوکانت حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ۔

حتی کہ اگر وہ عورت نقاب پہنے مجلس میں حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھے۔(ت)

پس اگر بحالتِ غیبت صرف بنت عمی یا فلانہ بنت عمی یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کرلیں تو اسی قدر کافی، ورنہ ذکر اب وجد یعنی فلانہ بنتِ فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے۔

خلافا للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشھید والامام شمس الائمۃ السرخسی۔

امام خصاف نے اور منتقی میں امام حاکم شہید اور امام شمس الائمہ سرخسی نے اس کے خلاف قول کیا ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۶

ردالمحتار میں ہے:

في البحر لابد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفي الجهالة، فان كانت حاضرة متنقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرى فلا لعدم زوال الجهالة وان كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بان عقد لها وكيلها فان كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها اذا علموا [illegible] وان لم يعرفوها لابد من ذكر اسمها واسم ابيها وجدها وجوز الخصاف النكاح مطلقا حتى لو وكلته فقال بحضرتهما زوجت نفسي من موكلتي او من امرأة جعلت امرها بيدي فانه يصح عنده قال قاضي خان والخصاف كان كبيرا في العلم يجوز الاقتداء به وذكر الحاكم الشهيد في المنتقى كما قال الخصاف اه قلت وفي التاتارخانية 9

بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت ولاعلمی نہ رہے، پس اگر مجلس میں نقاب پہن کر حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ چہرہ کھلا رکھنے میں احتیاط ہے۔ اگر مجلس والے اس عورت کی شخصیت کو نہ دیکھ پائیں اور کمرے میں سے اس کی آواز سن رہے ہوں اگر وہ کمرے میں اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کمرے میں کوئی اور عورت بھی ہو تو جائز نہیں کیونکہ لاعلمی باقی ہے۔ اور اگر وہ عورت مجلس میں موجود نہیں اور اس کی آواز بھی سنی نہیں جا سکی اس کی طرف سے اس کا نکاح وکیل کر رہا ہو تو اگر گواہ اس عورت کو جانتے ہیں تو نکاح میں عورت کا نام ذکر دینا کافی ہے جبکہ گواہوں کو علم ہو کہ وکیل کی مراد وہی عورت ہے۔ اور اگر گواہ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو عورت اس کے والد اور دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور امام خصاف نے نام ذکر کیے بغیر بھی جائز کہا ہے مثلاً ایک عورت نے نکاح کرنے والے کو گواہوں کے سامنے اپنا وکیل بنایا ہو تو اس سے نکاح کرنے والا یوں کہہ دے کہ میں ان گواہوں کی موجودگی میں اپنی موکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا یا یوں کہے کہ جس عورت نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے میں نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کر دیا۔ تو اس طرح بھی امام خصاف کے قول پر نکاح صحیح ہوگا۔ امام قاضی خان نے فرمایا کہ خصاف کا علم میں بڑا مقام ہے اس کی بات پر

عن المضمرات ان الاول هو الصحيح وعليه الفتوٰی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذهب خلاف ما قاله الخصاف وان کان الخصاف کبیرا[1] اھ ما فی رد المحتار ملخصا۔

کل جائز ہے۔ اور حاکم شہید نے بھی منتقٰی میں خصاف جیسا نقل کیا ہے اھ قلت اور تتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ بحر میں فضولی اور وکیل کی فصل میں یونہی اس کو مذہب میں مختار قرار دیا ہے جو کہ خصاف کے قول کے خلاف ہے اگرچہ خصاف کا بڑا مقام ہے۔ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ختم ہوا۔

اقول وما عزی فی البحر للامام قاضیخان فانما نقله قاضی خان عن الامام شمس الائمة السرخسی اما هو بنفسه فقد قدم عدم الصحة ومعلوم انه انما یقدم ما یعتمده۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) بحر میں جو کچھ امام قاضی خان کی طرف منسوب کیا اس کو قاضی خان نے امام شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے لیکن خود ان کا موقف عدم صحت ہے جس کو انھوں نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ وہ اپنے معتمد علیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

اور اگر سنت علم نابالغہ کے لئے ولی [illegible] منقطعۃ (یعنی لمبے سفر پر غائب نہ ہو۔ت) یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو، تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اس کے لئے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب وقبول دو عبارتوں جدا گانہ میں کرے هو الحق الصواب خلافا لما فهم من بعض الکتب (یہی حق اور صحیح ہے بعض کتب سے جو سمجھا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ت) یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کر لینا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازتِ ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا۔

خلافا للامام الثانی حیث جعله من الموقوف فان اجاز من له الاجازة جاز والا لا۔

امام ثانی (یعنی امام یوسف) نے اس کے خلاف اس نکاح کو موقوف قرار دیا ہے کہ اگر صاحب اجازت اس کو جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (ت)

تنویر الابصار و دُرمختار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۲

یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح[1] ملخصا اھ

جو شخص دونوں جانب سے نکاح کا ولی ہو وہ کسی جانب سے بھی فضولی نہ قرار پائے گا اگرچہ وہ ایجاب وقبول دو کلاموں سے ادا کرے، یہ راجح قول ہے ملخصاً اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان فضولیا منہما او من احدھما و من الآخر اصیلا او وکیلا او ولیا فی ھذہ الاربع لا یتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی اٰخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا و فی الفتح بان الحق خلافہ ولا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذہب[2] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شخص دونوں جانب سے فضولی ہو یا ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل ہو یا وکیل یا ولی ہو تو ان چاروں صورتوں میں نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک باطل ہوگا، امام یوسف اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک یہ موقوف ہوگا جس طرح ایک فضولی کی طرف سے ایجاب کو دوسرا فضولی قبول کرلے تو بالاتفاق موقوف ہوتا ہے قولہ اس کا قول کہ اگرچہ دو کلاموں سے ایجاب وقبول کرے، یہ خلاف ہے اس کے جو ہدایہ کے بعض حواشی اور کافی کی شرح میں ہے کہ اگر دو کلاموں سے اس نے ادا کیا تو بالاتفاق نکاح موقوف ہوگا اس کو فتح میں رد کردیا گیا ہے کیونکہ حق اس کے خلاف ہے اور اس قید کا اصحاب مذہب میں کوئی وجود نہیں ہے اھ مختصراً (ت)

تنویر میں ہے:

لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ[3]

چچازاد کو جائز ہے کہ وہ اپنی چچازاد نابالغہ کا خود اپنے ساتھ نکاح کرلے (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶
[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶
[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

شامی میں ہے:

ولا یخفی ان المراد حیث لا ولی اقرب منہ[١]

اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے زیادہ قریب کوئی اور ولی نہ ہو۔ (ت)

شرح علائی میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[٢] اھ

اگر بعید ولی نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ اقرب ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ (ت)

اقول فافاد ان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل۔

اقول اس کلام کا مفاد یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں بعید ولی، فضولی قرار پائے گا، لہذا اگر بعید اس صورت میں دونوں جانب سے ولی بن کر نکاح کرے تو نکاح باطل ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

لو کبیرۃ فلابد من الاستیذان (ای بعد العقد اھ ش) حتی لو تزوجھا بلا استیذان فسکتت او فصحت بالرضی لایجوز عندھما (لانہ تولی طرفی النکاح وھو فضولی من جانبھا فلم یتوقف عقدھا بل بطل اھ ش) وقال ابو یوسف یجوز[٣] اھ مزیدا من حاشیۃ الشامی۔

اگر لڑکی بالغہ ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے (قبل از نکاح اھ ش)، حتی کہ اگر فضولی نے اس سے خود نکاح بغیر اجازت کر لیا اور لڑکی خاموش رہی یا نکاح کے بعد اس نے رضامندی ظاہر کی تو امام اعظم اور امام محمد کے قول پر نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بالغہ کی موجودگی میں خود اس کی طرف سے فضولی ہے لہذا دونوں اماموں کے نزدیک یہ نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اھ ش۔ اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے، اضافی عبارت حاشیہ شامی کی ہے۔ (ت)

---

[١] ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٣٢٧
[٢] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ١/١٩٣
[٣] درمختار باب الکفاءۃ " ١/١٩٦
ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٣٢٦

فتح القدیر میں ہے،

وکلتہ ان یزوجها مطلقا فانه لو زوجها من نفسه لا یجوز[1]

اگر بالغہ نے کسی کو کہا کہ میرا نکاح کردے اور کوئی تخصیص نہ کی اس صورت میں اگر اس شخص نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہ ہوگا۔ (ت)

الحمد للہ حکم مسئلہ مفصل و منقح ہوگیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی تولی الطرفین فی النکاح اور الفاظ جزئیہ یعنی زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی (نکاح کی دونوں جانب سے ایک ہی شخص کا ولی بننا اور جزئی الفاظ کہ میں نے چچازاد کا نکاح اپنے ساتھ کرلیا) دونوں کے متعلق تمام احکام و خلافیات علمائے کرام و تصحیحات ائمہ وغیرہا ضروریات متعلقہ مقام سب نے وضوح تام و انجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: علمائے دین و مفتیانِ شرع متین بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ جس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اس کا زید سے ہوگیا ہے، بعد نکاح ہونے کے یہ حال معلوم ہوا، اب اُس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمہ زید لازم،

فی فتاوی الامام قاضی خان خیار العیب وهو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأة بعیب ما[2] وفی الدر صحت الخلوة بلا مانع کالوطی فی تاکد المهر انتهی[3] مختصرا وملخصا، والله تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے خیار عیب جو کہ عیب کی وجہ سے حق فسخ کا نام ہے، ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا، لہذا کسی عیب کی بنا پر عورت کا نکاح رد نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ نکاح کے بعد خلوت وطی کی طرح مہر کو لازم کردیتی ہے بشرطیکہ خلوت کے دوران کوئی مانع نہ ہو اھ، مختصراً وملخصاً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتح القدیر — فصل فی الوکالۃ بالنکاح — المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۹۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں — فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح — نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۶
[3] درمختار — باب المہر — مجتبائی دہلی ۱/۹۹-۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ انیس بیس برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن و شوہر رہے اور زید لباس اور جملہ امور خانہ داری میں اُسے مثل زنانِ برادری رکھتا، خاندان میں آمد و رفت اس کی بتقریب شادی و غمی رہی، اور زوجہ زید مشہور تھی، اور زید مرد پارسا تھا، اس کی وضع پر گمانِ بدکاری نہیں ہوتا۔ آیا یہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے؟ اور جو لوگ جلسۂ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں اُن کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں وہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

وكذلك لو رأى انسانا جلس مجلس القضاء يدخل عليه الخصوم حل له ان يشهد على كونه قاضيا وكذا اذا رأى رجلا وامرأة يسكنان بيتا وينبسط كل واحد منهما الى الآخر انبساط الازواج[1] [illegible] واما النكاح اذا رأى رجلا يدخل على امرأة وسمع من الناس ان فلانة زوجة فلان وسعه ان يشهد انها زوجته وان لم يعاين عقد النكاح[2] وفي فتاوى قاضيخان ولو رأى رجلا وامرأة يسكنان في منزل وينبسط كل واحد منهما على صاحبه كما يكون بين الازواج حل له ان يشهد على نكاحهما[3]

اور ایسے ہی اگر کسی نے ایک شخص کو مجلس قضا پر دیکھا اور اس کے ہاں فیصلے کے لیے مختلف فریقوں کا آنا جانا دیکھا تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس شخص کے قاضی ہونے کی گواہی دے، اور ایسے ہی اگر کسی مرد و عورت کو ایک مکان میں میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتے دیکھا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ نکاح کے ثبوت میں اگر کسی نے ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے بھی سنا کہ یہ مرد و عورت آپس میں خاوند بیوی ہیں تو دیکھنے سننے والے کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے اس مرد کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کے نکاح کی مجلس نہ دیکھی ہو۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی نے مرد و عورت کو ایک مکان میں رہتے دیکھا اور ان کو آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف پایا تو اس کے لیے ان دونوں کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸
[2] خلاصۃ الفتاوی " الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۵۲
[3] فتاوی قاضی خان فصل فی الشہادۃ علی النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۵

اور گواہ اگر انھیں زوجِ زوجہ بیان کریں اور کہیں ہم جلسۂ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور ہے تو ان کی گواہی شرعًا مقبول ہے اور نکاح ثابت ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیران یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لوقالا لم نعاین ذٰلک ولکنہ اشتھر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوھبانیۃ وغیرہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ عزمیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ گواہ تفسیر کرتے ہُوئے کہیں کہ ہم نے لوگوں سے سُنا ہے۔ لیکن اگر یُوں بھی کہہ دیا کہ ہم نے نکاح ہوتے نہیں دیکھا لیکن ہمارے ہاں لوگوں میں مشہور ہے کہ (دونوں میاں بیوی ہیں، تو تمام صورتوں میں شہادت درست ہوگی، اس قول کو شارح وہبانیہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۳

رسالہ

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از پنجاب فیروزپور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی ومصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم!

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعل شنیع قبیح سے تائب ہوئی غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کارِ خیر کا نہ ہو، اہل ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے! تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضر شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقاد نکاح ہوجاتا ہے؟ اس صورت میں ذکر مہر نہیں آیا، بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مرتین بمہر ودستخط فرماکر عطا فرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجال مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

لك الحمد رب الارباب صل علی الحبیب الاواب مع الاٰل والاصحاب واھدنا الحق والصواب اٰمین الٰہ الوھاب

تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت بھیج اور فرما اور اس پر مع اس کے آل و صحابہ سلامتی نازل فرما اور ہماری حق وصواب پر رہنمائی فرما، آمین اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، واقعی یہ مسئلہ قابل امعان انظار واجالہ افکار ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ ت) اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصدیق مرد و زن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج و زوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشبہہ انھیں زوج و زوجہ جانیں گے اور قضاۃً تمام احکام زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے، جب مرد و زن کو دیکھے مثل زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساط زن و شوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ وغیرھا وفی قرۃ العیون عن الدر ویشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ[1]

ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد و عورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثبات نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج و زوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود ان کی زبان سے اقرار نہ سنا ہو،

کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار و

جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں اور

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ تجوز الشہادۃ بالشہرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشہد انہا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]۔

قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بنا پر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے، تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کا نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

تو ان کا باہم تصادق بدرجہ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحموی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ اھ ملخصا[2]۔

فتاوٰی شامی میں ہے ابی سعود کی علامہ حموی سے روایت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد و عورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصا (ت)

پس ایسی صورت میں [illegible] جائے جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا ہاں یہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وہ اپنے اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عند اللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جو بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وہ بدستور اجنبی و اجنبیہ ہی رہیں گے، نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشا نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو قضاءً طلاق ہوگی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا، حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۴۱

[2] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی ۲/ ۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذبا یقع بہ الطلاق قضاء لا دیانۃ[1]

طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا، عنداللہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کم طلقت زوجتک فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانۃ الا ما کان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملک مراجعتہا فی العدۃ والحال ہذہ[2] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو اس سے پُوچھا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہُوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اسے عدت کے دوران رجوع کا حق ہے۔ اھ ملخصا۔ (ت)

تو جب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط علیل، ولہذا علماء متون و شروح و فتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد و زن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ و نقایہ و اصلاح و ملتقی میں کہ سب اعاظم متون معتبرہ مذہب سے ہیں جزم فرمایا [illegible] میں اقتصار کیا، اسی کو شرح جصاص و مختارات النوازل و فتاوٰی خلاصہ و خزانۃ المفتین و مختار الفتاوٰی و ایضاح الاصلاح و جامع الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو تنویر الابصار و درمختار میں مقدم و مختار رکھ کر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوٰی ظہیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر اخلاطی میں ان دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار و صحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد و اقوی علیہ الفتوی اور زائد کیا، علامہ شرنبلالی و سید ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں، باقی نصوص با تلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایۃ و مختصر الوقایہ میں ہے: لاینعقد بقولہما عند الشہود ہما زن و شوئیم[3] (گواہوں کے سامنے مرد و عورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[4] (مذہب مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن و شروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۶

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ " ۱/ ۳۹

[3] نقایۃ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۱

[4] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۲۵

میں ہے:

لو تقولها "زن وشوئیم" دون النکاح اثبات وهذا اظهر والاظهار غیر الاثبات ذکره فی التجنیس وقال فی مختارات النوازل هو المختار۔[1]

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد و عورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تجنیس میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔ (ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشهود "ما زن وشوئیم" لا ینعقد۔[2]

اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیهقی رحمه الله تعالی فی کتابه رجل وامرأة لیس بینهما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرا لم یکن بینهما نکاح لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم ذلک کما فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثم احبا ... لم یجز۔[3]

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد و عورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے باہم اتفاق سے نکاح کا اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اسی طرح خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأة اقرا بین یدی الشهود بالفارسیة "ما زن وشوئیم" لا ینعقد النکاح بینهما وکذا لو قال لامرأة هذه

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

---

[1] ایضاح و اصلاح
[2] ملتقی الابحر کتاب النکاح موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۳۸
[3] فتاوٰی خانیہ " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹

امرأتی وقالت هی هذا زوجی لایکون نکاحا[1]

ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے، تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

فتوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود فقال ما زن و شوئیم لاینعقد هو المختار لان النکاح اثبات والاظهار غیر الاثبات ولهذا لو اقر بالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا له خ (یعنی الخلاصة) ولوقال الرجل هذه امرأتی وقالت المرأة هذا زوجی بمحضر من الشهود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم[2] س (ای فتاوی اهل سمرقند) (ملخصا)

مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی و خاوند ہیں، تو نکاح منعقد نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لیے ملکیت ثابت نہ ہوگی، خ (یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں پہلے نکاح موجود نہیں ہے، س (فتاوٰی سمرقند)۔ (ت)

متن تنویر وشرح مدقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار (خلاصة) کقوله هی امرأتی لان الاقرار اظهار لما هو ثابت ولیس بانشاء[3] الخ وسیأتی تمامه۔

محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ، یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ هو المختار (یہی مختار ہے۔ ت) تک نقل کی، پھر لکھا:

ولو قال ای زن من ست بمحضر من الشهود

اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

---

[1] فتاوٰی خانیہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹
[2] خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ ۱/۷۶
[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

وقالت المرأة ای شوئ من است ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه و الصحیح انه لایکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقالا نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی اھ[1]

اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے، اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد و عورت کو گواہوں نے کہا کہ کیا تم نے ان الفاظ کو نکاح بنادیا تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوجائیگا' مختار الفتاوٰی میں ایسے ہی ہے اھ (ت)

اقول وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انه ینفذ ظاهرا و باطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرهما۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) قاضی کے فیصلہ کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضاء ظاہراً و باطناً نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے، تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما ما زن وشوئیم لاینعقد هو المختار وقال بحضور الشهود هذه المرأة زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لاینعقد هو الصحیح و علیه الفتوی[2]۔

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے، مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲
[2] جواہر اخلاطی " فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۰

بالجملہ اخبار وانشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادۂ منافی عقد کا نافی۔

اقول وبتقریری ھذا اندفع ما عسی ان یتوھم من ان النکاح مما یستوی فیہ الھزل والجد فلا یحتاج الی نیۃ وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول ھازلین او مکرھین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلک لان بونا بینا بین عدم القصد وقصد العدم بارادۃ شیئ اٰخر غیرہ مما یحتملہ اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الا تری انہ لو قال انت طالق ولم ینو شیئا طلقت وان نوی الطلاق من الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا او کاذبا لم تطلق دیانۃ کما نصوا علیہ [illegible] التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضہ علی بعض الفحول من ان ھذا انما ھو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شک فی توقفھا علی النیۃ مطلقا فی الطلاق والعتاق۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میری اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد وعورت نے ایجاب وقبول کے کلمات بول دئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہئے) اس شبہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں مگر کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظ طلاق بول کر کسی دوسرے معنی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر باندھے ہوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انت طالق کہہ کر پہلی دی ہوئی طلاق کی سچی یا جھوٹی خبر اور حکایت کا قصد وارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عنداللہ طلاق نہ ہوگی جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابل قبول ہے، اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے، تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہرحال نیت کے محتاج ہیں، جیسا کہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ظاہراً عوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی انہیں سن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر انہیں عنداللہ زوج وزوجہ بنا سکتے ہیں،

ھذا مما لا یعقل ولا یستاھل ان یقبل

یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں،

اقول١ فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل في التنوير والدر عن الذخيرة بعد ما قدما 9
عدم الانعقاد بالاقرار على المختار كما سمعت حيث قال عقبه وقيل ان كان بحضرة الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخيرة١ه فاعلم اولاً ان المولين المحققين رحمهما الله تعالى قد اشارا الى تضعيف هذا بوجوه اما المصنف فتقديمه الاول وتعبيره هذا بقيل واما المؤلف فبتقريره على الامرين وتعليله للاول فان التعليل دليل التعويل كما نص عليه في العقود الدرية وغيرها فافهم وثانياً ان تاملت ما القيت عليك فوجوه ضعفه لا تخفى لديك اما اولاً فلما تقدم في كلامي وكلمات العلماء الكثيرة على عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لا ترد ولا ترام ولا شك ان الاقوى دليلاً احق تعويلاً واما ثانياً فلما له من كثرة الترجيحات وقد تقرر ان العمل بما عليه الاكثر

اقول بحمد اللہ تعالٰے تنویر اور دُر میں جو ذخیرہ سے نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرارِ نکاح کو مختار قول کے مطابق عدمِ نکاح قرار دیا جیسا تو نے سُنا اور اس کے بعد یہ کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ کے حوالے سے اسی کو اصح کہا) اس نقل کا ضعف واضح ہوگیا تو غور کرو اوّلاً اس لئے کہ (شامی اور علاؤالدین حصکفی) دونوں قابلِ احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا ہے بیشک مصنف (صاحبِ تنویر) نے پہلے قول یعنی عدم انعقاد کو پہلے ذکر اور دوسرے کو قیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مؤلف یعنی صاحبِ ذخیرہ نے اگرچہ دونوں قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی ذکر کی جو کہ قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو —

دوسرا اس لئے کہ میں نے جو وجوہ ضعف آپ کو بیان کئے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے ضعف کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں، مثلاً اول یہ کہ میں نے اور دیگر علماءِ کرام نے جو کلمات ذکر کئے ہیں کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش کئے گئے وہ ناقابلِ تردید ہیں اور بلا شک وشبہ جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہوں گے ثانیاً اس لئے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لئے

---

١ درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ١/١٨٥-٨٦

كما في العقود وغيرها واما ثالثا فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى وبه يفتى آكد ما يكون من الفاظ الفتوى واما رابعا فلان ما عليه المتون وهي العمدة واليها الركون فهذه الاربعة فقد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع آنفا قد اظهر لنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما في ذخيرته ما مخبؤه خبيئته اذ بنى ذلك على اساس اكيس محور المذهب محمد رضي الله تعالى عنه في صلح الاصل لو ان رجلا ادعى على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر به فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم ثم قال فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا لا يصح الا بمحضر من الشهود ففرع عليه

قابل قبول ہے جیسا کہ عقود وغیرہ میں ہے ۔ ثالثاً[1] اس لیے کہ جس میں فتویٰ کی قوی علامت پائی جائے وہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے ، چنانچہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے "علیہ الفتوی" اور "بہ یفتی" کے الفاظ فتویٰ کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں ۔ رابعاً اس لیے کہ کتب متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اسی کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے ۔ یہ چاروں امر پہلے واضح ہو چکے ہیں ۔ خامساً اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہما نے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا مخزن بنایا ہے ہمارے لیے ظاہر کیا ہے اس [illegible] امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انہوں نے اصل یعنی مبسوط کے باب "الصلح" میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعویٰ کیا کہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سو روپے کے بدلے صلح کر کے اس سے نکاح کا اقرار کرا لیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہو جائے گا ۔ اور اس سے محترم برہان الدین کو گمان ہوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کر لیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوا تو صحیح ہو گا ،

---

[1] ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲۶۵-۹۶/۲

ان الاصح الصحة لو الشهود حضورا قال
العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف و
اى شئ اكون انا حتى اتكلم بين
يدى هذا الامام الجليل قدس
سره الجليل ولكن كثرة تصحيحات الائمة
وجزمهم فى الجانب الأخر بما تجرؤنى
ان اقول و بالله التوفيق لامساس لما
فى الاصل بهذا الفصل فان محمدا
انما اجاز الاقرار والزم المال فانما
افاد جواز الصلح وانقطاع الجدال
بحيث لو عادت المرأة بعد ذلك الى
الجحود لم يسمعه القاضى اما لو لم يجز
الصلح لم يلزم المال و
لبقيت المرأة على انكارها هذا هو
حاصل جواز الصلح وعدم جوازه
كما لا يخفى وان هذا من انعقاد
نعقد فى الواقع فيما بينهم و بين ربهم
العليم الخبير تبارك وتعالى الى قد
صرحوا انه لا يطيب له البدل ان كان
كاذبا ولو ادعى رجل على أخر بيعه داره
مثلا فاقر به افتداء عن يمينه او فرارا
عن ذل الجثو بين يدى القاضى ثبت البيع قضاء
وجرت الاحكام من وجوب التسليم ولزم الشفعة
وغيره لك لكن هذا المدعى الكاذب انما يأخذ
جمرة نار فتم المراد الصالحين

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تصریح قائم کی کہ اصح یہ
ہے کہ گواہ موجود ہوں تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا۔ یہ
بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ مہربان اس پر مہربانی
فرمائے، میں کون ہوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات
کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف
ہے جس کی وجہ سے مجھے جرأت ہو رہی ہے کہ میں بات
کروں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اصل کے بیان
کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم
فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم
کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے
تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا۔ لیکن اگر صلح
کو جائز نہ مانا جائے تو مال لازم نہ ہوگا اور عورت کا انکار
باقی رہے گا۔ صلح کے جواز اور عدم جواز کا حاصل صرف
یہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ اس کا فی الواقع عند اللہ
نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیا ایسی
صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے
طیب نہ ہونے پر فقہاء نے تصریح نہیں کی۔ ایک شخص دوسرے
کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعویٰ کرے
اور مدعی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کرلے یا
قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہوئے اقرار
کرلے تو اس صورت میں قضاءً بیع ثابت ہوجائے گی
اور اس پر مکان کا قبضہ دینا، اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام
جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس
کے لیے جہنم کا انگارا ہے۔ پھر وضع کرنے والوں نے

امّا اذا عقد الصلح وهو انما يصور بارجاعه الى عقد من العقود الشرعية فلابد من حمله على اشبه عقد به ضرورة تصحيح الكلام وقطع الخصام اما ههنا اعنى فيما نحن فيه فلم يريدا عقدا وانما اخبرا خبرا كذبا والكذب وان يروج على الناس فلا يصح عند الله اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباه والحمد لله، قال فى الهداية اذا ادعى رجل على امرأة نكاحا وهى تجحد فصالحته على مال بذلته حتى يترك الدعوى جاز وكان فى معنى الخلع لانه امكن تصحيحه خلعا فى جانبه بناء على زعمه وفى جانبها بذلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولا يحل له ان يأخذ فيما بينه وبين الله تعالى اذا كان مبطلا فى دعواه[1] اھ، قال فى الكفاية هذا عام فى جميع انواع الصلح[2] وفى الدر المختار عن القهستانى الصلح على بعض الدين فيصح ويبرأ عن دعوى الباقى اى قضاء لا ديانة ولذا لو ظفر به اخذه[3] اھ

جب صلح کا عقد کرلیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جاسکے، لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد و عورت نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی جھوٹ اگرچہ لوگوں پر اثرانداز ہوجاتا ہے لیکن عنداللہ موثر نہیں ہوسکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا، وللہ الحمد، ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح کا دعوٰی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوٰی کو ختم کرنے کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے، اور اس صلح کو خلع کے معنی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی طرف سے اس کے دعوٰی کی بنا پر اس معاوضہ کی وصولی کو خلع قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا، اس کے باوجود فقہاء کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا ہے تو اس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح ہوجائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری ہوجائے گا دیانۃً یعنی عنداللہ بری نہ ہوگا اسی لیے اگر قرضخواہ کو موقع ملے تو باقی کو وصول کرسکے اھ،

[1] ہدایہ — کتاب الصلح — مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۶
[2] کفایہ مع فتح القدیر — کتاب الصلح — نوریہ رضویہ سکھر ۷/۳۸۹
[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۲

وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاه الالف فانکر الطالب فصالحه بمائة صح ولا یحل له اخذها دیانة[1] اھ، وسرد النقول فی ذالك یطول و قال فی الھدایة الاصل ان الصلح یجب حمله علی اقرب العقود الیه واشبهها به احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن[2] اھ فبما اسمعتك یتحصل الجواب عن تمسك المولی البرھان بثلثة اوجه الاول ان رجوع الصلح الی تلك العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی الثانی ان تثبت ھذه العقود بتلك الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا الا تری ان قوله اعتق عبدك ھذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انه لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث ان ھذه العقود انما تقدر قضاء ولا تؤثر فی الدیانة

اور فتاوٰی شامی میں مقدسی کے حوالے سے محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو ہزار ادا کیا مگر قرض خواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے ایک سو پر صلح کرلی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا حلال نہیں ہے اھ یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح بنایا جاسکے اھ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مولانا برہان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے پہلا یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجع کرنا صرف فرضی صورت ہے جو ایک ضرورت کے لیے ہے اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوتے، آپ غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کردے تو یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کردے" کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی تیسرا یہ کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں

۱؎ ردالمحتار	کتاب الصلح	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴/۴۷۵
۲؎ ہدایہ	″	مطبع یوسفی لکھنؤ	۳/۲۴۹

اذا كان مطلقا ونحن لا ننكر ان باقرارهما يثبت النكاح قضاء وانما الكلام في الديانة فان كان مراد الامام البرهان هو الصحة قضاء وقد يستأنس له بقوله عطر الله مرقده جعل الاقرار انشاء حيث لم يقل كان انشاء وبنائه الامر على عبارة الاصل فانها كما علمت لا تفيد الا الجواز قضاء فهذا حق لا مرية فيه ولا خفاء وفي المصير اليه تصحيح لكلام هذا الامام وتحصيلا للوفاق بينه وبين غيره من الائمة الاعلام وان كان فيه بعد بالنظر الى ظاهر الكلام والا فلا شك ان الحق مع هؤلاء الجهابذة الكرام والله تعالى اعلم بحقيقة المرام في كل مرام والحمد لله مولينا الهادي ذي الجلال والاكرام.

صیغے جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے، اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد و عورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ انشاء ہے، اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف رجوع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے، اور ہر مقصد میں اللہ تعالٰی ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی رہنمائی فرمانے والے کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

ہاں اگر مرد و زن نے وہ الفاظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے۔ یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہوں، اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظ صالحہ سے قصد انشاء کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لیے بس ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہوچکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشاء سے مباین۔

اقول[1] هذا الذی قررته بتوفیق الله
تعالٰی یجب ان یکون هو المراد من
قول الامام الاجل فقیه النفس قاضیخان
رحمه الله تعالٰی حیث افاد بعد ما اثر
عن البیهقی والنوازل ما اسلفنا، قال
مولٰنا رضی الله تعالٰی عنه ینبغی ان
یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا
بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لایکون
نکاحا وان اقرت المرأة انه زوجها و
اقر الرجل انها امرأته یکون ذٰلك
نکاحا و یتضمن اقرارهما بذٰلك انشاء النکاح
بینهما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم یکن
لان ذٰلك کذب محض وهو کما قال
ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه اذا
قال الرجل لامرأته لست لی بامرأة
ونوی به الطلاق یقع و یجعل
کانه قال لست لی بامرأة لانی قد
طلقتك ولو قال لم اکن تزوجتها ونوی
به الطلاق لایقع لان ذٰلك
کذب محض لایمکن تصحیحه[1]
قال فی الفتح علی ما نقل عنه
فی ردالمحتار ان الحق هذا التفصیل[2]

اقول میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر
کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خان کے قول کا بھی
لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور
نوازل سے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل
کرنے کے بعد افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب ہے
کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد و عورت نے
ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح
ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر
عورت نے اقرار میں یوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے
یوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا
اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاد ہوجائیگا بخلاف
جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو، کیونکہ وہ
محض جھوٹ ہے، اس تفصیل کا حاصل ایسے ہے
جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ
اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے
اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہوجائے گی
گویا کہ اس شخص نے یوں کہا کہ تو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے
تجھے طلاق دے دی ہے، اور اگر اس نے بیوی کو
یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے
اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ
ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہوسکتی اور ردالمحتار
میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۶

فاما المعنى على ما بيّنا وليس المراد ان
اللفظ اذا لم يتعين للاخبار عن الماضي
صح العقد وان نوى به الاخبار كيف و
انه لا يكون ح الا محض كذب ويشهد لك
بذلك ما استشهد به من مسئلة
الطلاق فانه ان قال لست لي بامرأة ولم ينو به
انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الكاذب
لم يقع قطعا فانه لا يقع عند ذلك بالتصريح
كما قدمنا فكيف بالكنايات الا ترى انه قيد
المسئلة بقوله ونوى الطلاق
فكذا يقال ههنا ونوى النكاح هذا
ما ظهرت اليه لما وصيت ثم
بتوفيق المولى سبحانه وتعالى
رأيت العلامة عبد العلي برجندي
نقل في شرح النقاية كلام
الامام فقيه النفس بالمعنى و
عبر عنه بعين ما فهمته
ولله الحمد وهذا نصه في
الظهيرية لو قال بمحضر من
الشهود اين زن من است فقالت
اين شوي من است اختلف المشائخ
فيه والصحيح انه لا ينعقد
وفي فتاوى قاضي خان انما
لا يكون هذا نكاحا اذا قالا ذلك على سبيل
الاخبار عن عقد ماض ولم يكن بينهما عقد اما

تفصیل کا مقصود وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے
یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین
نہ ہو تو خبر کی نیت کے باوجود بھی عقد نکاح صحیح ہوگا، یہ
کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مرد و عورت نے محض جھوٹ سے
کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے
اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا
کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے
اور اس نے انشاء طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ مراد لیا
تو قطعی طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے
جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے
طلاق ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آپ
نے غور فرمایا ہوگا کہ انہوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی
نیت سے مقید کیا ہے (کہ مذکورہ لفظ طلاق دینے کی
نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں) اسی طرح مجھے
اقرار نکاح میں بھی، دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو
نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے
اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے
علامہ عبد العلی برجندی کو دیکھا کہ انہوں نے نقایہ کی
شرح میں امام قاضیخان کی عبارت کو بالمعنی نقل کیا
اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی تمام حمد ہے۔ یہی ظہیریہ کی عبارت ہے
کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت
کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے
تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوی قاضیخان
میں ہے کہ یہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه زوجها واقر انها زوجته واراد بذلك انشاء النکاح فهو نکاح[1] اھ فالحمد لله علی حسن تفهیمه اقول[2] وبما قررت ظهر لك ان هذا الذی اختاره المولی فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لایخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل هو عین ما اعتمدوه فانهم انما صححوا ان النکاح لاینعقد بالاقرار والاقرار انما یکون عند قصد الاخبار وقد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذا قالاه مریدین به الانشاء لم یکن ذلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار هو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحیحات علی صحة ما افتیت به فان حمل کلام الذخیرة علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکم بما حررت عضوا علیه بالنواجذ۔

عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر اس سے انشاءِ نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ اقول میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خان نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاءِ نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ بمعنی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار بمعنی خبر لیتے ہیں پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوے پر مجتمع ہوگئیں اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہوجائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپناؤ۔ (ت)

اقول[3] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاح مسلم میں وقتِ ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاح مسلم میں انہیں اوصاف کے ساتھ مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلام عاقدین معًا سننا عند الجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یونہی ان کا کلام عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں، مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے۔

جزم بالاول العلامة الزیلعی فی التبیین و

امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۰۲

المحقق علی الاطلاق فی الفتح والنوری الغزی فی متن التنویر وصححه فی الجوهرة وقال فی الذخیرة والظهیریة وخزانة المفتین والسراج الوهاج وشرح النقایة للقهستانی والبرجندی ومجمع الانهر والهندیة انه الظاهر[۱] وکذا اختاره فقیه النفس فی الخانیة وضعف خلافه قال الذخیرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانهر فکان هو المذهب[۲]، وجزم به فی الفتاوی و کذا ذکرہ البقالی وقال فی الخلاصة وجواهر الاخلاطی انه الاصح[۳]، وفی مجمع الانهر عن النصاب علیه الفتوی[۴] ولم یتعرض لقید الفهم فی مختصر عقد وری والوقایة والنقایة والکنز والاصلاح والایضاح والملتقی وکلاهما روایة عن محرر المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه کما فی الفتح۔

فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ ذخیرہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین، سراج الوہاج، قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں مجمع الانہر اور ہندیہ میں فرمایا کہ یہ ظاہر ہے، اور یونہی قاضی خاں نے خانیہ میں اس کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے، اور ذخیرہ، بحر، در، مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے اور دوسرے (صحیح) پر جزم کا اظہار فتاوی میں کیا اور یوں اس کو بقالی نے ذکر کیا۔ اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔ اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے کہا کہ اس پر فتوی ہے۔ اور مختصر القدوری، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، ایضاح اور ملتقی میں فہم کی قید کا ذکر نہیں کیا جبکہ یہ دونوں قول صاحب مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں، جیسا کہ فتح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہورہا ہے،

۱؎ شرح النقایۃ للبرجندی　کتاب النکاح　نولکشور لکھنؤ　۲/۴
مجمع الانہر　"　داراحیاء التراث العربی بیروت　۱/۳۲۱
۲؎ مجمع الانہر　کتاب النکاح　"　"　"　"
۳؎ جواہر اخلاطی　"　قلمی نسخہ　ص ۴۷
۴؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر　"　داراحیاء التراث العربی بیروت　۱/۳۲۱

اقول وقد كان سنح لى هذا ثم رأيته للعلامة مصطفى الرحمتى لمحشى الدر وقال فى رد المحتار ووفق الرحمتى بحمل القول بالاشتراط على اشتراط فهم انه عقد نكاح والقول بعدمه على عدم اشتراط فهم معانى الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد النكاح[1] اه وهو كما ترى حسن جدا **اقول** ومن علم الفقه والحكمة فى اشتراط الشهادة فى عقد النكاح اتقن بهذا التوفيق فان من علم ان هذا نكاح فقد شهد العقد وان لم يقف على خصوص ترجمة الالفاظ ومن لم يفهم فكأنه لم يسمع ومن لم يسمع فكأنه لم يحضر وبتقريرى هذا يتضح لك ان الاجتزاء بذكر الحضور او به مع السماع او ذكرهما مع الفهم كل يؤدى مؤدى واحدا عند التدقيق والله ولى التوفيق.

اقول مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات دُر کے محشی علامہ مصطفٰی رحمتی کے ہاں مل گئی۔ اور ردالمحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ______ ______ کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے **اقول** جس کو عقد نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا گواہ ہوگیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہوا گویا اس نے سُنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہٗ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد و زن اُن الفاظ سے قصدِ انشاء کریں اُس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو وہی اہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

هذا ما قلته تفقها ثم رأیت فی رد المحتار، قال حاصل ما فی الفتح وملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد او اعلامهم به اھ فاتضح المرام والحمد لله ولی الانعام۔ اقول وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعی شرائط الشهادة عند العقد الا تری ان فهمین فی کلامهم حال ولا بد من مقارنة الحال والعامل والله تعالٰی اعلم۔ هذا کله مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد لله علی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوة والسلام علی سید العالمین محمد وآله وصحبه اجمعین۔

یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھی انھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد کو سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالکِ انعام کے لیے تعریف ہے۔ **اقول** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پوری کرسکیں، جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فہم کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وہ جاہل عاجز کو ماہر خبیر سے لاحق کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سید العالمین پر صلوٰۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقادِ نکاح کا حکم ہو ذکرِ مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بشرط عدمِ مہر بھی صحیح ومنعقد ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

۱؎ ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۹

رسالہ

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ

۱۳۱۷ھ

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دے کر اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کرکے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں پھلانگتا ہوا ہنگامہ مستورات میں جاکر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھ کو واسطے عقد اپنے کے وکیل کردے وہ بیچاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے، اکثر مستورات اس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا "ہوں" کا اشارہ کردیتی ہیں، بعدہ وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر دولہا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں، اور داہنے دولہا کے ایک شخص اور ایک دو ہی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھتے ہیں ...... جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کرکے روبرو دولہا کے بیٹھ گئے، قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا، وکیل صاحب نے درجواب اس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھ کو وکیل مقرر کرکے

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کر دیجئے۔ قاضی صاحب نے بیٹھے ہوئے گفتگو عقد اور تعیین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولہا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تو نے۔ اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حق نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دولہا نے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا۔ آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوتی یا حلال کی ہوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت۔ سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا، یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہوسکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی، اگر یہ سبب خوف ہو تو کسی ہوگی۔ آیا قول زید کا درست یا عمرو کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالۃً یا وکالۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور ان کو تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرنو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی۔ بینوا توجروا من اللہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن بھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[1]، رواہ احمد والستۃ

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

---

[1] صحیح مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵

الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اجازت ہوگی۔ امام احمد نے اور صحاح ستہ میں ماسوائے بخاری کے سب کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔ درمختار میں ہے:

فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا[1] الخ۔

اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی رضا میں معتبر نہیں الخ۔ (ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھا دے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذون مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی ہو

فی ردالمحتار عن العلامۃ الرحمتی عن العلامۃ الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع[2] الخ اقول نص الغمز عن الولوالجیۃ ھکذا الموکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرۃ الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومۃ والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک

ردالمحتار میں علامہ رحمتی نے علامہ حموی کے حوالے سے اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے اقول میں کہتا ہوں کہ غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنالیا اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع وشراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۰

ذکر عصام فی مختصرہ انہ یجوز وذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز الا فی البیع والشراء وھو الصحیح[1] ملخصا، فاذا کان ھذا ھو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف واضمحلت الروایۃ النادرۃ وسقط ما فی الخانیۃ فکیف بما فی القنیۃ وان ایدہ العلامۃ الطحطاوی وتبعہ علامۃ البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولا غرو فقد شذت کلماتھم رحمھم اللہ تعالٰی انھم لم یطلعوا اذ ذاک علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا بہ الماما ولا اشتموا منہ اشماما، ولکن العجب من خاتمۃ المحققین العلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یلم الا باستنباط عدم الجواز من ابہ عدم النفاذ اذ العقد عقد فضولی فکانہ اقتصر علی النقل عن العلامۃ مصطفٰی ولو راجع لعلہ لرأی تصحیح الامام الولوالجی بما فی الاصل ومعلوم ان

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کرے تو بیع وشراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اھ ملخصا۔ جب اصل (مبسوط) کا مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی اور خانیہ کا بیان ساقط ہوگیا، تو اب قنیہ کے بیان کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور محقق علائی نے در میں باعث اشکال قرار دیا ہے اور کوئی تعجب نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہو رہا ہے کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے قائل نہیں ہیں کیونکہ دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عمل عقد فضولی ہے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفٰی کی نقل کو کافی سمجھا اور اگر وہ غور کی طرف رجوع کرتے تو امام ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱

1 روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل روایۃ سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظہار، واللہ ولی التوفیق۔

۔۔۔۔ کیونکہ یہ بات مسلّمہ ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہوجائے تو باقی تمام روایات ساقط قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کام میں لاتے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

بہرحال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوتے ہیں اور نکاحِ فضولی کو مذہبِ حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماعِ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے بے اذن اُس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رَد کردے تو باطل،

کما ھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذھب۔

جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم ہے جس کی تمام کتبِ مذہب میں تصریح ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]

عاقلہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہوا نکاح اُس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ وُہ عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ اگر رَد کردے تو وُہ نکاح باطل ہوجائیگا۔ سراج وہاج میں یونہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبرِ نکاح سُن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الٰی غیر ذلك من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وہ الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) یونہی اُس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبرِ نکاح سُن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اُس کا بھیجا ہوا مہر لے لے یا اُسے بلا جبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو، ونحو ذلك من کل فعل یدل علی الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وہ افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز ونافذ ولازم ہوجائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

کما یتحقق رضاھا بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارك اللّٰہ لك اولنا ونحوہ یتحقق بالدلالۃ کطلب مہرھا ونفقتہا وتمکینہا من الوطئ وقبول التھنیۃ والضحك بالسرور من غیر استھزاء کذا فی التبیین[1]

جیسا کہ، میں راضی ہوں، میں نے قبول کیا، تُو نے اچھا کیا، تُو نے درست کیا، اللہ تعالٰی تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عورت کی رضامندی ثابت ہوتی ہے یُوں ہی ان افعال سے دلالۃً رضا ثابت ہوگی مثلاً مہر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وان تبسمت فھو رضا ھو الصحیح من المذھب ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی المحیط[2]

اگر وہ خوشی سے تبسم کرے تو وہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے، اس کو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

الرضا باللسان اوالفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطئ وطلب المھر وقبول المھر دون قبول الھدیۃ وکذا فی حق الغلام[3]

رضا زبانی اور عمل دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں، جیسے وطی کی اجازت، مہر طلب کرنا، مہر کو وصول کرلینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ عمل پر رضامندی نہ ہوگی۔ لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قول درمختار وقبول التھنئۃ والضحك سرورا ونحو ذلك (مبارکباد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ ت) ہے کامرھا بحمل جھازھا الی بیت الزوج[4] (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۲۸۹

[2] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ — ۱/ ۲۸۶

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی شرائط النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۱۵۸

[4] حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی — دارالمعرفۃ بیروت — ۲/ ۳۲

کو نافذ کرنے کا یوں نقل کرنے کا کفی ست، ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن الظہیریۃ لو خلا بہا برضاہا ہل یکون اجازۃ لاروایۃ لہذہ المسئلۃ وعندی ان ہذا اجازۃ اھ وفی البزازیۃ الظاہر انہ اجازۃ اھ[1] ما فی الشامیۃ اقول[2] ومن ہہنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوۃ بنفسہا لما کانت امارۃ الرضا فہذہ الاحوال ابین واحری کما لا یخفی۔

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے وہ شخص خلوت کرے تو کیا یہ لڑکی کی طرف سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی روایت نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ جازت ہے اھ۔ بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ جازت ہوگی۔ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اقول یہاں پر میں نے چھونا، معانقہ، بوسہ کو مزید بڑھایا کیونکہ جب خلوت رضا کی دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

حاشیتین علامہ طحطاوی و شامی میں ہے:

قولہ بخلاف خدمتہ ای ان کانت تخدمہ من قبل ففی البحر عن المحیط والظہیریۃ ولو کانت من قبل تخدمہ او تخدم کما کانت فلیس برضی ودلالۃ اھ[3]

ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اسی کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی، تو اس بارے میں بحر، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اور لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ (ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں، اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہارِ کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر حیا وشرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ ہر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولادِ حلال ہوئی بلکہ اگر مقاصدِ شرع مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر نگاہِ دقیق فقہی سے کام لیجیے تو شبِ اول شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱
[2] " " " " ۲/ ۳۰۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۲

اگرچہ بظاہر بزاز المد رشتو کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقت حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہت پر قناعت کرکے بالآخر نکاح پر قدرت دے دے گی حاشا وکلا۔ تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے بلکہ اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ و خانۂ مالوف نہایت گریہ وبکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اصلی حانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی بلکہ اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد کو مجتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی طرح[1] منہ کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکر و ثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے ،

لافرق بینہما فی اشتراط الاستئذان والرضا وان رضاہما قد یکون صریحا وقد یکون دلالۃ غیر ان سکوت البکر رضا دلالۃ لحیائہا دون الثیب۔

باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اور ان کی رضا کبھی صریح اور کبھی دلالۃً ہوتی ہے ہاں صرف اجازت کے موقع پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیا کی وجہ رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کے لیے نہیں۔ (ت)

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہو لیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن و اجازت ہے اور بنظر تحقیق و انصاف جب اس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا و قبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ جب یہ طریقۂ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمنی اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما ھو من القواعد المقررۃ الفقھیۃ (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہے (یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہوں گے)۔ ت) اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لایوکل الوکیل الا باذن او تعمیم[2] (اشباہ میں ہے کہ کوئی وکیل اپنا نائب وکیل مؤکل کی

---

[1] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر ۲/۱۹۰
[2] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۶

اجازت یا عمومی اختیار کے بغیر نہیں بنا سکتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کنواری لڑکیاں بھی اس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوئے گا

والا فلو لم یکن معروفا عندهن فلا یجعل کالمشروط فی حقهن تأمل وراجع مسئلة سعر الخبز وغیره فی البلد۔

ورنہ یہ لڑکیوں کے ہاں معروف نہیں ہوگا اس لیے ان کے حق میں مشروط کی طرح نہ ہوگا، غور کرو اور شہر میں روٹی کے بھاؤ وغیرہ کے مسئلہ کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصل نے بعد نکاح کوئی کلام ایسا ذکر کیا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہو جائے گا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو۔

فی الاشباه الوکیل اذا وکل بغیر اذن وتعمیم واجاز ما فعله وکیله نفذ الا الطلاق والعتاق[1]

اشباہ میں ہے کہ اگر وکیل کی اجازت کے بغیر یا عمومی اختیار حاصل کیے بغیر وکیل نے از خود دوسرا وکیل بنالیا تو دوسرے وکیل کے لیے عمل کو پہلے وکیل نے جائز قرار دیا تو یہ عمل نافذ ہو جائے گا، سوائے طلاق اور عتاق کے کہ ان میں نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

حموی میں ہے:

وکذا لو عقد اجنبی فاجاز الاول[2]

یوں ہی اگر وکیل کے لیے کسی اجنبی نے عمل کیا تو وکیل نے اسے جائز قرار دیا۔ (ت)

غرض ہر طرح پیش از اجازت ان نکاحوں کے نافذ و لازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولاد حلال اور بالفرض ان باتوں سے قطع نظر کیجئے اور تقدیر باطل ہی مان لیجئے کہ اصلاً ان امور سے کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو لازم ہے کہ اس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوی اور زاہدی نے قنیہ میں اس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد حموی نے اس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھا دے تو نکاح جائز و نافذ ہو جائے گا اگرچہ وکیل کو

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱-۱۰

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر " " " " ۲/۱۱

اذنِ توکیل مزید۔

اما روایة عصام فقد سمعت، و اما الامام فقیه النفس فقال فی وکالة الخانیة الوکیل بالتزویج لیس له ان یوکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرة الاول جاز[1] اھ واما القنیة فنقل السید لو استأذنها فسکتت فوکل من یزوجها ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمهر کما فی القنیة، و استشکله فی البحر بانه لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انه مستثنی[2] اھ قال ط قوله فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر و معبر والحقوق ترجع الی الموکل فاذا لا ضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمهر معلومات ویؤید ذلک ما ذکرہ المص والشارح فی الوکالة حیث قالا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ الا اذا وکله فی دفع زکاة فوکل آخر

لیکن عصام کی روایت تو آپ نے سن لی مگر امام فقیہ النفس (قاضی خان) تو انھوں نے خانیہ کے باب وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں، اور بنالیا تو دوسرے نے اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا اھ مگر قنیہ، تو ذریں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد کیا تاکہ وہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج کا نام اور مہر معلوم ہو جائے تو اس دوسرے وکیل کا کیا ہوا نکاح جائز ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا، [illegible] بنا پر دوسرے کا نکاح صحیح نہیں ہونا چاہئے، یا یہ صورت مستثنی قرار دی جائے اھ، اس پر طحطاوی نے فرمایا کہ اس کا قول 'عدم جواز چاہئے' اس پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل صرف سفیر اور معبر ہوتا ہے وہ اگر متعدد بھی ہوں تو حقوق صرف موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں، تو یہ زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصاً جبکہ لڑکی کو خاوند اور مہر کا علم ہو جائے، اس کی تائید مصنف اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

---

[1] فتاوی قاضی خان کتاب الوکالة فصل فی التوکیل بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۵۰۰
[2] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

والوكيل بقبض الدين اذا وكل من في عياله والاعند تقدير الثمن من الموكل للوكيل فيجوز التوكيل بلا اجازة لحصول المقصود اھ ففي مسئلتنا هذه تظهر هذه العلة وهي كالمسئلة الاخيرة بجامع التعيين في كل فتكون مستثناة فتعين الجواب الثاني في الشرح فتأمل اھ ما في ط[1]۔

فرمایا کہ وکیل بغیر اجازت دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا مگر جب کسی وکیل نے زکوٰۃ دینے کے لیے کسی کو اور قرض وصول کرنے میں وکیل نے اپنے عیال کو اور وکیل کے لیے موکل کی طرف سے ثمن طے کر دینے کے بعد کسی اور کو وکیل بنایا تو بلا اجازت یہ وکالت جائز ہوگی کیونکہ اس سے مقصد پورا ہو جاتا ہے اھ تو ہمارے اس مسئلہ میں بھی یہی علت ظاہر ہوئی اور یہ آخری مسئلہ کی طرح ہے کہ ان میں جامع علت مقصد کی تعیین ہے اس لیے یہ مستثنٰی قرار پائے گا اور شارح کا جواب ثانی متعین ہو جائے گا، غور کر۔ طحطاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہو تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلق سکوت کافی ہے۔

في ردالمحتار تحت قوله استأذنها غير الاقرب فلا عبرة لسكوتها الخ وعن الكرخي يكفي سكوتها فتح اھ[2]۔

ردالمحتار میں "لڑکی سے اجازت حاصل کرے کوئی غیر اقرب شخص تو اس صورت میں لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہیں الخ" کے تحت فرمایا، اور امام کرخی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضامندی کے لیے کافی ہے، فتح اھ (ت)

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفق و تیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تضییق و تشدید، ولہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علمائے کرام انہیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے:

هو خلاف المتوارث بين الناس وفيه حرج عظيم لانه يلزم منه تأثيم الامة[3]۔

یہ لوگوں میں مروج کے خلاف ہے اور بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس سے پوری امت کو گنہگار ٹھہرانا لازم آتا ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۰-۲۹
[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱
[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ " " ۳/ ۱۵۵

اسی کی کتاب الحظر میں ہے :

هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا يقعوا في الفسق والعصيان[1]

یہ بات موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بڑی رعایت ہے تاکہ وہ فسق اور گناہ میں مبتلا نہ قرار پائیں۔ (ت)

اسی کی کتاب البیوع میں ہے :

لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا ولاسيما في مثل دمشق الشام، فانه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذكورة وان امكن ذلك بالنسبة الى بعض افراد الناس لا يمكن بالنسبة الى عامتهم وفي نزعهم عن عادتهم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية كما يعلم من رسالتنا المسماة نشر العرف في بناء بعض الاحكام على العرف فراجعها اهـ ملخصًا۔[2]

ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا پایا جانا واضح ہے خصوصًا شام میں دمشق جیسے شہر کے لیے کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے باز رہنے کا پابند نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بعض لوگوں کو پابند بنانا ممکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، جبکہ عوام کو ان کی عادت سے منع کرنا ان کے لیے تنگی کا باعث ہے، اور جہاں معاملہ تنگ ہوتا ہے تو وہ وسعت کا باعث بنتا ہے، اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ظاہر روایت سے اختلاف کی وجہ یہی چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے رسالہ "نشر العرف فی بناء الاحکام علی العرف" سے معلوم کیا جاسکتا ہے، تو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اھ ملخصًا۔ (ت)

پس روشن ہوگیا کہ اگر روایاتِ عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہیے تھی نہ کہ مذاہب صحیحہ مشہورہ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز ونافذ ہوں پھر یہ دور زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں، مسلمان عورتوں، خدا کے پاکیزہ بندوں، ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی وزانیہ اولاد الزنا قرار دیا جائے، ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخداترس۔

يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين[3]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵

[2] ردالمحتار کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ ،، ،، ،، ۴/۳۹

[3] القرآن ۲۴/۱۷

اور اس کے باقی بیانات کہ وہ حلال و حرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلماتِ جنون سے بہت مشابہ ہیں بشدت بہرحال قابلِ جواب نہیں البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقۂ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض وقتوں میں پڑنے کا احتمال۔ تو اہلِ اسلام کو ہدایت چاہیے کہ اس سے باز آئیں۔ تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

اوّلاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں لحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً "ہوں" کہلوالیں۔ مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں۔ اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بدنامی لے کر پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی "ہوں" کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلہن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یونہی اسے اختیارِ توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے۔ دلہن کہے "ہوں"

ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وہ پڑھ چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہہ لے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دلہن کو خبرِ نکاح پہنچے اور اس کی ہم عمریں حسبِ عادتِ زمانہ اسے کچھ چھیڑیں اور وہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاحِ فضولی تھا رد ہو جائے پھر وکیل تو وکیل خود دلہن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ نکاح کو بعد کی اجازت مفید نہیں ہے۔ ت) بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ و دغدغہ سے پاک ہیں۔

رہا زید کا کلمے وغیرہ کو ذکر کرنا، وہ محض فضولی کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جس کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفرِ صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ و اسلام اُن کا نکاح کیا گیا تو قطعی نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا۔ اسی طرح اگر بعد نکاح اُن میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوی وغیرہا میں بلا تحقیق حکمِ کفر لکھ دیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدمِ کفر کی نکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدیدِ اسلام و نکاح کا حکم دیں مگر اولاد، اولادِ زنا نہیں۔

فی الدرالمختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح اھ؎ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار وغیرہ میں ہے جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد، اولادِ زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے ارتکاب پر توبہ واستغفار اور تجدیدِ نکاح کا حکم ہوگا اھ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از رامپور افغانان قریب محلہ جزیرہ آلاقولیت مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے دیہات عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول قرار درمیان طرفین اور قبل ایجاب وقبول کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند درمیان عاقدین یا بخیین و چند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دے کر اور وہ گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کرکے دُولہن (یعنی مخطوبہ) کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے تین بار اس طرح سے قبول کراتا ہے کہ اے فاطمہ زید کی بیٹی! تُو نے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اس کے اُوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا، تو فاطمہ تو از جلمہ کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا، یا فقط "قبول کیا" کہہ دیا، اور اس قبول مخطوبہ کو گواہان نے بھی سُن لیا اب پھر وہ وکیل خاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرنے کو دُولہا کے پاس بیٹھا ہے وہ اس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تُو کون ہے، تو وہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں، تو قاضی دریافت کرتا ہے کہ تُو کیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دختر زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کرایا ہے، پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمہارا کوئی گواہ بھی ہے تو وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کرکے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر ان گواہوں کی طرف متوجہ ہوکر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا، اب جب قاضی کو سماعت شہادت سے فراغت ہوئی تو بتعلیم قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول

؎ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

کرتا ہے کہ تُو نے فاطمہ دختر زید کو اس قدر (سو روپے یا ہزار مثلاً) مہر اپنے ذمہ لے کر قبول کیا یا قبلت تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا قبلت کہہ دیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھ کر مجلس عقد ختم کردیتا ہے تو اب صورتِ مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہُوا یا نہیں، بر تقدیرِ اول بعض علماء کو یہ شبہہ ہے کہ یہ وکیل مذکور زوج طلب کی طرف سے مقرر ہُوا نہ مخطوبہ کی طرف سے، حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلا اذن عاقدین کیونکر ہوسکتا ہے، اور بر تقدیرِ ثانی ہزاروں آدمی حرامزادے قرار پاتے ہیں اور یہ ایجاب و قبول مذکور کیا قرار پائیں گے، کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا، کیا نکاح فضول سے بھی خارج ہوگیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس مسئلہ میں ابانت جواب اور بتوفیقہ تعالٰی اصابت صواب محتاج نظر غائر و فکر دقیق۔

فاقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اس کا مخطوبہ و خاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہامُ عند اقسام انشاء سے دو قسم متباین ہیں تو جہاں حقیقت استفہام مقصود و مفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پاسکتا، ہاں اگر صورۃً استفہام اور معنیً تحقیق مقصود ہو تو ایجاب یا توکیل متصور ہوگا مگر اس کے لئے قیام قرینہ درکار کما ھو شان کل مجاز (جیسا کہ ہر مجاز کا تقاضا ہے۔ ت) ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اس نے کہا "دی" یا "ہاں"، نکاح نہ ہوگا جب تک زید اس کے جواب میں "میں نے قبول کی" نہ کہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لو قال رجل لاٰخر زوجتنی ابنتک فقال الاٰخر زوجت او قال نعم مجیبا له لم یکن نکاحا مالم یقل الموجب بعدہ قبلت لانہ استخبار ولیس بعقد بخلاف زوجنی لانہ توکیل[1]۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، دوسرے نے جواب میں کہا کہ نکاح کردی یا "ہاں" کہہ دیا تو نکاح نہ ہوگا جب تک ایجاب کرنے والا بعد میں یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی، کیونکہ پہلے کا یہ کہنا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، یہ صرف طلب خبر ہے عقد نکاح نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اگر پہلا یہ کہتا کہ تو مجھے نکاح کردے، تو اس سے دوسرا وکیل بن جاتا اور اس کا "نکاح کردی" کہنے سے نکاح ہوجاتا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

خلاصہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

رجل قال لآخر دختر خویش فلانہ مرا دہ بزنی فقال دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم یقل الزوج قبلت ولو قال دادی لا یجوز اذا قال دادم ما لم یقل الزوج پذیرفتم الخ۔[1]

ایک شخص نے دوسرے کو کہا تُو اپنی فلاں لڑکی مجھے بیوی کے طور دے دے، تو دوسرے نے کہا میں نے دی۔ اس صورت میں اگر وہ لڑکی نابالغہ ہو تو پہلے کے قبلت (میں نے قبول کی) کہے بغیر نکاح ہوجائے گا، اور پہلے نے یہ کہا ہو کر تُو نے مجھے دی ہے تو دوسرے کے "دے دی" کہنے سے نکاح نہ ہوگا جب تک پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان و ہندیہ میں امام ابوبکر محمد بن الفضل سے ہے:

اذا قال لاب البنت زوجتنی ابنتک فقال زوجت او قال نعم لا یکون نکاحا الا ان یقول لہ الرجل بعد ذلک قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف قولہ زوجنی لانہ توکیل [illegible]

جب ایک شخص نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے نکاح کردی یا "ہاں" کہا تو نکاح نہ ہوگا مگر یہ کہ بعد میں پہلا شخص "میں نے قبول کی" کہے تو نکاح ہوجائیگا کیونکہ "تُو نے مجھے نکاح کردی" کا لفظ خبر کے حصول کیلئے ہے اور عقد نکاح نہیں ہے۔ اس کے بخلاف اگر پہلا یوں کہتا "تُو مجھے نکاح کردے" تو بطور توکیل نکاح ہوجاتا ہے اھ اختصاراً (ت)

نیز خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیرہ بالفارسیۃ دختر خویش را مرا دادی فقال دادم لا یکون نکاحا۔[3]

ایک شخص نے دوسرے کو فارسی میں کہا تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی، تو جواب میں دوسرے نے کہا دے دی، تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اسی طرح کتب معتبرہ کثیرہ میں ہے، یہ اصل استفہام کا حکم ہے،

فالاطلاق انما ھو بالنظر الی الحقیقۃ

کلام میں اطلاق حقیقی معنٰی کے لحاظ سے ہوتا ہے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ٢/٢
خزانۃ المفتین " قلمی نسخہ ١/٧٦
[2] و [3] فتاوٰی قاضی خان " نولکشور لکھنؤ ١/١٤٩

اما لو اطلقت[1] فہی مقیدۃ حقیقۃ بما اذا لم یرد بہ التحقیق۔

اور اگر عام کر دیا جائے تو پھر اس وقت حقیقی معنی مراد لینے کے لئے مجازی معنی (تحقیق عقد) مراد نہ ہونے کی قید ضرور ہوگی۔(ت)

یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہنگام ارادہ تحقیق عقد تام ہے، فتاوٰی ظہیریہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

لو قال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لا ینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد بہ التحقیق دون الاستیعاد[1]۔

اگر ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی، تو دوسرے نے کہا "دی" تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ یہ پہلے کا کلام، طلب خبر ہے اور طلب وعدہ ہے لہذا اس کلام سے دوسرا پہلے کے لیے وکیل نہ ہوسکے گا، مگر یہ کہ پہلے نے اسی کلام سے تحقیق عقد (مجازی معنی) مراد لیا ہو تو نکاح ہوجائے گا اور استفہام کا حقیقی معنی استفسار اور منگنی و استخبار ہو تو نکاح نہ ہوگا۔(ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

قال دہ دختر خود فلانہ را بمن دہ فقال دادم وھی صغیرۃ انعقد وان لم یقل قبلت لانہ توکیل ولو قال بمن دادی لا الا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم، الا اذا اراد بدادی التحقیق[2]۔

ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی فلاں لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے دی، تو نابالغہ لڑکی ہو تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ پہلے نے اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہا ہو کیونکہ "اپنی لڑکی دے" کہنا دوسرے کو وکیل بنانا ہے، اور اگر پہلے نے یہ کہا ہو کہ "تُو نے مجھے دی" تو پھر نکاح نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب دوسرے نے "میں نے دی" کہا اور پہلے نے اس کے جواب میں میں نے قبول کی کہا ہو، ہاں اگر پہلے نے "دادی" کے لفظ سے استفہام کی بجائے تحقیق عقد مراد لی ہو۔(ت)

عہ: ای جعل الکلام مطلقا شاملا للحقیقۃ والمجاز وبالجملۃ فالتقیید موجب للاطلاق والاطلاق موجب للتقیید فافہم ۱۲ غفرلہ۔(م)

یعنی کلام کو اطلاق پر رکھ کر عام کر دیا جائے یوں کہ حقیقت اور مجاز دونوں کو شامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ کلام کو حقیقت سے مقید کرنا، دلالت میں اطلاق کو چاہتا ہے، اور کلام کو عام کرنا (حقیقت و مجاز کو شامل کرنا) عدم مجاز کی قید کو چاہتا ہے، غور کرو۔ ۱۲ منہ غفرلہ(ت)

---

[1] خزانۃ المفتین | کتاب النکاح | قلمی نسخہ | ۱/۴۹

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ | کتاب النکاح | نورانی کتب خانہ پشاور | ۴/۱۱۰

محیط وہندیہ میں ہے:

لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم[1] اھ۔

منگنی پوچھنے والا جب تک لڑکی کے باپ کے جواب کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے گا نکاح نہ ہوگا، مگر یہ کہ اس کے اس کہنے "مجھے تُو نے اپنی لڑکی دی" سے مراد منگنی نہ ہو بلکہ تحقیق مراد ہے الخ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

قوله دادی استخبار فلا یثبت التوکیل به نعم اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم اھ[2]۔

ایک کا کہنا "تُو نے دی" یہ طلب خبر ہے اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔ ہاں اگر "تُو نے دی" سے مراد منگنی کی بجائے تحقیق ہو تو نکاح ہوجائے گا اگرچہ بعد میں یہ کہنے والا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

یہی محل ہے اس فرع ذخیرہ وہندیہ کا،

قیل لامرأۃ خویشتن رازن من کردی فقالت کردم ینعقد النکاح وکذا لو قال خویشتن را زن من گردانیدی فقالت گردانیدم[3]۔

اگر کسی عورت کو یہ کہا گیا تُو نے اپنے کو میری بیوی کردیا تو عورت نے کہا "میں نے کردیا" تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اور یونہی اگر کسی نے عورت کو کہا "تُو نے اپنے کو میری بیوی بنادیا"، تو عورت نے کہا "میں نے بنادیا" نکاح ہوجائے گا (ت)

اور اس فرع محیط وہندیہ کا

سئل نجم الدین عمن قال لامرأۃ خویشتن را بہزار درم کابین من کردی فقالت بالسمع والطاعۃ قال ینعقد النکاح ولو قالت سپاس دارم لاینعقد لان الاول

نجم الدین سے سوال کیا گیا کہ جس نے کسی عورت کو کہا کہ تُو نے اپنے کو ہزار مہر کے بدلے میری بیوی کردیا تو عورت نے جواب میں کہا "سُنا اور اطاعت کی" تو انھوں نے فرمایا، نکاح منعقد ہوگیا، اور اگر عورت

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱
[2] ذخیرۃ العقبٰی " نولکشور کانپور ۲/۱۶۲
[3] فتاوٰی ہندیہ " الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

اجابۃ والثانی وعد[1]۔

نے جواب میں یوں کہا "پسند کرتی ہوں" تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ پہلا جواب قبولیت ہے اور دوسرا صرف وعدہ ہے۔ (ت)

دوم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدار کار مفہوم و مستفاد بنظر احوال و قرائن استعمال پر ہے، زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی، عمرو نے کہا دی۔ اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

وکذا (ای فی کونہ ایجابا قولہ) انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح او ھل اعطیتنیھا ان کان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[2]۔

یوں ہی الفاظ ایجاب میں سے یہ بھی ہیں "میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" یا "میں پیغام نکاح دینے کے لیے آیا ہوں" یا "کیا تو نے مجھے لڑکی دی"، ان صورتوں میں اگر مجلس نکاح ہے تو نکاح قرار پائے گا اور اگر مجلس منگنی ہو تو منگنی قرار پائے گی، کیونکہ نکاح میں بھاؤ تاؤ جاری نہیں ہوتا صرف منگنی یا نکاح ہوتا ہے۔ (ت)

شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی پھر شرح قدوری للزاہدی پھر الغردیہ و واقعات المفتیین میں ہے:

قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد النکاح فنکاح[3]۔

ایک نے دوسرے کو کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی ہے؟ تو دوسرے نے کہا میں نے دی، تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا اور مجلس منگنی ہو تو منگنی ہوگی (ت)

فتح القدیر و ردالمحتار میں ہے:

لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلک بلا احتمال مساو للطرف الأخر فقلنا لو قال بالمضارع ذی الھمزۃ اتزوجک فقالت زوجت نفسی انعقد و

جب ہمیں معلوم ہوا کہ نکاح کے منعقد ہونے اور اس حکم کے لازم ہونے میں شریعت نے رضا والے پہلو کا لحاظ کیا ہے، تو ہم نے اس پر نکاح کے حکم کو ایسے الفاظ تک پھیلایا جو رضا کے اظہار کا فائدہ دے سکتے ہیں بشرطیکہ یہ رضا کے خلاف کا مساوی طور پر احتمال نہ رکھتے ہوں اس لیے ہم نے یہ کہا کہ اگر کسی نے مضارع واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱
[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵
[3] فتاوٰی الغردیہ " دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۲

فی المبسوط بالتاء تزوجنی بنتك فقال فعلت عند عدم قصد الاستیعاد لانه یتحقق فیه هذا الاحتمال بخلاف الاول لانه لایستخبر نفسه عن الوعد واذا کان کذلك والنکاح مما لایجری فیه المساومة کان للتحقیق فی الحال فانعقد به لا باعتبار وضعه للانشاء بل باعتبار استعماله فی غرض تحقیقه واستفادة الرضی منه حتی قلنا لو صرح بالاستفهام اعتبر فهم الحال قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ[1]

"میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں" تو عورت نے اس کے جواب میں کہا "میں نے اپنا نکاح کیا" تو نکاح ہوجائے گا۔ اگر کسی نے مضارع واحد مخاطب کے صیغہ کو استعمال کیا اور یُوں کہا "تُو اپنی بیٹی مجھ سے نکاح کردے گا" تو جواب میں دوسرے نے کہا "میں نے کردیا" جب اس سے وعدہ کا ارادہ نہ ہو تو یہ الفاظ بھی چونکہ رضامندی کا احتمال رکھتے ہیں اس لیے نکاح ہوجائے گا۔ اس کے بخلاف پہلی صورت میں وعدہ کا احتمال نہیں کیونکہ خود متکلم مضارع کے صیغہ سے اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کی خبر نہیں دیتا، جب یہ معاملہ ہے تو اس صورت میں فی الحال نکاح کو قائم کرنا مقصود ہے تو اسی وقت نکاح ہوجائے گا، کیونکہ نکاح میں مذکورہ الفاظ سے مستقبل تو مراد نہیں ہوسکتا، ان الفاظ سے نکاح کا انعقاد اس لیے نہیں کہ یہ الفاظ نکاح کے لیے وضع ہیں بلکہ اس لیے کہ ان الفاظ کا استعمال مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے کیا گیا اور ان سے رضامندی کا اظہار بھی ہوتا ہے، حتی کہ ہم یہ کہیں گے اگر کسی نے ان الفاظ سے صراحۃً استفہام مراد لیا تو پھر حال کا اعتبار کیا جائے گا، طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا "کیا تُو نے اپنی بیٹی مجھے دی ہے" تو دوسرے نے جواب میں کہا کہ "میں نے دی ہے" تو اس صورت میں اگر مجلس منگنی ہو تو یہ منگنی ہوگی اور یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا اھ (ت)

اس تحقیق انیق سے عبارات متفق ہوگئیں اور حکم منتظم وتمام الکلام علی مسألة الاستفهام فیما علقه علی رد المحتار (اور مسئلہ استفہام پر مکمل کلام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ ت) جب یہ اصل منقح ہولی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے شخص مذکور کہ مجلس خاطب سے اُٹھ کر مخطوبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ خاطب سے اذن لیا نہ مخطوبہ سے، اور وہ دونوں بالغ ہیں کہ ان کے معاملہ میں غیر کا اذن کوئی چیز نہیں تو اُسے وکالت سے کیا علاقہ، یقیناً فضولی محض ہوتا ہے مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

کے نزدیک عقدِ فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ منعقد ہوجاتا ہے اور اجازتِ صاحبِ اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ فقہاء نے تمام کتابوں میں اس پر نص کی ہے۔ت) پس اگر اس کلام سے کہ زید فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے تحقیقِ عقد مراد و مفہوم ہوتی تو اُسی وقت انعقادِ نکاح میں شبہہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول، عقد موقوفاً منعقد ہوگیا، اُس کے بعد جب فضولی مذکور خواہ دوسرے شخص نے خاطب کو اس کی خبر دی اور اس نے اظہارِ قبول کیا، یہ صراحۃً اس عقدِ موقوف کی تنفیذ ہوتی اور نکاح تام و نافذ و لازم ہوگیا، "قبول کیا میں نے" اور "قبول کیا" دونوں یکساں ہیں کہ جب "تو نے قبول کیا" کے جواب میں "قبول کیا" کہا تو اس کے صاف یہی معنی ہوئے کہ "میں نے قبول کیا" لان السؤال معاد فی الجواب (کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے۔ت)

ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

قیل لامرأۃ خویشتن را بفلاں زنے دادی فقالت داد وقیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأۃ دادم والزوج پذیرفتم۔[1]

اگر کسی عورت کو کہا جائے کہ "تُو نے اپنے کو فلاں کی بیوی بنا دیا" تو عورت نے جواب میں کہا "بنا دیا" تو خاوند کو کہا گیا "تو نے قبول کی" اس نے کہا "قبول ہے" تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ عورت اور مرد نے "میں نے قبول کیا" یا "میں نے اپنا نکاح دیا" نہ کہا ہو۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے:

قولھما داد و پذیرفت بعد دادی و پذیرفتی ایجاب وقبول لمکان العرف فان جواب مثل ھذا الکلام قد یذکر بالمیم وبدونہ کفروخت وخرید فی البیع۔[2]

"تُو نے دی، تُو نے قبول کی" کے الفاظ کے بعد صرف "دی" "قبول کی" کہنا عرف کی بنا پر ایجاب قبول ہے، کیونکہ ایسی کلام کے جواب میں متکلم کا صیغہ ضروری نہیں ہے، جیسے بیع میں صرف "خرید و فروخت" کا لفظ استعمال کرلیا جاتا ہے۔ (ت)

اقول جب فارسی میں داد و دادم و پذیرفت و پذیرفتم کا ایک حکم ہے تو اردو میں بدرجہ اولٰی فان صیغۃ الماضی بالفارسیۃ للغائب کیونکہ فارسی میں ماضی غائب اور متکلم کا صیغہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۱

[2] اصلاح و ایضاح

غیرها المتکلم بخلاف لساننا فانه هی صیغة واحدة للغائب والحاضر والمتکلم جمیعا وانما یفرق بالضمائر او ذکر الظاهر الا تری ان الفرس تقول اوکرد وتو کردی ومن کردم ونحن نقول فی الکل اس نے کیا، تم نے کیا، میں نے کیا وکذلک فی الفعل اللازم وہ آیا، تو آیا، میں آیا وانما یفرق فیه بین الواحد والجمع والمذکر والمؤنث صیغه فی اللازم ای بعد آیا آئی للواحد المذکر والمؤنث و آئے آئیں للجمعین کذلک و فی المتعدی صیغة واحدة للکل وهو کیا مثلا سواء اسند الی اس او انهوں او تو او ہم للذکر او الذکور او الانثی او لاناث او بصیغة ذکرا ناو اناثا ولا فرق بین الغائب والحاضر والمتکلم فی شیء منهما اصلا وبه تبین بطلان زعم من یزعم ان قول الخاطب قبول کی بدون میں نے لا ینعقد به النکاح لعدم تعین القابل۔

علیحدہ ہے جبکہ ہماری زبان میں ماضی غائب، حاضر اور متکلم کا ایک ہی صیغہ ہے جو صرف ضمیر یا اسم ظاہر کی تبدیلی میں فرق پیدا کرتا ہے، آپ دیکھیں کہ فارسی والے اوکرد، تو کردی اور من کردم ہر ایک کے لیے علیحدہ صیغہ استعمال کرتے ہیں جبکہ ہم سب کے لیے صرف "کیا" کہتے ہیں، اس نے کیا، تو نے کیا، میں نے کیا، اور یوں ہی ہماری زبان میں فعل لازم کا بھی ایک ہی صیغہ ہے جو ضمیر لگانے سے غائب، حاضر اور متکلم کا فرق ظاہر کرتا ہے مثلاً وہ آیا، تو آیا، میں آیا، البتہ واحد جمع اور مذکر و مؤنث کے لیے فعل لازم کے چار صیغے ہیں۔ آیا، آئی واحد مؤنث و مذکر کے لیے، آئے اور آئیں جمع مذکر و مؤنث کے لیے ہیں۔ اور فعل متعدی کا صرف ایک صیغہ ہے۔ اور یہ "کیا" ہے اس کو بھی ضمیر لگا کر واحد مذکر و مؤنث، جمع مذکر و مؤنث کے ساتھ غائب، حاضر و متکلم کا فرق کیا جاتا ہے مثلاً اس نے کیا، تو نے کیا، میں نے کیا، غرضیکہ اردو میں فعل لازم و متعدی کے لیے غائب، حاضر اور متکلم کا ضمیروں کے بغیر کوئی فرق نہیں ہے۔ اس بحث سے واضح ہو گیا

کہ بعض کا خیال غلط ہے کہ شادی کا پیغام دینے والے پہلے شخص کا دوسرے کے "میں نے دی" کے جواب میں صرف "قبول کی" کہنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ "میں نے" ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے قبول کرنے والے کا تعین نہیں ہوتا لہذا "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہے (اس خیال کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں غائب، حاضر اور متکلم کے لیے صیغہ کا فرق نہیں ہے)۔ (ت)

مگر تقریر مذکور سوال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخلوط ہے وہ کلام بقصد انشاء عقد نہیں ہوتا نہ وہ مجلس مجلس عقد سمجھی جاتی ہے بلکہ اُسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھے اور اس گفتگو کو استیذان جانتے اور مجلس عقد مجلس خاطب کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر خاطب سے خطاب کرتا ہے

ولہذا ایسٹ کرقاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دُولہا کے پاس بیٹھا ہے اور اُس کے سوال پر اپنے آپ کو وکیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اس کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے، ان قرائن واضحہ سے مجلس مخطوبہ کا مجلس عقد نہ ہونا ظاہر، اور لااقل اتنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں، معنی مجاز مراد نہ ہوسکے گا اسی قدر بس ہے

فان المجاز مفتقر الی قرینة تظهر ارادته فحیث لاقرینة توجب جانبه لاتصح ارادته کما علمت من قول المحقق علی الاطلاق بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر واذا کان الامر علی ماوصفنا لم یصح جعل الاستفهام تحقیقا کما دریت۔

کیونکہ مجاز ایسے قرینے کا محتاج ہے جس سے متکلم کا ارادہ واضح ہوسکے، توجہاں ایسا قرینہ نہ ہو جو مراد کو واضح کرسکے وہاں اس معنی مجازی کو مراد نہیں لیا جاسکتا، جیسا کہ محقق علی الاطلاق کے قول "غیر کا مساوی احتمال نہ ہو" سے واضح معلوم ہوا، جب معاملہ یہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو استفہام کا مجازی معنی، تحقیق عقد قرینہ کے بغیر مراد لینا درست نہ ہوگا، جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا۔ (ت)

اب قبول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب قرار دیجئے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جب کر دوسری مجلس خاطب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا

کما نصوا علیه فی عامة الکتب وفی البحر وان من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس[1] وفی التنویر وشرحیه لایتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرهما بل یبطل الایجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقا۔[2]

جیسا کہ فقہاء کرام نے عام کتب میں اس کی تصریح کردی ہے۔ بحرالرائق میں ہے کہ ایجاب وقبول کے معتبر ہونے میں مجلس کا اتحاد ضروری ہے۔ اور تنویر اور اس کی دونوں شرحوں میں ہے کہ ایجاب مجلس سے کسی غائب شخص کے قبول کرنے پر موقوف نہ ہوگا، تمام عقود، نکاح وبیع وغیرہ میں یہی حکم ہے کہ ایجاب بالاتفاق باطل ہوجائے گا اور اس کو اجازت لاحق نہیں ہوگی۔

اور اگر توکیل ٹھہرائیے تو اس کی طرف بھی راہ نہیں، وکیل دوسرے کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بناتا ہے، اثابت کا اصلاً کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں، تو اس کا حاصل صرف اس قدر ہُوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی، یہ توکیل نہ ہُوئی۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

[2] درمختار شرح تنویرالابصار باب الکفاءة " " " ۱/ ۱۹۶

تنویر الابصار میں ہے:

ھو اقامۃ الغیر مقام نفسہ فی تصرف جائز معلوم[1]۔

وہ یہ کہ غیر کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنے قائم مقام بنانا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں زید نے عمرو سے کہا کاش! تُو میرا نکاح فلاں عورت سے کردیتا، اس نے کردیا، یہ نکاح، نکاحِ فضولی ہُوا، حالانکہ یہاں صراحۃً عمرو سے استعانت تھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے؟ اس نے کہا ہُوں "کیونکر توکیل ہوسکتی ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل قال کل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتک تزوجنی فلانۃ ھل اذا زوجہ یحنث ام لا اجاب لا یحنث لانہ لم یتزوج بل زوجہ الفضولی بلا شک والحال ھذہ[2] الخ۔

ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا ہو کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، پھر اس شخص نے کسی مجلس میں ایک آدمی کو کہا کاش کہ تُو فلاں عورت سے میرا نکاح کردے، تو اس آدمی نے اس کا نکاح اس عورت سے کردیا تو کیا حانث ہوگا یعنی اس عورت کو طلاق ہوجائیگی یانہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ اس کا نکاح ایک غیر شخص (فضولی) نے کیا ہے اور بلاشک معاملہ یہی ہے الخ (ت)

بالجملہ اس وقت تک کی جو کارروائی تھی لغو وفضول گئی۔ اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص مذکور کا خاطب سے خطاب، یہاں ضرور تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ ان کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقۃً ایجاب ہُوا اور زوج کا کہنا قبول کیا قبول۔

اقول وباللہ التوفیق، تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام بہنگام ارادۂ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی فھل انتم منتھون ای انتھوا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے، اس سے مراد

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | کتاب الوکالۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۰۳

[2] فتاوٰی خیریہ | کتاب النکاح فصل فی نکاح الفضولی | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۶

[3] تفسیر جلالین | تحت الآیۃ فھل انتم منتھون | اصح المطابع دہلی | ص ۱۰۶

وقال تعالٰی اتصبرون وکان ربك بصیرا[1] ای اصبروا[2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل انتم تارکو لی صاحبی[3] ای اترکوا۔

یہ ہے کہ باز آؤ۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کیا تم صبر کروگے اور تیرا رب تعالٰی بصیر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے میرے صاحب کے بارے میں چھوڑدوگے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم چھوڑدو، تو "تو نے قبول کیا؟" یعنی "قبول کر" ہے، اور اس میں اگرچہ ہمارے علماء مختلف ہوئے کہ وہ توکیل ہے یا ایجاب۔

فی الدر المختار زوجنی او زوجینی نفسك او کونی امرأتی لیس بایجاب بل توکیل ضمنی وقیل ایجاب ورجحه فی البحر[4] اھ مختصرا وفی رد المحتار مشی علی الاول فی الھدایة والمجمع ونسبه فی الفتح الی المحققین وعلی الثانی ظاھر الکنز و اعترضه فی الدرر بانه مخالف لکلامھم واجاب فی البحر والنھر بانه مصرح به فی الخلاصة والخانیة قال فی الخانیة و لفظة الامر فی النکاح ایجاب وکذا فی الخلع والطلاق والکفالة والھبة اھ قال فی الفتح وھو احسن[5] اھ

درمختار میں ہے: تو میرا نکاح کردے، اے عورت تو میرا نکاح کر، یا اس کو کہا تو میری بیوی ہو جا، تو یہ کلمات ایجاب نہ ہوں گے بلکہ ضمنًا توکیل ہوگی۔ بعض نے کہا کہ یہ ایجاب ہے، اور بحر میں اسی کو ترجیح دی ہے اھ مختصرًا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ اور مجمع میں پہلے قول کو اپنایا ہے اور اس کو فتح میں محققین کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے پر کنز نے ظاہر کہا ہے، اور اس پر درر میں اعتراض کیا ہے کہ یہ علماء کے قول کے مخالف ہے، اور اس کا جواب بحر اور نہر میں یہ دیا گیا کہ خلاصہ اور خانیہ میں اس پر تصریح کی ہے۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ امر کا لفظ نکاح میں ایجاب ہوتا ہے اور خلع، طلاق، کفالہ اور ہبہ میں بھی ایجاب ہے، اور فتح میں فرمایا کہ یہ احسن ہے الخ (ت)

اور قول توکیل پر یہاں انعقاد نکاح میں دقت ہوتی کہ یہ شخص خاطب کو وکیل کرنے والا کون، نکاح کا وکیل

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ اتصبرون وکان ربك بصیرا اصح المطابع دہلی ص ۳۰۲
[2] صحیح بخاری باب فضل ابی بکر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۶
[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵
[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کر سکتا ہی نہیں، فضولی کیا چیز ہے۔

فی الخلاصۃ لوقال الوکیل بالنکاح ھب ابنتک لفلان فقال الاب وھبت لاینعقد النکاح مالم یقل الوکیل بعدہٗ قبلت لان الوکیل لایملک التوکیل اھ[1] وانہ کان یترائی لی ان لقائل ان یقول لعل لاینعقد فیہ بمعنی لاینفذ فانہ ان لم یملک کان توکیل فضولی فکان ماد الاتری ان الفضولی لایملک التزویج ولوزوج لحصل الزواج ولو موقوفا فکذا ینبغی ان تحصل بتوکیلہ الوکالۃ وان توقف نفاذہ علی تنفیذ من لہ التنفیذ قال فی البحر من البیوع الظاھر من فروعھم ان کل ماصح التوکیل بہ فانہ اذا باشرہ الفضولی یتوقف الا الشراء بشرطہ،[2] اھ ومعلوم ان التوکیل ممایصح بہ التوکیل فالظاھر الانعقاد موقوفا وان اتی عنہ اصلا مالم یقل الوکیل قبلت فالتعلیل الصحیح الواضح ما افاد العلامۃ الفھامۃ علی المقدسی

خلاصہ میں ہے اگر وکیل نے کسی کو کہا کہ تو اپنی لڑکی فلاں کو دے، تو باپ نے جواب میں "میں نے دی" کہا، تو جب تک اس کے بعد وکیل "میں نے فلاں کے لئے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا، کہ وکیل از خود دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا اھ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب نکاح کا وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا تو دوسرا فضولی قرار پائے گا، اور فضولی کا عقد نافذ نہیں ہوتا اگرچہ عقد کی حد تک پایا جاتا ہے تو یہاں "منعقد نہ ہوگا" کا معنے "نافذ نہ ہوگا" ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فضولی کو نکاح کرنے کا اختیار نہ ہونے کے باوجود اگر وہ نکاح دوسرے کو وکیل کر کے تو موقوف رہتا ہے تو یہاں بھی وکیل کی توکیل موقوف ہو کر نافذ کرنے والے کی اجازت سے نافذ ہو جائے گی۔ بحر کے بیوع میں کہا ہے کہ فقہاء کرام کے بیان کردہ جزئیات سے ظاہر ہے کہ وہ امور جن میں توکیل جائز ہے اگر ان امور کو فضولی از خود سرانجام دے تو یہ امور موقوف رہیں گے ماسوائے کسی شرط کے ساتھ خرید کے اھ، تو ظاہر ہے کہ وکیل بنانا بھی ان امور میں سے ہے جن میں توکیل جائز ہے، تو ظاہر ہے یہاں بھی فضولی کا تصرف جائز ہونا موقوف ہوگا، اگر وکیل کی قبولیت کے بغیر باپ کے "دے دی" کہنے سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی — کتاب النکاح — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ — ٣٠/٢

[2] البحر الرائق — کتاب البیوع فصل فی بیع الفضولی — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ١٥١/٦

ان قول الوکیل ھب ابنتک لفلان ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم بہ العقد بخلاف نحو زوجنی بنتک بکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب[1] اھ ویعینہ عینا ما فی البحر عن الظھیریۃ لو قال ھب ابنتک لابنی فقال وھبت لم یصح مالم یقل ابو الصغیر قبلت[2] اھ فلا مساغ ھھنا لزعم ان الاب لایملک التوکیل۔

بالکل نکاح نہ ہونا مراد ہو تو پھر اس کی واضح وجہ وہ ہے جس کو علامہ شامی نے بیان فرمایا کہ وکیل کا لڑکی کے باپ کو "اپنی بیٹی فلاں کو دے" کہنا امر اور طلب ہے جو کہ مستقبل کا صیغہ ہے اور فی الحال تحقق مراد نہیں، لہذا عقد تام نہ ہوگا، اس کے خلاف وہ صورت جس میں خود مرد نے کہا کہ "تو اپنی لڑکی مجھے نکاح کر دے" تو یہاں منگنی وغیرہ کے بعد، یہ کلام اثبات وتحقق میں ظاہر ہے اور یہی ایجاب ہوتا ہے اھ بحر میں ظہیریہ سے نقل میں اسی وجہ کو معین کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک نے کہا کہ "تو اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے"، دوسرے نے کہا "میں نے دی"، تو اس وقت نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ لڑکے کے باپ کا اس کے بعد "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہوگا اھ تو یہاں لڑکے کے باپ کے بارے میں یہ خیال کرنا درست نہیں کہ یہ وکیل بنانے کا مالک نہیں ہے (ت)

جو نظر فقہی عالم سے کہ یہ امر بالتوکیل کا مصنف، بحمداللہ ان دقتوں سے بری ہو،

فانہ امر بالقبول والقبول یطلق و یراد بہ رضا وھو المحمل فی قول الفضولی المذکور لمخطوبۃ لعدم ردتھم اذ ذلک الاستبانۃ رضاھا من دون تتمیم العقد کما قدمت، ویراد بہ احد رکنی العقد وھو المراد ھھنا حیث المراد تحقق العقد وھذا القبول وجود لہ الا تلو الایجاب فی ردالمحتار

کیونکہ یہ قبول کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور جواب میں قبول سے مراد رضامندی ہوتی ہے، اور فضولی شخص اگر لڑکی کو کسی کے لیے نکاح کی درخواست کرے تو یہاں بھی یہی مقصد ہوتا ہے کیونکہ اس کارروائی کا مقصود لڑکی کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ نکاح مکمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جہاں مجلس نکاح میں یہ بات کی جائے تو اس سے نکاح کا ایک رکن مراد ہوتا ہے جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے، تو قبول کا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ النہر کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۳/۲
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۲/۳

اشار الی ان المتقدم من کلام العاقدین ایجاب سواء کان المتقدم کلام الزوج وکلام الزوجة والمتاخر قبول عن المنح فلایتصور تقدیم القبول[1] الخ فالامر بالقبول متضمن للایجاب علی جهة الاقتضاء کقوله اعتق عبدک عنی بالف یتضمن البیع کذلک وکما ان العبد لوتزوج بلا اذن مولاہ فقول المولی له طلقها رجعیة اجازة للنکاح الموقوف[2] کما فی الدرالمختار لان الطلاق الرجعی لایکون الا بعد النکاح الصحیح فکان الامر به اجازة اقتضاءً کما فی ردالمحتار[3] هذا ما ظهر لی وهو ظاهر جلی وان ابیت فالقول بالایجاب مرجح مصحح بقول الفتح هو احسن کما علمت۔

منح میں یہاں پر ایجاب کا جواب ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں یہ اشارہ دیا کہ عاقدین میں سے پہلے کا کلام ایجاب اور دوسرے کا قبول کہلائے گا، خواہ مرد کا پہلے کلام ہو یا عورت کا۔ اب منح کے قول کہ "قبول پہلے متصور نہیں ہوسکتا الخ"، تو اس پر قبول کرنے کی درخواست اقتضاءً ایجاب پر مشتمل ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ "میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کردے" تو یہ قول ضمناً بیع پر مشتمل ہے (یعنی مجھے فروخت اور پھر آزاد کر) اور جیسا کہ کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس پر مالک اس کو کہے "تو رجعی طلاق دے" تو مالک کا یہ کہنا موقوف نکاح کو جائز قرار دینا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، کیونکہ رجعی طلاق نکاح کے بعد ہی ہوسکتی ہے لہذا رجعی طلاق کا حکم، نکاح کی اجازت متصور ہوگا، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ یہ مجھے بالکل واضح معلوم ہوا ہے، اور اگر یہ قابل قبول نہ بھی ہو تو ایجاب والے قول کے بارے میں فتح کا یہ کہنا کہ "یہ احسن ہے" اس کے لیے ترجیح اور تصحیح قرار پائے گا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

بہرکیف یہاں اگر اس نکاح کے منعقد ہونے میں شبہہ نہیں مگر اتنا ہے کہ شخص مذکور فضولی تھا اجازت مخطوبہ پر موقوف رہا، اب اگر بعد وقوعِ نکاح اس کی خبر پاکر قبل اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیلِ رد وابطال نکاح صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح وتام ونافذ ہوگیا۔ اجازت قولی یہ کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا یا الحمدللہ، اور فعلی یہ کہ مثلاً بے جبر واکراہ شوہر کو خلوت

---

[1] ردالمحتار — کتاب النکاح — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۲۶۳
[2] درمختار — باب نکاح الرقیق — مجتبائی دہلی — ۱/۲۰۳
[3] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۲۷۳

میں اپنے پاس آنے دے یا اس سے مہر یا عقد طلب کرے یا اور کوئی فعل کہ دلیلِ رضا ہو، آمد سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم و محقق ہو یا دو مستور الحال جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفو بھی ہو یعنی دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیاءِ مخطوبہ کے لیے عار ہو، اس صورت میں مخطوبہ خبر سن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھی جائے گا وقد فصلنا القول فی کل ذلک فی فتاوینا (اس تمام بحث کو ہم اپنے فتاویٰ میں بیان کرچکے ہیں۔ ت) بالجملہ یہ صورت رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصاً بعد استماع خبر اظہارِ نفرت واقع ہو جیسا کہ جاہ ہندوستان میں اکثر دختران دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہو جائے گا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کیے بھی جائز نہیں ہو سکتا لہٰذا اس طریقے کی تبدیل ہی واجب و مناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے خاطب سے اذن و وکالت حاصل کر کے جائے اور وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہتا ہے اس سے تحقیقِ عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اسی قدر گفتگو پر نکاح تام و نافذ ہو جائے، یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن و وکالت لے کر تو نے فلاں بن فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا، مخطوبہ کہے ہاں، پھر وہاں سے آکر خود یہی شخص خاطب [illegible] مہر پر تیرے نکاح میں دیا تو نے قبول کیا، خاطب کہے ہاں، یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے آ مجلس توکیل و طلب رضا نہ سمجھیں بلکہ اسی کو مجلس عقد سمجھیں اور شخص مذکور وہ الفاظ بقصد تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہو جائے پھر خاطب کا قبول اس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہوئی اسی صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ خاطب سے اتنی دور بیٹھی ہو کہ اس کا کلام یہاں والے نہ سنیں یا وہ قبول کیا کہہ کر اٹھ جائے اس کے بعد خاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ لیا اس کے بعد خاطب اٹھ کھڑا ہوا پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس تبدل ہوگی یا شہود ان دونوں کا کلام معاً نہ سنیں گے اور اگر وہ اس قدر قریب بیٹھی ہے کہ اہل جلسہ خاطب نے اس کا قبول کیا کہنا سنا اور ابھی خاطب و مخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ خاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہا کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے سنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت و تمامی میں اصلاً کلام نہیں، اب یہ بیچ کا شخص محض لغو و فضول ہوگا اور خاطب و مخطوبہ ہی کا کلام ایجاب و قبول ہوگا،

و ذلک ما قدمنا عن الاصلاح و الایضاح اس کو ہم پہلے اصلاح، ایضاح، ذخیرہ اور

والذخیرۃ والهندیۃ من قول قائل للمرأۃ دادی فقالت داد ثم للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت[1] وفی الوقایۃ وشرحها لصدر الشریعۃ اذا قیل للمرأۃ خویشتن را بزنی فلان دادی فقالت داد ثم قیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت بحذف المیم یصح النکاح کبیع وشراء اعنی اذا قیل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قیل للمشتری خریدی فقال خرید یصح البیع[2] اھ

ہندیہ سے نقل کرچکے ہیں کہ اگر کوئی شخص عورت کو کہے کہ تُو نے فلاں کو اپنا نکاح دیا، تو عورت نے دادم کی بجائے داد کہا، پھر اس شخص نے مرد کو کہا کہ تُو نے قبول کی، تو اس نے "میں نے قبول کی" کے بجائے صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہوگا۔ وقایہ اور اس کی شرح صدر الشریعۃ میں ہے کہ جب عورت کو کہا جائے کہ تُو نے فلاں کو بیوی بنا دیا، تو عورت نے صرف "دیا" کہا اور پھر خاوند کو کہا گیا تُو نے قبول کی، تو اس نے بھی صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ بیع کی صورت میں بائع کو کہا گیا کہ تُو نے بیچی، تو اس نے جواب میں "بیچی" کہا اور "میں نے بیچی" نہ کہا، پھر خریدار کے ساتھ بھی یہی سوال وجواب ہوا، تو بیع ہوجائے گی اھ (ت)

اور عورت کا پردے میں ہونا تغایرِ مجلس کا مقتضی نہیں، نہ صحتِ نکاح میں مخل ہو سکے جبکہ مخطوبہ دونوں شاہدوں کو عیناً یا تسمیۃً معلوم ہو،

فی الهندیۃ عن الذخیرۃ عن فتاوی ابی اللیث رجل قال لقوم اشهدوا انی تزوجت هذہ المرأۃ التی فی هذا البیت فقالت المرأۃ قبلت فسمع الشهود مقالتها ولم یروا شخصها فان کانت فی البیت وحدها جاز النکاح[3] الخ قلت فافادان الحجاب لایغیر المجلس وانما اشترط کونها

ہندیہ میں ذخیرہ سے اور انہوں نے فتاوٰی ابی اللیث کے حوالے سے ذکر کیا کہ ایک شخص نے لوگوں کو کہا کہ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کمرہ میں موجود عورت سے نکاح کیا اور عورت نے اندر سے جواب دیا کہ "میں نے قبول کیا"۔ گواہوں نے عورت کی یہ بات سُن لی اور عورت کو دیکھا نہیں، اگر عورت اس کمرہ میں اکیلی تھی تو نکاح ہوجائے گا الخ قلت (تو میں کہوں گا) حجاب مجلس کو تبدیل نہیں کرتا، صرف شرط یہ ہے کہ وہاں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱
[2] شرح وقایہ " " مجتبائی دہلی ۲/۴
[3] فتاوٰی ہندیہ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۸

وحدها لانه لم یسمها وتعریف الغائبة عند الاحتمال انما یکون بالتسمیة وفی الھندیة ایضا عن محیط السرخسی ان کانت حاضرة متنقبة ولا یعرفھا الشھود جاز النکاح وھو الصحیح[1]

عورت اکیلی ہو کیونکہ مرد نے اس کا نام ذکر نہیں کیا جبکہ شبہ کی صورت میں عورت غائبہ کی پہچان اس کے نام سے ہوتی ہے۔ اور ہندیہ میں محیط سرخسی سے بھی منقول ہے کہ اگر وہ نقاب اوڑھے مجلس میں حاضر ہو اور گواہ نام نہ جانتے ہوں تو بھی نکاح جائز ہوگا، یہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح قبول خاطب میں اتنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اٹھ کر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوتی، گواہیاں لی گئیں، اس کے بعد خاطب سے کہا گیا تو اس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس تبدیل نہ ہو کہ قبول فوراً ہونا ضرور نہیں فی رد المحتار عن البحر اما الفور فلیس من شرطہ[2] (ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے لیکن فوراً ہونا ضروری شرط نہیں اھ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حضرت قدوۃ العارفین دام ظلہم المبین از سیتاپور تا مسن گنج ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

بخدمت عالمان خبیر التماس ہے مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ چودہ برس کی ہے اور نابالغ ہے اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جاتا ہے اور وہ عورتیں وہاں کے بتوں کی پرستش بہ تعظیم معبودی کرتی ہیں۔ ایسا لڑکا اگر کسی کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق و گناہ سے متجاوز نہیں، گو اہل تشدد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر پر رضا بھی کفر ہے۔ت) اس تقدیر پر اُس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہئے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے،

قال تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: یاد آنے پر ظالم لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۸

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

[3] القرآن ۶/ ۶۸

نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اُس سے مدد لینا،

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم انا لانستعین بمشرک[1]۔ اخرجہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد لینا ناپسند کرتے ہیں۔ اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر پڑھانے کا تو نکاح صحیح ہوجائے گا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب وقبول کہلوانے والا ہے، کہنے والے خود عاقدین یا اُن کے اولیا یا وکلا، جب تو ظاہر کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں، تو اس کے کفر واسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہوسکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کرے گا تاہم صحت وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں، عاقل ہونا درکار، وہ حاصل ہے، ہندیہ میں ہے:

تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع[2]۔

مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو مرتد کی وکالت جائز ہوگی، اور یوں ہی کسی مسلمان کو وکیل بنایا پھر وہ وکیل مرتد ہوگیا تو اس کی وکالت باقی رہے گی مگر وہ دارالحرب چلا جائے تو پھر اس کی وکالت باطل ہوجائے گی، بدائع میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لاتصح وکالۃ المجنون والصبی الذی لایعقل واما البلوغ والحریۃ فلیسا بشرط لصحۃ الوکالۃ[3]۔

مجنون اور ناسمجھ بچے کی وکالت صحیح نہیں ہے تاہم بالغ ہونا اور آزاد ہونا وکالت کے لیے شرط نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر یہ وکیل کسی مرد یا عورت بالغ وبالغہ خواہ صبی وصبیہ کا نکاح اس سے پڑھا دیا اور اس نابالغ کا کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطانِ اسلام ہی سہی، جب بھی صحیح و منعقد ہوگیا کہ اس تقدیر پر یہ فضول تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۲
[3] " " " " "

تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرۂ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اُس کے ورنہ اُس کے ولی مذکور کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے جائز کی جائز ہوجائے گا۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ و قد کان یصدر لهذہ فکذٰلک۔

بعد کی اجازت بھی پہلے کی وکالت کی طرح ہے، جب وکالت میں یہ صلاحیت ہے تو بعد والی اجازت بھی ایسی ہی ہے۔ (ت)

اور رد کردیا تو باطل کما هو شان عقد الفضولی (جیساکہ عقدِ فضولی کا مقام ہے۔ ت) اور اگر ان عورات کے افعال حدِ کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ ان پر راضی نہیں، جب تو یہ شخص مسلمان ہے، صورِ مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلاً مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی بہن بھائی، خواہ کسی ور نابالغ یا نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور ان کا مسلمان باپ چچا دادا مسلمان بھائی، چچا، خواہ کوئی اور ولی شرعی مرد یا عورت یہاں تک کہ وہاں سلطانِ اسلام یا اس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذون بالانکاح بھی ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقدِ فضولی ہوا، اور ایسی حالت میں صادر ہوا کہ شرعاً اس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں۔

وکل عقد صدر من فضولی و (محسب به) فضولی ... جس کو کوئی جائز کرنے والا ہو تو

فهو باطل کما فی الدر[1] وغیرہ وفی الهندیۃ لاولایۃ لصغیر کذا فی الحاوی ولا للمرتد علی احد لاعلی مسلم ولا علی کافر ولا علی مرتد مثله کذا فی البدائع[2] (ملخصاً) واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم۔

وہ باطل ہوتا ہے جیساکہ دُر وغیرہ میں ہے، اور ہندیہ میں ہے کہ نابالغ کو ولایت حاصل نہیں جیساکہ حاوی میں ہے، اور نہ مرتد کو مسلم وکافر اور نہ ہی اس کو اپنے جیسے مرتد پر ولایت ہے، بدائع میں ایسے ہی ہے (ملخصاً)، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفاً وتعظیماً لدیہا اس مسئلہ میں کہ سبحان خان نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا عقد یعنی منگنی نور الدین عاقل بالغ سے بےکسی شرط واقرار کے کردی، جب نکاح کے چند روز رہے نور الدین سے کہا مخطوبہ کے نام ایک مکان خرید دو

---

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۴

تو نکاح کردوں ورنہ تین برس تک نہ کروں گا۔ اس نے کہا پہلے تم نکاح کردو تو برس چھ مہینے کے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خرید دوں گا۔ سبحان خاں راضی ہوگیا اور بارہ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کردی، دو تین مہینے تک زن و شوہم بستر رہے، اب سبحان خاں نے ابنتہ کو اپنے یہاں روک رکھی اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرط مکان فاسد ہوا حالانکہ عورت نے وقت توکیل بالنکاح یا اس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ روپے مہر کے کوئی شرط مکان وغیرہ کی نہ کی، نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی، اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ و خام کی کوئی تصریح نہ ہوئی۔ نور الدین کا اقرار بھی معلق تھا کہ پہلے نکاح کردو تو بعد کو خرید دوں گا، پس یہ نکاح بلا شرط ہوا یا معلق بالشرط الصحیح یا بالشرط الفاسد، اور اقرار مذکور نور الدین معلق بالشرط ہے اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں، بہر تقدیر شرعاً اس نکاح میں کوئی خلل اور نور الدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں، بینوا بیانا شافیا بالمذہب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب

نکاح مذکور صحیح و بے خلل، اور گمان فساد محض باطل و پر زلل۔

اولاً تقریر سوال سے واضح کہ مکان دینے کا وعدہ سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا کہ بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح۔

ثانیاً علی التسلیم زوج پر ایجاب مال لا زوجہ مقتضیات عقد نکاح سے ہے، نہ اس کے خلاف ومثلہ لا یفسد البیع فکیف بالنکاح (اس طرح سے بیع فاسد نہیں ہوتی چہ جائیکہ نکاح کو فاسد کرے۔ت) اگر واقعی بطریق مہر و شرط بھی نہ ہوتی بوجہ وعدہ اس قرار داد کا ذکر تو داخل عقد میں آتا تاہم اصلاً خلل نہ لاتا، نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا، کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود متعین ہوکر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا لازم مہر مثل ہوتا،

کما حققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی رد المحتار، قال فقد صرح فی النہر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لو تزوجہا علی الف وکرامتہا او یہدی لہا ھدیۃ فلہا مہر مثلہا لاینقص عن الالف قال ھذہ المسألۃ

جیسا کہ محقق شامی قدس سرہ السامی نے رد المحتار میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ نہر میں تصریح ہے کہ مبسوط میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا اگر کسی شخص نے عورت سے ہزار اور اعزاز یا ہزار اور ہدیہ دینے کی شرط پر نکاح کیا تو اس کا مہر مثل ہوگا جو ہزار سے کم نہ ہو۔ علامہ شامی نے

على وجهين ان اكرمها او اهدى لها هدية فلها المسمى والا فمهر المثل اھ وفی البحر ثم لو شرط مع المسمى شيئا مجهولا كان تزوجها على الف درهم وان يهدی لها هدية فان اوفت بالهدية يجب تمام مهر المثل اھ وجهالة الهدية و الاكرام ترتفع بعد وجودهما اھ ملخصا و تمامه فيه۔[1]

فرمایا کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر اس نے وعدہ کے مطابق کوئی اعزاز یا ہدیہ دیا تو پھر مہر مقررہ ہزار ہی ہوگا ورنہ مہر مثل ہوگا اھ، بحر میں ہے کہ اگر مقررہ مہر کے ساتھ کوئی مجہول شئی ذکر کی مثلاً یوں کہ کہ ایک ہزار درہم اور کوئی ہدیہ دے گا، تو اگر ہدیہ کا وعدہ پورا کیا تو پورا مہر مثل واجب ہوگا اھ، ہدیہ اور اعزاز دینے کے بعد اس کی جہالت ختم ہوجائے گی اھ ملخصاً، مکمل بحث رد المحتار میں ہے۔ (ت)

ثالثاً بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم ظاہر کہ وقت عقد اس کا کوئی ذکر نہ ہوا وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزویج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد (میاں بیوی جب تک کسی پر متفقہ طور پر راضی نہ ہوں گے اس وقت تک خاوند پر نکاح کے وقت ذکر شدہ مہر ہی لازم ہے گی) ذکرہ الشامی نکاح میں، جامع الفصولین میں ہے

لو شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا لم یبطل العقد[2]

اگر نکاح سے پہلے کوئی فاسد شرط ذکر کی ہو تو اس کے بعد کا نکاح باطل نہ ہوگا۔ (ت)

رابعاً التحاق بھی سہی یعنی مان لیجئے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ و ماخوذ بھی رہی تو نکاح اُن عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہوسکے بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی اور نکاح صحیح و بےخلل رہتا ہے اور جہالت بدل کا علاج مہر مثل ہے۔ خلاصہ میں ہے:

فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط وهو ذکر البدل والفاسد من الشروط یفسده کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لایتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشروط

شرح الطحاوی میں ہے کہ عقد تین قسم پر ہیں، ایک وہ کہ جس میں جائز شرط مؤثر ہو مثلاً بدل کا ذکر، اور فاسد شرط بھی مؤثر ہو یعنی اس کو فاسد کردے، جیسے عقد اجارہ، بیع، تقسیم، مال پر صلح۔ اور دوسرا وہ کہ اس میں کوئی شرط خواہ جائز ہو یا فاسد مؤثر نہ ہو، جیسے نکاح، خلع،

---

[1] رد المحتار باب المہر مطلب تزوجہا علی عشرۃ دراہم وثوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۹

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن عشر فی بیع الوفاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۴

لا یبطلہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فھذہ العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجھول[1] الخ وفی زیادات القاضی الامام فخر الدین العقود التی یتعلق تمامھا بالقبول اقسام ثلثۃ قسم یبطلہ الشرط الفاسد وجھالۃ البدل وھی مبادلۃ المال بالمال کالبیع والاجارۃ وقسم لا یبطلہ الشرط الفاسد ولا جھالۃ البدل وھو معاوضۃ المال بمالیس بمال کالنکاح والخلع اھ ملخصاً۔

قتل عمد پر صلح اور عتق علی المال، یہ عقود بدل کو متعین کئے بغیر بھی صحیح ہوتے ہیں اور بدل مجہول پر بھی جائز ہوتے ہیں الخ قاضی امام فخر الدین کی زیادات میں ہے کہ وہ عقود جو صرف قبول کرلینے سے مکمل ہوجاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ کہ جن کو فاسد شرط اور بدل کی جہالت فاسد کردیتی ہے اور یہ مالی عقود ہیں جیسے بیع اور اجارہ وغیرہ، دوسری وہ جن کو فاسد شرط اور جہالت بدل فاسد نہیں کرتی، جیسے وہ عقود جن میں غیر مال کے بدلے مال ہو، مثلاً نکاح اور خلع اھ ملخصاً (ت)

بیان مذکور کافی ہے یہی وجہ کافی و وافی تھی مگر بہ استفادہ سائل کا استیفا سے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا وباللہ التوفیق۔ بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا محض جہالت بے معنی ہے۔ ہاں بیان تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ بطور [illegible] بلکہ وہ لیلی کی سے بدرخواست سبحان خان ایک وعدہ تھا جس پر رضامندی ہوکر تزویج ایک جدا مہر مسمی پر واقع ہوئی اس صورت میں وہ مکان دینا بیشک مکارم اخلاق سے ہے اور ایفائے وعدہ شرعاً محبوب اور خلف وعد ناپسند و مکروہ، تو تزار الدین کو بھی چاہئے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ میں کرچکا) اجیتہ کو ایک مکان خرید دے، اقرار اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں: تعلیق الاقرار بالشرط باطل[2] (اقرار کو شرط سے معلق کرنا باطل ہے۔ ت) خلاصہ میں ہے:

التی تبطل بالشروط الفاسدۃ ولا یصح تعلیقھا بالشرط ثلثۃ عشر البیع والقسمۃ والاجارۃ (الی قولہ)

وہ امور جو فاسد شرط سے باطل ہوجاتے ہیں اور ان کی کسی شرط سے تعلیق بھی صحیح نہیں ہوتی، ایسے امور کی تعداد تیرہ[3] ہے۔ ان میں بیع، تقسیم، اجارہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی البیع اذا کان فیہ شرط مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۲ و ۵۱
[2] مبسوط امام محمد

والاقرار[1]
اور اقرار بھی ہے۔(ت)

مگر ظاہر کہ یہ اقرار مصطلح فقہی نہیں،

فانه اخبار من حق کائن علیه هذا هو التحقیق عندی او هو اخبار من وجه وانشاء منجز من وجه کما لهج به کثیرون.

کیونکہ وہ پہلے سے موجود حق سے خبر دینا ہے، میرے نزدیک یہی تحقیقی بات ہے، یا من وجہ خبر اور من وجہ پورا کرنے کا انشاء ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے بیان کیا ہے۔(ت)

بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہوجاتا ہے، اشباہ میں ہے:

فی القنیة وعده ان یاتیه فلم یاته لایاثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا کما فی کفالة البزازیة وبیع الوفاء کما ذکره الزیلعی[2].

قنیہ میں ہے ایک شخص نے وعدہ کیا کہ میں آؤں گا، تو وہ نہ آیا، گنہگار نہ ہوگا۔ اور وعدہ صرف وہی لازم ہوتا ہے جو کسی شرط سے معلق ہو، جیسا کہ بزازیہ کی کفالت کی بحث میں ہے، اور بیع الوفاء بھی وعدہ کی یہی قسم ہے جیسا کہ امام زیلعی نے ذکر فرمایا۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

المواعید باکتساء صور التعلیق تکون لازمة[3].
جن وعدوں میں تعلیق ذکر کی جائے وہ لازم ہوتے ہیں۔(ت)

تو ظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی زید جس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوب وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے قضاءً وفائے وعدہ پر جبر نہیں،

الا فی الکفالة وفی بیع الوفاء علی قول وقد ذکرنا الوجه فیهما فیما علقنا علی رد المحتار.

صرف کفالت اور بیع الوفاء میں ایک قول کے مطابق وفا لازم ہے جس کی وجہ ہم نے ان دونوں کے مقام پر ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کردی ہے۔(ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس فی البیع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۴ ، ۵۵/۳
[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۱۰/۲
[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ کتاب الکفالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۶

امام فقیہ النفس فخر الدین خانیہ میں فرماتے ہیں:

رجل آجر دارہ کل شہر بدرہم وسلم ثم باعہا من غیرہ وکان المشتری یاخذ اجرۃ الدار من ھذا المستاجر ومضی علی ذلک زمان وکان المشتری وعد البائع انہ اذا رد علیہ الثمن یرد دارہ ویحتسب ما قبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراھم واراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذلک من الثمن وما قال المشتری لہ لم یکن وعدا فلا یلزمہ الوفاء بذلک حکما فان نجز وعدہ کان حسنا والا فلا شیئ علیہ[1] ملخصا۔

ایک شخص نے اپنا مکان ہر ماہ فی درہم کرایہ پر دیا پھر اس نے وہ مکان اس کے غیر کو فروخت کردیا اور اب کرایہ دار سے یہ مشتری کرایہ ایک زمانہ تک وصول کرتا رہا جبکہ مشتری نے بائع سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ جب آپ مکان کی قیمت واپس کردیں گے تو میں مکان واپس آپ کو دے دوں گا، اور قیمت میں سے وصول شدہ کرایہ آپ کو منہا کردوں گا، اب ایک مدت بعد بائع نے آکر مشتری کو مکان کی قیمت واپس کردی اور اس نے کرایہ کی رقم قیمت میں منہا کرنا چاہی، تو اس پر فقہاء کرام نے فرمایا کہ بائع کو کرایہ کی رقم قیمت میں شمار کرکے منہا کرنے کا اختیار نہیں، اور مشتری نے جو یہ وعدہ کیا تھا، وہ وعدہ تھا جس کی وفا مشتری پر لازم نہیں ہے، ہاں اگر مشتری اپنے طور پر وعدہ کو پورا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر کچھ لازم نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے:

ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید[2]

اگر وہ وعدہ پورا کرے تو بہتر ہے ورنہ وعدوں کی وفا لازم نہیں ہے (ت)

خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل لہ وظیفۃ فرغ عنہا لآخر بعوض وقررہ القاضی لاھلیتہ ونذر المفروغ لہ للفارغ اذا ردالیہ نظیر المفروغ یفرغ لہ فہل

ایک شخص کو قاضی نے اس کی اہلیت کی بنا پر وظیفہ مقرر کرکے ایک کام سپرد کیا تو اس نے ایک معاوضہ کے بدلے وہ کام آگے ایک دوسرے کے سپرد کردیا اور قاضی نے بھی اس کو منظور کرلیا، جبکہ دوسرے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الاجارات فصل فی الاجارۃ الطویلۃ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۴۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۶

لایلزم الوفاء به شرعا اجاب لایلزمه الوفاء بما نذر اذ النذر لایلزم الوفاء به الابشروط وھی متخلفة فی ھذا ولو فرضنا اجتماع شرائطه فالقاضی لایقضی به علی الناذر کما صرحوا به قاطبة[1] اھ ملخصا فافهم ولا تعجل۔

شخص نے یہ عہد کیا تھا کہ اگرچہ مقررہ شخص مجھ سے سوال کرے بار بار مجھے واپس کرے تو میں اس کے حق میں اس کام سے دستبردار ہو جاؤں گا، اس سوال کے جواب میں کہ اس دوسرے شخص پر اپنے عہد کی پابندی ضروری شرعاً ہے تو جواب میں فرمایا کہ عہد کی وفا لازم نہیں ہے کیونکہ عہد کی وفا چند شرطوں کے بغیر لازم نہیں جو یہاں مفقود ہیں، چنانچہ قاضی عہد کرنے والے شخص پر ایفاءِ عہد کے لزوم کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

قال سیدی الوالد رحمه الله تعالٰی لایلزم الوفاء بالوعد شرعا[2]۔

میرے آقا والد صاحب نے فرمایا کہ شرعاً وعدہ کی وفا لازم نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألۃ حسب ما اراناﷲ تعالٰی فی تعلیقاتنا المذکورۃ (اور مسئلہ کی پوری تحقیق جو اللہ تعالٰی نے ہمیں دکھائی ہمارے مذکورہ حاشیہ میں ہے۔ ت) بہرحال یہاں جب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ اعتراض اس پر مطالبہ جبری بیٹی پر ہے نہ حاکم جبراً مکان دلا سکتا ہے۔ خیریہ میں ہے:

ھذا اذا ذکر علی سبیل انه من المھر وان ذکر علی سبیل العدۃ فھو غیر لازم بالکلیة الا ان یتبرع الزوج[3]۔

یہ تب ہے جب خاوند نے اس کو مہر میں سے قرار دیا ہو، اور اگر وعدہ کے طور پر ذکر ہو تو بالکل لازم نہیں، ہاں اگر بطور عطیہ دے تو درست ہے۔ (ت)

ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علٰی جہۃ المہر مشروط اور عاقدین کو عقد میں اس کی طرف لحاظ تھا تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دے گا تو باقی مہر مسمّٰی بھی بدستور لازم ورنہ مہرِ مثل کہ اس مقدار مسمّٰی سے کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمه الله تعالٰی (جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہم نے

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ١/ ١٥٧-١٥٨
[2] قرۃ العیون کتاب العاریہ دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر ٢/ ٣٠٠
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب المہر دار المعرفۃ بیروت ١/ ٣٠

پہلے نقل کردیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلا رضامندی ہندہ اور بغیر رضامندی ولیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کرکے ایجاب وقبول کرایا اور وقت ایجاب کے مسماۃ آہ وزاری اور فریاد واویلا انکار کرتی تھی، مسماۃ کے اس انکار آہ وزاری شور واویلا کو اذن قرار دے کر دولہا سے ایجاب وقبول کرا کے نکاح مشہور کرکے شیرینی تقسیم کردی، ایسا نکاح نزدیک علمائے حنفی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہو یا جائز ہو تو ادلہ مع آیت اور حدیث کے تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ تھی جب تو اس کا انکار اقرار کوئی چیز نہ تھا اس کے ولی سے اجازت لینی تھی اور اگر بالغہ تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی رد استیذان کے لیے کافی ہو مگر اس کا حاصل اس قدر کہ نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی، بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوکر درصورت بلوغ ہندہ خود اس کی ورنہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بعد نکاح جب خبر نکاح پہنچے رد کیا جائے گا [illegible] ہوجائے گا۔

فی ردالمحتار عن الذخیرۃ بعضھم قالوا ان کان مع الصیاح والصوت فھو رد والا فھو رضا وھو الاوجہ وعلیہ الفتوٰی[۱] اھ وتمامہ فیہ وفی الدرالمختار لو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کا رونا چیخ وپکار کے طور پر ہو تو یہ نکاح سے انکار ہوگا ورنہ وہ رضا ہے اور یہی درست ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور پوری بحث ردالمحتار میں ہے، اور درمختار میں ہے اگر لڑکی سے معین شخص کے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی تو لڑکی نے انکار کردیا، اس کے بعد پھر اس کا نکاح اسی شخص سے کیا اور لڑکی خاموش رہی تو نکاح صحیح ہوگا اصح قول میں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان میر شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات؟ اور قاضی کا

---

[۱] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۹

[۲] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ہوناضرورہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح کے لیے فقط مرد و عورت کا ایجاب و قبول چاہئے، اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اُسی جلسہ میں ایجاب و قبول کو سُننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے بس اسی قدر درکار ہے۔ اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں،

فی الدرالمختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر[۱] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں جو کہ عاقل بالغ اور حر ہوں اور انھوں نے لڑکے اور لڑکی کا ایجاب و قبول ایک مجلس میں سنا ہو تو نکاح ہو جائیگا بشرطیکہ ان گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو، مذہب یہی ہے، بحر، اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳: از مدرسہ محلہ چک منڈی سیت کمہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب امام مسجد غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین کثرہم اللہ تعالٰی اس میں کہ ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دے دی اور وہ اسباب جو فی زمانناً دولھا کی جانب سے دیے جاتے ہیں، مثلاً مسی اور انگیا اور زیور وغیرہ، حاضر کیا، اہل برادری نے ولی صغیرہ سے باز پرس کی کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی تو اس نے جواب دیا کہ عبداللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ میرے لڑکے مسمی بہ زید کو دے دی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علٰی رؤس الاشہاد متحقق ہوجائے لہذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علٰی ہذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا کیا تم نے اپنی لڑکی مسماۃ بہ ہندہ زید کو دی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے، تو ایسی صورت میں نکاح صغیرو صغیرہ منعقد ہوا یا نہیں؟ اور جو درمختار کتاب النکاح میں مذکور ہے،

وکذا انا متزوجك او جئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح[۲]

اور یوں ہی کہ تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیا ہوں، کیونکہ نکاح بھاؤ چکانا نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[۱] و [۲] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ١٨٥-٨٦/١

آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر ہوسکتی ہے تو فہو المراد والا اس عبارت کا کیا مطلب ؟

الجواب

ارشادات علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلمات مذکورہ فی السوال انعقادِ نکاح کے لیے اصلاً کافی نہیں، عمرو و عبداللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغۂ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے دا امر غیر واقع کے انشاء وایجاد کو، پھر کلامِ عمرو تو محض ابتدائی نہیں اہل برادری کے اس بازپرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی، پر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا نہ کہ انشائے ایجاب، یونہی کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے، اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اسی معنی اخبار و بیان وجہ جمع کی تاکید کر رہا ہے کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام (جیسا کہ کلام کے اسلوب کو سمجھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ وقوعِ نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مباین و غیر موثر ہے، اگر بنظرِ ظاہر کیجئے تو حسبِ تصحیحات جمہور ائمہ و اختیارات عامۂ متون مذہب مذیل باکد الفاظ فتوٰی اور نظر دقیق لیجئے تو اس قدر مقام میں بالاجماع بلا نزاع،

کما حققنا ذٰلک بتوفیق اللّٰہ تعالٰی فی رسالتنا "عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار" من فتاوٰنا ولنقتصر ھٰھنا علی الاشارۃ الٰی بعض عبارات الافتاء تنوّرا الٰی طریقۃ الاولٰی۔

جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار" میں محقق کیا ہے اور یہاں ہم صرف فتوٰی کی بعض عبارات کی طرف اشارہ کریں گے، پہلے طریقہ پر۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود لاینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی[1]

مرد و عورت نے گواہوں کی موجودگی میں اقرار کیا تو اس سے مختار قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ ہوجائے گا، لیکن پہلا قول صحیح اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے:

النکاح اثبات وھذا اظھار والاظھار

اقرار اظہار کا نام ہے جبکہ نکاح اثبات کا نام ہے

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب النکاح قلمی نسخہ ص ۴۸

غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار[1]

اور اظہار اور اثبات دو مختلف چیزیں ہیں، اس کو تخییر میں ذکر کیا ہے، اور مختارات النوازل میں کہا کہ یہی مختار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے: الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظہیریۃ[2] (صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ ت) وجیز کردری میں ہے: لاینعقد فی المختار الصحیح[3] (مختار اور صحیح قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ت)

علاوہ بریں وہبہ عطا، ہبہ، یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعدہ دونوں کو محتمل، منگنی ہونے پر بھی عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہرے گا مجلس وعدہ میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائے گا۔ درمختار میں ہے:

لفظ تزویج ونکاح صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ او قرینۃ وفھم الشھود المقصود اھ ملتقطا[4]

نکاح میں لفظ "تزویج" اور "نکاح" صریح ہیں، ان کے علاوہ باقی سب کنایہ ہیں، اور کنایہ کے لیے وہ تمام الفاظ ہیں جو فی الوقت کسی کامل چیز کی تملیک کے لیے ہوں مثلاً ہبہ، صدقہ، عطیہ اور تملیک کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال ہوں یا اس پر قرینہ موجود ہو اور اس سے گواہ بھی مقصد کو سمجھ سکیں اھ ملتقطا (ت)

خانیہ میں ہے:

اذا قال لاب لبنت وھبت ابنتک منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب الصادر علی وجہ الاجابۃ لا علی وجہ العقد

جب ایک لڑکے نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ آپ نے اپنی لڑکی مجھے ہبہ کی تو باپ نے جواب میں کہا میں نے ہبہ کی، اس کے بعد بیٹے نے کہا میں نے قبول کی، فقہاء کرام نے فرمایا اگر منگنی کرنے والے اور باپ نے مذکورہ

---

[1] اصلاح وایضاح

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ " " " ۴/۱۰۹

[4] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

لم یکن نکاحا[1] اھ ملخصا

الفاظ منگنی اور اس کے جواب کے طور پر استعمال کیے اور عقد نکاح مقصود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا اھ ملخصا (ت)

شرح طحاوی پھر تجنیس پھر مجموعہ علامہ الغزوی و واقعات المفتیین علامہ قدری افندی وغیرہا میں ہے:

قال له هل اعطیتنیها فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح[2]

کسی نے لڑکی کے باپ کو کہا تو نے مجھے لڑکی دی تو باپ نے کہا دی، تو مجلس نکاح میں نکاح اور منگنی کی مجلس ہو تو منگنی ہوگی۔ (ت)

سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال دوم: نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ عقد، وعدہ کا تباین بدیہی، تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط، ایسی کلمات علماء سے عقد ووعدہ کا فرق گزرا، اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جنتک خاطبا سے انعقاد نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظ عقد ہی قرار پاتے ہیں یعنی جبکہ نیت وقرینہ محقق ہو لما عرفت ان ماعدا التزویج والنکاح کنایۃ تفتقر الیھما (جیسا کہ آپ نے معلوم کر لیا کہ تزویج اور نکاح کے سوا تمام الفاظ کنایہ ہیں جو کہ نیت اور قرینہ کے محتاج ہیں۔ ت) ولہذا علماء انہیں الفاظ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں۔ وجیز کردری میں ہے:

کتاب النکاح تسعۃ عشر فصلا الاول فی الالفاظ کل لفظ یفید ملك الرقبۃ انعقد به کقوله بعت و تزوجت وانکحت وملکتك ووهبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك[3]

کتاب النکاح انیس فصلیں ہیں، پہلی الفاظ میں، وہ ہر لفظ جو رقبہ کی ملکیت کے لیے مفید ہو اس سے نکاح منعقد ہوگا جیسے میں نے فروخت کیا، نکاح کردیا، تجھے مالک بنایا، ہبہ کیا، صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا (ت)

خلاصہ وخزانۃ المفتیین میں ہے:

ینعقد بقوله تزوجت و نکحت وملکتك

نکاح منعقد ہوجاتا ہے ان الفاظ سے، میں نے نکاح

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۵۰

[2] فتاوٰی الغزویہ " دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۳

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۸

ووھبت وتصدقت وجئتک خاطبا وجعلت نفسی لک وبعت ۱؎

کر دیا، تجھے مالک بنا دیا، ہبہ کیا، صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا، فروخت کیا۔ (ت)

اقول ۱۸ وباللہ التوفیق فرق اس میں یہ ہے کہ جئتک خاطبا (میں رشتہ لینے آیا ہوں۔ ت) کسی خطبہ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب وتزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر، تو جئتک خاطبا بمعنی زوجنی ہے، ولہذا بزازیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا،

حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتک او جئتک خاطبا او جئتک تزوجنی بنتک فقال زوجتک فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لا یقبل ۲؎

جیسا کہ انھوں نے ذکر کیا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ تو اپنی بیٹی مجھے نکاح کر دے یا، میں آپ کے پاس رشتہ لینے آیا ہوں یا، میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دیں، تو باپ نے کہا میں نے بیاہ دی، تو ان الفاظ سے لازمی نکاح ہو جائے گا، اب رشتہ طلب کرنے والے کو قبول نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں (ت)

اور زوجنی الفاظ مفیدہ عقد سے ہے

توکیلا او ایجابا علی اختلاف القولین والثانی عــہ اظھر عندی کما بیناہ فیما علقت علی ھامش رد المحتار تو اسی طرح جئتک خاطبا۔

وکیل بنانے یا ایجاب کے طور پر دونوں اقوال کے اختلاف پر، اور پہلا یعنی وکیل بناتے ہوئے میرے نزدیک اظہر ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے تو اسی طرح، میں تیرے پاس رشتہ لینے آیا ہوں (ت)،

بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق نسبت وقیام قرینہ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعاً خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنی انشاء سے معزول دور کما لایخفی علی ذی شعور (جیسا کہ اہل شعور پر مخفی نہیں۔ ت)

(۲) نکاح میں عدم جریان مساومت اقول ۱۹ وباللہ التوفیق اس کا منشاء خود یہی ہے کہ مادۂ نکاح

عــہ انظر مع ما ذکرنا ۱۲ منہ (م)

۱؎ خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کانسی روڈ، کوئٹہ ۲/۲

۲؎ فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ، پشاور ۴/۱۱۱

سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہو چکے ہیں تو اُن کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کرسکتے بخلاف بیع کہ وہاں ایسا تقدم، نہ اُس کے لیے کوئی مجلس قرینہ قصد عقد، فتح القدیر پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

النکاح لایدخله المساومة لانه لایکون الابعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع[1]

نکاح میں بھاؤ تاؤ نہیں ہوتا کیونکہ نکاح کئی مقدمات اور آمدورفت کے بعد ہُوا کرتا ہے تو گویا یہ الفاظ اس موقع پر نکاح کے تحقق کے لیے ہوسکتے ہیں بخلاف بیع کے۔ (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کے معنے اگر یہ ٹھہریں کہ اس شان الفاظ بعد قیام قرینہ قصد عقد مثل جلسۂ نکاح بعد خطبہ وقراءت خطبہ وغیرہا بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد منصرف ہوں گے نہ کہ سُوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں، تو بیشک صحیح ہے، اور یہی معنی مقصود ومراد۔

الاتری انما الکلام فی الکنایة ولا انعقاد بها الاعند قیام القرینة کما علمت۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ گفتگو کنایہ کے بارے میں ہے اور ان میں قرینہ کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں (ت)

مگر اس بنا پر منگنی یا الفاظ مذکورہ عقود جداگانہ کہ نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما مرّ منّا (جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ ت) اور اگر یہ معنی لیں کہ جو کچھ الفاظ طلب و وعدہ [illegible] طلب [illegible] ہوں وہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنی مساومت وطلب ووعدہ کو محتمل اور قرینہ معینۂ قصد عقد سے عاری ہوں تو محض باطل، نہ ہرگز یہ مراد علماء، علماء صاف تصریحات فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت واستیعاد یعنی صورت واقعہ میں معنی استیام وطلب ووعدہ کا احتمال ہونا مانع انعقاد نکاح ہے۔ فوائد المفتیین برمز ظ فتاوی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

لوقال بالفارسیة دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لانه هذا استخبار واستیعاد فلایصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیام[2]

اگر ایک نے فارسی میں کہا کہ تُو نے اپنی بیٹی مجھے دی؟ تو دوسرے نے جواب میں "دادم" کہا تو اس سے بغیر ارادہ نکاح کے نکاح متحقق نہ ہوگا کیونکہ یہ الفاظ حقیقتاً خبر معلوم کرنے اور وعدہ لینے کے لیے ہوتے ہیں اس لیے دوسرا وکیل نہ بنے گا۔ (ت)

جتنیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] ردالمحتار — کتاب النکاح — داراحیاء التراث العربی بیروت — ٢/٢٦٣

[2] فوائد المفتیین — " — قلمی نسخہ (غیر مطبوعہ) — ١/٤٦

اذا قال لغیرہ دختر خویش مرا دہ، فقال دادم، ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم ولو قال مرا دادی فقال دادم، لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقولہ دادی التحقیق دون السوم۔

جب دوسرے کو کہا کہ تُو اپنی لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے کہا "دی" تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے، اور اگر پہلے نے کہا "تُو نے بیٹی مجھے دی" تو دوسرے نے جواب میں کہا "میں نے دی" تو جب تک پہلا اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس صورت میں دوسرے نے "میں نے دی" سے مراد نکاح کا تحقق لیا اور خواہش اور مرضی کا اظہار مراد نہ لیا تو نکاح ہو جائے گا۔ (ت)

اسی طرح بزازیہ میں ہے۔ رد المحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا:

انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب او الوکیل ھب ابنتک لفلان اولابنی او اعطہ مثلا لانہ ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم بہ العقد بخلاف نحو جئتك خاطبا بعد الخطبۃ ونحوہ فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب۔

لڑکے کے باپ یا وکیل نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تُو اپنی بیٹی فلاں کو یا میرے لڑکے کو ہبہ کر یا عطا کر، تو اس میں نکاح کا انعقاد لڑکی کے باپ کے "دے دینے" کے بعد لڑکے کے باپ یا وکیل کے قبول کرنے پر موقوف ہے [illegible] ظاہری طور پر طلب کے لیے ہوتے ہیں جس میں مستقبل ہوتا ہے، تحقق در حال مراد نہیں ہوتا، لہذا عقد تام نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر یہ کہا ہو کہ "تُو اپنی بیٹی مجھے بیاہ دے" اور یہ کہنا مہر طے کرنے اور منگنی کے بعد ہو تو یہ الفاظ تحقق اور اثبات میں ظاہر ہیں جو کہ ایجاب کہلاتا ہے۔ (ت)

شرح طحاوی سے گزرا کہ ھل اعطیتنیھا (کیا تُو نے بیٹی مجھے عطا کی۔ت) مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسہ وعد میں طلب وعد، بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے، پھر الفاظ مذکورۂ عمرو و زید تو مساومت و تحقیق دونوں سے بری اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انھیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷

[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۳

مسئلہ ۱۳: از ملک آسام ضلع جورہٹ ڈاکخانہ کٹنگا مقام سرائے بھی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عدیم البصر عالم و فاضل اور ایک نگہبان بھی اس کے پاس موجود تھا، اس نے نکاح پڑھایا، نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام ہے، بلکہ جب وہ عالم ہے تو وہی انسب و اولٰی، خود گواہان نکاح بھی کہ بغیر ان کے نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں۔

کما نص علیہ حتی فی المتون کالکنز والوقایۃ والاصلاح والمختار والھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا۔

جیسا کہ کنز، وقایہ، اصلاح، مختار، ہدایہ، ملتقی اور تنویر وغیرہ متون میں اس پر تصریح موجود ہے۔ (ت)

تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وہ خود ہی نکاح کے لیے ضروری نہیں، عاقدین کا آپ ایجاب و قبول کافی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم: اگر عدیم البصر عالم نہ ہو اور نگہبان بھی موجود نہ ہو اس صورت میں اس نے نکاح پڑھایا، آیا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھائے، بے نگاہی یا بے نگاہ بانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں، ہاں جاہل ہونا مخل ہو سکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اس سے غافل رہیں تو معاذ اللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں، لہٰذا نکاح میں بہت احتیاط لازم، عقد کرنے والا دیندار متقی، مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا، فاسق بددیانت پر اعتماد نہیں، جب وہ خود حلال و حرام کی پروا نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید، بحرالرائق و درمختار و فتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے

واللفظ للدر یندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ

در کے الفاظ ہیں، نکاح کا اعلان، اس سے پہلے خطبہ

---

[۱] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقد رشید۔ الخ[1] — مسجد میں، جمعہ کا دن ہونا اور نکاح کرنے والا صاحبِ رشد یعنی صاحبِ علم و عمل ہونا مستحب ہے الخ (ت)

اقول الرشد ینتظم العلم والعمل (رشد علم اور عمل دونوں کو جامع ہے۔ ت) اس زمانۂ جہل و فساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہلِ علم حاضرِ جلسہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دلہن سے زید کے لیے صرف وکالتِ نکاح لی، یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کر دینے کا بھی اختیار ہے، اب زید وکیل جو شرعاً صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہوا وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں اُن سے آکر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا، دو گواہ گواہی دیتے ہیں، وہ تو اتنا کہہ کر الگ ہو گیا، اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا، یہ نکاح ہرگز نہ ہوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب و قبول کیا نہ اس کے وکیل ماذون نے، بلکہ ایک اجنبی شخص نے، کہ اول تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا اُسے قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیلِ نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذنِ موکل اختیار نہیں،

فی الدر وفی البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یوکل بلا اذن[2] اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ لو وکل رجلا [illegible] فوکل الوکیل غیرہ ذکر محمد فی الاصل انہ لا یجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز وھو الصحیح[3] اھ ملخصا۔

نکاح کے وکیل کو جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت اس میں کسی دوسرے کو وکیل بنائے، بحر کے حوالے سے در۔ اور [illegible] غمز العیون کی وکالت کی بحث میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اگر ایک نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو وکیل نے کسی دوسرے کو از خود وکیل بنا لیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں، انھوں نے فرمایا کہ پہلے کی موجودگی میں دوسرے وکیل نے کارروائی کی تو جائز نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے اھ ملخصاً (ت)

تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوا اور اجازتِ زنِ بالغہ پر موقوف رہا، اگر خبر پر نفرت و کراہت ظاہر کی جیسا کہ اکثر دختران دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی، اب وہ نکاح یکسر باطل ہو گیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

---

[1] درمختار | کتاب النکاح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۵

[2] ″ | باب الولی | ″ | ۱/۱۹۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر | کتاب الوکالۃ | ادارۃ القرآن کراچی | ۲/۱۲-۱۱

فی الدرالمختار لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع[1]

درمختار میں ہے کہ لڑکی کو نکاح کی اطلاع ملی تو انکار کردیا پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو پہلے رد شدہ نکاح اس سے جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ انکار کرنے کی وجہ سے باطل ہوچکا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایسی صورت میں رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح کرنا بہتر ہوگا کیونکہ اچانک نکاح کی خبر پر نفرت کا اظہار ہوتا ہے (اس لیے پہلا انکار نفرت کی وجہ سے ہُوا)۔ (ت)

یونہی بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہُوا ہے کہ نکاح خواں نے کلماتِ ایجاب دُولھا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سُنے صحیح مذہب میں یُوں نکاح نہیں ہوتا بلکہ مجلس واحد میں مثلاً دو گواہوں کا دونوں الفاظ ایجاب وقبول سُننا شرط ہے۔

فی الدر وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح[2]

در میں ہے کہ نکاح میں دو عاقل بالغ حُر مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر مجلس میں موجود ہو کر نکاح کے دونوں فریقوں کا کلام سُنیں، یہ شرط قرار دیا گیا ہے صحیح قول کے مطابق۔ (ت)

ان باتوں کا منشا وہی جہل و ناواقفی ہے اور ان کے سوا اور بہت اغلاط کا اندیشہ ہے جن سے علماء ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنھیں علماء کی خدمت وصحبت اور اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلافِ اولٰی ہے جس طرح اس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشۂ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶ از جوہاٹ ملک آسام ہائی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ عمر علی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے مقر ہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں حاکم قاضی کے رُوبرو دونوں جگہ نکاح ہونے زید کی گواہی دیتے ہیں، اور دونوں

۱؎ درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

۲؎ ؍؍ کتاب النکاح ؍؍ ۱/۱۸۶

حلقہ سے دو خط مع مُہر و دستخط کے اور صورت گواہی اُن دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے حلقہ کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد ان دونوں گواہوں سے ایک گواہ کر پہلے تین چار آدمی کے رُوبرو نکاح ہونے زید کی گواہی دی تھی بعدہ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے رُوبرو انکار نکاح زید کا کیا۔ زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے، زید بھی ہر خاص و عام کے رُوبرو کہتا ہے کہ وُہ میری بی بی ہے اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے، اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں، اور مقر نکاح جانبین ہے۔ از رُوئے شرع شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہوا یا نہیں؟ اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئے گا یا نہ؟ اور بصورت نکاح دوبارہ میں صداُن دونوں کے اوپر یعنی زوج زوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں؟ مع دلیل و برہان کے جواب باصواب فرمائیں۔ اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہو جائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ دونوں زوج و زوجہ ہیں، اُن کا نکاح صحیح و ثابت ہے، دوبارہ نکاح کی اصلاً حاجت نہیں، اگرچہ دونوں گواہ انکار کر جائیں،

فان الشھود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء۔

گواہوں کا ہونا نکاح کی ابتداء میں شرط ہے اس کے بقاء کے لیے شرط نہیں۔ (ت)

جبکہ وہ دونوں باہم مقر نکاح ہیں، یہ اسے اپنی بی بی وُہ اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ اُن کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوتِ نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے، فی ردالمحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق[1] (ردالمحتار میں ہے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہو جاتا ہے۔ ت)۔ پھر اُن کا باہم زن و شو کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے،

فی الھدایۃ یحل لہ ان یشھد اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاخر انبساط الازواج[2] اھ ملخصًا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ہدایہ میں ہے جب کوئی مرد و عورت آپس میں خاوند بیوی کی طرح گھر میں رہیں اور دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف ہوں تو دیکھنے والے کو ان کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے اھ ملخصًا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۵

[2] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۸

مسئلہ ۱۷: ۱۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا، اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا، یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا، تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح صحیح ہے خواہ دل میں یہ قصد ہو خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادۂ نکاح دائم پر دلیل ہے۔ ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کر دیا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام اور زنا۔ درمختار میں ہے:

بطل نکاح متعۃ وموقت وان جہلت المدۃ اوطالت فی الاصح ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ [۱]۔

متعہ کے طور نکاح یا مقررہ مدت کے لیے نکاح خواہ مدت لمبی ہو یا مدت مجہول ہو تو صحیح مذہب میں یہ نکاح باطل ہے، اور اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا، یا اس وقت دل میں مقررہ مدت کی نیت کی تھی تو باطل نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا وبطل الشرط بحر [۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لیے کہ نکاح میں طلاق کی شرط دلالت کرتی ہے کہ یہ نکاح دائمی ہے اور یہ شرط باطل ہوگی، بحر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحۂ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بول آتا ہے، اور پستان اس کے مثل زنان کے ہیں، اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں، اور اگر زید اُسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمۂ زید لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمۂ زید واجب الادا کہ منکوحۂ زید اگرچہ

---

[۱] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰

[۲] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۳

قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثٰی تھی مگر جب بعد بلوغ اس کی پستانیں مثل پستان زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا، اب بلاشبہہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع ہوا اور حل استمتاع کو شرعًا مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود، البتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے اور خیار عیب کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اس کے فسخ نکاح کرسکے اور کُل مہر اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے، رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافی جواز نہیں۔

فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ھو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین فان ظھرله ثدی او مراۃ انثی[1] ملخصًا وفی الدر المختار من النکاح ھو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی[2] انتہٰی، وفیہ من باب المہر الخلوۃ بلامانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدۃ لایطاق معه الجماع کالوطئ فی تاکد المہر[3] انتہی ملخصًا وفیه من ذلك الباب ویجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوۃ[4] انتہٰی وفی فتاوی الامام قاضی خان والرتق

تنویر الابصار کی خنثٰی کی بحث میں ہے خنثٰی وہ ہے کہ جس کا ذکر اور فرج دونوں ہوں یا خصیتین نہ ہوں، تو اگر اس کے پستان ظاہر ہوجائیں تو عورت قرار پائے گی، تنویر کی عبارت ختم ہوئی، تلخیصًا۔ درمختار میں نکاح کی بحث میں ہے فقہاء کرام کے ہاں نکاح ایسا عقد ہے جو مرد کو عورت سے جماع کا مالک بنادیتا ہے جبکہ اس سے کوئی شرعی مانع نہ ہو احد اور اسی کے مہر کے باب میں ہے کہ جب خلوت بغیر کسی حسی مانع کے حاصل ہوجائے تو اس کا حکم مہر کو لازم کرنے میں جماع کی طرح ہے، خلوت میں حسی مانع جیسے رتق (ر) اور (ت) فتح کے ساتھ، جس کا معنی شرمگاہ میں گوشت کا ابھر جانا، اور جیسے قرن بسکون راء، جس کا معنی ہڈی اھ عفل (ع) اور (ف) پر فتح، جس کا معنی غدود ہے یعنی ہڈی اور غدود شرمگاہ میں اس طرح بڑھ جائے کہ جماع کے لیے مانع بن جائے احد ملخصًا۔ درمختار کے اسی باب میں ہے کہ نصف مہر لازم ہوگا جب خلوت یا جماع سے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الخنثٰی	مجتبائی دہلی	۲/۳۴۱
[2] " " "	کتاب النکاح	"	۱/۱۸۵
[3] " " "	باب المہر	"	۱/۱۹۹
[4] " " "	"	"	۱/۱۹۸

يسع الخلوة لانه يمنع الجماع وذكر في طلاق الاصل ان العدة يجب على الرتقاء اي فلها نصف المهر[1] انتهى وفيها من فصل خيارات النكاح ومنها خيار العيب وهو حق الفسخ بسبب العيب عندنا لايثبت في النكاح فلا ترد المرأة بعيب ما وقال الشافعي له ان يرد بالقرن والرتق و يفسخ النكاح فان رد قبل الدخول يسقط كل المهر والا فلها مهر المثل كما هو حكم الفسخ[2] انتهى مع التلخيص. والله تعالى اعلم.

قبل طلاق دی ہو اھ۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ رتق، خلوت کے لیے مانع ہے کیونکہ یہ جماع کے لیے مانع ہے، اور اصل (مبسوط) کی بحث طلاق کے بیان میں ہے کہ رتقاء عورت پر عدت واجب اور اس کے لئے نصف مہر ہوگا اھ، اور اصل کی بحث اختیاراتِ نکاح میں ہے کہ خیارِ عیب جس کو عیب کی وجہ سے حقِ فسخ کہتے ہیں، ہمارے ہاں نکاح کے باب میں ثابت نہیں، لہٰذا کسی عیب کی وجہ سے عورت کو رد نہیں کیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ قرن اور رتق والے عیب کی وجہ سے مرد کو فسخ کا اختیار ہے، پس اگر قبل از دخول رد یا فسخ کر دے تو تمام مہر ساقط ہوجائے گا ورنہ پُورا مہر مثل عورت کا حق ہے جیسا کہ فسخ کا حکم ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسبِ دستور عیاشیوں کے جو بغرض مقید رکھنے اور ملتفت ہونے اس کے ساتھ دوسرے مرد کے، پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو، وہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں، اور ہے تو کس قدر مدت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں پردہ اس طوائف کا صرف ان لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتد بہ نہیں، ایسا پردہ ثبوتِ نکاح کی دلیل نہیں ہوسکتا، البتہ اگر وہ مرد وزن مثل زوج وزوجہ رہتے، اور جو لوگ ان کے حالاتِ خانگی سے واقف ہیں انہیں زوج وزوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج وزوجہ قرار پائیں گے نہ کہ زانی وزانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوتِ شرعی ہرگز جائز نہیں۔ شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الخلوۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۱
[2] " " " فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح " ۱/ ۱۸۶

میں نہ آئی یہاں حسنِ ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم، قال عزّ اسمہ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء[1] الآیۃ (اس پر اگر وہ چار گواہ پیش نہ کریں۔ الآیۃ۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے: ولولا اذ سمعتموہ قلتم[2] الآیۃ (اور کیوں نہیں تم کہتے جب تم اسے سنتے ہو۔ الآیۃ۔ ت) اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبتِ زنا کرے اور چار گواہوں سے ثابت نہ کر دے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی، قال اللہ تعالٰی: والذین یرمون[3] الآیۃ (اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں۔ الآیۃ۔ ت)، اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے،

فی الفتاوی الھندیۃ ان شھد علی الزنا اقل من اربعۃ بان شھد واحد او اثنان او ثلثۃ لاتقبل الشھادۃ ویحدّ الشھود حدّ القذف[4]۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ اگر چار سے کم ایک یا دو یا تین گواہ زنا کی گواہی دیں تو ان کی شہادۃ قبول نہ ہوگی اور گواہوں پر حدِ قذف ہوگی اھ (ت)

پس ایسی صورت میں کہ گواہانِ معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرعاً حکمِ نکاح کا فی دیتی ہے اور اس امر کے لیے شرعِ شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالتِ عدمِ شہود معائنہ مدارِ ثبوت استفاضہ و شہرت پر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شبِ زفاف میں بالکل [illegible] زید نے ہندہ سے صحبت نہیں کی، بعدہٗ معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا لیکن صورتِ صحبت ظہور میں نہ آئی، اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید بسبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مروا ڈالے، اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں؟ اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جیسا حکم شرع شریف کا ہو ولیسا کیا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے،

اذلیس عدم العنۃ من شرائط صحتہ ولو کان لما احتیج الی ما ذکروہ من باب العنین من المرافعۃ و

کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لیے نامرد نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات ہوتی تو پھر نامرد کے سلسلہ میں قاضی کے ہاں پیش کرے اور قاضی کا مہلت

---

[1] القرآن ۲۴/۱۳ [2] القرآن ۲۴/۱۶ [3] القرآن ۲۴/۴

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحدود الباب الخامس فی الشہادۃ علی الزنا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۵۱-۵۲

التاجیل والطلب والتفریق وهذا واضح جدا۔

دینا، عورت کا مطالبہ، اور پھر قاضی کی تفریق وغیرہ اھ ذکر کرنے کی فقہاء کو صورت پیش نہ آتی، جبکہ یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصولِ طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرے، اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا اور شوہر ثانی سے قربت زنائے خالص، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

وذٰلک لبقاء العصمۃ کما ذکرنا والعنین وغیرہ فیہا سواء۔

دوسرے نکاح کا عدم جواز پہلے نکاح کے تحفظ کیلئے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ پس اس معاملہ میں نامرد اور مرد برابر ہیں۔ (ت)

ہاں صورت خلاص یہ ہے کہ زید و ہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو حَکَم کریں

فی الخیریۃ یصح التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی العاقلۃ ولہم ان یفرق بطلب الخ وحدٰلہ

تو فتاوٰی خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں حَکَم بنانا اس لیے درست ہے کہ یہ حد، قصاص اور عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے۔ حَکَم حضرات کے لیے عورت کے مطالبہ پر تفریق کرنے کا حق ہے اھ (ت)

ہندہ اُس کے حضور عنّت شوہر کا دعوٰی کرے اور اس بنا پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اُس کا عنین ہونا بطرق شرعیہ کہ اُن میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہوجائے تو بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن و شو یکجا رہیں، اگر کچھ دنوں کہ ہندہ کہیں چلی جائیگی وہ سال میں معدود نہ ہوں گے، جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اُس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کردی جائے، اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا۔

وکل ما ذکرنا مفصل فی الدر المختار و رد المحتار و لفتاوی الخیریۃ و غیرھا من الکتب الفقہیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل درمختار، ردالمحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اُس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اس کے ساتھ شادی دختر کردینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے

لہ فتاوٰی خیریہ باب التحکیم دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶

مخاطب ہو کر کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی، اس پر زید نے کہا بہتر ہم کو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی غرض بات بہمہ وجوہ قرار پاگئی اور طرفین کا اطمینان ہوگیا اب عمرو اُس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اُسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اُس دختر کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور جبکہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب و قبول ہو کر نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعاً مذموم و بے جا و قابل مواخذہ ہے۔ قال تبارک وتعالٰی: ان العھد کان مسئولا[1] (عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ت) اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعاً مرتکب شناعت ہے،

وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن السوم علی سوم اخیہ و الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ[2]

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھائی کے سودے پر سودے اور بھائی کی منگنی پر منگنی سے منع فرمایا۔ (ت)

مگر بایں ہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کردے یہ نکاح شرعاً صحیح و درست ہوجائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جو اب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اس کی جانب سے محض وعدہ، نہ عقد ایجاب و قبول، پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اس کی تزویج ناروا ٹھہرے،

فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمرو البالغۃ لزید بمحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذٰلک قائلا ان مھر ابنتی کذا ان رضیت فبھا والا فلا فرضی الخاطب ودفع للاب

عقود الدریہ میں سوال کیا گیا کہ جب زید کے وکیل نے عمرو کی بالغہ لڑکی کے بارے میں لوگوں کی موجودگی میں زید کے لئے منگنی کی تو لڑکی کے باپ نے جواب میں کہا کہ میری لڑکی کا اتنا مہر ہے اگر آپ راضی ہیں تو بہتر ورنہ نہیں، اس پر منگنی والا راضی ہوگیا اور

---

[1] القرآن ۱۷/۳۴

[2] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/۴۵۴

شیئا من الحلی والمساعدة لابنته فلو ترضی البنت بالخطبة وردتها فهل یسوغ لها ذلك ولاتکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینهم عقد نکاح شرعی بایجاب وقبول شرعیین لاتکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلا۔[1]

اس نے لڑکی کے باپ کو کچھ زیورات اور لڑکی کو کپڑا بھیجا تو لڑکی نے منگنی پر رضامندی سے انکار کردیا اور منگنی کو رد کردیا تو اس صورت میں کیا لڑکی کو رد کا اختیار ہے اور کیا یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی؟ جواب: شرعی طور پر یہ قبول وایجاب کے ساتھ نکاح نہ ہوا اور یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی۔ (ت)

اور یہ لفظ کہ میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی ہر چند کنایات تزویج سے ہے مگر مجلس عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلس وعدہ میں وعدہ۔

فی رد المحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لو قال اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح[2] واقره العلامة الحلبی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی وغیرهم رحمهم الله تعالی۔

ردالمحتار میں فتح القدیر کے حوالے سے طحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ تُو نے لڑکی مجھے دی، جواب میں اس نے کہا کہ میں نے دی، تو اگر یہ مجلس نکاح میں ہے تو نکاح ہے اور وعدہ (منگنی) کی مجلس ہے تو منگنی ہوگی، اور اس کو علامہ حلبی، فاضل رحمتی، سید طحطاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ثابت رکھا۔ (ت)

اور پُرظاہر کہ وہ مجلس مجلسِ نکاح نہ تھی اور خاطب کا اُس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدر مخطوبہ کے وہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہوں گے نہ عقد پر، یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح و روشن کہ وہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح و اظہار رضا وقبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب وتزویج کہ اُس نے جواب میں کہا، بہتر، ہم کو منظور ہے، جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ واقرار کو کہتے ہیں نہ کہ اس کے ایقاع واصدار کو۔ زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے

---

[1] العقود الدریة علی تنقیح حامدیہ مسائل منثورہ من ابواب النکاح حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب قندھار ۱/ ۳۱

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۳

اور اس نے دے دے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ عمرو زبان دے چکا، ہاں نہ دیے اور دینے کا وعدہ کرلیا تو یہ فقط اتنا صحیح ہوگا، پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وہ کلام محض اجابت تھا نہ کہ لفظ ایجاب وشتان بینھما (دونوں میں فرق ہے۔ ت)، ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر ہے کہ جب کلام خاطب ابتداً منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محض اقدام علی العقد نہ تھا بلکہ محض اقرار و وعدہ تھا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ "بہتر ہم کو منظور ہے" بسبیل قبول تزویج نہ تھا بلکہ اُس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا تو اگر فی الواقع مخطوب منہ کے وہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم قبول مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کہ "آپ نے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی" مفسر مراد موجود ہیں کے سبب لفظ اول صریح قبول ٹھہرا کر الفاظ پر بنا اور نیت کا الغا نہیں کرسکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو عدم انعقاد نکاح پر دلالت کریں۔

کما لا یخفی علی ماھر الفقیہ وفیما ذکرنا کفایۃ للنبیہ۔

جیسا کہ مخفی نہیں ماہر فقیہ پر، اور ہم نے جو ذکر کردیا ہے وہ عالم کو متنبہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ (ت)

بالجملہ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل، نہ جانب خاطب سے قبول حاصل، نہ مخطوبہ حبالۂ نکاح خاطب میں داخل، نہ غیر سے تزویج ناروا و باطل۔ رہا مخطوب منہ پر گناہ، وہ بھی اُسی وقت تک ہے کہ اس نے بلاوجہ یا کسی رنجش دنیوی کے سبب تزویج خاطب اول سے انکار کیا ہو [illegible] حقیقت کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اُس نے حرج شرعی سمجھا اور خاطب ثانی کو حق دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہرگز اس پر لازم نہیں کرتی کہ تو اپنی زبان پالنے کے لیے محذور شرعی گوارا یا دیدہ و دانستہ بیٹی کے حق میں برا کر، نیک و بد پر کامل نظر ذمہ پدر واجب و ضرور اور آدمی نہ تبدیل رائے سے محفوظ و مصئون، نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مامون، یہ تو صرف اقرار ہی تھا ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو دربارۂ قسم یہی حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اس کا خلاف شرعاً بہتر ہے تو اسی بہتر کی پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دے دو۔

فقد اخرج الامام احمد ومسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ۔[1]

امام احمد نے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی قسم کھائی اور اس نے اس قسم کے خلاف کو بہتر جانا تو بہتر کو اپنالے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (ت)

[1] صحیح مسلم باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۸

پس پدر مخطوبہ پر لازم ہے کہ خدا سے ڈرے اور اصلح وارفق پر نظر کرے وہ دو مطلبوں کے زیرِ نظر ہے ایفائے وصیت و دفع مفسدت، پھر اگر مطلب اول میں کوئی محذور شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کاربند ہو۔ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما، جو دو آزمائشوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اختیار کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا اور نہ ہے زید نے بغیبت باپ ہندہ جو حقیقت بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت و گریہ ہندہ و برضامندی مادر و نانی ہندہ وکالت و شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے، ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح یہ بیان و شہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے اقرار کیا تھا و بعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہو اپنے گھر جا کر نکاح کا قصد رکھیں ایسی صورت میں ہندہ کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے دلا جانے اطلاق غصب یا کسی گناہ کا ہوگا و نکاح مابعد کی نسبت جو گھر لے جا کر دختر مذکورہ کو مجبور کر کے کرے کیا کہنا چاہئے و زید وغیرہ مرتکب کسی گناہ کے ہوں گے یا کچھ نہیں۔ فرض کیا جائے کہ قضاءً بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ ... کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے ایسی حالت میں زید وغیرہ کی نسبت کیا کہنا چاہئے کہ بالجبر باپ ہندہ خواہ ہندہ کو مجبور کر لیا ہے، اگر ایسا ہے تو مرتکب غصب یا کسی گناہ کا مرتکب وگواہ و وکیل و معین اس کے کس گناہ کے مرتکب ہوئے نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لے جا کر کرے کیا کہنا چاہئے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہہ ہے اگرچہ اس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی اور ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ پلایا ہے بعد بحلف کہے کہ دودھ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط و تقوٰی کا کیا مقتضی ہے گو نکاح کرنا جائز ہو مگر احتیاط و تقوٰی مقتضی اس امر کا ہے کہ نہ کیا جائے اگر ہو گیا ہو تو ترک کیا جائے یا کیا اگر احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ جانے میں جس قدر باپ ہندہ کا جانی و ... یا اور نقصان امور دنیاوی اختیار ہا ہے یا آوارہ وطن ہو جائے داخل امور دینی و ثواب ہے اور اگر اس صدمہ سے یا متعلقین ... جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی عمل جبریہ کرنا چاہے اس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا جائے یا کیا، و نیز متعلق اس کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ زید وغیرہ کہتے ہیں جب بسبب عدم ثبوت رضاعت نکاح شرعاً جائز تو تجدید نکاح کر دو گو احتیاط و تقوٰی مانع ہے و باپ ہندہ کہتا ہے کہ جب احتیاط و تقوٰی مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول، قول مذکور بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط و تقوٰی کو ایک ادنٰی چیز سمجھتا یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو باپ ہندہ کو احتیاط و تقوٰی سے روکتا ہے

کیا فعل ہے؟

الجواب

جواب سوالِ اوّل میں واضح ہوچکا کہ یہ نکاح اگر باذنِ صریح ہندہ نہ ہوا نہ بعد کو اذنِ صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہوا تو مجرد سکوت ہندہ اس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں، نکاح نکاحِ فضولی تھا اور اذنِ ہندہ پر موقوف، جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو بصاف رد ہو کر باطل ہوگیا، اب اگر ہندہ و پدرِ ہندہ کو مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نفاذِ نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اس کے شہود سب مستحقِ غضبِ الٰہی و عذابِ شدید ہوں گے، جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بت پوجنے کے برابر ٹھہرایا۔ قال اللہ تعالیٰ:

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ۔[1]

بتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو، شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شہادۃ الزور الاشراک باللہ عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ (ثلث مرات) رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[2]

جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی خدا سے شریک بنانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی (جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے مساوی کی گئی)۔ (اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور او قال شہادۃ الزور۔ رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[3]

کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کون سا ہے؟ بناوٹ کی بات، یا فرمایا: جھوٹی گواہی۔ (اسے شیخین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

؎ یعنی مقام مذکور کا سوال کہ باب اول میں ہے ۱۲ (م)

---

[1] القرآن ۲۲/ ۳۰

[2] سنن ابی داؤد، باب فی شہادۃ الزور، آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰

[3] صحیح بخاری، باب ما قیل فی شہادۃ الزور، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۲

صحیح مسلم، باب الکبائر واکبرھا، " " " ۱/ ۶۴

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لن تزول قدما شاهد الزور حتى يوجب الله له النار[1] رواه ابن ماجة والحاكم وصححه سنده عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹا نے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے۔ (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح قرار دے کر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کرا لے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لے جا کر نکاح کرلیں گے سخت شدید کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کا اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذاب الیم نار ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

الا لعنة الله على الظلمين[2] سن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا۔ اور دوسرے کی اُسے کچھ پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ جس میں سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے، اور وہ جس کی اُسے پروا نہیں آدمی کے حقوق اللہ میں گناہ ہیں جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کرلی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا وما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئا فظلم العباد بعضهم بعضا القصاص لا محالة[3] اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواه الامام احمد والحاكم وصححه عن ام المؤمنين الصديقة رضی اللہ تعالٰی عنہا (اس کو امام احمد اور حاکم نے صحیح قرار دے کر حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہو جاتا ہے

فی الهندية الاصل ان تصرفات المكره كلها قولا منعقدة عندنا الا ان ما يحتمل الفسخ منه كالبيع والاجارة يفسخ ومالا يحتمل الفسخ منه كالطلاق

ہندیہ میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ جس پر جبر کیا گیا ہو اس کے اس حالت کے تمام تصرفات نافذ العمل ہوں گے ہاں وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال رکھتے ہوں جیسے بیع و اجارہ کہ یہ فسخ قرار پائیں گے، اور جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے

---

[1] سنن ابن ماجہ باب شہادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[2] القرآن ۱۱/ ۱۸

[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰

والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر فهؤلاء عشر کذا فی الکافی[1] وتمامه فی رد المحتار قبیل قوله وشرط حضور شاهدین[2] اقول واما قول الهندیة عن الخانیة فی تعداد شروط النکاح ومنها رضاء المرأة اذا کانت بالغة[3] اھ فقد کتبت علی هامشه ما نصه ای اذنها قولا او فعلا صریحا او دلالة ولو جبرا وکرها هکذا ینبغی ان یفسر هذا المقام۔

مثلاً طلاق، عتاق، نکاح، مدبّر بنانا، ام ولدہ بنانا اور نذر تو یہ امور لازم ہوجائیں گے، جیسا کہ کافی میں ہے اھ اس کی تمام بحث ردالمحتار میں ہے، ان کے قول "گواہوں کی موجودگی شرط ہے" سے تھوڑا پہلے ہے۔ اقول ہندیہ کا قول جو کہ انھوں نے خانیہ سے نقل کیا نکاح کی شرائط میں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کی رضا اھ تو ہم نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے یعنی اس کی اجازت قول، فعل صریح یا دلالت سے ہوجاتی ہے اگرچہ بطور جبر ہو، اس مقام کی یہی تفسیر مناسب ہے۔ (ت)

مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بیاہ نکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا اکراہ فی الدین[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دین میں جبر نہیں ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لمسلم ان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس منه[5] رواه ابن حبان فی صحیحه عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اس کی دلی مرضی کے لے لے (اس کو ابن حبان نے صحیح میں ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی لینی کس درجہ حرام واشد حرام ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۲

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۹

[4] القرآن ۲/ ۲۵۶

[5] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان کتاب البیوع باب ماجاء فی الغصب حدیث ۱۱۶۶ المطبعۃ السلفیہ بلاد حنفیہ ص ۲۸۳

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (اسے طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اسی کی مثل ظلم و حرام و استحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: گناہ و عداوت میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3] رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ چلا اس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے وہ بیشک اسلام سے نکل گیا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

رہا مسئلہ رضاعت، ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو،

کما فصلنا فی فتاوٰنا البعض الوارد علینا من المسائل فی ھذا الباب۔

جیسا کہ ہم نے اس بارے میں پہلے سے آئے ہوئے مسائل کے جوابات میں اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں بیان کر دی ہے۔ (ت)

اُس سے احتیاط بچنا صرف مرتبہ استحباب میں ہے اور فعل غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولٰی کہ نہ کرے تو بہتر، کرے تو کچھ گناہ نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ

ایک شخص کا عورت سے نکاح ہونے کے بعد ایک ثقہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳
الترغیب والترہیب من تخطی رقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۳

[2] القرآن ۵/۲

[3] معجم کبیر حدیث ۶۱۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۲۷

ولو اخبرت انهما ارتضعا من امرأة واحدة قال فی الکتاب احب الی ان یتنزه فیطلقها ویعطیها نصف المهر ان لم یدخل بها ولا تثبت الحرمة بخبر الواحد عندنا ما لم یشهد به رجلان او رجل وامرأتان۔[1]

مرد یا عورت نے یہ خبر دی کہ ان میاں بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، تو امام قاضی خاں نے کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ وہ شخص بطور احتیاط عورت کو طلاق دے دے اور دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر ادا کرے، جبکہ رضاعت کی حرمت ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتی جب تک دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت نہ دیں حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے بلکہ جان و عیال کو چھوڑ کر جلاوطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہو سکتے۔

اذ لیس من قضیة الشرع الکریم والعقل السلیم درء شیئ خفیف بارتکاب نفیس عظیم

شریعت مطہرہ اور عقل سلیم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ معمولی چیز کو کسی عظیم اور بھاری چیز کے ارتکاب سے ختم کیا جائے۔ (ت)

یہاں تقوی یعنی اتقائے شبہات ہے وہ صرف مستحب ہے، نہ فرض و واجب۔ علما فرماتے ہیں:

لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات کما فی الاشباہ وغیرها عن الغایة والتجنیس وغیرهما۔[2]

جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں غایہ اور تجنیس کے حوالہ سے ہے کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچاؤ کا زمانہ نہیں ہے۔ (ت)

زید وغیرہ کی اس درخواست سے تقوی کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے، ہاں اس سے روکنا اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر واکراہ کسی امر مباح میں حرام و ظلم ہے نہ کہ امر غیر مستحب میں، مگر اس پر جان نہیں دے سکتے، البتہ صورت اولٰی میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید مجبور کی کو امیبال دلوا کر بالجبر بلا نکاح چھین لے جانا ____ یا بالجبر اس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اس وقت اگر یہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعاً وعقلاً و عرفاً ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اسے قتل کر دے تو یہ شہید ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قتل دون ماله فهو شهید وحسب

جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یقبل قول الواحد الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۶

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۰۰

قتل دون دمه فهو شهید ومن قتل دون دینه فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید[1] اخرجه الائمة احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحاحهم عن سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنهما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنے گھروالوں کے بچانے میں مارا جائے وہ شہید۔ (اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان نے سعید بن زید سے اپنی صحاح (کتب) میں روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ [illegible]: از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید وہندہ نے باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے بموجودگی دو آدمیوں کے کہے، لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقاً سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہوا، بعدازاں زید نکاح سے منکر ہوا، اور ان دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبروحاکم شرع کے ظاہر کی، تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں، اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح میں شرط ہے کہ دو مرد گواہ معاً دونوں عاقدوں کا ایجاب وقبول بیک وقت واحد میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔

فی الدرالمختار شرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب[2]، بحر۔

درمختار میں ہے کہ نکاح میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور آزاد کا مجلس میں اس طرح موجود ہونا کہ وہ نکاح سمجھتے ہوئے نکاح کرنے والوں کے کلام کو سنیں، شرط ہے، یہی صحیح مذہب ہے، بحر۔ (ت)

تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا، زید کا انکار سچا ہے، اگر نوبت ہمبستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ، ورنہ مہر مثل دینا ہوگا،

فان الوطء فی دارالاسلام لایخلو عن حد او عقر[3] کما فی الدرالمختار وغیرہ۔

کیونکہ دارالاسلام میں ہونے والی وطی حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتا، جیسا کہ درمختار وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔

---

[1] سنن النسائی کتاب المحاربۃ تحریم الدم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۶۲
[2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶
[3] " باب المہر " ۱/ ۲۰۴

من محرمات الاسفار وقد کانت ههنا شبهة العقد فالحد سقط فالعقر ثبت۔ ۱

یہاں چونکہ نکاح کا شبہ ہے لہٰذا حد ساقط ہوگئی تو عقر واجب ہوگا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴: مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنولہ مسجد حنفیاں ۲۵ شوال ۱۳۲۲ھ

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں، جیسے کہ "اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں" اسی طرح ناکح سے کہنا کہ "تُم نے یہ عورت قبول کی" جمع بولنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

حرج نہیں، اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے۔ قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب بجمع ہے رب ارجعون،[1] وہ بھی زبان کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی، اس میں بھی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ۱۲ صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالیقین کو بوقت نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل و مفصل پڑھانا بہت ضرور و بہتر ہے سب کو کرنا چاہئے، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] فرماتے ہیں:

از رُوئے شریعت غرا نکاح درمیان مومن و کافر منعقد نمی گردد وظاہر است کہ از انسان در حالت غفلت یا از رُوئے سہو اکثر کلمۂ کفر صادر مے گردد کہ بر آں متنبہ نمی شود و دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شدہ منعقد نمی شود لہٰذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل و مفصل را بحضور متناکحین می گویند و می گویانند تا انعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقت علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از نزاکت اسلامی نیست کسانے کہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف

روشن شریعت کی رُو سے مومن و کافر کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے کہ انسان سے غفلت میں کبھی سہواً کوئی کلمۂ کفر صادر ہوجاتا ہے جس پر وُہ آگاہ ہی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں اگر مرد و عورت کا نکاح ہوا تو منعقد نہیں ہوگا، لہٰذا محتاط علماء متاخرین مجلس نکاح میں صفت ایمان مجمل و مفصل خود بھی کہتے ہیں اور مرد و عورت سے بھی کہلواتے ہیں تاکہ نکاح بحالتِ اسلام واقع ہو۔ علماء متاخرین نے عقد نکاح میں اس احتیاط کا جو اضافہ فرمایا ہے وُہ درحقیقت اسلامی نزاکت سے خالی نہیں، جو لوگ اسلام کے بارے میں معلومات

---

[1] القرآن ۲۳/ ۹۹

آں کے میر سند[1] انتہی | نہیں رکھتے وہ اس کی لطافت تک کب پہنچ سکتے ہیں۔ (ت)

یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرِ محض ہے، خصوصاً تجدیدِ ایمان کے لیے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب الخلق فاسئلوا اللہ تعالیٰ ان یجدد الایمان فی قلوبکم[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند حسن والحاکم فی المستدرک عن عمرو بسند صحیح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بیشک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا ہوجاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ[3]۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

اپنے ایمان تازہ کرو لا الٰہ الا اللہ بکثرت کہو۔ (اس کو امام احمد اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

مگر اس قدر ضرور مسلّم کہ اس کو کرنا چاہئے، ہاں بہت ضروری کہ قریب از ادا سے خالی نہیں جہلاً یا سہواً معاذ اللہ کلمۂ کفر صادر ہوجانا محتمل سہی مگر اسے متیقن ٹھہرا لینا سوءِ ظن ہے اور بے حصولِ ظن حکم ضرورت نہیں کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶: ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ[17] سال و پسر عمرو بعمر تئیس[23] سال ہے اور

---

[1] فتاوٰی عزیزی حکم اعلام کلمہ صفت ایمان مجمل و مفصل بروز عقد نکاح مجتبائی دہلی ۲/۱۲۶
[2] مستدرک للحاکم کتاب الایمان الامر بسوال تجدید الایمان دار الفکر بیروت ۱/۴
[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ " ۲/۳۵۹

مانع شرعی موجود نہیں، پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے، اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگاری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو، اور اگر معاذ اللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہئے، اگر نہ مانے اُس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضامند ہو،

الحدیث یا علی لا تؤخرھا الصلوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوًا[1] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم.
واللہ تعالٰی اعلم.

اس حدیث کی بنا پر جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز میں جب وقت ہوجائے، جنازہ میں جب حاضر ہو، اور غیر شادی شدہ لڑکی میں جب اس کا کفو ملے۔ یا جیسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷: از ریاست رام پور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ زید گیا اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جا کر یہ کہا کہ بکر کے بیٹے زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تم کو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھ کو وکیل قرار دو، تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ "قبول" کہا (اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام وخواص قائم مقام ایجاب کے جا بجا عرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں) پھر اسی طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جا کر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ "قبول" کہا (اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزاروں نکاح اس طور سے ہوگئے اور ہوگئے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم ورواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ "قبول" سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہوجائے گا کیونکہ عاقل وبالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہئے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پائیں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہئے اور عرف ورواج

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۲
[2] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب اعتبار الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۳

بھی اور شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو اوائق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دیا جاتا ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ لفظ "قبول" سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ لفظ "قبول" مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا، اب متنازع فیہ میں حکم شرع شریف جو ارشاد ہو۔ عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو، وہ تو اپنے عرف و رواج جانتے ہیں اسی کے پیرو و تابعدار ہیں، ان کی اصلاح کس طور پر ہو؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں صحتِ نکاح میں شُبہہ نہیں، جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ "قبول" کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہوگیا۔

فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولا یتوقف علی القبول وان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما وھٰھنا وان امکن ان یجعل قولہ توکیل تقبیہ فی زوجیتک ایجاب فضولی بناء علی ما نصوا فی الخانیۃ والخلاصۃ ان الامر فی النکاح ایجاب[1] قیل فی الفتح انہ احسن[2] ویکون قول المرأۃ قبول قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازۃ الرجل فاذا اجازہ الوکیل وقال قبول یکون تنفیذا لکنہ خلاف ما قصدوہ فان صنیعھم شاھد انھم لم یجعلوا مجلس المخاطبۃ مع المخطوبۃ مجلس عقد بل استئذان ان یکون طلبا للوکالۃ وقولھا قبول توکیلا۔

وکیل بنانے کے لیے صرف ایجاب کافی ہے اور قبول کرنے پر موقوف نہیں اگرچہ ایجاب کو رد کر دینے پر وکالت رد ہو جائے گی، جیسا کہ اشباہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے، اور یہاں اس مسئلہ میں اگرچہ وکیل کا لڑکی کو یہ کہنا کہ "تو بھی لڑکے کو اپنا خاوند ہونا قبول کرلے" فضولی کی طرف سے ایجاب قرار دیا جاسکتا ہے وہ خانیہ اور خلاصہ کی اس تصریح کی بنا پر کہ "نکاح میں درخواست" ایجاب ہو جاتا ہے جس کے متعلق فتح میں کہا گیا کہ یہ قول بہت اچھا ہے، تو فضولی کے جواب میں لڑکی کا "قبول" کہنا نکاح کو قبول کرنا قرار دیا جائے گا جس سے نکاح منعقد ہو جائے اور لڑکے کی اجازت پر موقوف قرار پائے، اور جب نکاح کرانے والا شخص (فضولی) لڑکے کو پیشکش کرے اور وہ اس کو قبول کرلے تو نکاح نافذ ہو جائے، لیکن یہاں مجلس والوں کا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد صرف لڑکی سے اجازت طلب کرنا ہے تو اس مجلس میں وکالت طلب کرنا اور لڑکی کا "قبول" کہنا صرف توکیل ہوگی۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان | کتاب النکاح | الفصل الاول | نولکشور لکھنؤ | ۱/۱۵۱

[2] فتح القدیر | " | " | نوریہ رضویہ سکھر | ۳/۱۰۲

اب کہ وکیل نے مخاطب سے اگر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا،

لانه استفهام وان كان حرفه مقدرا والاستفهام عند مرادة لتحقيق يؤدي مؤدى الامر كما حققناه في فتاوٰنا والامر كما سمعت ايجاب في النكاح ولا معدل عن هذا القول المرجح الى قول انه توكيل لان الوكيل لا يملك التوكيل فلا ينعقد العقد وفيه تضييق والله يحب الرفق۔

کیونکہ حقیقتاً یہ استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام پوشیدہ ہے اور استفہام مقام تحقیق و انعقاد میں امر کا معنی دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے اور نکاح میں امر ایجاب قرار پاتا ہے، اس ترجیح یافتہ قول کو چھوڑ کر ہم اس کو توکیل نہ بنائیں گے کیونکہ عورت کا وکیل کسی دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا جس کی بنا پر عقد نافذ نہ ہوگا جبکہ اس میں تنگی ہے اور اللہ تعالٰی نے نرمی اور وسعت کو پسند فرمایا ہے (ت)

اور زوج کا "قبول" کہنا قبول ہوا اور نکاح صحیح وتام نافذ ہوگیا اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں، راسًا ساقط ہے کہ یہ لفظ اس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ

السؤال معاد في الجواب[1] كما صرح به في الاشباه وغيرها من الكتب۔

جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ بہت سی کتب میں تصریح ہے۔ (ت)

تو جواب میں صرف لفظ "قبول" کے قطعًا یہی معنے ہیں کہ "قبول کیا" اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقینًا درست ہے کما صرحوا به متونا وشروحا وفتاوی (جیسا کہ متون، شروح اور فتاوٰی میں تصریح ہے۔ ت) معہذا یہاں اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالانشا پر بے احتمال مساوی دلیل ہوں اور شک نہیں کہ لفظ "قبول" صراحۃً اس پر دال، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا،

كما في النوازل والخلاصة والبزازية والبحر والدر والمحيط والهندية وغيرها من الاسفار الغر۔

جیسا کہ نوازل، خلاصہ، بزازیہ، بحر، در، محیط، ہندیہ وغیرہا مشہور کتب میں ہے۔ (ت)

سمع وطاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی، وہ دونوں

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الحادیۃ عشرۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۸۳

یعنی حاصل ، تو حکمِ عدمِ نکاح محض باطل ۔ فتح القدیر میں ہے :

وعلمت ان الملاحظة من جهة الشرع في ثبوت الانعقاد ولزومه وحكمه جانب الرضى عدينا حكمه الى كل لفظ يفيد ذلك بلا احتمال مساو للطرف الأخر الخ۔[1]

جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ نکاح کے انعقاد اور اس کے حکم کے لزوم میں شرعاً رضا کے پہلو کا اعتبار ہے تو ہم نے اس حکم کو ہر ایسے لفظ میں معتبر قرار دیا جو اس چیز کا احتمال رکھتا ہو اور اس کے مخالف پہلو کا اس میں مساویانہ احتمال نہ ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله او بالسمع والطاعة متعلق بمحذوف دل عليه المذكور اي تزوجت او قبلت متلبسا بالسمع والطاعة لامرك ولا يحصل السمع والطاعة لامره الا بتقدير الجواب ماضيا مرادا به الانشاء ليتم شرط العقد يكون احدهما للمضي۔[2]

ماتن کا قول "او بالسمع والطاعۃ" کا متعلق محذوف ہے جس پر مذکور دال ہے یعنی میں نے نکاح کیا یا قبول کیا آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور حکم کی اطاعت مقدر طور پر ماضی کے صیغہ کے ساتھ جواب کے لئے نہیں ہوسکتی جبکہ ماضی سے انشاء مراد ہو تاکہ نکاح کی شرط میں کہ ایجاب وقبول میں سے ایک کا صیغہ ماضی ہونا تام ہوجائے۔ (ت)

بحرالرائق میں زیرِ قولِ کنز : انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیک العین فی الحال (نکاح ، تزویج اور تملیک عین فی الحال کیلئے موضوع الفاظ سے منعقد ہوجاتا ہے۔ ت) فرمایا :

یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بها النکاح غیر الثلثة (وعد اشیاء کثیرة الی ان قال) ومنها بالسمع والطاعة لو قال زوجی نفسك مني فقالت بالسمع والطاعة فهو نکاح کما فی الخلاصة

مصنف پر اعتراض ہے کہ ان مذکورہ الفاظ ثلٰثہ کے علاوہ دیگر الفاظ سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے وہاں انہوں نے بہت سے امور ذکر کیے جن میں سے سمع وطاعت بھی ذکر کرکے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت کو کہا کہ تو اپنے نفس کو مجھے بیاہ دے تو عورت نے جواب میں "بالسمع والطاعۃ" کہہ دیا تو نکاح

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ٣/١٠٣

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٢٦٣

ومثلہ ما فی الذخیرۃ لو قال ثبت حقی فی منفعۃ بضعک بالف فقالت نعم صح النکاح اھ۔ الجواب ان العبرۃ فی العقود للمعنی فی حق النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح؎۔

ہو جائے گا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ان الفاظ سے وہ بھی ہے جو ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے عورت کو کہا کہ ہزار کے بدلے تجھ سے جماع کا حق میرے لئے ثابت ہے تو عورت نے جواب میں کہا کہ "ہاں" تو نکاح صحیح ہوگا اھ۔ تو جواب یہ ہے کہ عقود میں حتی کہ نکاح میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے جبکہ یہ مذکورہ الفاظ نکاح کا معنی ادا کر رہے ہیں۔ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸ ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہو گیا ہے یا زید علیحدہ ایک وقت میں اور ہندہ علیحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہو گیا ہے اور پھر خط کتابت میں ہندہ زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائے گا اور شرعاً کیا حکم دیا جائے گا؟

الجواب

تصادق مرد و زن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے، عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، عند الناس مثبت نکاح ہے۔ مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عند اللہ ہرگز نفع نہ دے گا وہ زانی و زانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولد الزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھ کو بعد تین چار ماہ کے طلاق دے دوں گا، آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اُس پر لازم نہیں۔ فان النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ بل ھی التی تبطل (شرائط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرائط خود باطل قرار پاتی ہیں۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

؎ بحر الرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۶

مسئلہ ۳۰: ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اُس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے، ۱۸۹۰ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور برضامندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کے حامد کی نسبت محمودہ سے ہوگئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہوگئی، لیکن اس تاریخ مقررہ پر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہوسکا، اس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہوگئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیحدہ ہُوا، اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے، حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں، محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے، جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہُوا تو اس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں دُوسرے امیر گھر جانا پسند کروں گی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جس سے نسبت ہُوئی اسی سے نکاح ہوجانا چاہئے، محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے، محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مالدار سے نکاح کردیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ نہ کی جائے، اس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اُس پر کیا جائے وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کرلے، مگر اس نکاح کا حال اُس کے والدین کو نہ معلوم ہو اور حامد کی نیت پر بھی شبہ ہو تو علمائے دین سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ بعض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھا دیں اور از رُوئے شریعت ایجاب و قبول کا اطمینان کرلیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں، فقط۔

الجواب

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ علانیہ کرے اس کے انعقاد و صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب، پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح ہوجانا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان۱؎۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوٰی ہے کہ فساد زمان کی وجہ سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ (ت)

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

مال میں کفاءت کو صرف اس قدر کفایت کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اس عورت غنیہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے، اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے، اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اس کے ادا پر قدرت بہرحال درکار ہے۔

فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب و العجم مالا بان یقدر علی المعجل و نفقۃ شھر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع[1]۔ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ مال کے اعتبار سے عرب و عجم میں کفو کا اعتبار یوں ہے کہ وہ مہر معجل دینے اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو جبکہ غیر کاروباری ہو ورنہ روزانہ کا خرچہ دینے پر قدرت رکھتا ہو بشرطیکہ بیوی جماع کی قدرت رکھتی ہو ملخصاً (ت)

پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہے اور مذہب و نسب و حرفت و روش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اس سے نکاح باعث عار پدر محمودہ ہو، جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے کہ باپ پہلے اُس سے نکاح پر راضی تھا اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں برتقدیر صدق مستفتی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے حامد و محمودہ کے ایجاب و قبول کرلینے سے جائز و صحیح ہوجائے گا، نفس نکاح میں نقصان نہ ہوگا، ہاں ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جدا امر ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: ضلع پشاور تحصیل صوابی ڈاکخانہ یار حسین موضع ترنڈ سید حمید شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطور مہمانداری کے آئیں ہوئی تھیں، عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی ہے جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کریں گے، زید کی والدہ نے اس کے جواب میں عمرو کو دعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا، بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے واسطے بھیجا، اور جس وقت عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا، اُس وقت زید کی والدہ اور زید کی ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی یہ تین عورتیں موجود تھیں، اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہ تھا، نہ اس ایجاب کا قبول صراحۃً ہوا نہ ذکر مہر ہوا اور نہ گواہ موجود تھے، پھر عمرو کے انتقال کے بعد عمرو کے لڑکے نے اُس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے لیکن عقد مع گواہ اور ذکر مہر کے ہوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہوا یا نہیں، اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے ہوچکا ہے، بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب

زید کا دعوٰی محض غلط ہے اس سے نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا،

وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاءها له قام مقام القبول لدلالة الرضا وان بعثه حلی للعروس کانه اجازة لعقد الفضولی فعلا فرض کل ذٰلك لاوجه للصحة فی الوجه المذکور لعدم شاهد من الذکور.

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ عمرو کا زید کی والدہ سے بات کرنا ایجاب ہے اور والدہ مذکورہ کا عمرو کو دعائیں دینا قبول کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ اظہار رضامندی ہے، اور پھر زید کا زیور بھیجنا زید کی طرف سے فضولی کے عقد کی اجازت ہے، بایں ہمہ مذکورہ صورت میں نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ اس عقد کا کوئی مرد گواہ نہیں ہے۔(ت)

درمختار میں ہے،

شرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین[1]

نکاح منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور حر مجلس میں حاضر ہوں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے،

فلا ینعقد بحضرة العبید والصبیان[2]

غلاموں اور بچوں کی موجودگی سے نکاح نہ ہوگا۔(ت)

خالد کا عقد صحیح ہوا،

لان الاقدام علیه فسخ للفاسدات، قلنا بالفرق بینه وبین الباطل فی النکاح کما هو قضیة فروع جمة.

اس لیے کہ اس کا یہ اقدام فاسد نکاح کے لیے فسخ قرار پایا ہے جب ہم نکاح میں فاسد و باطل کے فرق کا قول کریں جیسا کہ تمام فروع کا معاملہ ہے۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: مرسلہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از جیتور شریف ضلع گیا ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہوا اور وہ دونوں شخص چپ رہے، تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں، اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۹

لیکن ناکح نہیں جانتا ہے اور عورت نے وکیل بالنکاح کو وہ شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دی اور وکیل نے یوں کہا کہ فلاں عورت کو اس قدر مہر پر آپ کو دیا، نہ نکاح کا لفظ کہا ہو اور نہ زوجیت کا۔

الجواب

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور، نہ شاہدین کا وقت عقد کچھ بولنا ضرور، نہ خاص لفظ نکاح یا زوجیت ضرور، نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور، جبکہ تنہا اسی قدر سے اُس کی معرفت ہوجائے، شاہدین کا صرف لفظین ایجاب وقبول کو سننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اور لفظ نکاح و تزویج ہونا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کا فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین یعنی زوج و زوجہ کا تمیز ہوجانا خواہ بحضور و رؤیت واشارہ یا بالغیبت و تسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ ممیزات میں اسی قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ کسی مرد کو اتنے مہر پر عورت کا دیا جانا مفید معنی نکاح ہے تو صورت مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے نکاح درست ہوگیا والمسائل کلہا مصرحۃ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار (ان تمام مسائل کی تصریح درمختار اور دیگر معتمد کتب میں موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ سید ظہور احمد مذکور الصدر ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار، اور گھبراہٹ کی وجہ سے تین بار تین طرح کہا، کبھی یہ کہ قبول ہے، کبھی میں نے قبول کیا، کبھی چپ، ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں، اور بحضور شاہدین کے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں؟

الجواب

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے، اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں، ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد و انکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہوگیا کہ بعد تمامی عقد رد و انکار مانع انعقاد نہیں، اور پہلے لفظ "انکار" نکلا تو وہ ایجاب رد ہوگیا، اب جو اس کے بعد اس نے لفظ "قبول" کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا، اگر اسی مجلس میں اُدھر سے لفظ "قبول" متحقق ہوا منعقد ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائے گا، اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہ تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہوگا نکاح ہوجائے گا لان الفور غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق (کیونکہ فوراً قبول کرنا شرط نہیں اور مجلس جامع متفرقات ہے۔ ت) اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں، عقود میں ایجاب و قبول کچھ متعین نہیں، عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظ

عقد پہلے صادر ہوں گے اُن کا نام "ایجاب" رکھا جائے گا، اُن کے جواب میں دُوسرا جو کہے گا وہ "قبول" قرار پائے گا، مثلاً عورت نے مرد سے کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا" یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے۔ مرد نے اس کے جواب میں کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا" یہ قبول ہُوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲: از موضع سیتھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سید محمد ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیکم، استفتاء یہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد وہابی ہو تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور نکاح درست ہوگا یا نہیں اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں؟

الجواب

سید صاحب! وعلیکم السلام۔ وہابی غیر مقلد کی ضلالت جبکہ حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفۂ رشیدیہ پیدا ہوا، مقلد وہابیوں میں بھی کم، تفضیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگئی اُن میں غالباً کوئی نہ ہوگا جس پر بحکمِ فقہائے کرام لزوم کفر نہ ہو اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں فنسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ) جب تو نکاح میں اُن کا شاہد ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حدِ کفر پر ہو تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کرسکتے ہیں یعنی اس کی وکالت صحیح ہوجائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے، ہندیہ میں ہے:

تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع۱؎

مسلمان نے مرتد کو وکیل بنایا یا مسلمان کو وکیل بنایا وہ بعد میں مرتد ہوگیا تو یہ وکالت باقی رہے گی، مگر جب وہ دار الحرب بھاگ جائے تو وکالت ختم ہوجائے گی، بدائع میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

رہی شہادت، عوام میں وہ شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنہوں نے معاً ایجاب وقبول سُنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہوگیا لوجود الشہود وان کان من سموا شہودا مرتدین (گواہوں کی حاضری کی وجہ سے، اگرچہ انہوں نے مرتد گواہوں کو نامزد کیا ہو۔ ت) اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پُورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہُوا فاسد محض ہُوا لان من شرائط الصحۃ

۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۳

الشھود ولا شھادۃ لمرتد کما فی الدر المختار وغیرہ (کیونکہ صحت کے لیے گواہی شرط ہے اور مرتد شہادت دینے کا اہل نہیں ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵: عورت مرد اگر باہم ایجاب قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہوجائے گا؟

الجواب

بے حضور دو گواہ نکاح فاسد ہے، حدیث میں فرمایا:

البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ[1]۔ | زناکار ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶: مسئولہ محمد یوسف از جبل پور ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھادے تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہے یا حرام؟ اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ نکاح خواں شرعاً معتبر نہیں کوئی حیز ضعیف، مگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب وقبول کرادے گواہان کرادے اور شرائط صحت متحقق ہوں تو نہ ہونے کا، مشرکوں کی کتابیں ہیں جو ہیں ہمیشہ وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالٰی عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھاجائے گا تو کوئی کلمہ گو اسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا بخلاف ان کلمہ گویان کفر دوروں کے کہ عوام ان کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالانکہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ و تصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔

کما فصلت فی الکوکبۃ الشھابیۃ و فی النھی الاکید وغیرھما ولدی مزید۔ | جیسا کہ الکوکبۃ الشہابیہ اور النہی الاکید وغیرہ رسائل میں ہم نے تفصیل بیان کردی ہے اور میری نظر میں مزید امور بھی ہیں (ت)

اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اُسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے ان کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر ان کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم تعدد وقت ہوگا کما صرحوا بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح دار صادر بیروت ۷/ ۱۲۵

ف: یہ حدیث سنن کبرٰی سے ہے، اس میں الزوانی کے بجائے البغایا کا لفظ ہے۔ نذیر احمد

(جیسا کہ الشفاء اور الاشباہ وغیرہما میں تصریح کی گئی ہے۔ ت) ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا، لہٰذا احتیاط فرض ہے۔ اگر ایسا واقع ہوا یعنی اس کی گمراہیوں پر مطلع ہو کر پھر اسے معظم و متبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲: از سنگرامپور ڈاکخانہ بیلاوڈہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں، کمر سے لے کر سُرین تک جُڑی ہوئی ہیں، مبرز ایک ہے، اور باقی تمام اعضاء الگ الگ علیحدہ علیحدہ، وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کرسکتی ہیں، عمر ان کی بارہ سال ہے، یہ قصبہ سکندرآباد دکن کا ہے، میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد ۲۳ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۱۳ میں دیکھا ہے، لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں، ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے، درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے لیے ان کی صورت نکاح کیا ہے؟ اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور کہا جائے کہ دو سے کیا جائے تو بے حیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علیحدہ نہیں ہوسکتیں، حکم اس مسئلہ کا معقول مدلل ارقام فرمائیے اور روایت فقہاء بھی تحریر کیجئے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاہراً یہ اخباری گپ ہے۔ ایسے بچے اگر دو ایک پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے، اگر بارہ برس سے ایسا عجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو جب ہی سے تمام اخبار اس کے ذکر سے بھر جاتے، دیار و امصار میں شہرت ہوتی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد کسی اخبار پر چڑھا، اور بالفرض اگر یہ بھی ہو اور وہ دونوں مسلمان بھی ہوجائیں تو شریعت مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا، بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے، فرض کیجئے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہ المنظر کہ اسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام، اس کے لیے کیا صورت ہوگی، اسے شرع کیا حکم دے گی، ہاں اسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ[1]

جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے انہیں بے پرواہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲۴/ ۳۳

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔۱؎

اے گروہ نوجوانان! تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری کے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اُس پر روزے لازم ہیں کہ کسر شہوت فنا فی کر دیں گے۔

یہی حکم و علاج اس مجربِ خلقت کے لیے ہوگا، اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جبال عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسی درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی بیر آن برف باری نے وہاں سمندر کو فولاد کر رکھا ہے، نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے، نہ زمین ہوگیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر درجے سے آگے آبادی کا پتا نہیں، وہاں جبکہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں بلکہ قطب شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن کم چھ مہینے کی رات، اور قطب جنوبی میں بالعکس، اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اُس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے، بلکہ یہ خود دلیل تحکمی ہے، مولٰی لیجئے کہ نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں [illegible] جنوبی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجئے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع و غروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب تک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کرے گا اور جب تک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور و بطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں، تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں، تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے چلائے ان میں حساب انتظام اہلہ و شہور نا مقدور، اور اگر کسی صورت تقدیر و اندازہ لیجئے بھی جس طرح درباره ایام طوال و حالی نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۲؎ (تو تم میں سے جو ماہ رمضان کو پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ت) فرمایا اُسی نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۳؎ (جو روزہ کی استطاعت نہ رکھے تو مسکین کا کھانا فدیہ میں دے۔ت) ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا

۱؎ صحیح البخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۸
صحیح مسلم " " " " ۱/ ۴۴۹
۲؎ القرآن ۲/ ۱۸۵ ۳؎ القرآن ۲/ ۱۸۴

اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصولِ استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت و استغفار کریں، قرآن کریم فرماتا ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[١] خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٣٨: از نجیب آباد محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ٣ ذی القعدہ ١٣٢٦ھ

خطبہ نکاح کا کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر، اور کس طریقہ سے مسنون ہے۔

الجواب

اگرچہ خطبہ میں مطلقاً افضل قیام ہے کہ آواز بھی دور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں، ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ، وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے مگر خطبے بعد نماز بیٹھ کر بھی ثابت ہیں۔

ابن جریر عن سماک بن حرب قال سمعت معرورا او ابن معرور التمیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وصعد المنبر فقعد دون مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمقعدین فقال اوصیکم بتقوی اللہ واسمعوا واطیعوا لمن ولاہ اللہ تعالٰی امرکم۔[٢]

ابن جریر نے سماک بن حرب سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا: میں نے معرور یا ابن معرور تمیمی سے سنا انھوں نے کہا میں نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا جبکہ آپ منبر رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی نشستگاہ سے دو سیڑھیاں نیچے تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ تعالٰی سے تقوٰی کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے تمھارے امور کے بنائے ہوئے والی کی اطاعت و سمع اختیار کرو۔ (ت)

اور خطبہ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھ کر بھی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٣٩: از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ٢٢ محرم الحرام ١٣٢٨ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلٰی من لدیکم، کیا مسلک ہے آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے تزوجت اور ہندہ نے قبلت دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا اور دونوں ان لفاظ کے معنی نہیں سمجھے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے، آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا یا نہیں؟

[١] القرآن ٢/ ٢٨٦

[٢] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ٤٤٢١٠ خطبہ عمر رضی اللہ عنہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١٦/ ١٥٧

شرح وقایہ اور فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی ظہیریہ اور ردالمحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے بلکہ درمختار میں اس پر فتوٰی ہے، اور دلیل ان کی کل کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ مضمون لفظ کا علم اور اس کا سمجھنا اُن امور میں معتبر ہے جن میں نیت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد و ہزل برابر ہوں اُن میں معنی سمجھنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا نکاح محض بتلفظ نکحتُ و قبلتُ بلا فہم معنٰے منعقد ہو جائیگا جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فی ما یستوی فیہ الجد والھزل[1] انتہی۔

کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم کسی چیز کے قصد کے لیے ضروری ہوتا ہے اور جس میں قصد اور غیر قصد مساوی ہوں وہاں مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا۔ انتہی (ت)

میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں، عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر (ای العلم بمضمون اللفظ) فی ما یستوی فیہ الجد والھزل (لفظ کے مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا جہاں قصد اور غیر قصد (مذاق) برابر ہوں۔ ت) ہرگز قابل تسلیم نہیں، ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنے کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنے ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ و ارادہ غیر معنے حقیقی و مجازی کا نام ہزل ہے اور اس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الھزل ان یراد بالشیئ غیر ما وضع لہ بغیر مناسبۃ بینھما والجد ما یراد بہ ما وضع لہ او ما صلح لہ اللفظ مجازا اھ[2]

ہزل (مذاق) سے مراد یہ ہے کہ مناسبت کے بغیر مجازی معنی مراد لینا، جد (قصد) سے مراد یہ کہ حقیقی معنٰی یا ایسا مجازی معنٰی مراد لینا جس کے لیے لفظ صلاحیت رکھتا ہو اھ (ت)

نورالانوار میں ہے:

وشرط الھزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقدان قبل العقد انھما یھزلان فی العقد ولا یثبت ذٰلک بدلالۃ الحال[3]

مذاق کی شرط یہ ہے کہ زبانی طور پر صراحۃً عقد کرنے والے دونوں فریق، عقد سے قبل ذکر کریں کہ ہم مذاقاً عقد کریں گے، اور مذاق دلالتِ حال سے ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۱

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۴۲۷

[3] نورالانوار مبحث الامور المعترضۃ لاہلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۳-۳۰۲

اس صورت میں جبکہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع میں استعمال کئے جاتے ہیں تو ہزل کیسے ہو سکتا ہے، قطع نظر اس کے ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا لیکن اس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیسا کہ نور الانوار میں ہے:

وانه ینافی اختیار الحکم والرضاء به و لا ینافی الرضاء بالمباشرة[1] اھ

مذاق، حکم اور اس پر رضامندی کے منافی ہے لیکن کام کو سرانجام دینے کے لیے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور یہاں عاقدین جانتے ہی نہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنے ہیں تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوسری دلیل جو زید کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنے نہیں سمجھے لیکن ان کا جہل معتبر نہ ہوگا اور نکاح منعقد ہو جائے گا،

لان الدار دار الاسلام فلا یکون الجهل فی احکام الشرعیة عذرا۔

چونکہ یہ دار الاسلام ہے لہذا احکام شرعیہ سے جاہل ہونا کوئی عذر نہ بن سکے گا۔ (ت)

اس جگہ دعوٰی و دلیل میں صراحۃً تخلف ہے، دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں، یہ ضرور قابل تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو، احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں، عاقدین احکام نکاح کو زبان غیر عربی [illegible] جانتے ہیں، وہ زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں، جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جان کر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، لہذا جب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے، تو ان کے تلفظ سے نکاح نہیں ہو سکتا، فصول عمادی میں ہے:

انه لایصح عقد من العقود اذا لم یعلم معناه[2] اھ

جب گواہ حضرات کسی عقد کا معنی نہ سمجھیں تو عقد صحیح نہ ہوگا اھ (ت)

فتاوٰی عمادیہ میں بھی مثل اس کے لکھا ہے، شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا، فرمایا: نہ منعقد ہوگا،

لان المرأة فی هذه بمنزلة الطوطی والصبی الذی لایعقل۔

کیونکہ اس معاملے میں عورت طوطے اور ناسمجھ بچے کی طرح ہے۔ (ت)

---

[1] نور الانوار مبحث الامور المعترضۃ علی الاہلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۲

[2] فصول عمادی

صاحبِ فتاویٰ بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ در مختار کے فتوے کو رد المحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے، اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہہ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمایئے، اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمایئے کہ مجوزین کی دلیل بالکل شکست ہے یا نہیں؟ تیسری دلیل میں نے اُن لوگوں کی نہیں دیکھی، اگر آپ کی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمایئے، یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہوں گے، مگر خدا نے "وارث الانبیاء" آپ کو کیا ہے، سائل اور کس سے اپنے شبہہ رفع کرے۔ والسلام

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں، دلیل اولیٰ کی برأت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خاں نے فتاویٰ خانیہ، امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاویٰ ظہیریہ، امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر محقق زین نے بحر الرائق میں اُس پر تعویل کی، اُس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلۂ ہزل سے استدلال فرمایا ہے، تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقادِ نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنے معلوم نہیں اور ایسا ہو تو علم معنے شرط ہو، لیکن وہ شرط نہیں کہ اس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے، اور یہاں قصد [illegible] اور نکاح صحیح ہے، یہی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا،

وعقد اعقد النکاح بلفظ لا یفهمان کونه نکاحا هل ینعقد اختلف المشایخ فیه قال بعضهم ینعقد لان النکاح لا یشترط فیه القصد[1]

اگر مرد وعورت نے ایسے الفاظ سے نکاح منعقد کیا جن سے ان دونوں کو نکاح ہونے کا پتا نہ چل سکے، کیا اس صورت میں نکاح ہوجائے گا، اس بارے میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہوجائیگا کیونکہ نکاح میں قصد شرط نہیں ہے (ت)

رہی دوسری دلیل، اس پر اعتراض اشتباہِ معنی سے ناشی ہے۔ فقیر بعون القدیر اسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہوجائے **فاقول** وباللہ التوفیق یہاں دو چیزیں ہیں لفظ کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف منقسم، اور اس کا حکم کہ غرض غایت مقصود ثمرہ وغیرہا سے موسوم، ان دونوں پر لفظ کے معنے مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اولیٰ کے بعض

---

[1] التجنیس والمزید

اقسام میں وضع نوعی ہے۔ امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا:

الھزل اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وھو ضد الجد وھو ان یراد بالشیئ ما وضع لہ۔[1]

ہزل (مذاق) ایسے کھیل کا نام ہے جس میں کسی چیز سے ایسی مراد لی جائے جس کے لیے وہ چیز وضع نہ کی گئی ہو، یہ جد (قصد) کی ضد ہے اور جد کسی چیز سے اس کا موضوع لہ مراد لینا ہے۔ (ت)

امام جلیل عبدالعزیز بخاری اس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں:

لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لاغیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان اومجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا واریدبالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا فھو الھزل وتبین بما ذکرنا الفرق بین المجاز والھزل فان الموضوع العقلی للکلام وھو افادۃ المعنی فی المجاز مراد وان لم یکن الموضوع لہ اللغوی مرادا وفی الھزل کلاھما لیس بمراد وھو معنی مانقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل مالایراد بہ معنی۔[2]

یہاں وضع سے خاص وضع لغوی مراد نہیں بلکہ وضع عقلی وشرعی سب کو شامل ہے، کیونکہ عقلی طور پر کلام کی وضع اس لیے ہے کہ اپنے معنی کا افادہ کرے چاہے معنی حقیقی ہو یا مجازی ہو اور شرعی تصرف کی وضع اس کے حکم کے افادہ کے لیے ہے تو جب کلام سے اس کا عقلی معنی یعنی افادہ مقصود نہ ہو اور تصرف شرعی سے شرعی معنی یعنی حکم کا افادہ مراد نہ ہو تو اس کو ہزل کہتے ہیں۔ ہمارے بیان سے واضح ہوگیا کہ مجاز اور ہزل (مذاق) میں فرق ہے کہ مجاز میں عقلی وضع کے لحاظ سے معنی مراد لیا جاتا ہے اگرچہ لغوی معنی مراد نہیں ہوتا جبکہ مذاق میں دونوں معنوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہوتا، اور شیخ ابومنصور رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول کا یہی معنی ہے کہ مذاق وہ ہے جس سے کوئی معنی مراد نہ لیا جائے۔ (ت)

معنی یعنی اون کا علم اصلاً ضرور نہیں ولہذا اگر عورت نے زوجتُ نفسی منک بالف اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقدِ نکاح

---

[1] اصول البزدوی فصل الھزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی " دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۵۷

کے لیے کہے جاتے ہیں باتفاق علماء نکاح ہوگیا، خانیہ میں ہے:

رجل تزوج امرأة بلفظة العربية او بلفظ لايعرف معناه او زوجت المرأة نفسها بذلك ان علما ان هذا اللفظ ينعقد به النكاح يكون النكاح عند الكل۔[۱]

اگر کسی مرد نے عربی زبان یا کسی بھی زبان کا ایسا لفظ استعمال کرکے نکاح کیا اور یونہی عورت نے ایسا لفظ استعمال کیا کہ جس کا معنٰی معلوم نہ ہو تو اگر ان دونوں کو ان الفاظ سے نکاح کے انعقاد کا علم ہوگیا تو یہ نکاح سب کے ہاں درست ہے۔ (ت)

یونہی اگر نا آشنا یان عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع و شرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے لیے مقرر ہیں، بیع ہوجائے گی اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد حکم ان الفاظ کا تکلم دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے۔ ہدایہ میں ہے:

المعنی هو المعتبر فی هذه العقود ولهذا ينعقد بالتعاطی فی النفيس والخسيس هو الصحيح لتحقق المراضاة۔[۲]

ان عقود میں معنٰی کا اعتبار ہوتا ہے اور اسی لیے ہر چھوٹی موٹی چیز کے لین دین کرلے سے بیع منعقد ہوجاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رضامندی ہوجاتی ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنٰی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع مراد نہیں تو اس کا جہل مناط نزاع نہیں ہوسکتا، بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی ہونے سے تصویر فرمائی وہ بحسب عادات فقہاء ہے کہ مظنۂ غالبہ کو قائم مقام شیئ کرتے ہیں،

كما لا يخفی علی من مارس كلماتهم العلية وقد ذكرنا طرفا منها فی فتاوٰنا۔

جیسا کہ فقہاء کرام کے کلام کے فہم میں ماہر پر مخفی نہیں جس کا کچھ بیان ہم نے اپنے فتاوٰی میں کیا ہے۔ (ت)

غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا، ولہذا امام فقیہ النفس نے وان لم یعلما معنی اللفظ (اگرچہ دونوں نے لفظ کا معنٰی نہ سمجھا۔ ت) پر قناعت نہ کی کہ اول کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ افادہ مراد کے لیے ولم یعلما ان هذا اللفظ ينعقد به النكاح[۳] (اور دونوں نے

---

[۱] فتاوٰی قاضی خان | کتاب النکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۵۱
[۲] ہدایہ | کتاب البیوع | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۳/ ۲۳
[۳] فتاوٰی قاضی خان | کتاب النکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۵۱

یہ نہ سمجھے کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ت) بڑھایا، اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ لایفھمان کونہ نکاحا (ایسا لفظ جس سے دونوں نے نکاح ہونا نہ سمجھا۔ت) فرمایا، علامہ ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کردیا،

حیث قال قال فی الخانیۃ وان لم یعلما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل[1] الخ۔

جہاں انھوں نے کہا کہ خانیہ میں فرمایا کہ اگر دونوں نے اس لفظ سے نکاح ہونا نہ سمجھا تو یہ تمام مسائل ہیں الخ (ت)

اسی قدر نے دلیل دوم سے رفع اعتراض کردیا۔

ثم اقول پھر جس طرح علم معنی اوّل اصلاً ضرور نہیں یونہی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے قال تعالٰی لانذرکم بہ ومن بلغ[2] (تاکہ تمھیں ڈر سناؤں اور ان لوگوں کو جن کو یہ ڈر پہنچے۔ت) اگرچہ یہ بلوغ علم حکماً ہو جیسے دارالاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا میسر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے، ولہذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہوکر باقی رکھنا گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے یہی منشا ہے کہ نشہ کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور، اور نشہ اس کا مزیل مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور، اصول امام بزدوی میں ہے:

الجھل فی دار الحرب من مسلم لم یھاجر یکون عذرا فی الشرائع حتی لا تلزمہ لانہ غیر مقصر وکذلك الخطاب فی اول مانزل فی حق من لم یبلغہ کان معذورا فاما اذا انتشر الخطاب فی دار الاسلام فقد تم التبلیغ فمن جھل بعد فانما اتی من قبل تقصیرہ فلایعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتیمم وکان الماء موجودا فصلی لم یجزہ[3]۔

دارالحرب میں مسلمان جو کہ ہجرت کرکے دارالاسلام نہ آیا ہو اس کی شرعی مسائل میں جہالت عذر ہے کہ اس عذر کی بنا پر وہاں اس کے لیے لازم نہ ہوں گے کیونکہ یہ اس کی طرف سے کوتاہی نہیں ہے، یوں ہی جب پہلی خطاب نازل ہو اور دارالاسلام میں رہنے والے کو نہ پہنچا تو وہ بھی معذور قرار پائیگا لیکن وہ خطاب جب دارالاسلام میں پھیل جائے اور تبلیغ تام ہوجائے اس کے بعد جو جاہل رہے تو یہ اس کی کوتاہی شمار ہوگی تو وہ معذور نہ قرار پائے گا جیسا کہ کوئی شخص آبادی میں جہاں پانی موجود ہے تو پانی طلب یا تلاش کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھے تو نماز نہ ہوگی۔(ت)

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۵

[2] القرآن ۶/۱۹

[3] اصول البزدوی باب العوارض المکتسبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۵

یہی معنے ہیں اُس قول کے کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں، اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھ پر طلاق ہے عورت فوراً نکاح سے باہر ہوجائے گی اور بے حاجتِ عدّت اسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جانتا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ہر طلاق سے بائن ہوجاتی ہے اسے مفید نہ ہوگا۔ کسی ناخواندہ سندھی یا بنگالی کو اگر سکھا دے کہ اپنی عورت سے کہہ: ترا از زنی جستم (تجھ کو زوجیت سے نکال دیا۔ت) یا طلقتک فالحقی باھلک (میں نے تجھے طلاق دے دی تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ت)، اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عنداللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا، اور جہل باللسان تقصیر نہیں، فارسی سیکھنا اصلاً عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں، اسی سے امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناه او النسبة الی الغایة کما یفیده فروع۱؎ الخ

لفظ طلاق سے خطاب کرتے ہوئے اس کے معنی کا علم یا غرض کی طرف نسبت ہو جیسا کہ فروع نے افادہ کیا الخ (ت)

یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے، اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس کے جہل میں معذور ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ نہرالفائق میں ہے:

اراد به شرط للوقوع قضاءً و دیانةً فخرج مالا یقع به لا قضاءً ولا دیانةً کمن کرر مسائل الطلاق وما یقع به قضاءً فقط کمن سبق لسانه لانه لا یقع فیه دیانةً اھ۲؎ قلت فقوله قضاءً ودیانةً ای معًا ای هو شرط لان یقع دیانةً ایضا کما یقع قضاءً ولو بدونه فافهم۔

اس کی مراد یہ ہے کہ وہ قضاءً و دیانۃً وقوعِ طلاق کیلئے شرط ہے تو اس سے وہ صورت خارج ہے جس میں قضاءً و دیانۃً وقوع نہ ہو جیسے کوئی شخص مسائلِ طلاق کا تکرار کرے، اور وہ صورت بھی خارج ہے جس میں صرف قضاءً واقع ہو جیسے غلطی سے کہہ دیا ہو تو اس میں دیانۃً واقع نہ ہوگی اھ۔ قلت اُس کے قول "قضاءً و دیانۃً" کا مطلب یہ ہے کہ قضاءً و دیانۃً دونوں کی معیت یعنی یہ شرط دیانۃً وقوع کے لئے بھی ہے جس طرح قضاءً بغیر دیانۃً کے بے شرط ہے، اسے سمجھو۔ (ت)

البتہ قاضی دعوٰی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک وہ دلیل واضح سے اس کا عذر روشن ہوجائے۔

۱؎ فتح القدیر	باب ایقاع الطلاق	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/۳۵۱

۲؎ نہر الفائق

ولہذا درمختار میں فرمایا:

تلفظ به (ای بالطلاق) غیر عالم بمعناه او غافلا او ساهیا او بالفاظ مصحفة یقع قضاء فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه یقع قضاء و دیانة لان الشارع جعل هزله به جدا۔ فتح۔[1]

معنی معلوم نہ ہونے یا غفلت یا بھول کر، یا غلط لفظ کی صورت میں طلاق کا لفظ بولا تو صرف قضاءً طلاق ہوگی اس کے برخلاف جبکہ مذاق اور کھیل کے طور پر لفظ طلاق بولے تو قضاءً و دیانۃً دونوں طرح طلاق ہوجائیگی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق میں مذاق کو قصداً طلاق کا حکم دیا ہے، فتح۔ (ت)

اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں انعقاد مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے نہ مانا وہ حکم قضا ہے۔ لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمایا:

ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان هذا لفظ ینعقد به النکاح فهذه جملة مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق والبیع والتملیك فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکره فی عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذلك لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیه الجد والهزل بخلاف البیع و نحو ذلك۔[2]

اگر دونوں لفظ کا معنی نہیں جانتے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے تو طلاق، عتاق، تدبیر، نکاح، خلع، حقوق سے بری کرنا، بیع اور تملیک تمام مسائل ہیں ان میں سے طلاق، عتاق اور تدبیر (مدبر بنانا) حکم میں شامل ہیں، امام محمد نے اس حکم کو اصل کے باب عتاق کی بحث تدبیر میں ذکر کیا ہے اور جب طلاق و عتاق کا حکم معلوم ہوگیا تو نکاح کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم قصد و اختیار کے لیے معتبر ہوتا ہے تو جہاں قصد و مذاق کا حکم مساوی ہو وہاں یہ علم شرط نہیں ہوگا بخلاف بیع جیسے امور کے (وہاں علم مذکور شرط ہے)۔ (ت)

ہاں مشائخ اور جند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقاً عدم انعقاد اختیار فرمایا یعنی قضاءً بھی حکم نہ دیں گے۔ بحرالرائق میں ہے:

---

[1] درمختار — کتاب الطلاق — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۱۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۵۱

لو لقنت لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالم بمعناه وقع قضاء لا ديانة وقال مشايخ اوزجند لا يقع اصلا صيانة لاملاك الناس عن الضياع بالتلبيس كما في البدائع كذا في البزازية[1]

اگر بیوی نے خاوند کو طلاق کے لفظ کہلائے جبکہ خاوند کو اس کا معنی معلوم نہیں تھا تو یہ لفظ کہنے سے طلاق قضاءً واقع ہوگی دیانۃً نہیں ہوگی۔ مشائخ اوزجند نے فرمایا کہ اس صورت میں بالکل طلاق نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور یونہی بزازیہ میں ہے۔ (ت)

تاتارخانیہ پھر بحر میں ہے:

حكي عن القاضي الامام محمود الاوزجندي عمن لقنته امرأة طلاقا فطلقها وهو لا يعلم بذلك قال وقعت هذه المسألة باوزجند فشاورت اصحابي في ذلك واتفقت آراؤنا انه لا يفتى بوقوع الطلاق صيانة لاملاك الناس عن الابطال بنوع تلبيس ولو لقنها ان تخلع نفسها منه بمهرها ونفقة عدتها فاختلعت لا يصح وبه يفتى[2]

امام قاضی محمود اوزجندی کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اس صورت کے بارے میں کہ بیوی نے خاوند کو طلاق سکھائی جبکہ خاوند کو اس کا معنی معلوم نہ تھا، خاوند نے طلاق کہہ دی، فرمایا کہ یہ مسئلہ اوزجند میں پیش آیا تو میں نے اپنے اصحاب سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو سب کی متفقہ رائے یہ قرار پائی کہ اس صورت میں طلاق ہوجانے کا فتوٰی نہیں دیا جائیگا تاکہ دھوکے کے ذریعے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور اگر خاوند نے بیوی کو خلع بعوض مہر و نفقۂ عدت سکھایا، تو عورت نے خلع کے یہ الفاظ کہہ دئے تو خلع صحیح نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

لقنت المرأة بالعربية زوجت نفسي من فلان ولا تعرف ذلك وقال فلان قبلت والشهود يعلمون او لا يعلمون صح النكاح وقال في النصاب وعليه الفتوى وكذا الطلاق

کسی عورت کو عربی میں یہ کہلایا گیا زوجت نفسی من فلان (میں نے اپنے آپ کو فلاں شخص سے بیاہ دیا) جبکہ عورت کو اس عبارت کا معنی معلوم نہ تھا، اس کے بعد اس فلاں شخص نے جواب میں

---

[1] بحرالرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۸-۲۵۷

[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق کتاب الطلاق " " " ۳/ ۲۵۸

وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لا لانہ کالطوطی وسیأتی علیہ التعویل۔[1]

قبلت (میں نے قبول کیا) کہا تو نکاح صحیح ہوگا خواہ گواہوں کو عبارت کا معنٰی معلوم ہو یا نہ ہو۔ نصاب میں فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے اور مسئلہ طلاق کا بھی یہی حکم ہے، اور امام شمس الاسلام اوزجندی نے فرمایا، طلاق نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں مرد' طوطے کی مانند ہے۔ اور عنقریب آئے گا کہ اسی پر اعتماد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لقنہ الطلاق بالعربیۃ وھو لایعلم قال الفقیہ ابو اللیث لایقع دیانۃ وقال مشائخ اوزجند لایقع اصلا صیانۃ لاملاک الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لو لقنت الخلع وھی لاتعلم وقیل یصح والمختار ما ذکرناہ[2] ملتقطا۔

خاوند کو کسی نے عربی زبان میں طلاق سکھا دی جبکہ وہ اس کا معنٰی اور مقصد جانتا نہ تھا، اس کے طلاق کہنے پر فقیہ ابو اللیث کے قول کے مطابق دیانۃً طلاق نہ ہوگی، اور مشائخ اوزجند نے فرمایا طلاق بالکل نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے اموال کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور یونہی اگر عورت کو خلع سکھایا گیا اور اس کو معلوم نہیں کہ معنی کیا ہے، تو بعض نے کہا کہ خلع صحیح ہوگا جبکہ مختار وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

دوم نکاح میں گواہوں کا سمجھنا۔ صحیح میں تحقیق و توضیح یہ ہے کہ جیسے ولی کا سمجھنا ضرور نہیں بعینہٖ دوم کا سمجھنا دیانۃً وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اس زبان سے آگاہ ہوں۔ درمختار میں ہے:

شرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب، بحر۔[3]

نکاح سمجھنے والے دو گواہوں کی حاضری شرط ہے، یہ مذہب ہے، بحر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لو عقدا بحضرۃ ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجز

بحر میں ہے کہ تبیین میں اس پر جزم کیا گیا ہے کہ اگر دو ہندی گواہوں کی حاضری میں عربی میں نکاح فریقین نے کیا جن کا کلام وہ دو نہ سمجھ سکے تو نکاح جائز نہ ہوگا۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۹

[2] " " مسائل الایقاع بلا قصد الخ " " " ۴/ ۶۹

[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

وصححه فی الجوهرة وقال فی الظهیریة والظاهر انه یشترط فهم انه نکاح واختاره فی الخانیة فکان هو المذهب لکن فی الخلاصة لو یحسنان العربیة فعقدا بها والشهود لایعرفونها الاصح انه ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فهم انه عقد نکاح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فهم معانی الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد نکاح[1] اھ۔

جوہرہ میں اس حکم کو صحیح کہا ہے، اور ظہیریہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح ہونا گواہوں کو سمجھنا شرط ہے، اور خانیہ میں اس کو مختار کہا تو یہی مذہب ہے، لیکن خلاصہ میں ہے کہ اگر نکاح کے فریقین عربی اچھی طرح جانتے ہیں اور انہوں نے نکاح عربی میں کیا جس کو گواہوں نے نہ سمجھا تو اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائے گا، اور علامہ رحمتی نے دونوں اقوال میں یوں موافقت کی کہ جہاں گواہوں کے فہم کو شرط کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نکاح ہونے کو سمجھ لیں اور جہاں فہم کو شرط قرار نہیں دیا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ قبول و ایجاب کے الفاظ کے معانی سمجھنا شرط نہیں جبکہ نکاح ہونے کا فہم حاصل ہوچکا ہو اھ

قلت قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اراه لاشك انه حسن جدا اوفق وجیز الامام الکردری تزوجها بالعربیة وهما یعقلان لا الشهود قال فی المحیط الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجها بحضرة هندیین ولم یمکنهما ان یعبرا لم یجز فهذا نص علی انه لایجوز فی الاول ایضا[2] اھ۔

قلت اس بندہ ضعیف پر واضح ہوا کہ یہ تطبیق بہت اچھی ہے جبکہ ابھی میں نے یہ نہیں دیکھا تھا اور وجیز کردری میں ہے کہ مرد و عورت نے عربی میں نکاح کیا، وہ دونوں عربی جانتے تھے اور گواہ نہ جانتے تھے، محیط میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ فریقین نے عربی میں دو ہندی حضرات کی حاضری میں نکاح کیا جبکہ یہ حضرات اس کی تعبیر پر قدرت نہیں رکھتے تو نکاح جائز نہ ہوگا، امام محمد سے مروی یہ اس بات پر نص ہے کہ عقد نکاح ہونا سمجھنے سے بھی نکاح نہ ہوگا اھ

---

[1] رد المحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۸

اقول۲۳ و قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنھم ان یعبروا اشارۃ الی ما ذکرنا اذ لاحاجۃ الا الی التعبیر الذی یطلب من الشھود عند اداء الشھادۃ ولیس علیھم ان یعینوا الالفاظ التی تلفظا بھا ولا ان یعبروھا بمرادفاتھا او ترجمتھا بل لو شھدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فھذا ھو التعبیر المحتاج الیہ ویکفی لہ ان یفھما انہ عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا لفظا وایضا اشتراط ھذا ھو المحقق للمقصد الذی شرع لہ الشرع شرط الشھود فی ھذا العقد متمیزا عن سائر العقود فی سبق لقاء المقصود واشتراط فھم الالفاظ زیادۃ مستغنی عنھا فلیس علیہ التعویل وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق ثم لم یظھر لی معنی قول البزازی فی الاول ایضا فما ھو الا الاول۔

اقول امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کہ "گواہ تعبیر نہ کرسکیں" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کی، کیونکہ گواہوں کو تعبیر کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب ان سے گواہی ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے، تو اس وقت گواہوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نکاح کے فریقین کے الفاظ کو دہرائیں یا ان کے الفاظ کے مترادف الفاظ یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں بلکہ اگر اتنا ہی بیان کردیں کہ فلاں مرد کا فلاں عورت سے نکاح ہوا ہے تو کافی ہے، بس یہی وہ تعبیر ہے جس کی ضرورت ہے اور اس کے لیے گواہوں کا مجلس میں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ نکاح ہو رہا ہے اگرچہ وہ الفاظ کی تفسیر و معانی نہ سمجھ پائیں، نیز یہ کہ شریعت نے خاص اس عقد نکاح کے لیے گواہوں کی حاضری کا جو مقصد متعین کیا ہے اس کے لیے یہ شرط ثبت ہے، لہذا اتنی شرط کو معتبر نہ سمجھنا شرعی مقصد سے بے اعتنائی ہوگی اور گواہوں کے لیے نکاح کے الفاظ کے معانی کو جاننے کی شرط لگانا غیر ضروری زیادتی ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے جبکہ اسی سے تطبیق ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ پھر مجھے بزازیہ کے پہلے قول کا مفہوم بھی نہیں ملا، تو معلوم ہوا کہ ان کا بیان کردہ وہ پہلا قول ہی ہے۔ (ت)

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقاً نہ ہوا اگرچہ زن و مرد خوب سمجھے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں، اور اگر دو گواہ اس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہوجاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہوجائے گا اگرچہ اُس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں۔ اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ

الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں، اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اُس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عنداللہ نکاح نہ ہوگا۔ رہا قاضی، اُسے نظر کامل چاہیے، اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلانِ نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا۔

هذا ما عندی وارجوان یکون هو الفقه المتین والقول الجامع الناصع المبین | میرے ہاں فہم یہ ہے اور امید ہے کہ یہی مضبوط فہم ہے اور یہی جامع واضح اور خالص قول ہے (ت)

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ت) رہی آیہ کریمہ:

والزانیة لاینکحها الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[2] | زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرے اور مومنین پر یہ حرام ہے (ت)

اس کا حکم منسوخ ہے قاله سعید بن المسیب وجماعة (یہ سعید بن مسیب اور ایک جماعت کا قول ہے۔ت) یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قاله حبر الامة عبداللہ بن عباس وسعید بن جبیر ومجاهد والضحاک وعکرمة وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ویزید بن هارون[3] (جیسا کہ امت کے ماہر عالم عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور مجاہد، ضحاک، عکرمہ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ت) والتفصیل فی فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے، اور ولی کس کو بنانا چاہیے؟ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں اور اُن کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

لڑکی بالغہ ہے تو اس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہیے اگرچہ بواسطہ وکیل۔ اور نابالغہ ہے تو

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۲۴/۳

[3] الدر المنثور سورۃ النور آیۃ اللہ العظمٰی المرعشی النجفی قم ایران ۵/۱۹

اُس کے ولی کا کوئی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کیے ہیں سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، وعلیٰ ہذا القیاس دادا پر دادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہوگا وہی ولی ہے اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے، اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض، پھر ذوی الارحام، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔ نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب وقبول ہیں جن سے عقد کیا جائے نہ وہ، مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلاں ابن فلاں کو دادا تک نام لے اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہو جائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کرکے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا مرد کہے میں نے قبول کیا اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد ان دونوں کی گفتگو کو معاً سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، بس اسی قدر ضروری ہے اس کے سوا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پرنور کا دربارہ متعہ کیا [illegible] تک پھر حرام کردیا گیا، آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوال صحابہ سے؟

الجواب

مُتعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ہم لفروجہم حٰفظون، الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین، فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ہم العادون[1] واللہ تعالیٰ اعلم

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ماسوا سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ملامت سے محفوظ ہیں اور جو لوگ غیر کے متلاشی ہیں وہ حد سے متجاوز ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۲۳/ ۵-۶-۷

مسئلہ ۴۲: از موضع سیوندی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہوچکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشناسے ہوجائے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں، اور زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تونے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگتا ہے کیونکہ ہم شریف ہیں، اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرسکتے ہیں۔ یہ نکاح ٹھیک نہیں۔ اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے۔ آیا سنت میں داخل ہے یا خلاف سنت، اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں رہا یا نہیں، اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کیے جائیں، اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور بُرا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں، فقط۔ جناب اعلٰی حضرت قبلہ کے مع آیت وحدیث، مُہر ودستخط کے امیدوار ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح سنت ہے مگر [illegible] سے نکاح سنت نہیں، بلکہ اس کے جائز ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے، ناجائز ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا[1] (خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳: از چوہڑ کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ،

(۱) اگر زنے بیوہ شود دوم بار نکاح کردن لازم است یا نخواہد کہ من نکاح نمی کنم کرسے گیرید کہ بنشینم روا ست یا نہ، خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود، ہرچہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند۔

(۲) چوں پدر در زندگی خود دختر ابکرِ خود کے درعقد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے جبکہ وہ کہتی ہے میں نکاح نہیں کروں گی اور بغیر نکاح بیٹھوں گی، جوان، درمیانہ عمر یا عمر رسیدہ ہو، کیا اس کو بغیر دوسرے نکاح کے بیٹھنا جائز ہے جو شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔

(۲) باپ نے بیٹی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور خاوند

---

[1] صحیح بخاری باب ماکان النبی یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

نکاح آوردہ کہ صغیرہ ست در خانہ خود دختر نشستہ است محض ایجاب و قبول کردہ پدرش بمرد دختر دو سہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است و کودک تا حال خوردہ، آیا شرعاً اکنون بر برادران گناہ ست یا نہ یا حوالہ آں خورد بکنند، ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد و چہ گناہ؟

بچہ ہے اس لیے باپ نے بیٹی کو اپنے گھر پر رکھا اور رخصتی نہ دی، باپ کے فوت ہونے پر بیٹی دو تین سال سے بالغ ہے اور لڑکا تا حال نابالغ ہے تو کیا اب لڑکی کے بھائیوں پر کوئی گناہ ہوگا اگر وہ نابالغ کے حوالے نہ کریں یا گناہ نہ ہوگا، اور باپ مرحوم کے بارے میں بھی بتایا جائے کہ اس کا فعل درست تھا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا گناہ ہے؟ (ت)

الجواب

(۱) پیرزن را خود جبر بر نکاح نتواں کرد و جوان نیز اگر بر نفس خود اطمینان دارد و اتباع رسم باطل ہنود نمی کنند از قید نکاح دیگر آزاد و مختار است [illegible] کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا و بینتہ فی اطائب التہانی [illegible] آرے اگر بر خود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱) عورت بوڑھی ہو تو اسے نکاح پر مجبور نہ کیا جائے، اور اگر جوان ہے تو بھی اس پر جبر نہیں بشرطیکہ وہ اپنے نفس کو محفوظ رکھنے میں مطمئن ہو، اور ہندوؤں کی غلط رسم کی پیروی میں نکاح سے انکار نہ کرتی ہو تو اس کو دوسرے نکاح کی قید سے آزاد رہنے کا حق ہے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا والی حدیث اس پر دال ہے، اور اس کو ہم نے اطائب التہانی میں بیان کیا ہے، ہاں اگر جوان عورت کو اپنے نفس کے بارے میں اطمینان نہ ہو تو پھر اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) تا صغیرہ را نکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گر با غیر کفو و بغبن فاحش در مہر باشد، صبی اگر مراہق شدہ زنش را مے خواہد بدو سپردن لازم ست، واللہ تعالٰی اعلم

نابالغہ کا نکاح جو والد نے کیا ہے وہ لازم ہے کفو میں ہو یا غیر کفو میں، پورے مہر سے ہو یا بہت کم مہر پر، لڑکا اگر قریب البلوغ ہو اور وہ بیوی کی رخصتی کا مطالبہ کرے تو رخصتی ضروری ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵: از مقام گلاے گھاٹ ڈاکخانہ بلدی ضلع جلپیا مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اُس کے ساتھ اُس کا ایک لڑکا چار یا پانچ برس کا ہے، اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ

مہینے سے تھی جب وہاں آئی تو ادھر ادھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتا نہیں لگا کہ عورت کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مرگیا ہے 15
یا زندہ ہے اور لاپتا ہوگیا یا طلاق دے دیا، اب اس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے، بعض 15
یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا، اب اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح نہیں ہوسکتا،

فان المانع معلوم والمزیل مجھول وما ثبت بیقین لایزول الابیقین مثلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس سے نکاح میں مانع (شادی شدہ) ہونا معلوم ہے اور مانع کو ختم کرنے والا (خاوند کا فوت ہونا یا طلاق دینا) معلوم نہیں ہے تو یقینی امر کا زوال بھی اس جیسے یقینی امر سے ہی ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ملیح آباد ضلع لکھنؤ مسئولہ محمد یوسف خاں صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اُس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد متعہ کیا، اب ایسا شخص مذہب سنی کے اندر داخل رہا یا نہیں؟ اور سنی حنفی لوگوں کو نماز میں اس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا یہ فعل شرعاً کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی حالت میں اس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے افعال واقوال معتبر ہوں گے یا نہیں؟ اور حنفی سنی لوگ بعد اُس کے مرنے کے اُس شخص کی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ پڑھنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب

متعہ بنص قرآن عظیم واجماع ائمہ اہلسنت بلاشبہہ باطل وحرام قطعی ہے،

قال تعالٰی: فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص (بیویوں اور لونڈی ملوکہ) کے علاوہ غیر کی خواہش کرتا ہے وہ حد سے متجاوز ہے۔ (ت)

شخص مذکور اس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اُس کی امامت ممنوع اور اس کے پیچھے

---

[1] القرآن ۲۳/۶

نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[1]

اگر فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے (ت)

غنیہ میں ہے:

بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا ھو الغالب بالنظر الی فسقہ[2]

اس بنا پر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت، کراہت تحریمی ہے، کیونکہ وہ دینی امور سے بے اعتنائی کرتا ہے تو کیا بعید ہے کہ وہ نماز کی بعض شرطوں میں خلل اور ان کے منافی عمل نماز میں کر دے اس کے ظاہر حال سے یہی غالب گمان ہوتا ہے (ت)

دو جب ایک بدبودار چرچرے کے لیے اس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور حیا کے آنا کہ کچہری میں اس کا خود اعلان کیا تو اُس کے قول فعل کا کیا اعتبار رہا، بلکہ معاذ اللہ مرتے وقت اس کے سلب ایمان کا خوف ہے۔ تاتارخانیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذھبہ، فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحطاط ونحو ذلک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ھذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ ان یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھو حق عندہ وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ[3]

ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقلد تھا اس نے (شافعی مسلک) ایک محدث کی لڑکی کی منگنی چاہی تو محدث صاحب نے حنفی مسلک چھوڑنے اور رفع یدین اور قرأت خلف الامام کرنے کی شرط پر رشتہ دیا جو اس نے قبول کر لیا اور محدث صاحب نے نکاح کر دیا۔ یہ واقعہ شیخ ابوبکر جوزجانی کے زمانے کا ہے، جب آپ سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے سوچ بچار کے بعد فرمایا، نکاح تو جائز ہے لیکن اس شخص کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے کہ نزع کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے کیونکہ اس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی توہین کی ہے اور اسے بدبودار مردار

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحوالہ فتاوٰی حجہ فصل فی الامامۃ مجتبائی دہلی ص ۵۰۹

[2] " " " " ص ۵۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب اذا ارتحل الی غیر مذہبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۱۹۰

۱ کی خاطر چھوڑ دیا۔ (ت)

بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ جس سے کیا وہ رافضیہ ہو اور رافضیہ حال سے نکاح بھی باطل ہے تو کہ متعہ، تو یہ حرام در حرام ہوا۔ ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے: الحکام ہم احکام المرتدین (ان سے متعلق مرتدین کے احکام ہیں۔ ت) بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستوجب ہے مگر ارتکاب حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اس کی بیعت فسخ ہو جاتی یا اس کے مرنے پر مسلمان اس کی تجہیز و تکفین و نماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بسبب کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا اگر اسے حرام جان کر کیا ہو، ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہو گیا ولا یخرجہ عن الاسلام لمالہم فیہا من الشبہۃ (شبہہ والی بات سے خارج از اسلام نہ ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از موضع ندوا ٹھوا ڈاکخانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل محمد میاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص ساکن امر ڈوبھا کے حوالے کر دی چونکہ اس لڑکی کا باپ مدت سے انتقال کر گیا اور لڑکی کا چچا اس کا مربی تھا وہ لڑکی جس شخص کے حوالے کر دی اس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جا کر اس لڑکی سے نکاح کر لو، جمعہ کے روز روبرو گواہان معتبران کے نکاح کر دیا گیا، بعد [illegible] انہوں نے جھگڑا ڈال کر کے ایک مولوی بلایا، مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے اس واسطے ہم لوگ یہ طریقہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ سچ ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے برائے مہربانی یہ مسئلہ لکھ کر کے روانہ فرما دیں۔

الجواب

اس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے۔ نکاح ہر وقت جائز ہے، ہاں اگر اذان جمعہ ہو گئی تو اس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے۔

قال تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔[۲] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اس کی اذان ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (ت)

۱؎ حدیقہ ندیہ مطلب الاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵
۲؎ القرآن ۶۲/۹

پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کریگا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہوجائے گا کما فی الھدایۃ فی البیع ان الکراھۃ للمجاورۃ؎۱ (جیسا کہ ہدایہ میں بیع کے بارے میں ہے کہ کراہت مجاورۃ یعنی ترک سعی کی وجہ سے ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک و منیجر پریس اعلان الحق ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصوصاً یہ کہہ دیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص با عصمت و عفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے؟ اور وہ جدی ورثہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ کیا ایسی اولاد کی شرافت و نجابت میں کوئی شک و شبہہ ہے؟ خواص و کنیزک میں کیا فرق ہے اور ان کی تعریف کیا ہے؟

الجواب

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اس کی کنیز ہے، پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا، اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن؎۲ (اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا خرچہ ہے۔ ت)

ہاں ہندوستان میں دربارۂ کفاءت اُسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اُس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہ ہو، بہر حال مولا کے جو اولاد اُس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از دہلی پہاڑ گنج مسجد عزیب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کے واحقین نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لے کر اس عورت کو نکاح کرنے دیا روپیہ کی تعداد دو سو سے تین سو تک لیتے ہیں، اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچای کی رسم ہے۔ اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں

؎۱ ہدایہ کتاب البیوع فصل فیما یکرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۶۰

؎۲ القرآن ۲/۲۳۳

بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائیں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کرے گی، اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف، فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

الجواب

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا دینا لینا دونوں حرام، اور ان کے کھانے والے حرام خور۔ پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادر زادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمۃ

۶ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید سے قرار پایا تھا، حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت واذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسہ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار فرد وکیل کو دیا، چنانچہ قاضی نے باجازت فرد وکیل بر تعداد مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھایا، آیا شرعاً نکاح مسماۃ مذکورہ کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء عرف رضیہ بیگم بنت زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا، سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے، اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ نکاح کہ مروج اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں۔ شہادت کہ ان گواہوں نے دی باطل گئی نہ اس کا کچھ اعتبار ہے، قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہوگئی نکاح فضولی منعقد ہوگیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو حلف بنتان کبری عائشۃ وصغری فاطمۃ اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمۃ

ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں ایک بڑی جس کا نام عائشہ اور دوسری چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے، اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہوگیا۔ اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے

لایعقد علی احدٰیہما کذا فی الظہیریۃ[1]

یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح دیا، تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا۔ ظہیریہ میں ایسے ہے (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

لایعقد علی احدٰیہما لانہ لیس لہا ابنۃ کبرٰی بہذا الاسم[2] اھ ونحوہ فی الفتح[3] عن الخانیۃ ولاتسمع النیۃ ھٰہنا ولامعرفۃ الشہود بعد صرف اللفظ عن المراد۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا کیونکہ اس کی کوئی بڑی بیٹی اس نام کی نہیں ہے اھ اور فتح میں خانیہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہاں نیت اور گواہوں کا فہم کارآمد نہ ہوگا جبکہ اس نے مراد کے خلاف صریح لفظ استعمال کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از شہر میرٹھ اندرکوٹ مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اہلِ تسنّن واہلِ تشیّع میں باہم عقد ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی اہلسنت وجماعت کی تو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہلسنت کے عقائد کے موافق صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کچھ عرصے کے بعد لڑکا اہلِ تشیّع ہوجائے تو نکاح رہے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) عوام اُن تبرّائی روافض کو اہلِ تشیّع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی و باطل محض، اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سُنّی اور عورت اُن میں کی ہو، نہ کہ عکس کہ وہ شدید غضب اللہ کا موجب ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) اگر وقتِ نکاح سُنّی تھے پھر مرد معاذ اللہ اُن میں کا ہوگیا تو نکاح فوراً فسخ ہوگیا خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار کرلیا ہو یا نہیں،

لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولانکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ[4]

کیونکہ خاوند کے ارتداد سے فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے بالاجماع، اور مرتد کا کسی سے بھی حتی کہ اس جیسی

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۰
[2] ولوالجیہ
[3] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۰۳
[4] فتاوی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

کما فی الدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرہما۔ مرتدہ سے بھی نکاح جائز نہیں، جیسا کہ درمختار اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہما میں ہے۔ (ت)

اگر عورت مشتہیہ رہی اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، اگر شوہر اسلام لے بھی آئے اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان المنفسخ لایعود (کیونکہ فسخ شدہ نکاح بحال نہیں ہوسکتا۔ ت) اگر عورت معاذاللہ ان میں کی ہوگئی اور مرد سُنّی رہا تو نکاح تو فسخ ہوا علی روایۃ النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاوٰنا (نوادر کی روایت کے مطابق اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے کہ اس زمانہ میں فتوٰی یہی ہے۔ ت) مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد (کیونکہ مرتدہ عورت اس قابل نہیں رہی کہ کوئی بھی اس سے وطی کرے خواہ مسلمان مرد ہو یا کافر یا کوئی بھی ہو۔ ت) ان مسائل کی تحقیق رسالہ ردالرفضہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳: از کلکتہ مرسلہ عبدالرشید صاحب سوداگر سب ایجنٹ برہما آئل کمپنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچے ہوں اور وہ شخص معاش [illegible] سے نہایت کافی ہو، مردوں میں کسی قسم کا نقص نہ ہو، عورت بوقت نکاح بالغ ہو، مہر ایک ہزار روپیہ ہو، نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کا عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں، شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات میں کئی کئی یوم قیام کیا، کیا عورت منکوحہ کو تنسیخ نکاح کا دعوٰی کرنے کا حق ہے؟ بیان منکوحہ حسب ذیل ہے: میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی، میں آغوش مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی، میری والدہ نے اس شخص کے ساتھ عقد کردیا، شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میری بیوی ہے نہ بچے، میری والدہ کے انتقال کو دو ماہ کا عرصہ ہوا، میں والدہ کی وجہ سے مجبور رہی تھی اب میں خودمختار ہوں۔ بیان شوہر: میں نے بیوی بچے ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں، اس کا علم منکوحہ اور اُن کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں، ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا حکم شرعاً شریف ہے؟

الجواب

عورت کے عذرات باطل ہیں، برسوں سکوت ومعاملہ زناشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے، ماں کی زندگی کیا باعث مجبوری تھی، نہ بی بی بچوں کا عذر قابل سماعت، نہ مجبوری مانع جواز نکاح، اُس پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے، اس شیطانی خیال سے باز آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴ از شہر بریلی محلہ کٹرا گلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ٢ ذی الحجہ ١٣٣٦ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھا دیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں، اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہیے انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہی قاعدہ ہے۔

الجواب

بالغہ کا عقد کہ بے اس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر جائز کردے جائز ہوجاتا ہے، رد کرے باطل ہوجاتا ہے، رخصت ہوکر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد (جبکہ پہلے بالغہ کی طرف سے اس کو رد نہ کیا گیا ہو۔ ت) خصوصاً یہاں تو حمل موجود ہے لہذا عقد نافذ ہوچکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵ از ریاست رامپور محلہ [illegible] صاحب عرف چندا میاں ١٤ ذی الحجہ ١٣٣٦ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خولہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لے کر ادائے شہادت کی اس سے عورت مذکورہ کی تعریف و تعیین کما حقہ نزد جلسہ ہوگئی اور کوئی شبہہ و اشتراک نزد زید و قرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب و قبول ہوکر نکاح ہوگیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے اب والدہ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسہ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اس کا نام کلثوم ہے، چنانچہ مہر میں اس کا نام کلثوم کندہ ہے حالانکہ سوائے مہر کے ہر جگہ اس کا نام ہندہ ہے حتی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اس کی وصول یابی کی رسیدوں میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹی چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں ان میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست باستحقاق وراثت دی گئی ہیں ان میں بھی یہی نام ہے غرضکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں، ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دے کر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائے گا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں

میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور ہے اس لیے اس سے کافی طریق سے تعریف وتعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح ہوگئی تھی۔ اس بنا پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا۔ امید کہ جواب صاف صاف صراحت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اُس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ کی مثل مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلم نے اسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اس کے وہی نام اور ہی ہونا کچھ مضر نہیں ان المقصود التعریف لاتکثیر الحروف (کیونکہ مقصود پہچان ہے الفاظ کی کثرت مقصد نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲: از پچھم گاؤں ضلع پیر انشکال مرسلہ سید عبدالغفور صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معتمد معتبر ایک گواہ مذکر سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح ایک گواہ سے نہیں ہوسکتا جب تک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از کرپال نگر [illegible] مسئولہ [illegible] صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمر کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو اسی وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں، اُن لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل، نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کردی، بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا لیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت وصحبت بلا جبر واکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا اب نافذ ہوگیا، اور اگر خلوت نہ کرنے دی یا وہ بھی بالجبر ہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۱۲ شعبان ۱۳۳۰ھ

علمائے دین ونائب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وقت نکاح کے وکیل کس کو

کا ہونا چاہیے؟ اور شاہد کس طرف کے ہوں؟ اور ایک دینار شرعی سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور مہر کے درجوں پر منقسم ہے اور تعداد کیا ہے؟

الجواب

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں، اور دونوں طرف سے ہو سکتے ہیں، خواہ ایک طرف سے ہو، جدھر سے چاہیں۔ اور شاہد وہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب و قبول معاً سنیں اور نکاح ہونا سمجھیں، وہ کسی کی طرف کے نہیں ہوتے، یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں بے اصل ہے جتنے حاضرین جلسہ اُس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انہیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے۔ دس ارشرعی دس درم تھے کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا، غالباً نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں۔ مہر کا اقل درجہ وہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا بندھے اور مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی۔ اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ومنہن جمیعا میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے، یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دو سو روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ از فتحپور محلہ قصیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وہ زید کے پاس بلا نکاح مدت تک رہی، زید نے بلا علم و اطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کر دیا، اس کے بعد ہندہ کی ماں ویں لینے کی غرض سے آئی تو اُس وقت زید نے ہندہ سے کہا تو نہیں جا سکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہو گیا، تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیور اور کپڑا ہم کو دے دے تو مجھ سے حیلہ کر رہی ہے تیرا نکاح ہو گیا ہے۔ اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیور اور کپڑا نہ دوں گی اگر تو کہتی ہو کہ نکاح ہو گیا، تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اگرچہ واقعی نکاح نہیں ہوا اُس کے کچھ عرصہ بعد ہندہ زید کے پاس سے دار ہو گئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگالے جانے کا دعویٰ کیا خارج ہو گیا، اس کے بعد طلب زوجہ کا دارالقضاء میں دعویٰ کیا، قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت و تردید کے دعویٰ ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا عرصہ ہوا تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کر رہی ہے۔

الجواب

زید کا بے اطلاع ہندہ سیاہہ میں اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرا دینا نکاح نہیں، نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر نہ کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا کسی طرح حد نکاح میں آ سکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی، رہی دار القضا کی ڈگری، اس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور، دعوی کہ اس میں ہوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، حکم کس نے دیا، اور وہ قاضی عند الشرع تھا یا نہیں، اگر ان میں ایک بات بھی گم ہے ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کا اس پر کوئی دعوی نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدر آباد دکن کا ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق، خلع، نکاح، ترکہ، مہر، طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنھوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش رشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور گواہان جیسے فی زمانہ حالت ہے اور ناکح صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ وہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فیصل قضا پر مقرر ہے، اگر اس کے یہاں دعوی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی،

كما في الهداية وتنوير الابصار[1] وغيرهما من معتمدات الاسفار ورجحه المحقق على الاطلاق في فتح القدير[2] وقد قال امير المؤمنين علي كرم الله تعالى وجهه الكريم شاهداك زوجاك[3]۔ والله تعالى اعلم۔

جیسا کہ ہدایہ، تنویر الابصار وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے اور فتح میں محقق علی الاطلاق نے اسی کو ترجیح دی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجھے تیرے گواہوں نے بیاہ دیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۲ شوال ۱۳۳۹ھ

مسئلہ از ریاست جاورہ، لال احاطہ مسئولہ ممتاز علی خان اہل کار حساب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی بیع ولدیت ربیبہ ہے مگر وقت نکاح بکر قائم کرکے

۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۹

۲؎ فتح القدیر باب المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۵۶

ایجاب وقبول ہُوا ہے تو ایسا نکاح درست ہُوا یا نہیں؟ نیز اس کا اصلی باپ یعنی زید زندہ موجود ہے، بوقت نکاح نہ اس سے اجازت لی گئی نہ اُسے اطلاع دی، صورت مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہُوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کرسکتی ہے، ایام عدت کی قید ہے یا نہیں؟ ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اس جلسہ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہُوا، نہ اُسے طلاق کی حاجت، نہ عدت کی ضرورت، جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہُوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں، ہاں اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنٰی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اسی کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں۔ درمختار میں ہے:

غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح[1]	لڑکی کی غیر موجودگی میں اس کے وکیل نے لڑکی کے باپ کا نام غلط کہہ دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

قال امرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامرأتہ عمرۃ بنت حفص ولا نیۃ لہ لاتطلق امرأتہ فان کان صبیح زوج ام امرأتہ وکانت تنسب الیہ وہی فی حجرہ فقال ذلک وہو یعلم نسب امرأتہ اولا یعلم طلقت امرأتہ[2]	کسی شخص نے طلاق دیتے وقت اپنی بیوی کا نام عمرہ بنت صبیح کو طلاق کہا جبکہ اس کی بیوی کا نام عمرہ بنت حفص ہے تو طلاق کے وقت اس شخص نے کوئی نیت نہ کی تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، اور اگر اس کی بیوی عمرہ کی ماں کے دوسرے خاوند کا نام صبیح تھا اور یہ عمرہ

اپنی ماں کے ساتھ صبیح کی پرورش میں رہی اس وجہ سے عمرہ صبیح کی طرف منسوب ہوتی ہے اور خاوند کو عمرہ کے اصل نسب کا علم ہے یا نہیں، دونوں صورتوں میں اس کی بیوی عمرہ کو طلاق ہوجائیگی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از میرٹھ صدر بازار محلہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی امام مسجد سوتی گنج ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ مے فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علماء فتوی	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۵۸

دادند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن مے تواند حقیر ناجائز پندارد چراکہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند گرفتہ شد واز جانب دختر گویند "دادہ شد" یا "دادہ چکا" یا "سگائی کرچکا" ایں الفاظ برائے وضع عقد ست اگر ایں طور گویند کہ "دیں گے" تو خیر، جناب مولانا عجب افسوس کہ دیوبندی خود ظلم شد دین او خراب شد مسلمانان را نیز بیخ کنی کردند اگر ایں فتوی غلط باشد از ایشاں ہزاراں نطفۂ زنا در عالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

علماء فتوٰی دیتے ہیں کہ منگنی کے بعد لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے لیکن یہ ناچیز اس کو ناجائز سمجھتا ہے کیونکہ ایجاب وقبول جانبین سے ثابت ہوجاتا ہے لڑکے والے "لے لی" کہتے ہیں اور لڑکی والے "دے دی" یا "دے چکا" کہتے ہیں یا "سگائی کرچکا" کہتے ہیں۔ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے وضع ہیں، ہاں اگر لڑکی والے "دیں گے" کہیں تو خیر ہے۔ جناب میرے آقا عجیب افسوس ہے کہ دیوبندی جن کا دین خود خراب ہے وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کررہے ہیں، اگر علماء کا یہ فتوٰی غلط ہو تو ان کی وجہ سے دنیا میں ہزاروں نطفۂ زنا پھیلے ہوتے ہیں اس لیے اس عمل کا تدارک فرمادیں۔ (ت)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، لفظ "سگائی کرچکا" خود ظاہر است سگائی نسبت و وعدہ عقد، گرنہ نہ عقد را "دے دیا" یا "دے چکا" ازانجا کہ مجلس مجلس وعدی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بوعدہ محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی وفتح[1] و درمختار[2] و ردالمحتار ست لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد و ان کان للعقد فنکاح[3] وچگونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست فی التنویر والدر وشرط حضور شاهدین فاهمین انه نکاح علی المذهب[4] و اینجا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "سگائی کرچکا" کا لفظ تو خود ظاہر ہے کہ سگائی "نسبت اور وعدۂ نکاح" کو کہتے ہیں نہ کہ نکاح کو۔ لڑکی والوں کا "دے دیا یا دے چکا" کہنا مجلس وعدہ میں وعدہ پر محمول ہوگا نہ کہ عقد نکاح پر۔ امام طحاوی کی شرح، فتح، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر مرد نے کسی کو کہا تُو نے مجھے لڑکی دی، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے دی، تو اگر یہ مجلس وعدہ والی منگنی ہو تو وعدہ اور منگنی ہے اور اگر مجلس عقد ہے تو نکاح ہے، پھر مسئولہ صورت میں نکاح کیسے ہوسکتا ہے جبکہ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی بایں طور شرط ہے کہ وہ اس کو نکاح سمجھیں۔ تنویر اور در

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٣/ ١٠٣

[2] درمختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ١/ ١٨٦

اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد مگر منگنی نزد ایشان چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں سے نکاح میں دو گواہوں کا ہونا جو یہ سمجھیں کہ یہ نکاح ہے شرط قرار دیا گیا، یہ مذہب ہے بحر۔ اور یہاں مذکورہ صورت میں مجلس میں ہزار بھی ہوں تو کوئی بھی اس کو نکاح نہ سمجھیں گے کیونکہ منگنی کو وہ نکاح نہیں بلکہ اس کے مقدمات میں سے سمجھتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۲: از چونیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اسمٰعیل گورنمنٹ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہوگیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر بالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دے دیا، والد پسر نے قبول کرلیا، آیا ہر دو فریقوں کے ایجاب وقبول سے یہ نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ اگر ہوگیا تو اب والد دختر اس دختر کا دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے؟ اور ولی اور گواہان ونکاح خوان نکاح ثانی کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ناطہ دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں، اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والد دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتا ہے، اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں۔ اور اگر کہیں کے عرف میں ناطہ کرنا نکاح کردینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے، اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا، اور والد دختر کو اختیار ہے، اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے کہ اس نکاح کے گواہ ہوسکتے ہوں وہ ایجاب وقبول سنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہوگیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، والد دختر اور نکاح خواں اور گواہان نکاح ثانی جن جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا ہے سب جتنے حرام ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

ھل اعطیتنیہا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر ایک نے دوسرے کو کہا کیا تُو نے مجھے دی، دوسرے نے جواب میں "دی" کہا، تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا اور اگر مجلس وعدہ ہے تو منگنی ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

مسئلہ ۶۳ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نائب رسول صلے اللہ علیہ وسلم دامت برکاتہم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا، جب اہل برادری کو معلوم ہوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹا لگا دیا کہ چماری کو مسلمان کرکے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھا لیا، وہ عورت دو سال سے بیوہ تھی تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مارپیٹ بھی کی اور اُسے تھانہ میں پہنچا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نو مسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں، اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کرکے اسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار ہے اور اس سے ترک موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اس کا حقہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان کرنا باعث اجر عظیم ہے اور اُس سے نکاح کرکے پردہ میں بٹھانا بھی کار خیر ہے اور اس بنا پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے، اور اس عورت کے ساتھ بے پردگی اور مارپیٹ اور بے پردگی کی گئی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید تھا، ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ و رسول اُن سے ناراض و بیزار ہیں جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴ از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کردو ہم لوگ اس کاغذ کے سامعین ہیں، بعدہٗ اس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ مسمی [illegible] کو جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کردیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اس کے ماموں نے اس کے لیے قبول کرلیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے، یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتامہٖ ہے، اب والد دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے، یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح حالانکہ وکیل فوت ہوگیا ہے اور کاغذ بھی گم ہوگیا ہے، قیمت کاغذ دی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بات صاف لکھئے ایجاب کس نے کیا، قبول کس نے کیا، ایجاب کے کیا لفظ تھے، قبول کے کیا لفظ تھے، لڑکی کا چچا جس کو اس کے باپ نے وکیل کیا تھا اس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطورِ خود پڑھا دیا تھا اور وہ وکیل و والد اس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا، اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا، والد پسر کے کہنے سے یا بطورِ خود، اور والد پسر نے اس پر کیا کہا، اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اُس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے، اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ، اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا، اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے، ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہو سکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتوٰی اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا، آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے۔ فقط۔

مسئلہ از آمر تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتہ یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کردو۔ مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اس کا نکاح کردیا۔ ایجاب کے لفظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اس کے ماموں نے کیا ہے، اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دختر نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گم ہوگیا ہے اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہوگیا۔ اب باپ سفر سے آیا ہے وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی اور اس کے گواہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں۔

الجواب

جبکہ باپ اُس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اُسے کسی شہادت کی حاجت نہیں، شہادت اُس کی ہونا چاہئے تھی کہ ہمارے سامنے اس نے یہ خط لکھا ہے، اس پر کوئی شہادت نہیں۔ گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سُنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں، لہذا اجازت دینا ثابت نہیں، باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہوگیا جبکہ وہ حلف سے کہہ دے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی لان الخط یشبہ الخط ولاحجۃ الا البینۃ او الاقرار او النکول (کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار کے علاوہ کوئی حجت نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ تا ۲۷ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زید کرمہ 1/1

۲۶ شعبان ۱۳۳۰ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب و قبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دلھن کے پاس آتے ہیں اور اس کو پہلے کلمۂ شہادت و آمنت باللہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض ــــ مہر کے فلاں لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا، اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں، اس کے بعد نابالغ دولھا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض ــــ مہر کے تمہارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا، کہو ہاں قبول کیا۔ اسی طرح تین بار کہتے ہیں۔ غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتا نہیں، شرعاً یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اس مجلس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دلھن یا دولھا نابالغان کے وہ سب یا اوّل ولی موجود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعاً جو خرابی اور نقص ہو اس کی تصریح فرمائیں، اور شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو ارشاد فرمائیں۔

(۳) اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھے یا صرف ایجاب و قبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب و قبول کرانا کیسا ہے؟

(۴) نکاح خواں کو اُجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟

(۵) اگر اجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اس کے پھوپھا یا بہنوئی کو بلاتے ہیں، جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتا، جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے، جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں، جب حسب مرضی پا لیتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں، اور بعض پھوپھا یا داماد قبل لینے کے رکھ دیتے ہیں اس کے بعد جو ملا لے لیا، اور بعض کچھ اصرار کرکے اور زیادہ لیتے ہیں آیا شرعاً یہ لینا دینا کیسا ہے؟ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اس پر اہتمام و اصرار کرنا کیسا ہے؟

(۷) شرعاً ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اس کی مدت کتنے روز تک ہے؟

(الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کرکے دلھن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں؟

(ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دلھن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے

یا نہیں۔

(ج) اگر ولیمہ بارادہ سنت نہ کرے بلکہ خیال نام آوری و برادری سے سرخ روئی مقصود ہو اور یہ کہتا رہے کہ چونکہ دس دفعہ بھاتی لوگ کے یہاں کھا آئے ہیں لہذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو، یہ دعوت کیسی ہے، اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمایئے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ و معنی کا قصد کر سکیں اُن کا ایجاب و قبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے، پھر اگر باجازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) اس کا جواب جواب سوال اوّل میں آگیا اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظ قبول ہو، وہ جو بعد کو ہو وہ قبول، اور جب باذن ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضرور نہیں، اور بلا اذن ہو تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیاء خود ایجاب و قبول کریں یا ان کی اجازت سے ان کے وکیل نابالغوں سے کہوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

(۳) کوئی حرج نہیں، واللہ تعالےٰ اعلم

(۴) جائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۵) جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) یہ ایک مجرد رسم ہے، اسے ضروری سمجھنا ناجائز، اور اگر اصرار حد ناگواری تک ہو تو حرام ورنہ آپس کے معاملات میں جن پر شرع سے منع وارد نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۷) شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں یونہی بعد رخصت قبل زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے، اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداءً یہ نیت محمود نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ از سلطان پور ہر اسسٹنٹ مسئولہ مرتضےٰ خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اُس کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا

الجواب

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے شرعاً حرام ہے، ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں واللہ اعلم

مسئلہ از سلطان پور (اودھ) محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالحمید و عبدالغنی صاحبان ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

زید نے پسر عمرو سے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بموجودگی خود کیا اور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر خفیف صحت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کردی، ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے، اب زید نے ایک دعوٰی فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام سے دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا، زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کرکے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا بی بی نے میری بے اجازت نکاح کردیا اس پر کچہری میں زید نیز اہل محلہ نے حلف اٹھایا حالانکہ دعوٰی اس بنا پر خارج ہوگیا کہ عمرو کے وکلاء نے اس بات کو ثابت کردیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا، لہذا زید و معین زید کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا؟

الجواب

حدیث میں ہے:

شاھد الزور لاتزول قدماہ حتی یوجب اللہ لہ النار۔[1] جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے۔

گواہوں کا تو یہ حال ہے، اور زید پر ان سب کے [illegible] وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا پھر انھوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا یہ دوسرا کبیرہ ہے۔ غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کسگراں

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اس کے یہاں شادی بیاہ کرسکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا اگر وہابی ہے کہ وہابیہ کو گمراہ بددین نہیں جانتا تو خود گمراہ بددین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہرگز نہیں ہوسکتی، اور اگر ان کو گمراہ بددین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اس کی مناکحت سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] تاریخ بغداد محمد بن یحیٰی دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۰۳
سنن ابن ماجہ باب شہادۃ الزور ص ۱۷۳، تاریخ کبیر باب ث ۱/۲۰۸

مسئلہ از موضع میر گلی پور ڈاکخانہ ٹہر پور ضلع سیتاپور مسئولہ محمد حسین صاحب فی المعلم ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے شادی کا پیام دیا اور اُس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا ٹہر پور کا ہے وہ لڑکا قصبہ برگام پور کا نکلا، مزید برآں نوشہ کے تعین نام میں اختلاف رہا، لڑکی تو کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمٰن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہے مگر گواہ لعل محمد بن منّون بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بن کر آیا تھا وہ دراصل برگام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منّون تھا۔ اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہُوا اور اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

رائج یُوں ہے کہ عورت یا اس کے ولی سے اذن لے کر دُولھا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں کی فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی، وہ کہتا ہے میں نے قبول کی۔ اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اس نے قبول کیا اُسی کے ساتھ نکاح ہوا، کہیں کا رہنے والا ہو اور اس کا کچھ بھی نام ہو، پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اُسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کیا جائے جائز ہوگیا، رد کیا جائے باطل ہوگیا، یہ تو نکاح ہونے نہ ہونے کا حکم ہے، رہا یہ کہ نکاح ہُوا اور مرد نے دعوٰی کیا کہ میرے ساتھ [illegible] اس صورت سے وکیل اور گواہ جب کے بیان میں اختلاف ہُوا کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا دوسرے نے کسی کے ساتھ، اگر دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعوٰی مدعی کے مطابق گواہی دے دیں گے دعوٰی ڈگری کردیا جائے گا عورت و وکیل کچھ کہا کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نوشہرو تحصیل جاپسور ضلع ڈیرہ غازی خان مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے، آیا شرعًا تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح؟ بیّنوا توجروا

الجواب

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اگر اسے حلال جانے تو کافر،

انما کان ذٰلک من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال تعالٰی خالصۃ لک من دون المؤمنین[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ خالص آپ کے لیے ہے مومنین کے لیے نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۳۳/۵۰

دوسرا مسئلہ ایک شخص نے دعائے خیر جلسہ میں کردی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی، بعدہ وہ یعنی باپ لڑکی کا مر گیا اس کے وارثان نے اس لڑکی کا عقد نکاح دوسرے شخص کو کر دیا۔ آیا دعاء خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے؟

الجواب

دعائے خیر سے اگر وعدہ سمجھا جاتا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا جائز ہے۔ اور اگر اسی وقت نکاح کر دینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اسی جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے سنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہو گیا تھا، دوسرا نکاح باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹ از زار تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی علیہ نے والد لڑکے کو بلایا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے لڑکے کو دے دی ہے اس نے قبول کر لی ہے اور اس مجلس میں نہ ذکر نکاح کا ہوا نہ خطبہ پڑھا گیا، نہ ذکر مہر کا ہوا، اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا، اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ؟

(۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہوں گے یا فقط شہود نکاح کا فقط کافی ہوگا یا نیت ولی دختر ہے؟

الجواب

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر ہونا کچھ شرط نکاح نہیں، وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہو گیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اسے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہوا نکاح نہ ہوا،

فی الدر المختار ان المجلس للوعد فوعد وللعقد فعقد۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اگر یہ مجلس وعدہ (منگنی) کے لیے ہے منگنی ہے اور مجلس نکاح ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں، الفاظ ایجاب و قبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے کافی ہے، ذکر مہر نہ ضرور نہ قرینہ اور خطبہ اگرچہ ضروری نہیں مگر قرینہ نکاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مسئلہ از پنڈی گھیب ڈاکخانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام و مدرس جامع مسجد ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر معتقد و یا کران و ذوی الارحاموں (جن کا ولایت نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بہکانے پر کچہری میں جاکر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسب منشا نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلاً باپ یا کر بھائی یا دیگر عصبوں سے مجھے روکتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کراؤں والیوں کی رکاوٹ مجھے نہ ہو۔ اور کچہری گورنمنٹ اسے اجازت دے دے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے، والی خوش ہوں یا ناراض۔ اگر اسی موقع پر ان ورغلانے والوں اور ذوی الارحاموں کو کوئی مولوی کہے میاں! یہ تمہارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم خود مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں پھر جس مولوی نے فوراً تو دیکھا جائے گا مولوی کیا کرے گا جب کچہری نے اجازت دے دی۔

الجواب

یہ حالت غالباً اسی صورت میں ہوتی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اس سے اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو، ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے، جب تک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دے۔ درمختار میں ہے:

(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔[1]

غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوی دیا جائے گا اور یہی فتوی کے لیے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد برپا ہوچکا ہے (ت)

اولیاء پر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع سے ننگ و بے حیائی کا ورود نہ نکلے۔ حدیث میں ہے:

یا علی لاتؤخر ثلثۃ الصلوۃ اذا اٰنت و الجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت

اے علی (رضی اللہ عنہ)! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز میں جب وقت ہوجائے، جنازہ میں جب حاضر

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

بہ کفو۔[1] ہوجائے۔ اور غیر شادی شدہ لڑکی کے نکاح میں جب اس کا کفو مل جائے۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلہ عمر پور ضلع شاہجہان پور پارچہ فروش ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے؟

الجواب

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں، اگر اسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اس کا ولی کردے گا نکاح ہوجائے گا، ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اذ لاولایۃ علی الجنین لاحد کما فی غمز العیون۔[2] کیونکہ پیٹ میں بچے پر کسی کو ولایت نہیں، جیسا کہ غمز العیون میں ہے۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴: مسئولہ عبدالعزیز صاحب از شہر محلہ گشکوتیاں ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کولھوں کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں اور وہ ہڈی کاٹ دی جاتی [illegible] کے مرجانے کا خوف تھا، اب دونوں جوان ہوئیں ان کی شادی کس طرح کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے، کیا سائل ان لڑکیوں کو پیش کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۲۵: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں۔ واجد علی خاں کی لڑکی تمام اس کا نام معلوم ہے، بالعوض مہر موجل مبلغ دو سو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور بشہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمہارے کے دی گئی تم کو قبول ہے، قبول کیا میں نے۔

الجواب

جائز ہے، جبکہ واجد علی خاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے ورنہ اس کے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب اعتبار الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/۱۳۳

[2] غمز عیون البصائر للحموی، علی الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۰۳

باپ دادا کا بھی نام لیا جائے، اور بوکالت فلاں وشہادت فلاں وفلاں اور علاوہ ثمان ونفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں، اور "دی گئی" کی جگہ "دی میں نے" کہے، اور وہ کہے جو نابالغہ کا ولی یا ولی کا وکیل یا بالغہ کا وکیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶: مسئولہ جناب مولوی انوار الحق صاحب تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکورہ کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا اور اس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا، حالانکہ درمختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ:

واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیه۔[1]

ولی ابعد کا نکاح جائز ہوگا جب کفو والا رشتہ ولی اقرب کے جواب کا انتظار نہ کرے، یہ صاحب ملتقی کا مختار ہے اس پر باقانی نے اعتماد کیا ہے، ابن الکمال نے نقل کیا کہ فتوٰی اسی پر ہے (ت)

اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کہ:

هو الاصح وفی البحر عن المجتبٰی والمبسوط انه الاصح وفی النهایة واختاره اکثر المشائخ وصححه ابن الفضل[2] اھ۔

یہی اصح ہے اور بحر میں مجتبٰی اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اسی کو اپنایا ہے اور ابن الفضل نے اس کی تصحیح کی ہے۔ انتہی (ت)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہوا کس واسطے باطل کیا گیا فقط۔

(۲) مجلس خطبہ میں ناکح نے روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تو نے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴
۲؎ ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

زید کو دی اس نے کہا "دی" پھر بکر کو کہا کہ تُو نے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی، اس نے کہا "قبول کی" یا حضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ نکاح کا وعدہ ہوا؟

الجواب

(۱) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں اور تصحیحیں بھی مختلف ہیں اور اصح التصحیحین یہی ہے جو درمختار میں ہے مگر درمختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر ما لم ینتظر الکفو الخاطب جواب صادق آجائے تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے، اسی درمختار میں ہے:

من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل۔[1] | جو اپنے زمانہ والوں کے حالات نہیں جانتا وہ جاہل ہے (ت)

ہمارے بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلام بھیجتے ہیں اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد قبول کر دینے کو عیب جانتے ہیں یہ اُن کے یہاں مثل دائر و سائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں ابھی جوتیاں ٹوٹیں گی چادریں گھسیں گی ابھی سے اقبال کر دیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے ہاں یہ وہی کرے گا جسے معلوم ہوگا کہ ولی قریب کی پروا نہ کرے گا بلکہ ایسا عقد کرے گا جو ولایت قرب کا ابطال اور حکم شرع کا نقض ہے بلکہ عند الانصاف یہ روایت مفتی بہا روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل نے مسافت قصر کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کر دیا کون سا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا انتظار نہ کرے گا وبقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیر (باقی تفصیل اس فقیر کے فتاوی میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا تو وعدہ ہی ہوا نہ کہ نکاح، ورنہ نکاح۔

قال ھل اعطیتنیھا فقال نعم ان المجلس للوعد فوعد وان للعقد فعقد۔[2] درمختار وغیرہ۔ | اگر کہا کہ تُو نے مجھے لڑکی دی تو جواب میں ہاں کہا تو یہ بات مجلس وعدہ میں وعدہ اور مجلس نکاح میں نکاح ہوگی۔ درمختار وغیرہ (ت)

اس کی بنا وہاں کے رواج وتفاہم عرف پر ہے کما اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۵

[2] 〃 کتاب النکاح 〃 〃 〃 ۱/۱۸۵

مسئلہ مسئولہ لال محمد خیاط از چھپیوند ضلع اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر اسی مرد نے اسی عورت کے ساتھ بحالت حمل نکاح کیا، بعد نکاح اس کے ساتھ مباشرت کی، اس صورت میں نکاح رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مرگیا یا طلاق دے دی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پا سکتا تھا یعنی اس کی موت اور طلاق سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا، پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا اور دوسرے کا تھا تو نہیں، بہرحال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ضلع چھپرہ سارن ڈاکخانہ مدانی باغ بازار موضع چکدہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے خالد کو مع دو شاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ ہندہ دختر فلاں بالغہ ہے اس کا نکاح ولید سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سُرخ پر کردو، اب وکیل معین وقت ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا۔ شاہد نے روکا کہ درہم چھوڑ روپیہ کہو، وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی، یہاں پر درہم ودینار دونوں جمع ہے، لہٰذا اہل زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ واشرفی ہے۔ اس پر شاہدان واہل مجلس تمام ساکت رہے، اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب وقبول کرایا کہ ہندہ بنت فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکہ رائج الوقت اور دو دینار سُرخ تمہاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا۔ تین مرتبہ ایجاب وقبول کراکے زبان سے کہہ دیا کہ تم کو کمی بیشی کرنے کی مجاز نہیں ہے، درہم سے دس ہزار روپیہ میری مراد ہے اور سکہ کی دوسری قید ہے جو اس وقت کا روپیہ ہے جو رائج ہے۔ اگر اس کے خلاف وکیل معین کرے گا تو اس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا۔ اب فریق ثانی دوسرے روز معہ توشہ وہم جلیس اس کے وفریق اول میں یہ تعصب ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے کہ لغت میں درہم کے معنی پیسہ ہے لہٰذا دو سو روپیہ سے بھی کم نکاح ہوا، اور کوئی جُہلاء فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہوا۔ بیان فرمائیے اجر وثواب پائیے۔ فقط۔

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہوا۔ درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپیہ ہی کو کہتے ہیں ہاں

اگر اسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن تین ماشے ایک رتی ۱/۵ رتی کا ہے اب کہ اس نے سکہ رائج الوقت کہہ دیا احتمال قطع ہو گیا اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ تھانہ سرولی روز چہار شنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ
مسئولہ شیخ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرلے تو وہ جائز یا ناجائز؟ اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں؟ یا اس فعل پر اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کرے تو پھر کوئی حق اس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں؟ اور نکاح میں ایجاب وقبول باہم کرلے اور گواہ و وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح کے اس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کرے تو طلاق ہو جاوے گی یا نہیں؟ اور بروقت نکاح تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب

نکاح زن بے پردہ و بازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور ختم عدت تک کا نفقہ پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا۔ نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں، نہ ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں ان دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) مثل ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ وہی لوگ شرعاً گواہ ہیں اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کیے جائیں۔ بغیر اس کے نکاح نہیں ہو سکتا۔ طلاق اسی آن دیں، خواہ جب دیں واقع ہو جائے گی۔ مہر کم از کم دس درم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر، یا یہاں کے روپے سے دو روپے پونے تیرہ آنے اور ایک پیسے کے پانچویں حصے کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ ۹۱ مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاؤنی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ماہ محرم الحرام وصفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۲) زید کی لڑکی (لے پالک) ہندہ کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ بروز شنبہ ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہو گیا ہے مگر اس کی عدت پوری نہیں ہوئی اس کا نکاح پڑھنا جائز ہے؟ اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھا دے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں، یا اس نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ صورت دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھا دیا اور پھر دوسرے روز اس نے دو مسلمان کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی خدا کے لیے معاف کرو۔ انھوں نے اس کو کہا کہ پیش امام صاحب! آپ کا خود نکاح باطل ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے پڑھاؤں گا مگر برائے خدا مجھ کو اب معاف کرو آئندہ کو ایسا نہ کروں گا۔ مگر پھر اس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا۔ تو اس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور جس نے اس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی، تو اس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں حاضر تھے اُن کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہوا؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا، اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ بہرحال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پیش از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر تو سخت گنہگار ہوا، اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وہ سخت گنہگار ہوا، اس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ مسئولہ نور احمد ٹھیکیدار از مقام پیلی بھیت چندوسی لکڑہ بازار روز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی، دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کر لیا، ابھی عدت گزری نہیں ہے، آیا اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو تیس برس تک اس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا، اب ہم برادری والے اس پر جرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں، شریعت اس میں کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون سی اس کو سزا دیں، جو حکم شریعت کرے اس کو ہم سزا دیں۔

آپ اس کو برادری سے علیحدہ کردیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوادیں، اس کا حکم حضور جلد روانہ فرما دیجئے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑا ہوا ہے فقط۔

الجواب

وہ نکاح نہیں ہُوا، حرام محض ہُوا، اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں، نہ ہوں تو برادری والے ان دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کردیں۔ اُن سے بول چال، میل جول، نشست و برخاست سب یک لخت ترک کردیں، اس کے سوا یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے، اور جبراً کھانا دلوانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴: مسئولہ عبداللطیف خاں دکاندار پیلی بھیت محلہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہ لے کر آئی تھی اس کا نام بکر ہے زوجہ زید فوت ہوگئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی، بکر مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا، جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دے دی، بعد انقضائے مدتِ عدت کے زید نے اُس کے ساتھ نکاح کیا، آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، وہ اس کی بہو نہیں، کہ بکر اس کا بیٹا نہیں۔ اس کی زوجہ کا بیٹا ہے۔

قال تعالیٰ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[1] وقال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی بننے والیوں سے (نکاح) حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵: از شاہجہان پور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ماقولکم فی ہذہ الصورۃ ایہا العلماء الکرام، اول بندہ کی نسبت اس کی رضا و رغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر بندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ بندہ کو اطلاع دئے بغیر کردیا، اور بندہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہہ دینا میری ماں کو اختیار ہے۔ جب بندہ کو اپنے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۳
[2] القرآن ۴/ ۲۴

نکاح کی اطلاع ہوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوا لیا (اور اس لڑکی کے سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا۔ اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی، یعنی بالغ تھی، سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہوا یا زید کے ساتھ؟ فقط

الجواب

اگر صورتِ واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقتِ نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اس کی اجازت کے اس کا نکاح کیا، جس کی خبر پا کر اس نے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کر لیا تو نکاح بکر باطل ہو گیا، اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولی نکاح ہو سکے، نہیں، یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے برضائے خود نکاح کر لیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب، نسب، چال چلن، پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اس سے نکاح ولیِ ہندہ کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو، یا اگر وہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اُسے ایسا جان کر اس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دے دی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اور اگر زید مذکور کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہوا، والمسائل کلہا منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار والغر (یہ تمام مسائل دُر وغیرہ کتب میں صراحۃً مذکور ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ڈاک خانہ سندیلہ حاجی محلہ متھرا ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالجلیل صاحب بروز شنبہ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنی المذہب ہے، اور دوسرا فریق شیعہ امامیہ طریقہ رکھتا ہے، کیا ان دو اشخاص کے باہم عقدِ مناکحت شرعاً جائز ہے؟ اور یہ کہ ان سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں؟

الجواب

نکاح اصلاً نہ ہوگا والمسألۃ فی الھندیۃ وغیرہا وقد فصلناہ غیر مرۃ فی فتاوٰنا (یہ مسئلہ ہندیہ وغیرہ میں ہے ہم نے کئی بار اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از گونا ریاست گوالیار منصور علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۳ھ

بحضور واقفانِ طریقت و عالمانِ نکاتِ شریعت، پیشوائے دینِ احمدی و رہنمائے احکاماتِ محمدی مدظلہ بعد آداب نیاز دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہوا آئی اس کا بھائی سلیمان خاں ۶ ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا، اس کی بد چلنی و اوباشی سے میرے والدین نے اس سے

کہا کہ چلی اپنا سنبھالو، کاش میں ایسا جانتا تمہارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمہارے سامنے آنے کی اجازت نہ دیتا۔ اس نے کہا میں ابھی جاؤں، والد نے کہا جاؤ سلام۔ وہ چلا گیا۔ میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم جس وقت اس کا منہ دیکھو گی نکاح سے خارج سمجھنا، میرا شوہر اس کو لایا، میری والدہ نے پردہ کیا۔ میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میرے بھائی کو تمہارے والدین نے علیحدہ کیا میں آج سے تم کو علیحدہ کرتا ہوں، تمہارا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا، بلایا تو کہا میں چھوڑ چکا اب کیا واسطہ، اب اگر کعبہ بھی اس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا۔ گواہوں کے روبرو کہہ دیا۔ اس دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی، اب اس کی ہمشیرہ نے آکر اول یہ تجویز کیا کسی صورت سے گھر میں لائے، پھر کہا طلاق کا قصور ہو گیا ہے اس کی تجویز اچھی طرح کر لیں گے کہ ہم اپنے دوسرے بھائی سے نکاح کرا کر طلاق دلا کر پھر تیسرا نکاح پڑھا لیویں گے، کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا، یہ میں نے منظور نہیں کیا اور نوسو زر مہر کا دیا، تو اب دعوی رخصت کا کرتا ہے، لہذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں سے قائم رہا یا ساقط ہوا؟ زر مہر موجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں؟ ایام عدت میرے ختم ہو چکے یا باقی ہیں؟ میں شوہر سابقہ سے اب تعلق ازدواج سابقہ کا رکھوں تو جائز ہے یا نہیں، عنداللہ جواب باصواب آگاہی بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی [illegible] کوئی قصور اس خاصہ سے نہ سرزد ہو اس کا اجر حضور کو اللہ تعالیٰ دے گا، یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر دیانت نہیں رکھتا بجز شرع حکم دے ویسا رواج کا برتاؤ ہے۔

الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عورت پر بائن طلاق ہو گئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں کہ حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق لی جائے، زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم ہوئی، تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہو گئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں، اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا تھا اور ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا اور نصف واجب الادا، اور عدت اصلاً نہیں۔ اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہو سکتا تھا مگر وہ کلمہ جو اس نے کہا کہ اگر ادھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤں گا، اسے علماء نے کلمۂ کفر لکھا ہے، لہذا اگر وہ اب توبہ کرے اور تجدید اسلام، تو اس کا اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹: از جناب عثمان ایوب جی حاجی آدم جی حاجی یعقوب میاجیان ضلع بلاسپور سی پی ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

ما قولکم ایہا العلماء۔ الخیرون رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ اگر زید ایک جماعت کثیرہ کے روبرو

بجر سے اس کی دختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اور بجر نے بھی بسمع و طاعت قبول کر لیا اور کپڑے و زیورات زید نے حاضر کیے اور بعد قبول و تقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا، درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ ہے پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں الیقاع نکاح ہوا کہ نہیں، کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ کہ نکاح کا، تو صرف اتنے الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے نکاح منعقد نہ ہوا، اسے دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا اس کی بیوی انتقال کر گئی اور اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا ہے جو کہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی، اب اس کی بابت ہم کو فتویٰ کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو قرآن مجید سے جو کہ ہمارا ... سمجھا دیجئے گا نکاح درست ہے کہ نادرست ہے؟ وہ کون آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں اور کون کون رکوع میں ہیں؟

الجواب

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔

قال اللہ تعالیٰ ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] وقال تعالیٰ و احل لکم ما وراء ذٰلکم[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ماسوا تمہارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۵۸/۲

[2] القرآن ۴/۲۴

مسئلہ مسئولہ منشی محمد حسین صاحب بے چوری از شاہجہان پور ٢٣ جمادی الاولیٰ ١٣٣٣ھ 17
بتوسط کنور جگندر پال سنگھ بی اے، ایل ایل بی، ڈپٹی کلکٹر 17

کیا فرماتے ہیں اس میں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں۔ اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہوئی اس سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، قال تعالیٰ و احل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ماسوا تمہارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از گیا ذرحت باغ کوٹھی ایسری پرشاد سنگھ رئیس گیا مسئولہ مظہر الحق صاحب ٢٩ جمادی الاخریٰ ١٣٣٣ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو (ساندھو) کی لڑکی سے عقد و مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ساڑھو (ساندھو) کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، اور اگر سالی سے ہے یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی، تو جب تک زوجہ اس کے نکاح میں ہے اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ ہاں عورت کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے یا عورت مر جائے اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ١٠٢ مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی پھپھوند ضلع اٹاوہ بتاریخ ۲ رجب المرجب ١٣٣٤ھ نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جماع بین الاختین کیا، اور اولادیں دونوں سے ہیں، پس از روئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں؟ اور پانے ترکہ زید کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام، اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل، دوسری کا

بقیہ

---

[1] القرآن ٤/ ٢٤

حرام، پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی جب تک اسے جُدا کرکے عدت نہ گزر جائے، اولادیں بہرحال ولد الحرام ہیں جبکہ وہ نطفہ جو حالتِ حیض میں ٹھہرا مگر ولد الزنا نہیں۔ زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملے گا۔ ہاں دونوں سے معاً نکاح کیا تو دونوں زوجہ ورثہ بھی ترکہ نہ پائے گی، یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو، اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی نہ اس کی اولاد ولد الحرام ہوگی، سالی سے جو بچے ہوں گے ولد الزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ میاں محمد غوث صاحب ضلع اٹک ڈاکخانہ خود بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

لاتنکح المرأۃ علی عمتھا والمرأۃ علی خالتھا[1] نسائی وغیرہ۔ بینوا توجروا

نسائی وغیرہ میں ہے پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ت)

جواب : صریح نص سے پایا جاتا ہے احل لکم ما وراء ذٰلکم[2] الآیۃ (ان مذکورہ محرمات کے سوا، حلال ہیں۔ ت) تو حل ثابت ہوگئی، اور حدیث میں کلامی لاینسخ کلام اللّٰہ وکلام اللّٰہ ینسخ کلامی[3] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ ت) تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی، جب ناسخ شہرت و قوت [illegible]

الجواب

لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا[4]

پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ت)

حدیث صحیح مشہور ہے، مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین[5] (حرام ہے

---

[a] یعنی اگر ایک ساتھ نکاح کیا ہو یا آگے پیچھے مگر سب اولاد بعد جمع ہوئی ہو ورنہ وہ اولاد جو دوسری کے نکاح اور قربت سے پہلے ہوئی ولد الحرام نہیں ۱۲ مصطفٰی رضا قادری غفرلہ

[1] صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۶

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الخ دار الفکر بیروت ۲/۶۰۳

[4] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

[5] القرآن ۴/۲۳

کردو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ ازیں کریمہ
واحل لکم ماوراء ذٰلکم[۱] (ان کے سوا حلال ہیں۔ت) عام مخصوص منہ البعض ہے قال اللہ تعالٰی:

۱۱ ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم[۲]

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان لائیں اور مومن لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمہیں پسند ہو (ت)

حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ[۳] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ت) محض بے اصل ہے، خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اُسے حرام کہیں گے[۴]۔ الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ[۵]۔ سُن لو میں قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔ اور الا وان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ[۶]

سُن لو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

خود رب العزت تبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ[۷]

اور حرام نہیں مانتے اُن چیزوں کو جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[۸]

جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

واللہ تعالٰی اعلم

---

[۱] القرآن ۴/۲۴

[۲] القرآن ۲/۲۲۱

[۳] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد دارالفکر بیروت ۲/۶۰۲

[۴] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳

[۵] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶

[۶] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳

[۷] القرآن ۹/۲۹

[۸] القرآن ۵۹/۷

مسئلہ ۱۰۴ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب موضع سسونڈ ضلع رامپور رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک لڑکے نابالغ سے نسبت یعنی منگنی کردی کچھ عرصے کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلا کر رخصت کردیا جس کے ساتھ نسبت ہوچکی ہے، اس نے اپنے مکان پر لے جاکر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوالیا، اب کچھ عرصہ کے بعد اس کی ماں لڑکی کو رخصت کرا لائی اور دوسری جگہ نکاح کیا جس کو اب پانچ یا چھ سال ہوچکے ہیں، اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے، رخصت کرنے کا اور اس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اس وقت اجازتِ نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے مگر اب انکار کرتی ہے، لہذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم صادر ہو فرمائیے کہ نکاح اول کا صحیح ہوا یا دوسرے کا؟ کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کردینا اجازتِ نکاح ولی کی جانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے، دوسرے یہ کہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر، اس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب

جس نابالغہ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اس [illegible] دادا کی اولاد قریب [illegible] کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو کچھ اختیار نہیں، وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازتِ ولی پر موقوف تھا، عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں اگر ولی کی اجازت ہوگئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ولی کے لیے باعثِ ننگ وعار ہو تو نکاح پہلا صحیح ہوگیا اور دوسرا باطل ہے، ورنہ دوسرا صحیح ہوگیا اور پہلا باطل ہے لان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ (کیونکہ قطعی حکم جب موقوف حکم پر آجائے تو وہ موقوف کو باطل کردیتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ ۱۰۶ مرسلہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین صورہائے مندرجہ ذیل میں:

(۱) لڑکی کے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نابالغ العمر ۱۰ سال جو ہندہ اور حامد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلے سے چچا ہوتا ہے ہندہ بعمر ۵ا سال اور حقیقی برادر ہندہ سے حامد بعمر ۵ا سال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعاً زید کا یہ دعوی صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت

حقیقی نانی کو پہنچتی ہے یا زید نابالغ تایا زاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے؟

الجواب

(۱) لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں جب آثار بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ہے ورنہ پندرہ سال پورے ہوتے ہی حکم بلوغ دے دیا جائے گا اگرچہ آثار بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں۔ بالغہ بے اذن ولی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو میں۔ یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کیلئے باعث ننگ و عار ہو۔ اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کرے گی اور ولی رکھتی ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

(۲) خالدہ کی جب عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعاً بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کو کوئی چیز نہیں۔ اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بنانا جنون نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب جیتاب مددگار سررشتہ تعلیم ریاست [illegible] بازار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اس کے ابا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کر دیا۔ ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہے مگر زید نابالغ۔ کم از کم پانچ برس اس کی بلوغت کو درکار ہیں۔ ہندہ اور زید میں زن و شوہر کا تعلق ہونا کیا معنے بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی ہے۔ زید کے یہاں زید کے والد کی عین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہو گیا اور تا مشتبہ مرگ اب تک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کر دی گئی تھی ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانا مرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ عروج حاصل کیا کہ ہر سیاہ و سفید وہی کرتا ہے ورس کے چوبیس گھنٹہ اسی مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور وہ ہندہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہو کر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتداء سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے حتی کہ اس کے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا بجاتا رہا۔ اس تحقیق کے بعد متاثر ہو کر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس

لازم کو مکان سے علیحدہ کر دیا جائے، مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہو سکتا چاہے کچھ بھی ہو، نہ ملازم مجھ
سے نہ میں ملازم سے جدا ہو سکتی ہوں۔ ان تمام واقعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے، وہ سسرال جانے سے
خود کی عصمت دری اور آبرو ریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرض خطر میں سمجھتی ہے اس لیے سسرال ہرگز نہیں
جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دوسرا نکاح کر لینا چاہتی ہے، اس صورت
میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہندہ کا باپ اگر نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گو اب بالغہ ہے یا بالغہ
تھی اس سے اذن لے کر نکاح کیا یا بے اس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اس نے اجازت دی
یا دادا [illegible] اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا، تو ان سب صورتوں میں نکاح بجانب ہندہ لازم ہو گیا، اس
کا فسخ ناممکن ہے، تفریق ہو تو موت یا طلاق سے، اور نابالغ کی طلاق باطل ہے، نہ اس کی طرف سے اس
کا کوئی ولی طلاق دے سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارہ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے
ہوا لیکن ہندہ نے بوقت نکاح [illegible] اختیار کیا، ایک دوسری عورت نے
جو وکیل کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں بالکل
خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج و غم و نئی زندگی شروع ہونے کے
تردّدات میں مبتلا تھی، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں، تو زید و ہندہ کو مواخذہ حقیقی
سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا، امید ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذہ حقیقی کے خیال
سے نہایت خائف و ترساں ہے۔ فقط

الجواب

ہندہ سے اذن لینے کون آیا تھا، وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اس ولی کا بھیجا ہوا یا کون تھا؟ ہندہ
کی رخصت ہوئی یا نہیں، قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سن کر اظہار رغبت یا نفرت
ہوا یا نہیں؟ ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جوابات امور مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچا زاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے، یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے

انھیں اس کام پر متعین کیا تھا، بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نشینی ہو کر بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، ہندہ کا باپ اس شہر میں موجود نہ تھا اس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم و تقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا، یہ کہا جاسکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہوگا درحقیقت یہ یاد نہیں ہے، رخصت اس ہفتہ میں ہوگی کوئی امر ہندہ کی رغبت و رضامندی کے خلاف نہ اس وقت نہ آج تک بارہ برس گزرنے کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن و شو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عنداللہ مواخذہ باقی ہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا، مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا و رغبت رخصت ہو کر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ و تام ہوگیا، اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی تاریخ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

(۱) یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں بھیجے جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عند الشرع محمود ہے یا مردود؟ نیز اس ترکیب سے مذہب حنفی میں نکاح صحیح ہو جائے گا یا نہیں، وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اس طرح ذکر کے بر طریق ان موجبہ پر مدام عمل کرلے پس سب گنہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں، اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھا دیا نکاح ہوگیا، ہاں اگر عورت انکار کرے کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی، یہ تو کوئی غلطی نہیں، ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور، نکاح پڑھاتا ہے دوسرا، مذہب صحیح و ظاہر الروایۃ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا، اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اُسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا

حکم رکھتا ہے؟

الجواب

حال پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے، اس کا تارک کیسا ہے؟ نیز جس شہر کے لوگوں میں سے کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کہ رواج ہے کھلا دیتے ہو تو ان سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم شریف کیا ہے؟

الجواب

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے، اس میں بصیغہ امر بھی وارد ہے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:
اولم ولو بشاۃ[1] ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی ذبیحہ یا اگرچہ ایک دنبہ، دونوں معنی محتمل ہیں اور اول اظہر تارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے، تارک گنہگار نہ ہوگا اگر اسے حق جانے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از ضلع ہزاری باغ، ڈاک خانہ چترپور، مقام چترپور، مسئولہ محمد عبدالرب صاحب
روز پنجشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیرخوارگی اپنے بیٹے عمرو کے [illegible] بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید و محمد فاضل و محمد سلیم تولد ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمرو کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ و بدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیہ ارشاد ہو۔

الجواب

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بہن ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳: مسئولہ جناب عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از شہر گونڈل، علاقہ کاٹھیاواڑ، یک شنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں بعوض ہزار روپے کے کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے، یعنی جو شخص زائد رقم دے اس سے نکاح کر دیتے ہیں، آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح پر رقم لے کر غیر کفو یا

---

[1] صحیح البخاری باب الصفرۃ للمتزوج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵

بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کر دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

مال کے سبب اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اس کے حق میں بدخواہی ہے، اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے۔ فتاوی خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: مسئولہ عابد خاں معرفت منشی خدا بخش صاحب ٹھیکیدار صدر بازار بریلی دوشنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچا زاد بھائی ہے اور رضاعی بھی، زید کے صرف ایک حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں، اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے، تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں، چونکہ زید اور بکر آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے، اور اگر زید نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی۔ بہرحال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے لقولهم تحل اخت اخيه رضاعا (فقہاء کے قول کے مطابق بھائی کی رضاعی بہن حلال ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ تا ۱۱۶: مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) بالغہ برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہے یا نہیں، اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کر دیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کر لیا ہو تو اس کے ولی کو اس نکاح کے فسخ کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہرگز نہیں، ہاں ولی کے اذن سے کر سکتی ہے جبکہ مجہول الحال ہو یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع اسے جائز کر دے تو جائز ہو جائے گا، رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے:

الولی شرط صحۃ نکاح صغیر[1] الخ (نابالغ کے صحت نکاح کے لیے ولی شرط ہے۔ ت) اقول

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

الوجہ تقدیر النفاذ فات الموقوف من الصحیح غیر انہ اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر۔ واللہ تعالٰی اعلم	اس کو درست کرنے کے لیے لفظ "نفاذ" مقدر ہے کیونکہ ولی کے بغیر نکاح موقوف ہوتا ہے جو کہ صحیح نکاح ہے مگر یہاں صحت سے مراد نفاذ ہے کیونکہ یہی متبادر ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو، ایسے شخص سے اگر بالغہ بطورِ خود نکاح کرے گی نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اس کے خلاف مرضی ہو، یہ نکاح اسی صورت میں جائز ہو سکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اس غیر کفو یعنی مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ و دانستہ صراحۃً بالغہ کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہو، ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وہ نکاح باطل محض ہوگا اور ولی کو اس کے فسخ کرنے یا اس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو، یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	غیر کفو میں اصلاً نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سید و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان اور مغل، ایسا غیر کفو اگر اس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو یا عصبہ اور ولی بلکہ بنا راضی ولی اس سے نکاح کر لینا جائز ہے اور ولی کو اس پر کوئی حق اعتراض نہیں۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: آگرہ چھاؤنی انجن گودام جی آئی پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہار شنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آں کہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہوا اور اس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک شخص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ مسماۃ کو سعید کو ڈھیو برس کہتے ہیں وہ ہے، اور اس مسماۃ کے والدین سے دریافت

---

[1] و [2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

کرنے پر صاف ظاہر کیا ہے کہ کچھ شک کا داغ ہے، اول نکاح کے انکار ہوگیا۔ اگر مستفتاۃ کو رخصت کرکے نہ دیا جائے اپنے گھر پر، تو وہ مہر کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور لڑکا اپنا خرچہ اس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

نکاح صحیح و تام ہوگیا، دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہوجائے گا نصف واجب الادا ہوگا۔ شادی میں جو اٹھا دیا، خرچ کردیا، اس کا تاوان کسی پر نہیں۔ ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھائے ہیں دیئے ہوں اور عورت کو ان کا مالک کردینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ بھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو ان اشیاء کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸: از جلپوری پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہلحدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا، پس اس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر کوئی واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اس نے نکاح ایسے طور پر پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی پر بھی صحیح ہو، اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ ان کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ نکاح پڑھانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھایا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں، اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اس کو معظم اور متبرک سمجھ کر اس سے پڑھواتے ہیں، اگر یوں پڑھوایا اور اس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو، اور اگر غیر مقلد جان کر اسے معظم و متبرک سمجھا اس سے نکاح پڑھایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹: از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رامپورہ متصل مسجد مرزا خان عبدالصمد ملازم جینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں؟ اور ہندہ بالغہ زمانہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے اپنے والدین کی بلا رضامندی و عدم موجودگی کے برضامندی و رغبت خود بلا خوف و ترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر ہمراہی چند آدمی نکاح پڑھوالیا۔ پھول و شیرینی و نئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے، دو گواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکان نکاح پورے طور پر ادا کرئے

کیا یہ نکاح ناجائز ہے، اور بعد نکاح زید ہندہ نے مثل زن وشوہر کے ہمبستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں، اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی و دو گواہ و وکیل عقیدۂ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں، قاضی حلفیہ یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں، اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا، کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت واہواء و اہل نار ہیں۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]۔
جو ان چار مذاہب سے خارج ہے اس دور میں تو وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا، ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی۔ خود درمختار میں ہے:

اذا سئل عن قول الشافعی فی کذا اوجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
جب حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے تو اسے واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتائے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰: از ضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حسام چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۲ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگا، عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اس سے بھی زیادہ غریب ہے، غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوا لاکھ روپیہ میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے، اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کروں گا، غرضیکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوا لاکھ مہر پر کیسا ہوگا اور اگر ہوگیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی، اس کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ فقط

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳
[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹

الجواب

حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہو جائے گا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزائن دنیا کے برابر مہر باندھا جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معین کردی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اس کی حیثیت محدود ہے خدا کی وسعت محدود نہیں اگر محتاج محض ہو۔ حدیث میں فرمایا: المال غاد و رائح (مال صبح و شام آنے جانے والی چیز ہے۔ت) وہ کہ جنہیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہو گئے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہر کثیر کی درخواست کی گئی، قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلی رسولہ المعالی اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[1]

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ و رسول کے دیے پر، اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رُوئے نیاز لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ عجب نہیں کہ جب نیت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدۂ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالاۃ فی المہور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی نے انھیں آیہ کریمہ اٰتیتم احدٰھن قنطارًا[2] (تم ان عورتوں کو ڈھیر مال دے چکے ہو۔ت) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا، فورًا امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا:

اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال[3]

اے اللہ! عمر سے ہر ایک زیادہ فقیہ ہے حتی کہ پردہ دار عورتیں بھی۔(ت)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو، اسی کو حدیث میں

---

[1] القرآن ۹/۵۹

[2] القرآن ۴/۲۰

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب لا وقت فی الصداق ۷/۲۳۳ دار صادر بیروت

فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے۔ یہ اس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱: از بریلی محلہ ذخیرہ چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں، زید کے لڑکے نے زوجۂ عمرو کی چھاتی اتفاقیہ در آنحالیکہ وہ سورہی تھی اور چار پانچ ماہ کی وہ حاملہ بھی تھی یعنی پہلا حمل تھا اپنے منہ میں لے لی۔ زوجۂ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے منہ میں لیے ہوئے اس طرح منہ چلا رہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے اس وقت دودھ تھا یا نہیں، یا مجھ کو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں، میں نے لڑکے کو فوراً اپنی چھاتی سے علیحدہ کردیا، اس واقعہ کو عرصہ قریباً سترہ اٹھارہ سال کا ہوا، اس صورت میں از روئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ کہ مدتِ قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اُتر آنے دودھ کی ہے یا نہیں؟ زوجۂ عمرو کی عمر اس وقت چودہ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

یثبت به ان علم وصوله بجوفه من فمه او انفه لا غیر فلو التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیة۔[1]

سے ثابت ہوگا اگر دودھ کا حلق یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں پہنچنے کا علم ہو، اس کے بغیر نہیں، اور اگر بچے نے پستان کا سر منہ میں ڈالا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بچے کے حلق سے دودھ اترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے مانع میں شک پایا گیا، ولوالجیہ (ت)

دودھ اتر آنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے، کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کنواری کے اتر آتا ہے۔ درمختار میں ہے:

الرضاع المص من ثدی آدمیة ولو بکرا۔[2]

عورت خواہ باکرہ ہو، کے پستان کو چوسنا رضاع کہلاتا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲

[2] " " " "

یہ معاملہ عمر بھر کے حلال حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے، عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفاء نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ تا ۱۲۶ مسئولہ محمد اسحاق صاحب بر مکان قادر بخش دفعدار محلہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہار شنبہ ۹ شوال ۱۳۳۲ھ

مخدوم و مکرم جناب مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لئے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرما دیں گے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا، بعد نکاح ہندہ چند یوم زید کے گھر رہ کر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس کوس دور جا کر سکونت اختیار کی اور قریبًا ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا زید نے اب آن کر رخصت زوجہ کا دعوٰی کیا چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور وقت نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا میں فسخ کراؤں گی ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہئے:

(۱) ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں، مثلاً جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا یا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد؟

(۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا، اگر تھا تو خبر نکاح سن کر کچھ بات کی یا نہیں؟ اور اگر کی تو کیا کہا؟

(۳) ہندہ کس مہینے اور وقت میں بالغہ ہوئی، کیا علامت تھی؟

(۴) وہ کب سے دعوٰی فسخ کرتی ہے، اس کو کتنے دن ہوئے، کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوٰی کا لفظ منہ سے نکلا؟

(۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب، نسل، چال چلن، پیشہ میں موافق ہے یا کم و بیش ہے تو کیا اور کس قدر؟

(۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اس کی ماں کی مرضی سے ہوئی یا بلا مرضی؟

ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔

جواب سوالات

(۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہوا زندہ نہیں۔ ازواج میں ماں ہندہ کی حیات ہے۔

(۲) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا۔

(۳) ہندہ یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقت ظہر قریب ڈھائی بجے کے، گھڑی نہ تھی کہ منٹ دیکھے جاتے۔

(۴) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ تین بجے دعوے کا لفظ منہ سے نکلا۔

(۵) زید مذہب میں اہل سنت حنفی مسلمان ہے۔ نسب اچھا ہے۔ پٹھان، اور چال چلن اور پیشہ میں بھی لائق۔

(۶) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا و نیز رخصت۔ حالانکہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی سے۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورت مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اس کے نکاح کی اجازت نہ دی، نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا، نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیل اجازت ہو تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور والدۂ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر قبل بلوغ ہندہ اس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اس پر انکار ظاہر کردیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہوگیا، اب ہندہ کو طلب فسخ کی حاجت نہیں، اور اگر والدۂ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغ ہوتے ہی وہ اجازت پر موقوف، اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا جب اس نے اس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہوگیا، اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں، اور اگر والدۂ ہندہ قبل بلوغ ہندہ اسے قولاً یا فعلاً جائز کرچکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر واکراہ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی، اور اگر بخاطر شوہر تھا اگرچہ خود ناراض تھی تو اجازت یقیناً صحیح ہوگئی و نکاح نافذ ہوگیا، اب ہندہ کو صرف خیار بلوغ رہا اس لیے کہ حسب بیان سائل شوہر ہندہ ہندہ کا کفو ہے، اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً دعوٰی فسخ کرنا تھا اس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹے بعد دعوٰی کیا تو یہ دعوٰی نامسموع ہے اور نکاح لازم ہوچکا، اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارہ کار نہیں وبعید غایۃ البعد انہا لم تعلم بالنکاح الا بعد البلوغ حین ادعت الفسخ (یہ انتہائی بعید ہے کہ کسی لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد دعوٰی فسخ کے وقت ہی نکاح کا علم ہوا ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجنیری کور ٹہ راجپوتانہ ساپورہ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابند شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھا دے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھا دے اور اس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے، اس کا جواب بھی دیجئے، فقط۔

16/18

الجواب

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعاً ضروری ہیں نہ اُن کے رجسٹر کی شرعاً حاجت، ہاں اندراج میں مصلحت ہے باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹ از کوہ شمود ولیر نگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یکشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

مخزنِ علوم، معدنِ فنون، علمائے دین شرع متین، جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں، ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شوہر کے، جبکہ شوہر فوت ہوگیا تو اسی بھتیجے کے ساتھ عقد کرلیا تو وہ عقد جائز ہوا یا ناجائز ہے؟

الجواب

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر و انقضائے عدت نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از کاٹھیاواڑ مقام آرتیان مرسلہ امین احمد صاحب پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص نے نکاح کیا، اس کا ارادہ یہ ہے تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اس کو طلاق دے دے گا، یہ نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دے دوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں، ہاں بلاوجہ بے سبب محض طلاق دینا منع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱ مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاکخانہ سنسار گنج ضلع رنگپور بنگال ۳ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی تمیزہ مظلومہ مسماۃ بہ الف بعمر صغیرہ نابالغہ ۱۱ یا ۱۲ سال کی اس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں قہراً و جبراً اہل قریہ بطمع رشوت ایک عمر رسیدہ شخص سے تمیزہ الف کا عقد و نکاح کردیا اور چچا حقیقی تمیزہ کا بخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہا اور لڑکی تمیزہ سے بھی جبراً اذن لیا اور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن بھی انکار کرتی رہی لہذا آج تک انکار کرتی ہے بعد عقد و نکاح چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان پر آمد و رفت کیا لیکن جبراً، لہذا ایک وقت کچھ کھا کر مرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اس وجہ سے وارثان مظلومہ رخصتی کراکے اس کے نانا کے مکان مقیم کیا ہے عرصہ چار سال سے زیادہ ہوا اور اس وقت عمر لڑکی الف کی قریباً ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب

شخص عاقد وعقد وبندہ وارثان الف پر مستقد شرہے اور رخصتی چاہتے ہیں، لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے، احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان ہلاک ہو، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ ولایت واذن تمیز کا صحیح ہوا یا نہیں اور عقد ونکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں، اور ایسے عاقد وعقد وبندہ وعقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں، امید کہ فی سبیل اللہ تمیز مظلوم پر رحم فرمایا جائے، اور ان سب امورات کی بشرط توفیق رفیق تحقیق حقیق خلاصہ بیان قابل اطمینان، جواب با صواب صاف صاف مفصل بعبارت اردو مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیہ مزین بمہر ودستخط تحریر صحیح عنایت فرما کر ممنون ومشکور فرمایا جائے، اور کار خیر وثواب عظیم میں داخل ہو جائیے، اور مجھ کو معصیت سے نجات دلائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے، اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اس وقت نابالغہ تھی اور اس کے چچا نے نہ اس وقت اجازت دی نہ اس سے پہلے، نہ خبر نکاح سن کر کوئی قول وفعل دلیل اجازت اس سے صادر ہوا اور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا یہ بھی اس کی بلا اجازت کے ہو، اور اس وقت تک اس نے کوئی کلمہ اس نکاح کے رد کا بھی نہیں کہا، نہ الف کے منہ کرنی اور نہ کوئی [illegible] جو شرط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھا اور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہوا، اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول وفعل مثبت اجازت صادر نہ ہوا بلکہ اُسے اس نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھا رد ہو گیا، الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اگر صورت جمع واقع ہو چکی ہو جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے، اور اگر خالی جانا آنا ہوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور عاقد لُسے اگر اپنے تصرف میں دیا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہوا کہ نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے اور وہ وطی کہ الف کی نابالغی میں واقع ہوئی دلیل اجازت نہیں ہو سکتی اگرچہ اس کی اجازت سے ہو، عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھا تو وہ بھی گناہگار ہے ورنہ عقد موقوف فی نفسہٖ جرم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ مرسلہ حاجی ولد میاں صاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرام پور بازار چوک ۶ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جو زنا سے حاملہ تھی دیدہ ودانستہ حالت حمل میں نکاح کیا، بعد اس کے چند آدمیوں نے مجبور کر کے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوا دیں، یہ نکاح اور طلاق جائز ودرست ہوا یا نہیں؟ بر تقدیر اول وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

19

الجواب

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے۔ فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضع حمل قربت نہیں کرسکتا لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ[1] تاکہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب نہ کرے (درمختار)

صح نکاح حبلی من زنا[2] تنویر الابصار۔ زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے۔ تنویر الابصار۔(ت)

عدت زن شوہردار پر ہوتی ہے جب شوہر مرے یا طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الولد للفراش وللعاھر الحجر[3] (بچے کا نسب نکاح والے کے لیے ہے زانی کو محرومی ہے۔ت) آیہ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے صدر کلام میں یہ خاص صورت طلاق رجعی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے،

یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[4]۔ اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کو طلاق دیتے وقت ان کی عدت کا پاس کرو اور عدت کا شمار کرو(ت)

حدیث مذکور بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہے تو صحت نکاح پر کہ فرمایا فرق بینھما مھما امکن ہے کہ وہ تفریق [illegible] تبدیل نہیں، غرض صورت مستفسرہ میں عورت کا نکاح بیشک صحیح ہوگیا اب اگر یہ شخص اس سے قربت کرچکا اس کے بعد طلاق دی، یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں، مثلاً یہ کہ تو تین طلاق سے مطلقہ ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا، اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوئی مغلظہ نہ ہوئی بے حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے،

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ / ۱۲۴ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ناگور ریاست کرشن گڑھ راجپوتانہ ۲۴ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) بکر بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہواً ہوجائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزرنے ایام مذکورہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] " " " " " ۱/۱۸۹

[3] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰

[4] القرآن ۶۵/۱

نکاح کیا جائے تو اس میں کسی کی اجازت درکار ہوگی، عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یا اس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی۔

(٢) ایسی عورت جس کا خاوند مر جائے اُس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب

(١) عدت میں نکاح باطل و حرام محض ہے سہواً ہو خواہ قصداً، بعد عدت اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازتِ ولی مطلقاً درکار ہے، اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے اس کا نکاح اس کے اولیاء کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے اجازتِ ولی کی حاجت نہیں، اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اسے اپنے نفس کا اختیار ہے، اور اگر ولی شرعی ہے مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جب تک وہ پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر اس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دے گا عورت کے کئے نکاح نہ ہو سکے گا باطل محض ہوگا،

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وبہ یفتی لفساد الزمان[1] درمختار۔	غیر کفو میں اصلاً نکاح نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا، درمختار (ت)

(٢) بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ١٣٥: از جالسپور ... مرسلہ جناب حاجی ... حاجی یعقوب صاحب ... ٢٦ شعبان ١٣٣٢ھ

کیا فرماتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں اگر جملہ مستقبل ... ایجاب و قبول ... تو بھی ... اور شروط نکاح پائی گئی تو وہی جملہ مستقبلہ نکاح ہو گا جیسا کہ درمختار و غایۃ الاوطار میں ہے، اور بعض مولوی کہتے ہیں جملہ مستقبلہ نکاح نہ ہو سکے گا۔ درمختار میں ہے: وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا[2] (یونہی اگر کہا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یا میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیا ہوں۔ ت) غایۃ الاوطار میں ہے: اس سے نکاح ہو جائے گا کہ وعدہ چکانا نکاح میں رائج نہیں[3] ...

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ١/١٩١
[2] درمختار کتاب النکاح ١/١٨٥
[3] غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار نولکشور لکھنؤ ٢/٢

دو الفاظ ایجاب وقبول وشواہد اسی جلسہ منگنی میں غیر معتبر ہوگا، کون فریق حق پر ہے اور بر تقدیر قول بعض مولوی صاحب اس عبارتِ خلاصہ کے کیا معنے ہوں گے۔

الجواب

عبارتِ خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کے لیے[2] واقع ہوا تو وہ نکاح صحیح نہیں اور متعین کے لیے واقع ہوا تو صحیح، اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ان الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب وقبول کے لیے متعین ہیں تو نکاح ہو جائے گا اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر حلیہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہے گا، جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائیں گے اور نکاح کا ہے تو نکاح۔ درمختار میں ہے:

ولو قال هل اعطیتنیها ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[1]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

یوں ہی کہا "کیا تُو نے اپنی لڑکی مجھے دی" نکاح کی مجلس میں نکاح اور وعدہ کی مجلس میں وعدہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳: مرسلہ محمد اقبال و نور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلہ ذیل میں، ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہو گئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے

---

[2] عبارتِ خلاصہ کی یہ ہے:

ابو الصغیرۃ اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا وقال فلان قبلت ولم یسم الابن ان کان له ابنان او اکثر لایجوز وان کان له ابن واحد صح[2]۔ (م)

نابالغہ کے باپ نے جب کہا میں نے اپنی بیٹی فلاں فلاں کے بیٹے کو اتنے مہر میں دی، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کی اور بیٹے کا نام ذکر نہ کیا، تو اگر اس کے بیٹے زیادہ ہوں تو نکاح نہ ہوگا، اور اگر ایک ہی بیٹا ہو تو نکاح صحیح ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۵

نکال لیا اور فرار کر کے لے آیا۔ لڑکی چونکہ بالغ ہے اس نے خود بخود شہر گوجرانوالے جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا جس کی نوبت کچہریوں تک پہنچی۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے۔ امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آئندہ بھی ایسی کارروائیوں اور فتنوں کی بانی ہو، جس کا انسداد واجب امر ہے۔ کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے؟ مفصل حال سے آگاہی فرمائیں۔ فقط۔

الجواب

بلاشبہہ ایسے لوگ مفسد وفتنہ پرداز اور آبروریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید ووبال مدید ہیں۔ معاذ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ وناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا، کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ایذاء مسلم ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذٰی مسلما فقد اذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[1]	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وبہ یفتی لفساد الزمان۔[2]	فساد زمان کی وجہ سے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا۔(ت)

اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کرکے عورت کا بطور خود نکاح کرلینا خصوصاً وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی وناراضی الٰہی کا باعث ہے، اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہوا کہ ان کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے، یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

مسئلہ ۱۳۷ بریلی خواجہ قطب مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشاء ہرگز نہ تھی جس کے چند شاہد موجود ہیں، بوقتِ ایجاب قبول کرنے کے زید نے ہوں ہوں مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا، اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ مُہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح ہو گیا اگرچہ قبول میں صرف "ہوں" جبراً کہا ہو،

فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف مالیس باکراہ۔

جبر و اکراہ اگر پایا گیا تو ان امور میں مؤثر (عذر) نہیں بنے گا جن میں قصد و مذاق مساوی ہے مثلاً نکاح، طلاق اور عتاق اور اگر ان امور میں جبر نہ ہو پھر کیا کہا جائے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸ محمد رحیم بخش عبدالحمید صاحبان از قصبہ فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ... کی نسبت یعنی سگائی ہندہ سے ہوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پرانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے ہندہ کو دیا ہوا تھا یعنی ہندہ کی پھوپھی لاولد یا بانجھ تھی، ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقت مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی، آخر کار زید سے سوال ہم بستری کا کیا، چونکہ اس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا و رسول اور نماز و روزہ سے بالکل بے خبر تھا، غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی، یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کر دی، چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ اُلفت اور محبت ہوئی اور ہندہ کی پھوپھی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہو گئے، آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا اب زید ایک بزرگ سے شرفِ بیعت ہو کر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابندِ شرع ہے اور وہ بھی شرفِ بیعت ہو چکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتبِ احادیث و فقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سنا نہ اس بات کا خیال تھا، اب زید کتاب اکسیر ہدایت کا مطالعہ کر رہا تھا اس میں باب النکاح پر نظر پڑی، اس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپھی بھتیجی یک جا نکاح میں حرام ہیں، جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہو گیا ہے کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے

اور خدا و رسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے . اس رحمت ہو کر جھوڑ نا چاہیے یا طلاق دینا چاہیے تو اس کے والدین یہ دریافت کریں گے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے ، اور جدائی بھی نہایت شاق گزرے گی ، مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو ۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہ ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر کی جاوے ۔ اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کر دی ، امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلا کسی لحاظ و مروت کے حکم فرماویں ، اور اگر اس گناہ کا کفارہ ہو سکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جاوے ۔ اور اگر زید و ہندہ میں جدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہو چکی ہیں ان کو کیا کیا جائے اور مہر ہندہ کا مبلغ ماسٹ ... زید صاحب وہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں ؟ حالانکہ ہندہ نے شب عروسی کو اپنا مہر معاف کر دیا تھا ۔

الجواب

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] — اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے ۔

والحمد للہ رب العلمین ، جو گناہ ہوا اس سے توبہ کرے استغفار کرے باقی جو توہمات دربارۂ منکوحہ پیش آتے محض بے معنے ہیں ، کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا ، نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے ۔ خلاصہ و درمختار وغیرہ میں ہے

وطی اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ[2] — سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہوگی (ت)

الحمیرہ ہدایت میں جو لکھا اس کا یہ مطلب ہے کہ پھوپھی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزرے اُس وقت تک اس کی پھوپھی سے نکاح حرام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱: مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ چھگاؤں پیرو بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ مسلمان عورت اگر کوئی نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں ؟ از روئے مہربانی جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہو ویں اور مجھ کو سرفراز فرماویں ۔

الجواب

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے ، صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

قبول کرلینے سے نکاح نہیں ہوسکتا، وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲ مسئولہ ہیرا از موضع کرن پورہ ڈاک خانہ سیوان ڈویژن ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

ہمشیرہ	برادر
مسماۃ مولودن	سجاد میاں
عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس	عمر تخمیناً ۲۱ یا ۲۲ برس
دونوں بھائی بہن	

مسماۃ زیتون دختر ہمشیرہ ، غفار پسر برادر ، غنی خاں مرحوم کی اولاد ہیں

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مسماۃ زیتون مذکورہ دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مسماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی و آمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کے گھر سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی مسماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کے نہیں آئی، اب درمیان اس گھرانے اور اس گھرانے کے تکرار رنجا رنجی تطویل کلامی پیش ہوگیا، سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقض شرط نکاح بدلین کے رہی اس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہوجانے سے ہرگز ہم اپنا ہمشیرہ مولودن کو اس [illegible] نہ جانے دیا نہ اب آنے دیں گے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی و عہد شکنی کے باطل ہوگیا، خدانخواستہ مسماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے، عرض ہے صاف صاف فتویٰ اس کا حضور ارقام فرمادیں، والسلام!

سجاد میاں برادر ، مولودن ہمشیرہ ، ان لوگ کے والدین فوت کرگئے

الجواب

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرط نکاح زیتون تھا وہ ہوگیا، بہرحال مولودن غفار خاں کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اس کے روکنے کا کوئی حق نہیں، سجاد اپنی منکوحہ زیتون کو تلاش کرکے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے، مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۳ از بدایوں مولوی محلہ کوچہ مولوی انوار حسین صدر اعلیٰ مکان نجف بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

مسماۃ ہندہ دختر مسماۃ خالدہ بیوہ ہے، اس کے دو بچے نابالغ ہیں، زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا

بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی، ہندہ وخالدہ اپنی محنت کرکے بشمول زید بسر کرتے ہیں، زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی واولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہوجائے مگر ہندہ وخالدہ رضامند نہیں، دیگر اعزا سے ہندہ عقد ثانی کو بُرا خیال کرتے ہیں، اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کرکے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ وخالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز تیسرے آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں اور جو واقف ہو تاکہ ہندہ بُرے خیال وافعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو تو اس طرح عقد ہوسکتا ہے یا نہیں، بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول ہندہ سے کراسکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے؟

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد وزن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معاً دونوں مرد وزن کا ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، اگر ہندہ کا کوئی ولی نہیں یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ یا دولت میں ایسا کم نہیں کہ اس سے نکاح ہونا ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے، اور اگر کفو نہیں تو جب تک ولی پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نکاح نہ دے گا نکاح ہوگا ہی نہیں، اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوی[1] درمختار وغیرہ (فتوی اسی پر ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲: از بہاری پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب مرسلہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض در خدمت والیان شریعت محمدی وحامیان دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کردیا۔ نکاح کا ایجاب قبول ایک لیتی شخص نے کرایا، بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں، اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے، اور قاضی کا حق نکاح نوفی اس کو دیا جانا چاہئے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے پڑھوایا۔ بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے، چاہے مرد وزن دو گواہوں کے سامنے

خود ایجاب وقبول کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اُجرت کا مستحق، جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطٰن ۱؎ (یہ اپنے بنائے نام ہیں، شرعی طور ان پر کوئی دلیل نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از نبیری ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اس دختر کا نکاح اس کے سوتیلے باپ جو اس کا بڑا تایا تھا اس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کردیا لیکن لڑکی نکاح سے تا ہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب نا کہیں بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اس کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دوں گی، تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا لڑکے کو جائز ہے کہ زبردستی اُسے لے جائے اور ولایت اس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلا باپ ہونا کوئی وجہ ولایت نہیں، ہاں تایا ہونا سبب ولایت ہے اگر اس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور یہ لڑکا جس سے اُس نے اس لڑکی کا نکاح کیا مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اس لڑکی کا نکاح باعث ننگ وعار ہو تو نکاح ہوگیا، مگر اس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے، جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہوگیا اختیارِ فسخ نہ رہا، اور اگر وقتِ نکاح ہی اس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اس لڑکی کا نکاح باعث ننگ وعار ہو، جب نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴ تا ۱۲۶ از دیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار نہر ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقت نکاح جو ایجاب وقبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے خلاف اعتراض کرتے ہیں:

(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تم کو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اسی قدر دینار سرخ سلطانی سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح

۱؎ القرآن ۷/۷۱

تمھارے کے آقی اور دی میں نے، قبول کی تم نے۔

(۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ "سوائے" کے علاوہ استعمال کرتے ہیں

(۳) میں سب عبارت وہی ہے صرف بجائے "سوائے" یا "علاوہ" کے لفظ "مع" استعمال کرتے ہیں۔

(۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح تمھارے کے آقی اور دی میں نے، اور بعض صرف لفظ "آقی" کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ "دی" کہتے ہیں۔ اس میں کون سا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ اب اعتراض اس مقدار ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دولہا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی، اسی طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اس لڑکی کا نان نفقہ دولہا کے نکاح میں نہیں آیا، یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعدد مہر کی طرف، اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگیا، یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر ادا ہو جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پا چکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی۔ گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی، اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے۔ معترض [illegible] لفظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد ہے گا یا نہیں، اور ان سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے نہیں؟

الجواب

یہ سب اوہام ہی ہیں اور ان کی بحث فضول ہی، اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے، اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا ان کے سوا یا ان کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنے کہ اس کا وجوب ان کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنے کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم، اور ان سے بحث فضول، یوں کہ نان و نفقہ و مہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد ان کی نفی بھی کی جائے تو منتفی ہو جائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے، نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہو جاتی ہیں۔ اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا مہر مثل دینا آئے گا۔ اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال اقوام یشترطون بشروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ	ایسی قوم کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی اجازت کتاب اللہ میں کسی طرح نہیں، ایسی شرطیں

فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق[1]۔

سو بھی ہوں تو وہ مردود ہوں گی، اللہ تعالٰی کی طرف سے جائز شرط زیادہ ثابت و مضبوط ہے (ت)

بالجملہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہ ہوں تو یوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان و نفقہ کا وجوب اس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور "آئی" سے "دی" بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰: از مقام ہنسلی گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد آسمعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم۔ مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں، اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے۔ زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا۔ نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی۔ لڑکی رخصت ہوکر گھر آئی، چند روز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہیں لے جاؤں گا یہیں اس کے والدین کے پاس اسی شہر میں رکھوں گا۔ اگر زید اسٹامپ نہ لکھے گا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کروں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے؟

الجواب

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسائی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی، وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو تنگی دینے کے لیے ضرر مت پہنچاؤ۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۷

[2] القرآن ۶۵/۶

[3] ایضاً

وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] و اللہ   نے فرمایا: اسلام میں ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں

تعالٰی اعلم۔ دیتا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب علی ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جا کر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کر لو ورنہ میں حرام کرنے پر تیار ہوں لہٰذا اس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرنے سے خراب ہو جائیگی اور اس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزر جائے بعدہٗ نکاح کر لینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہٰذا اس شخص نے مجبوراً اس عورت سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اُسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت و محبت دونوں میں حد اعتدال سے زیادہ ہو گئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کا دوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرا نکاح اگر اس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو اور خود بھی زوج و زوجہ پریشان ہیں کہ کیونکر نکاح ہو اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ نکاح نہ ہوا زنائے خالص ہوا، اس مرد پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں مرد اُسے چھوڑ دے، پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور اگر ختم ہو گئے ہیں اور یہ دوسرا اس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فوراً کر سکتا ہے، اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسرا جس دن چھوڑے اس کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہونا لازم ہے، اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے:

المطلقۃ اذا تزوجت فی عدتہا فوطئہا ثم فرق بینہما وتستأنف عدۃ ویکون ماتراہ من الحیض محتسبا منہما جمیعا واذا انقضت العدۃ الاولٰی ولم تکمل الثانیۃ فعلیہا تمام العدۃ الثانیۃ۔[2]	مطلقہ عورت نے اگر عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس سے جماع کر لیا، تو دونوں میں تفریق کی جائے گی اور دونوں عدتیں متداخل ہو جائیں گی، اور آنے والا حیض دونوں کا مشترکہ ہوگا اور جب پہلی عدت پوری ہو جائے اور دوسری عدت پوری نہ ہو تو دوسری کو تمام کرے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

[2] درر شرح غرر باب العدۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/ ۴۰۳

خانیہ و بحر و ردالمحتار میں ہے:

اذا تمت عدۃ الاول حل للثانی ان یتزوجھا لاغیرہ مالم تتم عدۃ الثانی بثلث حیض من حین التفریق[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب پہلی عدت پوری ہوجائے تو دوسرے خاوند کو اس سے نکاح حلال ہوگا۔ تفریق کے بعد جب تک دوسری عدت کے تین حیض مکمل نہ ہوجائیں اس وقت تک کسی غیر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از پرنس ہمونا بھونی لیسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار، اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔

(۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کروا کے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے لڑکی کسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد و حاضرین کا فرث بالآسب۔ مجموعہ خانی جلد ثانی ص ۳۹:

در ہدایہ و کافی آوردہ است عورت حربیہ ... آمد بر آں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ، و نزدیک امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود، و باتفاق علماء بر کنیزکہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبراء لازم ست واگر حربیہ کہ در دار اسلام آمدہ است و حاملہ تا آں زمان کہ فرزند نزاید نکاح نکند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باں عورت شوہر نکند تا آں زمان کہ

ہدایہ وکافی میں ہے کہ اگر کوئی حربی عورت دار الاسلام آجائے تو اس پر عدت لازم نہیں خواہ دار الحرب میں مسلمان ہوئی یا نہ ہوئی ہو، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر عدت لازم ہے اور جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی پر عدت لازم نہیں ہے، یہ سب کا اتفاق ہے، اس پر صرف استبراء لازم ہے۔ اگر کوئی حاملہ عورت دار الحرب سے دار الاسلام آئی تو وہ بچہ کی پیدائش سے قبل نکاح نہیں کرسکتی۔ امام صاحب سے ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ نکاح کرسکتی ہے لیکن بچے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے، جس طرح زنا سے

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ مطلب فی وطئ المعتدۃ بشبہۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۹

فرزند زاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است و نزدیکی کردن روا نیست تا آں زمان کہ فرزند زاید و اگر یکے از میان زن و شوہر مرتد شد فرقت میان ایشاں واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں قول امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالے و نزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است و با زن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر برو لازم شود و اگر نزدیکی نہ کردہ است چیزے از مہر لازم نشود و نفقہ نیز لازم نشود اگر زن از خانہ مرد بیروں آمدہ باشد و اگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ برو لازم شود۔

حاملہ سے نکاح جائز مگر بچے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے۔ اگر خاوند بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو دونوں کی فرقت ہوگی لیکن طلاق نہ ہوگی یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالے کا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر صرف خاوند مرتد ہو جائے تو فرقت ہو جائے گی طلاق نہ ہوگی۔ تو خاوند کے مرتد ہونے کے بعد اگر اس نے بیوی سے جماع کیا تو مکمل مہر لازم ہوگا اور مرتد ہونے کے بعد جماع نہ کیا تو مہر اور نفقہ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ عورت خود اس کے گھر سے علیحدہ ہو چکی ہو اور اگر وہ اسی کے گھر میں ہو تو نفقہ مرد پر لازم ہوگا۔ (ت)

الجواب

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے [illegible] اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا۔ ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے، جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر، وہی روا رکھتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے۔ اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو، معلوم نہ ہو سکے کہ بچہ کس کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالےٰ اور وہ شوہر دار نہ ہو اس سے زانی و غیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضع حمل نہ ہولے اور جس کا حمل ہے وہ نکاح کرے تو اُسے قربت بھی جائز، در مختار میں ہے:

صح نکاح حبلیٰ من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا

زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے اگرچہ اس سے وطی و دواعی منع اور حرام ہیں جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے،

لے مجموعہ خانی

کلے القرآن ۲۸/۶

19 یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منہ و لو نکح الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[1]۔

تاکہ اس کا پانی غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے، یہ اس لیے کہ جماع سے حاملہ کے بچے کو بال اُگتے ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا تو اس کو جماع بھی جائز ہے (ت)۔

زید کا قول محض غلط ہے اور اس کا کہنا اگرچہ حاملہ اُسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح و مفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اس کا کہنا کہ شاہد و حاضران محفل کے ٹوٹ جاتے ہیں افترا بر افترا ہے، مجموعہ خانی سے جو عبارت اُس نے نقل کی ہے صراحۃً اُس کے خلاف ہے:

اگر عورت را از زنا حمل بود روا است خواستن او روا است و نزدیکی کردن روا نیست تا آنکہ نزاید۔[2]

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو جائے تو اس سے نکاح جائز اور جماع جائز نہیں جب تک بچے کو جنم نہ دے دے۔ (ت)

اور شاید جو اسی سے نقل کیا کہ:

حربیہ کہ در دار الاسلام آمدہ است و حاملہ تا نزاید نکاح نہ کنند۔

حربی عورت اگر دار الاسلام آجائے اگر حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک وہ نکاح نہ کرے (ت)

یہ اس میں ہے کہ حربی [illegible] حاملہ عورت دار الاسلام میں [illegible] ہوگی نہ کہ حمل زنا میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲: از دربھا، ڈاک خانہ چینیا تنگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الفتاوی قاضی خان وان ترک الجمعۃ ثلاث مرات بغیر عذر کان فاسقا کذا ذکر فی بعض المواضع وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی وذکر فی بعض المواضع انہ یبطل العدالۃ انتہی، و ان ترک الصلوۃ بالجماعۃ ولم یستعظم ذلک کما یفعلہ العوام بطلت عدالتہ

حضرات علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کا کیا حکم ہے کہ فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی نے تین جمعے ترک کر دئے تو وہ فاسق ہوگا، یوں ہی بعض مقامات پر مذکور ہے جس کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے لیا ہے، اور بعض مقامات پر انھوں نے ذکر کیا کہ اس کی عدالت ختم ہو جائے گی اھ اور اگر کسی نے نماز با جماعت کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ترک کیا جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت باطل

---

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] مجموعہ خانی

وان ترکہما متأولا بان کان یضلل الامام او یفسق لایبطل عدالتہ ولایقبل شہادۃ من کان معروفا بالکذب[1] انتہی وفی الدرالمختار لاتقبل شہادتہ الا تاویل بدعۃ الامام اوعدم مراعاتہ[2] اھ۔

باطل ہوجائے گی، اور اگر اس نے اہمیت کے باوجود کسی تاویل وعذر کی بناء پر مثلاً امام کو گمراہ یا فاسق قرار دیتے ہوئے جماعت ترک کردی تو اس کی عدالت باطل نہ ہوگی۔ اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہوجائے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اھ

اور درمختار میں ہے کہ ایسے شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی الّا یہ کہ وہ تاویل اور عذر مثلاً امام کے بدعتی ہونے یا شرعی امور کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے جماعت کو ترک کرے اھ (ت)

جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہوگئی تو ان کا نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں، چونکہ درمختار میں ہے، شہود عادل عند الشافعی[3] (امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں عادل گواہ ہوں۔ ت) شہود عادل شرط ہے۔ اور رجعت کرنے کے بارہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے، واشہدوا ذوی عدل منکم[4] (دو عادل گواہ بناؤ۔ ت) اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لانکاح الا بولی وشاہدی عدل[5] (ولی کے بغیر نکاح نہیں اور دو عادل گواہوں کے بغیر بھی۔ ت) اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کی گواہی نکاح وغیرہ میں شہود بن سکتا معتبر نہیں، جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

بلاشبہ بلاعذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق و مسقط عدالت و وجہ ردِ شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضرور نہیں، حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں۔ درمختار میں ہے، ولو فاسقین اومحدودین فی قذف[6] (اگرچہ دو گواہ فاسق ہوں یا تہمت کی حد لگائے گئے ہوں۔ ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں | کتاب الشہادات | نولکشور لکھنؤ | ۴/ ۷۲۲
[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۲
[3] رد المحتار مع درمختار | کتاب النکاح | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۲۹۲
[4] القرآن ۶۵/ ۲
[5] السنن الکبرٰی للبیہقی | لانکاح الا بشاہدین عادلین | دار صادر بیروت | ۷/ ۱۲۵
[6] درمختار | کتاب النکاح | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۷

حدیث میں جو ارشاد ہوا: لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل (ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں۔ت) 21
نفی بمعنی نہی ہے اور نہی منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شریک رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولانا قاضی گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور لامع النور، موفور السرور، قاطع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم! بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض آثار میں عینی ہدایہ نہیں لہذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیضدرجت ہیں، مسئلہ خطبۂ نکاح بغیر کفو میں اس ملک کے علماء سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ تقسیم واکروشکر یا فاتحہ خوانی بلا ایجاب وقبول یا وعدہ کریں کہ میں اپنی بیٹی دوں گا یا اس ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لیا تو یہ بھی مثل ایجاب وقبول کے موجب انعقاد نکاح ہوگیا اور حدیث تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ[1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی شرح ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ للتزوج[2] (کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے۔ت) ان کے مدعا کی پوری مثبت ہے ان کے نزدیک ایجاب وقبول لفظی یا کوئی قول وفعل اس پر دال ہو موجب نکاح ہے اگرچہ مساوی [illegible] مجھ جیسے لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ دُرفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل ما لہا وما علیہا مع ازالۃ اوہام واماتۃ اوہام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں۔ دوسری عبارت عینی کی:

وعنہ فی الرجل یشرب الشراب وھو حانث یفرق بینھما وفی البسیط مذھب الشیعۃ ان نکاح العلویۃ ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان[3] انتہی

عینی سے روایت ہے کہ جو شراب کا عادی یا جواباز ہے تو دونوں کی تفریق کردی جائے گی، اور بسیط میں ہے کہ شیعہ کا مذہب ہے کہ علویات (سیدزادیوں) کا نکاح ان کے اولیاء کی رضامندی کے باوجود بھی غیر سے ممنوع ہے، سروجی نے کہا یہ دونوں قول باطل ہیں انتہی (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳
[2] عینی شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۳۴۴
[3] " فصل فی الکفاءۃ " ۲/۱۰۲

اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہ ہے۔ اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب و حائک کا، دوسرا شیعہ والا ہے، تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر رضا اولیاء بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی، اور بروایت نادر نادرست ہے لفساد الزمان خصوصًا ممتنع (اس کی وجہ زمانے کا فساد ہے لہذا اصلاً ممنوع نہ ہوا۔ ت)، مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر رضا اولیاء کے نکاح کرلیا تو ظاہر روایت ہی کی رُو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون و شروح و فتاوے میں مذکور ہے۔ پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے، سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر، اور کس طبقہ کا ہے، اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے۔ ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سیدزادی کا نکاح ہر شخص شریف و رذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا، اور فقہ کی کل کتابوں سے اعلمی کرکے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں۔ ایک آیت سورۂ احزاب کے اوّل رکوع میں،

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھٰتھم[1]۔

نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنین کی جانوں سے بھی ان کے لیے قریب تر ہیں اور آپ کی ازواجِ پاک مومنین کی مائیں ہیں۔ (ت)

کہ حرمتِ ازواجِ مطہرات کی رسول اللہ واولاد کی بنات و اخوات و خالات کی طرف متعدی نہیں، جیسا کہ مدارک و خازن و احمدی و روح البیان وغیرہ میں ہے۔

اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت و نادرہ سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی، اور نادرہ میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے۔ فلا تعارض ولا تصادم (ظاہر اور نادر روایات میں تعارض و تصادم نہیں ہے۔ ت) اس کے متعلق بھی حضور والا مع التنویر کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

بملاحظہ شریفہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عبارت بنایہ صفحہ ١٠٢ بہت صاف ہے، اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں، اولٰی،

---

[1] القرآن ٣٣/ ٦

لابد من اعتبار الکفاءۃ ولا یسقط الا بتراضی — کفو کا اعتبار ضروری ہے صرف ولی اور خود لڑکی کی رضا سے
اولی والمرأۃ[1] — اس کا اعتبار ساقط ہو سکتا ہے۔ ت،

یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالمہ بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی تو نافذ ہو گا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری،

وعنہ فی الرجل یشرب الشراب وھو حب ثلث یفرق بینہما[2] — انہی سے مروی کہ شراب کا عادی یا جواباز ہو تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ ت،

یہ مطلق ہے وہ استثناء سے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہو جائیں، لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کریں کہ کفاءت حق الشرع لازم تراضی زن و ولی سے بھی ساقط نہ ہوگا، اور سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی خیر اعلیم تفریق کر دے گا، جیسے ہمارے یہاں بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن و اولیاء نکاح کرے یفرق بینہما (دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ ت) یہی حکم روافض نے دربارۂ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے، ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں، باطلان (دونوں باطل ہیں۔ ت) اور وہ بیشک باطل ہیں، اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرے لا یفرق بینہما (دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ ت) یا قرشیہ جولاہے سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لا یمنع (منع نہیں کیا جائے گا۔ ت)، امام سروجی ابو العباس احمد قاضی مصر ترقی شاگرد صاحب غایۃ شرح ہدایہ اجلہ علمائے حنفیہ سے ہیں، اُس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج (خطبہ نکاح کے لیے۔ ت) ہوگا، اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھ کر یقین ہوا کہ بیشک لام ہی ہے، کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی، خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا، حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ شئی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ بات نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ و تزوج کی مباینت ثابت کریں گے

ولیس یصح فی الاذہان شئی ۔۔۔ اذا احتاج النہار الی دلیل

(دن کی موجودگی بھی اگر کسی دلیل کی محتاج ہو تو پھر دنیا میں کوئی چیز ثابت نہیں قرار پائے گی۔ ت)

---

[1] البنایہ شرح ہدایہ — فصل فی الکفاءۃ — مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ — ۲/۱۰۲
[2] البنایہ شرح ہدایہ — ؍؍ — ؍؍ — ؍؍

حدیث تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ[1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ ت) سے اس کی تائید جلیل شدید اور نہ حدیث یحرم السوم علی سوم اخیہ[2] (بھائی کے لگائے ہوئے بھاؤ پر بھاؤ لگانا حرام ہے۔ ت) سے نفس سوم کو عقد بیع کر لیں گے۔ بنایہ کی پہلی عبارت وینبغی ان تخطب المعتدة ش لان الخطبة للتزوج ونکاح المعتدة لایجوز[3] (عدت والی عورت کو منگنی کا پیغام دینا مناسب نہیں، شرح میں ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جبکہ عدت والی کو نکاح جائز نہیں۔ ت)، تو ظاہر ہے کہ یہاں کاتب نے "لا" چھوڑ دیا ہے کیا نکاح معتدہ کو "لاینبغی" کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری، متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا، شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام، دوسرا خطبہ بالکنایہ اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبة (عدت والی کو کنایہ کے طور پر منگنی کے پیغام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ت) یعنی خطبہ جو بطور الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں، کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے

حاشش للہ! دوسری عبارت:

ولایجوز ان یقول صریحا ارید ان انکحک[4] او اخطبک لان الخطبة للتزوج کما ذکرنا

یعنی صراحۃً یہ کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یا میں تجھے پیام نکاح دیتا ہوں ناجائز ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا (ت)

جس میں کاتب نے "ای" کا "ان" اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں ان صاحبوں کو غالباً یہ دھوکا لگا کہ اخطب کو منصوب پڑھا اور انکحک پر معطوف اور "ارید" کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اس کا عطف "ارید" پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں، نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں، پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو "اخطبک" کے معنی بعینہٖ وہی ہوئے کہ "ارید ان انکحک" آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے، یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات کریمات نہ ہوتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٤٥٤
[2] " باب تحریم البیع علی بیع اخیہ الخ " ٢/٢
[3] و [4] البنایہ شرح الہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ٢/٤٣٣

میں حل مطلق سے سخت جہل ہے، کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حل مطلق کا اثبات، یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵: از موضع بین ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کی اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کرکے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپیہ دین مہر پر کردو ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے اگرچہ اجازت ہندہ سے موافق دستور ہندوستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات وسکنات سے عدم رضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی تو بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کرکے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کردیا آپ لڑکی کو خبر کردیجئے، زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کرلیا۔ نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے، بینوا توجروا

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح وتمام نافذ ولازم ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو کہ الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[1] کما فی الخیریۃ وغیرھا (کیونکہ بعد کی اجازت پہلی وکالت کی طرح ہے جیسا کہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی نکاح الفضولی دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۷

باب المحرّمات

(محرمات کا بیان)

مسئلہ ۱۵۵: ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا، اب زید کا نکاح اپنی نواسی یعنی بنت سلمٰی سے کیا چاہتی ہے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو وہ اس کی ماں ہوئی، اور جب وہ اس کی ماں ہوئی تو اس کی ساری اولاد خواہ اس دودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد سب اس کے بھائی بہن ہوئے، اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو ان کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں۔ پس سلمٰی بھی کہ حقیقی بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اس کا ماموں، اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما حتی ان المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ اھ ملخصا۔

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول و فروع حرام ہوجاتے ہیں حتی کہ اگر دودھ پلانے سے قبل یا بعد اس نے کوئی بچہ جنا ہو یا کسی کو دودھ پلایا ہو تو وہ سب اس کے بھائی بہن ہوں گے اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں ہوں گی اھ اختصاراً (ت)

۱؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض عوام بے علم کا یہ خیال کہ ہندہ کی سوتیلی ماں زینب کی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو وہ دھن میں شرکت نہ ہوتی، ہندہ زینب اس کی بہن زینب اس کی بھاوجی شمری، محض جہالت فاحشہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴ از خیر آباد مرسلہ حسین بخش صاحب دفتری یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی زینب بابی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا، بعدہ بکر مرگیا، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے، یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زن مذکورہ قولہ تعالٰی وامھات نسائکم میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح مذکور بےشک جائز ہے، قال اللہ عزوجل "واحل لکم ما وراء ذٰلکم"[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) علماء قاطبۃً متون و شروح و فتاوٰی میں محرمات مصہریہ زوجاتِ اصول و فروع، اصولِ فروعِ زوجات پر بستے ہیں نہ زوجۂ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر للعدم کما لایخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظ امہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۂ تحریم میں حرمت علیکم امھٰتکم[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[3] (جن سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیوں فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں:

لاتحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتھا[4]	ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔ ت

اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵ از رستگو پور کدیل متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی نصیر الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۴/۲۳

[3] القرآن ۴/۲۲

[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۳

زید کی موجودگی میں بکر سے جنسی بہوئی تھی۔ زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا تھا۔ مگر اپنی بی بی نصیبن کو دو برس تک کچھ خرچ نہ بھیجا، چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی، اس سے ایک لڑکا بھی زید سے۔ نصیبن کو بکر کے یہاں پڑے ہوئے عرصہ دس برس کا گزرا۔ اب بکر چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرے، زید نے طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مستاۃ کچھ دے تو طلاق دے دوں۔ بکر درصورت طلاق نہ دینے زید کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔

قال تعالٰی:

واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن[1]، الاٰیۃ۔ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن۔

جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو، الآیۃ۔ یہاں تخافون بمعنی تعلمون اور نشوز سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے (ت)

معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہو جائے، جو عورت چاہے بے ارادۂ شوہر سہل طور پر قید سے آزادی حاصل کرلے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل:

بیدہ عقدۃ النکاح[2] یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے خاوند مراد لیا ہے۔ (ت)

اسی طرح عیاذًا باللہ عورت کے فسق و فجور سے بھی نکاح نہیں جاتا، قال اللہ تعالٰی:

واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم[3] سماھن مع ذلک نساءھم، وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم[4] الاٰیۃ الٰی قولہ تبارک وتعالٰی ویدرؤ عنھا

تمہاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو۔ اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ جل وعلا نے فرمایا: وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیۃ، اس عورت سے حد کو ساقط

---

[1] القرآن ۴/۳۴

[2] القرآن ۲/۲۳۷

[3] القرآن ۴/۱۵

[4] القرآن ۲۴/۶

اعنی بہٖ[1] الآیۃ ۔۔۔ کرو ۔ الآیۃ تک ۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یُوں ہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی و زانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا ۔ قال تعالٰی ، والمحصنٰت من النساء[2] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں ۔ ت) پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر و نصیبن فوراً جدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دے طلاق حاصل کرے ۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی ،

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ[3] ۔۔۔ اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرے ، قال سبحٰنہ وتعالٰی ،

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[4] ۔۔۔ طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک پابند رکھیں ۔ (ت)

بکر و نصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا، اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کیے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں ۔ قال عزوجل ،

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[5] ۔۔۔ اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ ۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیات زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تاحیات زوجہ جب تک اسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے

[1] القرآن ۴ /۲۲
[2] القرآن ۴ /۲۴
[3] القرآن ۲ /۲۲۹
[4] القرآن ۲ /۲۲۸
[5] القرآن ۶ /۶۸

یا اس کے پیٹ سے یا دُودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (اور منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب الفقہ (ان تمام مسائل کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیجی اور بھانجی بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں سے درست ہے۔ قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰: ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا، تقدیرِ الٰہی سے لڑکا انتقال کر گیا، بعدہٗ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہوگئی، اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اسی لڑکی پرورش کردہ سے کرلی، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً جائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نسبت نکاح ہونے سے وہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہوگئی جو حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[4] (تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ت) میں داخل ہوسکے، حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بعد نکاح تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہوچکیں، یہاں نرا بیٹے سے نکاح ہوا نہ یہ عورت اس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہوسکتی ہے، اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط، قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے:

وربائبکم التی فی حجورکم من نساءکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن — تمہاری گود کی پالیاں تمہاری اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہوچکے اگر تم نے ان عورتوں سے ہم بستری

---

[1] القرآن ۴/۲۳
[2] القرآن ۴/۲۴
[3] القرآن ۴/۲۴
[4] القرآن ۴/۲۳

فلا جناح علیکم[1] | نہ ملی ہو تو ان کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جب تک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو تو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اس کے مرے پر اس سے نکاح کرلے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی۔ یہ محض جہلہ وار خیالات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱   ۲۱ رجب ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کر دیا، عمرو نے طلاق نہیں دی، زید نے کچھ روپیہ بکر سے لے کر نکاح بکر کے ساتھ کر دیا، اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی، زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لے کر نکاح کر دیا، اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوگئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے، قال اللہ تعالیٰ: والمحصنت من النساء[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت)۔ عورت اب جس کے پاس ہے اُس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے الگ کرکے نکال دے، اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جُدا ہو جائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی ہے، بصورت طلاق نہ ہونے کی زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس جس سے لیا ہے اسے واپس کرے، زید اور وہ شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اُسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا ترک کریں۔ قال اللہ تعالیٰ:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[3] | جب کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈالے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۲   ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی، زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے، اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہوسکتے ہیں یا نہیں، بکتاب اللہ فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں نکاح حلال ہیں، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم[4] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لئے

---

[1] القرآن ۴/۲۳   [2] القرآن ۴/۲۴
[3] القرآن ۶/۶۸   [4] القرآن ۴/۲۴

حلال کی گئی ہیں۔ ت) ظاہر ہے کہ پسر زید کے لیے ہندہ اگر ہوگی تو باپ کی ساس ہوگی وذٰلک اذا تقدم نکاح زید (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وُہ اپنی نانی نہ ہو۔

فی رد المحتار قال الخیر الرملی لا تحرم ام زوجۃ الاب[1]۔ — ردالمحتار میں ہے کہ خیرالدین رملی نے فرمایا کہ باپ کی ساس حلال ہے۔ (ت)

اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہوگی تو بہو یعنی زوجۂ پسر کی بیٹی ہوگی وھذا اذا سبق نکاح ابن زید (یہ جب ہے کہ زید کے بیٹے کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وُہ اپنی پوتی نہ ہو۔

فی رد المحتار اما بنت زوجۃ ابنہ فحلال[2]۔ — ردالمحتار میں ہے بیٹے کی بیوی کی بیٹی حلال ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح، تو زید و عمرو کی اصلی عورتوں پر طلاق عائد ہوتی ہے یا نہیں، کیونکہ قرآن مجید فرقان حمید میں ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھا کرو مگر جو ہو گزرا۔ ت) وارد ہے [illegible] بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

بوجودِ زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ اُسے ہاتھ نہ لگائے اور فوراً چھوڑ دے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی۔ نہ آیت کا یہ مطلب ہے، نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو۔ درمختار میں ہے:

فی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ[3]۔ — خلاصہ میں ہے کہ سالی سے زنا کی وجہ سے بیوی حرام نہ ہوگی۔ (ت)

ہاں سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماعِ زوجہ ممنوع ہو جائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو، ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کر لیا تو اب زوجہ سے جماع حرام ہو گیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے اُس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا، یوں ہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ و دانستہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ — فصل فی المحرمات — دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۳

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہو تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہوگا جب تک اس جماع بشبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہوجائے۔

فی ردالمحتار فی مسئلۃ نکاح المرأۃ علی اختھا: الثانی باطل ولہ وطء الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ ما لم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ[۱] عن البحر۔

ردالمحتار میں بہن کی موجودگی میں سالی سے نکاح کے مسئلہ میں فرمایا کہ دوسرا نکاح باطل ہے اور جب تک دوسری سے وطی نہ کی ہو پہلی سے جماع جائز ہے۔ اگر دوسری سے وطی کرلی ہو تو پہلی سے جماع اس وقت تک حرام ہے جب تک دوسری کی عدت گزر جائے۔

جس طرح شبہہ کی بنا پر بیوی کی بہن سے جماع ہوجائے تو بیوی سے جماع حرام ہوجاتا ہے تاوقتیکہ شبہہ والی کی عدت پوری نہ ہوجائے، یہ بحر سے منقول ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۳: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ ۵ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کردیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا ہوا [illegible] مگر ابھی بکر کو ہمراہ کردیا زوجہ زید نے ہمراہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادم سفر گاڑی پر کیا، شب کو سرائے میں بکر نے بارادہ فاسدہ ونیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں دابوں، ہرچند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دابنے شروع کردئے اور شکم پر ہاتھ پھیر کر قریب تھا کہ کمربند کھول ڈالے اور اپنا ازاربند اول کھول لیا تھا، نہایت مشکل وزبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا، دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی کا کیا زوجہ زید کی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی کہ جس سے گاڑی بان اور خادم نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں گنا مارنے آیا تھا، یہ بات زوجہ زید یقینی اور خوب معلوم ہے از روئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازاربند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازاربند کھول رکھا تھا اور اس وقت بکر کے دست وپا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہوکر زبردستی بکر کو چارپائی سے علیحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کرڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑی بان وخادم چراغ لے کر نہ آتے اور نہ دیکھتے

---

[۱] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

تو جبر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا۔ زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑگیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کروں گا۔ تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہ گیا یا ٹوٹ گیا، اور اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں، کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغہ ہے اور ولی یعنی والدین اس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے؟ اور اب معاملہ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہئے اور زوجہ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی۔ فقط۔ بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے، اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے، لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معاذ اللہ عضو تناسل کا قائم ہونا، پیدا ہو یا پہلے سے معاذ اللہ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہوجائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا معاذ اللہ تھا جب مس ختم ہوچکا اس کے بعد پیدا ہوا یا معاذ اللہ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی۔

فی الدرالمختار العبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیھما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی[۱] وفی ردالمحتار قولہ او زیادتہ ای زیادۃ التحرک ان کان موجودا قبلھما قولہ بہ یفتی قال فی الفتح وفرع علیہ مالو انتشر وطلب امرأتہ فاولج بین فخذی بنتہ خطاء لا تحرم امھا مالم یزدد الانتشار[۲]۔

درمختار میں ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے وقت شہوت کا اعتبار ہے ان کے بعد والی شہوت معتبر نہیں، اور اس وقت معتبر شہوت کی حد یہ ہے کہ چھونے اور دیکھنے پر آلۂ تناسل حرکت کرے یا اس وقت حرکت میں زیادتی پیدا ہو، اسی پر فتوٰی ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے، اس کا قول زیادتہ اس سے مراد حرکت کی زیادتی ہے جبکہ پہلے حرکت موجود ہو، اس کا قول بہ یفتی، فتح میں کہا اور اس پر تفریع بیان کی کہ کسی کو انتشار ہوا، اپنی بیوی کی طلب کی تو بیوی کی بجائے (بیوی کے پہلے خاوند سے) بیٹی کی رانوں کو غلطی اور خطا سے استعمال کیا تو اس لڑکی کی ماں (بیوی) اس پر حرام

۱؎ درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۸
۲؎ ردالمحتار | ؍؍ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۸۰

نہ ہوگی کیونکہ اس وقت انتشار زائد نہ ہوا (بلکہ وہی انتشار موجود رہا جو پہلے بیوی کے لیے ہوا تھا۔ ت)

اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو جیسے اس زمانہ میں جالی یا تنزیب کی کُرتیاں، ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسم تن کی گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بحالتِ شہوت واقع ہوا ہو۔

فی الدر المختار: واصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة[1] في رد المحتار: وهو كان مانعا لا تثبت الحرمة كذا في اكثر الكتب وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره[2]

درمختار میں ہے شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت خواہ یہ مس عورت کے سر کے بالوں کا کسی ایسے پردہ اور کپڑے کے حائل ہونے کے باوجود ہو جو بدن کی حرارت پہنچنے کے لیے مانع نہ ہو، تو بھی اس عورت کے اصول حرام ہو جائیں گے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ کپڑا بدن کی حرارت کے لیے مانع ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اکثر کتب میں ایسے ہی ہے، اور یوں ہی اگر کسی عورت سے جماع کے وقت ذکر پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا (جس سے آپس میں دونوں کے بدن کی حرارت نہ محسوس کی گئی) اور عورت کے باقی تمام بدن پر موٹا کپڑا ہو کہ کوئی حصۂ بدن برہنہ مس نہ ہو۔ (ت)

نیز ایک شرطِ حرمت یہ ہے کہ مس یا نظر کرنے والے کو انزال نہ ہو، اگر انزال ہوگیا حرمت نہ ہوگی۔

فی الدر المختار: هذا اذا لم ينزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به يفتى ابن كمال[3]

درمختار میں ہے کہ حرمت تب ثابت ہوگی جب اس انتشار میں انزال نہ ہوا ہو، اور اگر مس یا نظر کے وقت شہوت سے انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اسی پر فتوٰی ہے، ابن کمال۔ (ت)

غرض مس یا نظر کے سبب حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں، زوجۂ زید کا بیان جس قدر سوال میں مذکور، اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ صورتِ واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں، تین بجے شب کے واقعہ میں بکر کا صرف اس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں، اور واقعہ اول شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر

---

[1] درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار | " " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۸۰

[3] درمختار | " " " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۸

اور شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا، نہ یہ معلوم کہ اس وقت زوجہ زید کی کُرتی نیچے پڑی ہوئی تھی، تو اس کے فقط اتنے بیان پر حکم حرمت نہیں ہوسکتا جب تک صاف صاف تمام شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔ لہذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اس قدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجہ زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت ہی میں اسے نعوظ پیدا ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہوگئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی تو ہندہ بدستور اس کے لیے حلال ہے، پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائے گا اس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا، یہ محض غلط ہے بلکہ اُس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہگار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی،

فامساک بمعروف او تسریح باحسان[1]، و اذ قد فاتہ الامساک بالمعروف لزمہ التسریح باحسان۔

بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کردو۔ اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہذا اس کو چاہئے کہ چھوڑ دے۔ (ت)

تو جب تک وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کرے ہندہ بدستور جیسی تھی ہے، دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز

عہ نظر ھھنا فان الذی خص المتارکۃ بالزوج وحقق الشامی انہا تکون من المرأۃ ایضا وانہ لافرق بینہا وبین الفسخ، وقد تقرر ان حرمۃ المصاھرۃ تفسد النکاح وان فی النکاح الفاسد لکل منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا والطرفان غیر البالغۃ ھل لہ اولولیہ فسخ نکاحہا الفاسد تحرزا عن المعصیۃ ام ینتظر بلوغہا اذ لا معصیۃ منہا قبلہ والظاھر الاول فلیحرر ۱۲ (م)

یہاں غور کرنا چاہئے کیونکہ جس نے متارکہ کا حق خاوند کیلئے خاص کیا ہے، جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمت مصاہرۃ نکاح کو فاسد کردیتی ہے، جبکہ نکاح فاسد میں خاوند و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچایا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بنا پر کہ اس سے قبل گناہ متصور نہیں، اور ظاہر پہلا احتمال ہے، اس کو واضح کرنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۲۹

نہیں، ہاں بعد متارکہ یا تفریق حاکمِ شرع پدرِ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے۔

فی الدر المختار حرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع بھا النکاح حتی لا یحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لا یکون زنا۱؎۔ وفی رد المحتار ای وان مضی علیہ سنون کما فی البزازیۃ وعبارۃ الحاوی الا بعد تفریق القاضی او بعد المتارکۃ اھ۲؎۔

درمختار میں ہے حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ متارکہ اور عدت گزر جانے کے بعد ہی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح اور وطی جائز ہوگی، اس سے قبل جائز نہیں (حرمتِ مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل) خاوند کی وطی کو زنا نہ کہا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں، اور حاوی کی عبارت کے مطابق قاضی کی تفریق یا متارکہ کے بعد ہی وہ نکاح کرسکے گی الخ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سید کبیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بولایت خود وشوہرِ خود بکر سے کیا، بعدہ ہونا اتفاق باہمی یہ خیال ہوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑا چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح ہوسکے، ہندہ سفر کو گئی، ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور [illegible] سے پردہ نہ تھا گئے۔ سرائے میں کھانا کھا کر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوا لیا۔ چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ، بکر و چھوکری سو رہے۔ ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی، بکر غافل سوتا تھا، ہندہ نے باواز سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے، بکر پاس گیا اور فرش پر بیٹھنے لگا، ہندہ نے کہا کہ میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ، وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بہ سہولت کہا اب تو جاکر سو رہو۔ بکر اپنی جگہ پر سو رہا، ۲ بجے شب کے بکر حقہ پینے اٹھا، مکان میں کتا جاتا معلوم ہوا، حقہ گاڑی بان کو دے کر اندر آگیا، اندھیرا تھا، چارپائی کو ٹھوکر لگی، ہندہ نے خادمہ اور گاڑی بان کو پکارا، بکر نے فورًا کہا میں ہوں کتا دیکھنے آیا ہوں کہ کہیں خراب نہ کرے۔ سب سو رہے، صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا ارادہ کیا، کہا کب؟ کہا جب تو پیشاب کو گئی تھی، کہا مجھے ایسی کیا دیر ہوئی تھی، اور تم نے جب ہی کیوں نہ کہا، میں بکر سے پوچھتی ہوں، اُسے سخت قسم دے دی، پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا، مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا، خادمہ اور گاڑی بان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے، آیا تنہا بیان ہندہ قابلِ وثوق ہے اور نکاح بکر قائم رہا یا گیا؟ بینوا توجروا۔

۱؎ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

۲؎ ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

الجواب

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: واشھدوا ذوی عدل منکم[1] (اپنے دو عادل گواہ بنالو۔ ت) نکاح بحالہ یقیناً قائم ہے۔

حتی علی فرض صدقہا ایضا لان المذھب عندنا ان حرمۃ المصاھرۃ لاترفع النکاح، وانما تفسدہ فلابد من متارکۃ من الزوج او تفریق من القاضی[2]، کما فی ردالمحتار عن البحر عن الزیلعی (ملخصاً)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حتی کہ عورت کو سچا بھی تسلیم کیا جائے، اس لیے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حرمتِ مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس کو فاسد کرتی ہے۔ لہذا خاوند کا متارکہ یا قاضی کی تفریق ضروری ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں زیلعی کے حوالے سے بحر سے منقول ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۶: از رامپور علاقہ بے پور ڈاکخانہ نذاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا جس شخص کا حمل ہو قبل وضعِ حمل اُسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اسے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں حسب و نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالٰی:

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[3] حاملہ عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضعِ حمل نہ ہوا اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

فی الدرالمختار ینکح مبانتہ بمادون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا مطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ[4] (ملتقطاً)

درمختار میں ہے کہ اپنی مطلقہ بائنہ سے عدت پوری ہونے سے قبل یا بعد نکاح کرسکتا ہے بالاجماع، تین طلاق والی سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک کسی غیر شخص سے اس کا نکاح اور وطی نہ ہو جائے (ملتقطاً) (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/۲

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

[3] القرآن ۶۵/۴

[4] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعاً مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کرسکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرعاً میں اصلاً حرمت و عزت نہیں، مگر فرق اتنا ہے کہ اگر وہ زانی ہی سے نکاح کرلیا جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہوجائے گی اور غیر سے نکاح ہُوا تو جب تک وضع حمل نہ ہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

فی الدر المختار صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع ولو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا[1] اھ ملخصاً۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب

درمختار میں ہے: زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے، اگرچہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مسئلہ ۱۹۰: از آزلہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ بیوہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی، زید اس سے ارادہ نکاح رکھتا تھا، ہندہ کی بیٹی مسماۃ نابالغہ کہ جس کی عمر نو برس کی ہے اُس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کردیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہُوئی، اب زید کو معلوم ہُوا کہ یہ اسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے، اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز وحرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے دست بردار ہو، اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

فان نکاح البنات وان کان یحرم الامہات لکن ذاک ان کان صحیحا ولا یصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاہرۃ۔

بیٹی سے نکاح کی وجہ سے ماں اگرچہ حرام ہوجاتی مگر اس وقت جب بیٹی سے صحیح نکاح ہو، اور حرمت مصاہرت کی بنا پر شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت کی بیٹی سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

درمختار میں ہے:

حرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة و ام زوجته وجداتها مطلقا بمجرد العقد الصحيح[1]

بیوی سے وطی کرنے پر اس کی بیٹی حرمت مصاہرۃ کی بنا پر حرام ہوجاتی ہے اور بیوی کی ماں اور دادیاں بھی اس پر محض صحیح نکاح کی بنا پر حرام ہوجاتی ہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

احترز عن النكاح الفاسد فانه لا يوجب بمجرده حرمة المصاهرة بل بالوطء او ما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة الخ[2] واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

صحیح نکاح کا یہ حکم ہے، رہا فاسد نکاح تو صرف نکاح سے حرمت مصاہرہ ماں اور دادیوں کی نہ ہوگی بلکہ وطی سے ہوگی یا وطی کے قائم مقام اور شہوت سے دیکھنے اور چھونے سے ہوگی الخ (ت)

مسئلہ ۱۶۸: از موضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا خیر علی صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ از روئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال؟ اور ازواجِ مطہرات حضرت خدیجہ و حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مریدہ تھیں یا نہیں؟ اس نکاح کی حرمت و حلت جو کچھ ہو بحدیث وفقہ صاف تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے[ع] اسے ممنوع جاننا کتاب و سنت و اجماعِ اُمت و قیاس

ع: اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کا اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل جیالے متصوف اس مجوزہ مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنا لیتے ہیں اور تمام عورتوں کو جو ان کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ و حجاب آیا کرو، بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بے باکانہ آنے سے منع فرماتے، اور کبھی حضور پُرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا، جو بیبیاں کہ حاضرِ خدمت ہو کر بیعت چاہتیں آپ ان سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار | فصل فی المحرمات | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۷

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۷۸

چاروں دلائل شرع سے محض باطل و بے اصل ہے، قرآن عظیم سے یوں کہ مولیٰ عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا:
وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ [1] ان کے سوا سب عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔ لاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر
نہ فرمائی اس حکم حلت میں داخل رہی، سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے۔ خصوصاً ہمارے حضور
پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں حضور والا صلوات اللہ
تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بیبیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ و حضرت
ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجہ کی مریدہ اور اعلیٰ درجہ کی بیبیاں ہیں، باتفاق علماء
ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کا ظاہر فرمایا، سب سے پہلے
حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں، بعض جاہلوں کی سمجھ میں اتنا
نہ آئے تو یہ مانیں گے کہ حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے، اولیائے کرام فرماتے ہیں،

تا جہان ہست نہ چو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پیرے بود نہ چو ابوبکر صدیق مریدے۔

پوری کائنات میں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیر ہے اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی مرید ہے۔ (ت)

وہ جو جاہلانہ خیال کہ پیری مریدی کا رشتہ بعینہٖ مثل رشتہ نسب کے ہے اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی، مریدوں کی
بیٹیاں پوتیاں ہوتیں۔ یونہی ختنین عثمان غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح بنات مطہرات حضور سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا، اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں، مگر جہل وسفاہت کے
مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔ اجماع سے یوں کہ آج تک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زبانی بیعت لیتے۔ اور فرماتے تمھاری بیعت ہوگئی کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ لی شیطان
کے مکر سے اللہ بچائے محفوظ رکھے۔ اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس باتلبیس نے یوں ورغلایا اور ان کے ذہن میں
یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو پھر ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیر جی سے پردہ کرائیں،
پس بے عقل و بے غش بے حجاب حسب بحالت موجودگی وعدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام
کرتے ہیں۔ یہ راقم آثم کا چشم دیدہ ہے جو بیان میں آیا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (مولوی نواب) سلطان احمد خان بریلوی

---

[1] القرآن ۴/۲۴

فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود، کسی نے مرید کو محرمات سے نہ گنا۔ قیاس سے یوں کہ رشتہ استاذی و شاگردی بھی تو مثل رشتہ پیری و مریدی ہے، پیرو استاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں، خود حدیث میں فرمایا:

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم[1]۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا ہے (ت)

بلکہ پیری و مریدی بھی خود ایک اُستاذی و شاگردی ہے، اگر یہ خیال باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2]۔

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا، بے مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بے علم عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علمِ دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رجل کانت لہ امۃ فغذاھا فاحسن غذاءھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلہ اجران[3]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اُسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے، پھر اُسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے (اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] القرآن ۶۶/۶

[3] صحیح بخاری باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

جاہلوں کی جہالت کو مرید ہونے سے نکاح ناجائز بتاتے ہیں اور زن و شو دونوں کو بے تکلف مرید بناتے ہیں، وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہو گئے، اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا ہوا افترا کرتا اور حلال خدا کو حرام ٹھہراتا ہے، اس پر توبہ فرض ہے۔ اللہ تعالٰی ہدایت بخشے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ١٦٩ ١٣ شعبان معظم ١٣١١ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنؤ کے، اُن کی دختر سے نکاح سُنّی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالٰی عقائد کفریہ رکھتے ہیں اُن میں کوئی کم ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی و باقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوہہم کو حضرات علیہ انبیائے سابقین علٰی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو، اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں۔ مجتہد لکھنؤ نے اپنے مجری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو اُن میں خود یہ اعتقاد (بالفرض) نہ بھی رکھتا ہو تاہم اس سے یہ اُمید نہیں کہ مجتہد کا فتوٰی دیکھ کر اُسے کافر جاننا در کنار، خود بھی اس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اس کے عقیدہ پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے من شك فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفر[1] (جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ ت) تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے[2] کما صرح بہ فی الظہیریۃ والہندیۃ والحدیقۃ الندیۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ (جیسا کہ ظہیریہ، ہندیہ اور حدیقۃ الندیہ وغیرہا کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت) پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقاید کفریہ رکھتی ہو اس سے سُنّی یا غیر سُنّی کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا کہ مرتدہ اصلاً محل نکاح نہیں[3] کما نص علیہ فی الدر المختار والعالمگیریۃ وعامۃ الاسفار

---

[1] درمختار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ١/٣٥٦

[2] فتاوٰی ہندیہ — باب فی احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ٢/٢٦٤

[3] ؎ ؎ — القسم السابع المحرمات بالشرک — ؎ ؎ ؎ — ١/٢٨٢

(جیسا کہ درمختار، عالمگیریہ اور عام کتب میں اس پر نص ہے۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی قطعاً ولدالزنا ہوگی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم کہ ولدالزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعاهر الحجر[1] — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زانی کے لیے محرومی ہے۔ (ت)

اور اگر دختر مذکورہ خود ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اس سے ہوسکتا ہے اولاد صحیح النسب ہوگی اور ترکہ پدری کی مستحق۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۱۴۱: ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعان مروجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی، اگر حرامی ہے تو عنداللہ حرامی عورت کا نکاح سنّی مرد سے ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اس کی اولاد بطنی میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے،

اذ لانکاح لمرتد ولا لمرتدۃ اصلاً حتی مع مثله فی الارتداد کما نص علیه الائمة الامجاد۔[2] — مرتد مرد اور مرتد عورت کا بالکل کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا حتی کہ ان جیسے مرتد سے بھی، جیسا کہ اس پر ائمہ بزرگوار نے تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر زن وشوہر دونوں عقاید کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے، اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سنّی سے ہوسکتا ہے جبکہ وہ خود عقیدہ کفریہ نہ رکھتی ہو، اس صورت میں اس کی اولاد بطنی میں کوئی نقصان نہیں، اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفہ حرام ہے اور اس کی اولاد بھی حرامی، خواہ رافضی سے ہو یا سنّی سے۔ اور اس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی ودواعی اسے روا نہیں جب تک وضع نہ ہو، اور جو زانی سے

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

نکاح کرے تو یہ بھی روا، ہاں تا قبلِ وضع اصلاً نکاح ناروا اُسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از نینی تال تحصیل کھٹیما تھانہ مجھولا موضع مجورا مرسلہ سکندر شاہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا، ہنوز ہندہ اس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دُوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کرلیا اور دونوں عورتیں اس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دونوں بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام؟ دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جداگانہ تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اُس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے، پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کیلئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

ہندیہ میں ہے:

ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ویجب علیه ان یفارقها ولو علم القاضی بذلك یفرق بینهما فان فارقها قبل الدخول لایثبت شیئ من الاحکام وان فارقها بعد الدخول فلها المهر ویجب الاقل من المسمی ومن مهر المثل وعلیها العدة ویثبت النسب ویعتزل عن امرأته حتی تنقضی عدة اختها کذا فی

اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مفارقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کردے، اگر دُوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کردیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا، اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وُہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہوسکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

محیط السرخسی[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جبکہ دوسری بیوی کی عدت گزر جائے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۴۳: ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوا اور مرد وعورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے؟ علماء مذہب حنفیہ کے اس میں کیا حکم دیتے ہیں؟

الجواب

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستّر برس گزر جائیں یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستّر برس کا ہو، مثلاً تیس[30] سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس انتظار کرے، اس مدت گزرنے پر قاضی اس کی موت کا حکم کرے، بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے، عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے۔ فتح القدیر میں ہے:

عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین فکانت المنتھی غالباً[2]۔

میرے نزدیک ستّر بہتر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میری امت کی عمر ساٹھ اور ستّر کے درمیان ہے تو آخری حد غالباً معتبر ہے۔(ت)

جواہر اخلاطی میں ہے: انہ احوط واقیس[3] (یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ت) اسی میں ہے: وعلیہ الفتوٰی[4] (اسی پر فتوٰی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

فی واقعات المفتین لقدری آفندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ[5]۔

واقعات المفتین میں ہے کہ قنیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے آفندی نے کہا کہ موت کا حکم قاضی کے ذریعہ ہوگا کیونکہ احتمالی معاملہ ہے تو جب تک قاضی کا فیصلہ نہ مل جائے اس وقت تک محض مدت کا گزرنا حجت نہ ہوگا۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم الرابع المحرمات بالجمع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۷-۷۸

[2] فتح القدیر کتاب المفقود نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷۴

[3] جواہر اخلاطی " قلمی نسخہ ص ۱۲۲

[4] " " " "

[5] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۹

تنویر میں ہے:

بعدہ یحکم بموتہ فتعتد عرسہ للموت[1] (ملخصاً) — مدت گزرنے کے بعد خاوند کی موت کا حکم دیا جائے گا لہذا یہ عورت موت والی عدت پوری کرے گی (ملخصاً۔ ت)

ردالمحتار میں ہے: ای عدۃ الوفاۃ[2] (یعنی وفات والی عدت مراد ہے۔ ت) بہت سن رسیدہ مرد نوعمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستّر برس کا اور عورت جوان ہو، مثلاً پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہوگیا تو جب اس کی عمر سے ستّر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہوگی، اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ کہ اپنی خواہش نفس کے لیے۔ قرآن عظیم صاف فرمارہا ہے: والمحصنٰت من النساء[3] (شادی شدہ عورتیں ہیں سے۔ ت) پھر اس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴: از کلکتہ امام باڑہ لین نمبر ۱۰ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیا دلیل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے، دلیل اس کی قول اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذٰلکم[4] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرماکر ارشاد ہوا ان کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۵: از امرود ضلع بہڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمّی عبداللہ ہے اس کی ہمشیرہ کا نام نورن تھا، مسماۃ نورن کا نکاح مسمی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا، مسمی ہدایت اللہ کے نطفہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۹
[2] ردالمحتار ″ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۲
[3] القرآن ۴/۲۴
[4] القرآن ۴/۲۴

شکم مسماۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے، مسماۃ نورن مرگئی، بڑے فرزند کا بھی انتقال ہوگیا، چھوٹا فرزند زندہ ہے مسمی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں جو مرنے اپنی بہن مسماۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کردی، دوسری دختر جو چھوٹی مسمی عبداللہ کی ہے، ہدایت اللہ کے فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے۔ اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ کا بھانجا ہوا۔ جب عبداللہ کی دختر نکاح میں آئی فرزند کی سوتیلی والدہ ہوئی، سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ سسر ہوا۔ زید یا عبداللہ نانا ہوا۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مع مہر نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر اللہ آپ کو عطا کرے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے، عبداللہ اس کا ماموں ہے نانا نہیں، سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا، اور سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ، سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دختر زن ہے۔ ردالمحتار میں ہے: لاتحرم ام زوجۃ الاب وبنتہا[1] (باپ کی منکوحہ کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوتیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از الہ آباد محلہ دولت [illegible] مکان [illegible] مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت، جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ، حاوی الفنون الاصلیہ والفرعیہ، مخدوم معظم، مطاع مفخم، نیاز کیشان جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم از نیاز مند عبید اللہ سلام مسنون خشوع و خضوع مشحون درقطعہ استفتا ابلاغ خدمت والا میں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کرکے توجہ وجیہ کا امیدوار ہوں، ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآراء ہو رہے ہیں فتوٰی بکمال تحقیق و تدقیق مبرہن بدلائل خوب بسط و تفصیل سے لکھے جائیں۔ دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے۔

صورت سوال یہ ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ زوجہ اولٰی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا، چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا، زید نے کہا میں نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اس لیے اس کو نکال دیا۔ بعدہ زوجہ ثانیہ کو طلاق دے کر زوجہ اولٰی ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرار زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرار زنا کی پیش ہوئی تو صورت مذکورہ میں اس شہادت اقرار زنا سے حرمت

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

معاہرت شرعاً ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا؟ ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرارِ زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے، اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمتِ مصاہرت کیسے ثابت ہوگی، تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں بہت سے علماء مختلف ہیں۔

سوال دوم: اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اُس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صورتِ مستفسرہ میں حکمِ شرعی میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، ہندہ زید پر حرام ابدی ہو جائیگی فان البینۃ کاسمھا مبینۃ (بینہ اپنے نام کی طرح واضح کرنے والا ہے۔ ت) جب شہادتِ شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت ہوا تو اس کے زنا کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے، اس گواہی سے ثبوتِ زنا نہ ہونا مطلقاً ابطالِ شہادت یا تکذیبِ شہود یا ردِ مشہود بہ کی بنا پر نہیں کہ اُس سے نفسِ اقرار بھی ثابت نہ مانیے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ زین مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں،

ان شھد رجلان رجل و امرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤ عن القاذف الحد وعن الثلثۃ ای الرجل والمرأتین لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ فکانا سمعنا اقرارہ بالزنا۔[1]

زنا سے متہم شخص کے اقرارِ زنا پر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے شہادت دی تو اس سے قہتمانے تہمت لگانے والے اور گواہ ایک مرد اور دو عورتوں سے حدِ قذف کو ساقط قرار دیا ہے کیونکہ گواہی سے ثابت شدہ چیز ایسے ہے جیسے دیکھی ہوئی ہو، تو گواہوں کے بیان ثابت شدہ زنا کا اقرار ایسے ہے جیسے ہم نے خود سنا ہے (ت)

ثابت ہوا کہ شہادتِ اقرار اگرچہ مثبتِ زنا ہونے کی اصلاً صلاحیت نہ رکھے کہ اثباتِ زنا میں شہادت زنان و شہادت دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبتِ اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے۔ نیز بحر میں ہے،

لو شھد رجلان انہ زنی و اخران انہ اقر بالزنا فانہ لایحد قال فی الظھیریۃ و لایحد الشھود

دو مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے تو ایسی صورت میں اس کو زنا کی حد نہیں

---

[1] فتح القدیر باب حد القذف نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۱

21/21

ایضاً وان شھد ثلثۃ بالزنا وشھد رابعھم علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثۃ الحد اھ لان شھدۃ الواحد علی الاقرار لاتعتبر فبقی کلام الثلثۃ قذفا۔[1]

ثنائی جائیگی۔ اور غنیہ میں ہے کہ اگر گواہوں کو بھی حد نہ ہوگی، اور اگر تین مردوں نے زنا کی شہادت دی اور چوتھے نے زنا کے اقرار پر شہادت دی، تو تین پر حدِ قذف ہوگی کیونکہ اقرار کے ایک گواہ کی شہادت معتبر نہیں، تو تین گواہوں کی بات تہمت ہوجائیگی (ت)

دیکھو شہادتِ واحد و شہادتِ رجلین میں فرق فرمایا کہ اول باطل و بیکار اور ثانی معتبر و مثبت اقرار حالانکہ اثباتِ زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوتِ زنا نہ ہونے کی اور دو وجہیں ہیں:

اولاً وہ اقرار جو ان سے ثابت ہُوا بیرونِ مجلس قضا تھا اور دارالقضا سے باہر کا اقرار مثبتِ زنا نہیں ہوتا۔ شرح نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے:

الاقرار لو یعتبر عند غیر الامام حتی لو شھد وابذلک لم تقبل۔[2]

قاضی یا حاکم کی موجودگی کے بغیر اقرار معتبر نہیں حتی کہ اگر اس مجلس سے باہر کے اقرار کی شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

ثانیاً مشہود بہ اگر مقر ہے تو شہادت کی کیا حاجت

فانھا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولا تجامع الاقرار الا فی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ھذہ منھا۔

شہادت تو منکر کے خلاف ہوتی ہے جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے، اشباہ میں مذکور چند صورتوں کے علاوہ شہادت، اقرار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، اور یہ صورت ان چند میں سے نہیں ہے۔ (ت)

ور منکر ہے تو اقرارِ سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا۔ تحفۃ الفقہاء و بدائع و تبیین الحقائق اور معین الحکام و جامع الرموز و بحرالرائق و غنیہ ذوی الاحکام و ردالمحتار وغیرہا میں ہے،

واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملک العلماء الکاشانی لو اقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشھد الشھود علی

ملک العلماء امام کاشانی سے منقول کے بارے میں علامہ شرنبلالی کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر اپنے زنا پر مجلس قضا سے باہر چار مرتبہ اقرار کرے اور اس

---

[1] بحرالرائق | کتاب الحدود | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/۵
[2] جامع الرموز | ۔ | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۴/۵، ۵۰۵

اقرارہ لاتقبل شہادتھم لانہ ان کان مقرا فالشہادۃ لغو لان الحکم للاقرار لا للشہادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقا للّٰہ تعالٰی صحیح۔[1]

اقرار پر گواہ شہادت دیں تو قبول نہ ہوگی، کیونکہ اگر وہ شخص اقراری ہے تو حکم اس کے اقرار پر ہوگا نہ گواہی کی وجہ سے نہ ہوگا اس لیے شہادت لغو ہوگی اور اگر وہ مجلس قضا میں منکر ہوجائے تو اس کا یہ انکار اپنے اقرار سے رجوع ہوگا۔ اور حدود جو کہ خالص اللہ تعالٰی کا حق ہیں ان میں رجوع صحیح ہے۔ (ت)

علماء کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوتِ زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوتِ اقرار کی تقریر فرمارہی ہیں تو اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار ضرور ثابت ہوگیا، اب یہ دیکھنا رہا کہ اثباتِ مصاہرت کو خاص ثبوتِ زنا درکار ہے یا ثبوتِ اقرار ہی کافی، برتقدیرِ ثانی اس اقرار پر اصرار بھی ضرور، یا بعد اقرار رجوع نامسموع، کلمات علماء باعلٰی ندا منادی کہ یہاں ثبوتِ زنا کی اصلاً حاجت نہیں، مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے، یہاں تک کہ اگر ہزل و مزاح ہی میں کہہ دیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا حرمتِ مصاہرت ثابت کردیں گے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے، محیط و ہندیہ و خلاصہ و بحرالرائق و جامع الرموز و مجمع الانہر و فتاوٰی غوریہ وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولو ھازلا اھ۔[2]

دُر کی عبارت ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تُو نے اپنی ساس سے کیا کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا، تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی، اور اب اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں جھوٹ بولا تھا تو بھی نہیں مانا جائے گا اھ (ت)

خلاصہ و بحر و الغوری وغیرہا میں ہے:

والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاھرۃ۔[3]

حرمتِ مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔ (ت)

یونہی اگر عورت سے بشرطِ دوشیزگی نکاح کیا وقت ارادۂ جماع غیر دوشیزہ پایا، عورت نے کہا تیرے

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۵۰
غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب حد القذف مطبعۃ احمد کامل الکائنہ بیروت ۲/۷۳
[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی حرمۃ المصاہرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۱۰

باپ نے ازالہ کیا اُس نے تصدیق کردی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی۔ ظہیریہ و ہندیہ و شمنی و درمختار وغیرہ میں ہے :

واللفظ لہ رتزوج بکرا فوجدھا ثیبا وقالت ابوک فضنی ... فلما اراد وقاعھا وجدھا ... حصت وقالت ابوک فضنی ان صدقھا بانت بلا مھر والالا، شمنی[1]

(درّ کے الفاظ میں ہے کہ باکرہ سے نکاح کیا تو اس کو ثیبہ پایا، اور پہلی دونوں کتب کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت سے باکرہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو جماع کے وقت اس کی بکارت ٹوٹی ہوئی پائی، اور عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے میری بکارت توڑی (یعنی دخول کیا)، تو اگر اس نے بیوی کی بات کو سچ تسلیم کرلیا تو بیوی کا نکاح ختم ہوجائے گا اور مہر نہ ہوگا ورنہ نکاح ختم نہ ہوگا، شمنی۔ ت)

ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوت زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہوسکتی ہے جہاں چار مردوں مسلم کی شہادت مردود ہو، اولے میں ایک بار اقرار وہ بھی بیرون دارالقضاء، وہ بھی ہزل ومزاح کے موقع پر کیا قابلیت اثبات زنا رکھتا ہے، بااینہمہ مجرد اقرار و تصدیق پر حرمت مصاہرت کا حکم ہوگیا اور ... مقام و ازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجئے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اس کے صرف اُس قول کو مثبت حرمت مانتے اور رجوع و انکار کو نامسموع جانتے ہیں، اور پُر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضاء ہی ہے کما اشرنا الیہ وفی رد المحتار وغیرہ نصوا علیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اور عندالقاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بیّنہ عادلہ ثابت ہُوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کرجائے اور بیّنہ عادلہ سے اس کا اقرار ثابت ہو قاضی فوراً حکم حرمت کردے گا وھو المقصود۔

انھی بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا با دختر زن پیش از نکاح یا بعد اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکم حرمت میں یکساں کہ حرمت ابدیہ دونوں طرح حاصل اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو، دوسری میں طاریہ، تو ہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے والرجل مواخذ باقرارہ (اور مرد اپنے اقرار کی بنا پر ماخوذ ہے۔ ت) ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرار زنا قبل النکاح میں شوہر حق زن میں اس دعوی اسناد الی ماقبل النکاح میں مصدق نہ ہوگا کہ بر تقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالت دخول افساد تسمیہ مجرد اس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یعنی بطلان حل و فسخ عصمت واقع بالتشارک میں مصدق ہوگا لہذا حُرمت غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمی یا کل علی 2
التقدیرین لازم کردیں گے۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے: 2

ولو اقر بجماع امھا قبل التزوج لا یصدق فی حقھا فیجب کمال المھر المسمی ان کان بعد الدخول ونصفہ ان کان قبلہ کما فی التجنیس۱؎

اگر نکاح سے قبل کے ساس سے زنا کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کو بیوی کے حق مہر کے بارے میں سچ نہیں مانا جائے گا لہذا مقررہ مہر پُورا دینا ہوگا بشرطیکہ یہ اقرار بیوی سے دخول کے بعد کیا ہو اور اگر دخول سے قبل یہ اقرار کیا تو نصف مہر واجب ہوگا، جیسا کہ تجنیس میں ہے۔ (ت)

اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اس کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے مہجور، و لہذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بوسہ بشہوت تھا حُرمت ثابت ہوگی مگر حق استرداد مہر میں مسموع نہ ہوگا نصف مہر دینا آئے گا جبکہ مولٰی شہوت کنیز و قصد افساد کو نہ مانتا ہو۔ ہندیہ میں ہے:

تزوج بامۃ رجل ثم ان الامۃ قبلت ابن زوجھا قبل الدخول بھا فادعی الزوج انھا قبلتہ بشھوۃ وکذبہ المولی فانھا تبین من زوجھا وقد اقر الزوج انھا قبلت بشھوۃ و یلزمہ نصف المھر بتکذیب المولی ایاہ انھا قبلتہ بشھوۃ ولا یقبل قول الامۃ فی ذلک لو قالت قبلتہ بشھوۃ کذا فی المحیط۲؎ اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

ایک شخص نے کسی کی لونڈی سے نکاح کیا تو لونڈی نے قبل از دخول خاوند کے بیٹے کا بوسہ لیا تو خاوند نے دعوٰی کیا کہ اس نے یہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہے جبکہ لونڈی کا مالک خاوند کو جھٹلا رہا ہے، تو وہ لونڈی نکاح سے خارج ہوجائے گی کیونکہ خاوند نے شہوت کے ساتھ بوسے کا اقرار کیا ہے، اور مالک کی تکذیب کی وجہ سے خاوند پر نصف مہر لازم ہوگا اور یہاں لونڈی کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے۔ یونہی محیط میں ہے۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا

۱؎ ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳

۲؎ فتاوٰی ہندیہ القسم الثانی فی المحرمات بالصہریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۶

اور پہلی عورت سے ایک دختر تھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اُس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سوتے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ از رُوئے شہوت کے پکڑا ، اس کے نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں ، بینوا توجروا۔

الجواب

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اگر اس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی ، [illegible] حرام ہوگئی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ایسی صورت میں کہ ہندہ نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور بعد نکاح قبل رخصت بکر کو بلا تحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا ناجائز ؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعاً درکار ہیں ان میں سے یہاں ایک بھی نہ پایا گیا ، راساً بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بنا پر زینب کو اختیارِ مخاصمہ ومطالبہ تفریق حاصل ہو اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اُس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا ۔

فی الھندیۃ ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذلک لمرض بہ والضعف فی خلقتہ او لکبر سنہ او سحر

عالمگیریہ میں ہے جو شخص ثیبہ سے جماع کی طاقت رکھتا ہو باکرہ سے نہیں ، یا بعض عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہو اور دیگر بعض سے نہیں اور اس کی کمزوری مرض کی وجہ سے یا پیدائشی یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے ہو

فهو عنين فی حق من لا یصل الیها کذا فی النھایۃ [1]	تو ان عورتوں کے حق میں اس کو نامرد تصور کیا جائے گا جن سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ نہایہ میں یوں ہے (ت)

پس بلاشبہہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲: از آناوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری آناوہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی و سلمٰی دو رضاعی بہنیں ہیں، لیلٰی سے زید نے نکاح کیا اب سلمٰی سے اس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن ہو کر حرام مانی جائے گی، بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمرو و سلمٰی کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔ قال اللہ تعالٰی،

وأحل لکم ما وراء ذلکم [2] (محرمات مذکورہ کے سوا تم کے لیے حلال ہیں۔ ت)

سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اس نے ایک کنیز سے کیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کس قدر لازم ہوگا، اس کنیز سے اس کی اولاد بھی ہوئی، اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اس کی اولاد ترکہ پائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زن حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے،

فی الدرالمختار وصح نکاح حرۃ علی امۃ و لایصح عکسہ [3] انتہی ملخصا۔	درمختار میں ہے لونڈی پر حرہ عورت سے نکاح صحیح ہے اور اس کا عکس یعنی حرہ پر لونڈی سے نکاح صحیح نہیں ہے انتہی ملخصاً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۲

[2] القرآن ۴/ ۲۴

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

اور زن منکوحہ بنکاح فاسد مستحق ارث نہیں،

فی الدرالمختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لایتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک[۱]، وفیہ من کتاب الفرائض ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلاتوارث بفاسد ولاباطل اجماعا اھ[۲]

درمختار کے باب نکاح الکافر میں ہے کہ ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ یہ آپس میں وارث نہ ہوں گے کیونکہ وراثت کا ثبوت نص میں قیاس کے خلاف ہے اور یہ صرف صحیح نکاح میں ہے اور اسی میں منحصر رہے گا، ابن ملک۔ اور اسی درمختار کے کتاب الفرائض میں ہے کہ وراثت کا استحقاق تین وجہ سے ہوتا ہے، رشتہ رحم اور صحیح نکاح کی بناء پر، نکاح فاسد یا باطل سے بالاجماع استحقاق وراثت نہیں اھ (ت)

ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہر مسمّٰی و مہر مثل سے جو کم ہوگا لازم آئے گا مثلاً اگر عقد پانسو روپے مہر پر بندھا ہے اور مہر مثل سو روپے ہے تو مہر مثل اور درصورت عکس مہر مسمّٰی یعنی جو عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا، اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہر مثل جس قدر ہو قرار پائے گا۔

فی الخلاصۃ الواجب فی النکاح الفاسد الاقل من المسمّی ومن مھر المثل ان کان ثمہ تسمیۃ[۳]۔ فی الدرالمختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لابغیرہ ولم یزد مھر المثل عن المسمّی ولوکان دون المسمّی لزم مھر المثل ولولم یسم اوجھل لزم بالغا مابلغ[۴] اھ مع التلخیص۔

خلاصہ میں ہے اگر مہر مقررہ ہو تو فاسد نکاح سے مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ فاسد نکاح میں مہر مثل وطی سے واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہیں ہوتا اور مہر مثل مقررہ مہر سے زیادہ بھی نہیں کیا جائیگا اگرچہ مقررہ مہر مہر مثل سے کم ہو اور اگر مہر مقررہ نہ ہو یا مقررہ معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا جتنا بھی ہو اھ ملخصا (ت)۔

اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب و مستحق الارث ہے،

فی الدرالمختار ویثبت النسب احتیاطا بلادعوۃ

درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں بغیر دعوی احتیاطاً نسب

[۱] درمختار	باب نکاح الکافر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۰۸
[۲] "	کتاب الفرائض	"	۲/۳۵۲
[۳] خلاصۃ الفتاوی	الفصل الثالث عشر فی النکاح الفاسد	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲/۳۱
[۴] درمختار	باب المہر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۰۱

وتعتبر مدته وهي ستة اشهر من الوطئ والا لايثبت وهذا قول محمد وبه يفتى وقالا ابتداء السنة من وقت العقد كالصحيح ورجحه في النهر بانه احوط[۱] والله تعالٰى اعلم

ثابت ہوگی جبکہ مدت کا اعتبار ہوگا جو کہ وطی سے چھ ماہ تک ہے ورنہ نہیں، یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور امام اعظم و امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر مدت کا اعتبار وقت نکاح سے چھ ماہ ہے جیسا کہ صحیح نکاح میں ہوتا ہے، نہر میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸۱: چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لٹکا تھا موجود تھی اور اسی جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی، وقت شب تھا، روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی، دریں اثنا زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا منہ جو کھلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اس کا بوسہ رخسار پر لیا، ہندہ نے و دیگر عورات نے اس کا مواخذہ زید سے کیا، اس وقت زید نے روبرو جلد اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکا میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکورہ میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اسی دھوکا اور شبہہ سے بوسہ لیا تھا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا پس اب ہندہ مذکورہ کی لڑکی کا نکاح زید سے حسب شرع شریف کے درست ہے یا نادرست؟ اس امر پر حکم فرماکر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لئے زید پر حرام ہوگئی کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے تو فریقین پر واجب ہے کہ اسے فسخ کردیں ورنہ سخت گنہگار ہوں گے، اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت بذات خود فسخ کرسکتی ہے کما نص علیہ فی رد المحتار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح لبوں کا بوسہ لینے خواہی نخواہی بنظر شہوت قرار پائے گا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ یہ فعل مجھ سے بنظر شہوت نہ ہوا تو ہرگز قبول نہ کریں گے اور حکم حرمت ابدی دیں گے، یوں ہی بوسہ رخسار کا ہونا چاہئے کہ یہ بھی شہوت ہی ٹھہرے گا اور

---

[۱] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

وفی الفتح یتراأی العاق الخدین بالفم[1] (فتح میں ہے کہ رخسار بھی منہ سے ملحق قرار پائیں گے۔ ت)

اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک، اور پھر اسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی وقت کسی حال اس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں۔ درمختار میں ہے:

حرم ایضا بالصھریۃ اصل مزنیتہ اراد بالزنا الوطء الحرام واصل ممسوستہ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعہن اھ مختصرا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مزنیہ کی اصل بھی مصاہرت کے طور پر حرام ہوگی، زنا سے مراد حرام وطی ہے، اور شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت اور جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو کی اصل اور ان کی فرع حرام ہوں گی اھ مختصرا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶: از شاہ گنج گیا مرسلہ نیاز محمد خاں ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) شاگرد اناث سے استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم سے نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار فصل المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] " " " "

الجواب

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم سے نہ ہوں۔ قال اللہ تعالٰی ﴿واحل لکم ما وراء ذالکم﴾[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از اناؤ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیدار بخش صاحب

۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہوا تھا، اس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اس نے اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہوئی، ہندہ شوہر سے نان ونفقہ کی طالب ہوئی، اس نے کچھ التفات نہ کی، تب خواہان طلاق ہوئی، طلاق بھی نہ دی، ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا، پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے، ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے اس معاملہ میں بنظر حالات جو مسئلہ شرعی ہو فرمائیے، اب عمر ہندہ پچیس سال کی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نکاح نہیں کرسکتی۔ قال اللہ تعالٰی ﴿والمحصنت من النساء﴾[2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی عمر کو ستر برس گزر جائیں، اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا فی جواہر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوی[3] (جواہر اخلاطی میں ہے گم شدہ کی عمر کے ستر سال پورے ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوی ہے۔ ت) ادعائے ضرورت وعذر جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا، بہت کمسن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباع رسم ہنود عمر بھر نکاح نہیں لیتیں، اس وقت ضرورت وجوانی کدھر جاتی ہے، ہزاروں وہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر ان کی طرف سے قطعی برگشتہ و روگرداں، وہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں! یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاح ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل، اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقودی روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے، اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے اب عورت عدت پوری کرکے نکاح کرسکتی ہے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴
[2] القرآن ۴/ ۲۴
[3] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

پیش از حکم قاضی شرع اگرچہ تیس برس گزر گئے تو وہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم (مالکی علماء نے اپنی کتب میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المعتقد میں ہے۔ ت)
واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰: از پنڈلوری کرتو مسئولہ مولانا مولوی عبدالرحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

حضرت مولانا امرکم اللہ فی الدارین تسلیم۔ ایک شیعہ عورت سے سُنّی نے نکاح کیا، آیا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد فتوے مرتب فرما کر روانہ کیجئے ضرورت شدید ہے، میری خاص راسئے عدم مناکحت پر ہے، جو منکرین ضروریات دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے۔ والسلام!

الجواب

شیعہ تین قسم ہیں:

اوّل غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں، مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں، یا بعض صحابہ کو جو کعبہ پر بیت اللہ میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ وارہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزت جل وعلا پر بداء یعنی حکم دے کر پشیمان ہونا، پچھتا کر بدل دینا، یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں، یا حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں الٰی غیر ذٰلک من التکفیرات (اس کے علاوہ دیگر کفریات۔ ت) یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد، فتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) آج کل کے اکثر بلکہ تمام روافض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ وہ عقیدۂ کفریہ سابقہ میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں الاماشاء اللہ (مگر جو اللہ تعالٰی چاہے۔ ت) جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ اس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہو سکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے، جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔

دوم تبرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سب صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارتکاب کرتا ہو، ان میں سے منکران خلافت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما اور انھیں بُرا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر ومرتد ہیں[2] نص علیہ فی الخلاصۃ والہندیۃ وغیرھما (خلاصہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ ت) مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدمذہب ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں، ایسی عورت سے نکاح اگرچہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۱

بچنا ہے ورنہ سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے۔

لما فی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتناکحوھم[1]۔ کیونکہ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو۔ (ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھڑوا دیا کہ ملعونہ ناقہ ہمارے ساتھ نہ رہے، پھر کسی نے اس ناقہ کو نہ چھوا[2]۔ حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں، حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنتِ الٰہی کے مورد ہیں۔

اولٰئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون[3]۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الہادی۔

سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المومنین مولٰی علی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل مانتا ہو انہیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بدمذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے باتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ بدعتیہ ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت ہے خصوصاً اگر اس کی صحبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدیدہ ہو جائے گی اور جن صاحب پر تو اشد بلکہ بدرجہ تحریم۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از احمد آباد گجرات دکن محلہ کالوپور متصل پور کلیان مرسلہ عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اُس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب

حرام ہے، اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں، یہاں ایسا ہی ہے کہ

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۹۸ و ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۵۲۹ و ۵۴۲

[2] صحیح مسلم باب النہی عن لعن الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۳

[3] القرآن ۲/ ۱۵۹

اگر مسئلہ حادثہ کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی، اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجے کی بیٹی، اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یونہی ماں کی۔ بحرالرائق میں ہے:

الاصل ان کل امرأتین لوکانت احدٰھما ذکرا والاخری انثی لم یجز للذکر ان یتزوج الانثی فانہ یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمۃ الجمع بین الاختین[1]

قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو کیونکہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت پر قیاس ہے۔ (ت)

نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے:

وحرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبناتھن وبنات الاخوۃ وان بعدت وصلبیۃ اصلہ البعید من عماتہ وخالاتہ لاب وام اولاحدھما وعماتھما اوعمات احدھما وان علت وخالاتھما اوخالات احدھما وان علت[2] واللہ تعالٰی اعلم

مرد کی اصل اور اس کی اپنی اولاد اور اس کے ماں باپ کی اولاد یعنی بہنیں صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے ہوں، اور ان بھائیوں اور بہنوں کی اولاد خواہ نیچے تک ہو، اور اوپر والے ماں باپ یعنی دادا دادی اور نانا نانی اوپر تک کی صُلبی اولاد اُنکی پھوپھیاں اور خالائیں ماں باپ دونوں کی طرف سے یا ایک کی طرف سے ہوں، اور ماں باپ کی حقیقی پھوپھیاں اور خالائیں ہوں یا صرف ماں یا باپ کی طرف سے ہوں، خواہ اوپر تک ہوں، سب اس پر حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از ضلع صاحب گنج گیا موضع کہرا ڈاکخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے، بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا۔ پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] بحرالرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۹۵

[2] جامع الرموز شرح نقایہ کتاب النکاح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۴۹ تا ۴۵۰

الجواب

تقریرِ سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دخترِ زید ہے اور یہ شیرِ حصّہ کو بکر نے پیا زید ہی سے تھا، اگر صورتِ واقعہ یہی ہے تو بکر و زاہدہ میں نکاح حرام قطعی ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہوا اور اس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی، اور حسن کی بیٹی زاہدہ بکر کی سوتیلی بھتیجی، اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب[1]۔ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رضاعت سے سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش (نسب) سے حرام ہیں۔ اس کو ابن ماجہ کے بغیر محدثین نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰے عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا او ولد لھذا الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذا فی التھذیب[2]۔

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع نسبی ہوں یا رضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں حتی کہ دودھ پینے والی عورت کا موجودہ خاوند سے یا کسی دوسرے سے، دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کا بچہ ہو یا اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس عورت کے خاوند کی کوئی اولاد اس عورت سے ہو یا کسی اور سے ہو، دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، یا کسی عورت نے اس مرد سے ترسے ہوئے دودھ کو کسی بچے کو پلایا ہو، تو یہ تمام، دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوں گے، اور ان کی اولاد اس بچے کے بھتیجے اور بھانجے ہوں گے، تہذیب میں یوں ہے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

---

[1] صحیح مسلم | کتاب الرضاع | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۴۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ | " | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۳۴۳

بنات الاخوۃ من المرضع کل انثی ولدھا ابن الحسن الذی منہ اللبن او سفلت۔[1]

رضاعی بھتیجیاں، یہ تمام وہ لڑکیاں ہیں جو دودھ پلانے والی عورت کے اس خاوند کے بیٹے کی اولاد ہوں جس سے اس عورت کو دودھ اترا ہے (ملتقطاً)

ہاں اگر حسن کے یہ دودھ زینب سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اس پر حرام نہ کرتی،

لان الحسن وبکرا لم یشترکا فی ام ولا اب فلم یکن الحسن الا عمہ وبنت العم یحل مالم یوجد مایمنع الحل۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ حسن اور بکر اس صورت میں ماں میں اور نہ ہی باپ میں شریک تھے، تو حسن بکر کے لیے صرف چچا ہوا اور چچا کی لڑکی اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو حلال ہوتی ہے (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از شہر کہنہ مسئولہ امیر حید صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہلسنت کے یہاں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ہم لفروجہم حٰفظون ۵ الا علٰی ازواجہم او ماملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین ۵ فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ہم العٰدون ۵[2]

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی ہی بیوی یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں، تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام و گناہ ہے۔ رب تبارک وتعالٰی مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسٰفحین ولا متخذی اخدان[3]

نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو، نہ پانی گرانے اور داشتہ بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذات اخدان[4] قید میں آئیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) بیان ان نکاح الامہات والبنات الخ مصطفی البابی مصر ۵/۸

[2] القرآن ۲۳/ ۵-۶-۷

[3] القرآن ۵/۵

[4] القرآن ۴/ ۲۵

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا ايها الناس انى كنت اذنت لكم فى الاستمتاع من النساء وان الله عزوجل قد حرم ذلك الى يوم القيمة۔[1]

اے لوگو! میں نے پہلے تمہیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی، اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام کردیا قیامت تک۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن لحوم الحمر الانسية۔[2]

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرمادیا۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال انما كانت المتعة فى اول الاسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه وتصلح له شيئه حتى اذا نزلت الاية الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم قال ابن عباس فكل فرج سواهما فهو حرام۔[3]

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا، مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اتنے دنوں کے لیے عقد کرلیتا جتنے دن اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا، وہ عورت اس کے اسباب کی حفاظت اس کے کاموں کی درستی کرتی، جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا اپنی بیبیوں اور کنیزوں کے، اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا،

جاء رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

---

[1] صحیح مسلم — باب نکاح المتعۃ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۱

[2] صحیح بخاری — باب النہی عن نکاح المتعۃ — " " " ۲/۷۶۷

[3] جامع الترمذی — باب ماجاء فی نکاح المتعۃ — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۸۱

فنظر الیھن وقال من ھؤلاء النسوۃ، فقلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن، قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ، وتمعر وجھہ وقام فینا خطیبا، فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نھی عن المتعۃ[1]

انھیں دیکھا اور فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب فرمایا، یہاں تک کہ دونوں رخسارہ مبارک سرخ ہوگئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثنا بیان کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲: از ملک بنگالہ شہر چاٹگام، کاکس بازار مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندرینکہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یا نہ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹے سگے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ست بعد فراق بموت یا طلاق بعد عدت برادر اصغر باشد یا اکبر۔ قال اللہ عزوجل، واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] واللہ تعالٰی اعلم

چھوٹے یا بڑے بھائی کی موت یا اس کے طلاق دینے یا فرقت کے سبب جدائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایہ بحوالہ الحازمی کتاب النکاح المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۳/۱۶۹
[2] القرآن ۴/۲۴

هبة النسا فی تحقیق المصاهرة بالزنا

۱۳۱۵ھ

(زنا سے حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت میں تحقیقِ جلیل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۰۵: از بہار محلہ گلی پر مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی دوم شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

دوبارہ دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیرآباد موضع پیر کاندب مرسلہ محمد زینت علی صاحب ۱۰ شوال مکرم ۳۱۵ھ

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم، آداب وتسلیم، عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیہ سلمہم اللہ و وہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے، اس کا جواب جلد تر روانہ فرمائیے۔ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسب دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق من الطین بشرا تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مٹی سے بشر کو

وجعل لہ نسبا وصھرا وافضل الصلٰوۃ والسلام علی سید الانام وآلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام۔

پیدا فرمایا اور اس کے لیے نسب اور رشتۂ ازدواج بنایا، بہترین صلوٰۃ وسلام کائنات کے آقا اور اس کی برگزیدہ آل اور اس کے صحابہ عظام پر دائمی ہو۔ (ت)

زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول** وباللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قول مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی ہے:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم۔[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں ربیبہ یعنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں مثلاً زید کسی پچیس سال والی عمر کی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چار دہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر ودختر دونوں کو تصرف میں لائے لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں [illegible] ت کا زوجہ منکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا پہلے وسطے ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے مادر ودختر دونوں ایک کے پلنگ پر معاذاللہ، یہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے، حالانکہ ہرگز کنیزیں فی نسائکم میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق، غالباً ان مومنوں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یونہی شرط وضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزء علت، اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی، معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی، نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں قول عز شانہ ہے وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] بے حرام کی گئیں تم پر تمہارے ان بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنی کے لیے ہے نہ اخراج بیٹوں

---

[1] و [2] القرآن ۴/۲۳

جنس کے واسطے، یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی محوظ نہیں، بیٹے کی کنیز موطوءہ بھی قطعًا حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقًا حرام نہیں جب تک موطوءہ نہ ہو، یہی حال وامہٰت نسائکم¹ کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری عورتوں کی مائیں، یہاں پر بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز موطوءہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء² (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ ت) میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا یہی مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطلقًا نفس صرف موطوءہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح وطی، اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخول حلال و حرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اس کی بیٹی اس پر قطعًا حرام نہ ہوگی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کہ اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہو جاتی ہے مثلًا ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دختر کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کا وہ [illegible] لیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول ان مسائل سے مسئلہ زنا ظاہر ہو تو اسے بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآن عظیم دلیل ثالث ہے، زنا بنص قرآن عزیز نکاح نہیں تو زن مزنیہ بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعًا اس کی دختر کو تحریم شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کر لیا بعدہٗ مشغول بکار ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کر لے، حاشا یہ شریعت محمد رسول اللہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی، یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس و حضرت اقرؤ الصحابہ

---

¹ القرآن ۴/۲۳
² القرآن ۴/۲۲

ابی بن کعب وحضرت عمران بن حصین وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت معقلؓ بن یسار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العالمین صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم اجمعین وجماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب وامام اجل ابراہیم نخعی وامام عامر شعبی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد وامام سلیمان بن یسار وامام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمن اوزاعی وامام احمد بن حنبل و امام اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین۔

اقول ھذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف، قال قائلھم (شاعر نے کہا) ؎

البارکین علی ظھر نساءھم والناکحین بشطی دجلۃ البقرا

(بیویوں کو طہر کی حالت میں چھوڑنے والے دجلہ کے کنارے گائے سے وطی کرتے ہیں۔ت)

وقال آخر (ایک دوسرے شاعر نے کہا) ؎

کبکر تحب لذیذ النکاح وتھرب من صولۃ الناکح

(باکرہ کی طرح کہ وہ جماع کی لذت کو پسند کرتی ہے اور خاوند کے حملہ سے فرار کرتی ہے۔ت)

تو کریمہ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم (اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں لا اقل محتمل تو ضرور اور امر فرج میں احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب، کہ اصل فروج میں حرمت ہے، تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا، پھر مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں، تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلانکاح ہو علت تحریم رہے گا۔

ولعلک ان رجعت الی کلماتھم وجدت ان تقریر الدلیل علی ھذا الوجہ احسن مما قیل اولا یرد علیہ ما اوردہ فی الفتح بل ھو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدک الیہ ما ذکرتہ ھھنا علی ھامشہ وباللہ التوفیق۔

ہوسکتا ہے کہ جب آپ فقہاء کرام کے کلام کی طرف رجوع کریں تو آپ محسوس کریں کہ دوسرے قول کے مقابلہ میں دلیل کی یہ تقریر زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس پر فتح کا بیان کردہ اعتراض نہ ہوگا، بلکہ میرے نزدیک یہ پہلے کلام سے بھی اصح ہے جیسا کہ اس کے حاشیہ پر یہاں میرا ذکر کردہ بیان تیری رہنمائی کرے گا، اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے۔(ت)

مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث لا یحرم الحرام الحلال[1] حرام حلال کو حرام

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الزنا لایحرم الحلال دار صادر بیروت ۷/ ۱۶۹

نہیں کرتا۔ مگر یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہو سکے جبکہ سخت ضعیف وساقط وناقابل احتجاج ہے، بیہقی باآنکہ شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر[۱] (جیسا کہ جامع صغیر کی شرح تیسیر میں ہے۔ ت)

اقول دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المؤمنین خود قائل حرمت کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) اگر اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنے تھے لاجرم امام محمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد اقدس سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ اثر ام المؤمنین بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کما فی الفتح[۲] (جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت) روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں عثمٰن بن عبدالرحمٰن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا تَرَکُوْہُ[۳] محدثین نے اسے متروک کردیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بشیئ[۴] کوئی چیز نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف[۵] بتایا۔ نسائی ودارقطنی نے کہا متروک[۶] ہے۔ حتی کہ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا یکذب[۷] جھوٹ بولتا ہے۔

اقول یہی عثمٰن حدیث ام المؤمنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایت ابن حبان کتاب الضعفاء میں یُوں ہے:

حدثنا الحسن بن سفین ناا سحٰق بن بھلول نا عبداللہ بن نافع ناالمغیرۃ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمۃ عن عثمٰن بن عبدالرحمٰن عن	ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، انھوں نے اسحاق بن بہلول سے، انھوں نے عبداللہ بن نافع سے، انھوں نے مغیرہ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمہ سے، انھوں نے عثمان بن عبدالرحمان سے، انھوں نے

---

[۱] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف لا مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۲/ ۵۰۳
[۲] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸
[۳] کتاب الضعفاء الصغیر مع التاریخ الصغیر باب العین مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲۸۰
[۴] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۳
[۵] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸
[۶] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۵۵۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۳
[۷] و [۸] " " " " "

ابن شہاب الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتھا او یتبع الابنۃ حراما اینکح امھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحرم الحرام الحلال انما یحرم ما کان بنکاح حلال۔ ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا،

امام ابن شہاب زہری سے، انھوں نے عروہ سے، انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت سے حرامکاری کرے تو کیا وہ اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا، حلال نکاح ہی حرام بناتا ہے۔ (ت)

عثمان بن عبدالرحمٰن ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لا یجوز الاحتجاج بہ[1]

عثمان بن عبدالرحمٰن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں آئی،

حدثنا یحیٰی بن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لا یحرم الحرام الحلال[2]

ہمیں حدیث بیان کی یحیٰی بن معلی بن منصور نے انھوں نے اسحٰق بن محمد فروی سے انھوں نے عبداللہ بن عمر سے انھوں نے نافع سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حرام، حلال کو حرام نہیں بناتا (ت)

اوّلاً اس میں اسحٰق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں۔ امام عبدالحق نے احکام میں حدیث کو ذکر کرکے فرمایا: فی اسنادہ اسحٰق بن ابی فروۃ وھو متروک[3] اس کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے۔ نقلہ عنہ المحقق فی الفتح (اسے فتح میں شیخ محقق نے ان سے نقل کیا ہے۔ ت) امام ابو الفرج نے

---

[1] العلل المتناہیہ بحوالہ ابن حبان حدیث ١٠٣١ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ٣٦/٢

[2] سنن ابن ماجہ باب لا یحرم الحرام الحلال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ١٤٩

[3] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ١٢٠/٣

علل متناہیہ میں فرمایا:

قد رواہ اسحٰق بن محمد الفروی عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیٰی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ[1] انتہی	یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ انتہی

وانا اقول وباللہ التوفیق سبحٰن من لاینسی (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے پاک ہے وہ ذات جو بھولتی نہیں۔ ت) حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا، اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی، دو ہیں، ایک اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ سے، یہی متروک ہے، اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کمافی تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال وغیرھما (جیسا کہ تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہما میں ہے۔ ت) تہذیب التہذیب میں ہے [illegible] ایک جماعت نے فرمایا: متروک ہے۔ ت) میزان میں ہے:

لوا ر احمد احدا و قال ابن معین وغیرہ لایکتب حدیثہ[2]	میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے روایت کیا یعنی اس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو۔ امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے:

نھی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراہیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لاتحل الروایۃ عندی عن اسحٰق	امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا، ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ

---

[1] العلل متناہیہ	حدیث ۱۰۳۱		دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور	۲/۱۳۶
[2] تہذیب التہذیب	حرف الالف	ترجمہ ۴۴۹	مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن	۱/۲۴۱
[3] میزان الاعتدال	"	" ۷۶۸	دار المعرفۃ بیروت	۱/۱۹۳

بن ابی فروہ۔[۱] سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث،

القاتل لایرث[۲] بطریق اسحٰق بن عبد اللہ عن الزھری عن حمید بن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کر کے فرمایا ھذا حدیث لایصح و اسحٰق بن عبد اللہ[۳] بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل[۴]

قاتل وارث نہیں ہوگا، اس حدیث کو اسحٰق بن عبد اللہ انھوں نے زہری انھوں نے حمید بن عبد الرحمٰن انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کر کے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں کہ اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی فروہ کو بعض اہل علم نے متروک قرار دیا ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں (ت)

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث،

الصبحۃ تمنع الرزق[۵] بطریق اسمٰعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن عثمٰن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کر کے کہا ھذا حدیث لایصح و ابن ابی فروۃ متروک[۶] (ملخصًا)

الصبحۃ تمنع الرزق (صبح کو سونا رزق کی برکت کے لیے مانع ہے) والی حدیث کو اسماعیل بن عیاش انھوں نے ابن ابی فروہ انھوں نے محمد بن یوسف انھوں نے عمرو بن عثمان بن عفان انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کر کے کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن ابی فروہ متروک ہے ملخصًا (ت)

امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح کی، غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر قدیم ہے ۱۴۴ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیک[۷] (یہ ابن ابی فدیک نے کہا ہے) یا ۱۳۶ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیر واحد وھذا ھو الصحیح[۸] کما فی تھذیب التھذیب۔

[۱] میزان الاعتدال	حرف الالف	ترجمہ ۷۹۸	دار المعرفۃ بیروت	۱/۱۹۳
تہذیب التہذیب		ترجمہ ۴۴۹	حیدر آباد دکن	۱/۲۴۱
[۲] جامع الترمذی	باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل		امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۲/۳۲
[۳] "	" ابواب الفرائض " "	" "	" " "	"
[۴] موضوعات ابن جوزی	کتاب النوم	نوم الصبحۃ	دار الفکر بیروت	۳/۶۹
[۵] "	" "	"	"	۳/۶۹
[۶] تہذیب التہذیب	حرف الالف	ترجمہ ۴۴۹	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن	۱/۲۴۲
[۷] "	" "	"	" "	"

التہذیب (جیسا کہ اسس کو ابن سعد و بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ ت) یحییٰ بن معلی نے کہ طبقۂ دہم عشرہ سے تھا اسے کہاں پایا۔

دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبد اللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں ، ان کے تلامذہ سے ہیں ، رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے ، امام بخاری کے استاذ ہیں ، ۲۲۶ھ میں انتقال کیا ، یہ ہرگز متروک نہیں۔ امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو دہاں کی نسبت تو کوئی کیا ذکر فرماتے ، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ، اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا ، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں۔ امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں۔ ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد یا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔ عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں۔ امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا۔ امام الشان نے فرمایا آنکھیں جا کر حفظ خراب ہو گیا تھا۔ امام حافظ عبد العظیم منذری کی ترغیب میں ہے :

اسحق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروة الفروی صدوق روی عنه البخاری فی صحیحه وقال ابوحاتم وغیره صدوق ، وذکره ابن حبان فی الثقات ووهاه ابوداؤد وقال النسائی لیس بثقة۔[1]

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروہ الفروی صدوق ہے۔ اس سے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ ابوحاتم وغیرہ نے کہا یہ صدوق ہے ، اسس کو ابن حبان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے ، اور ابوداؤد نے اس کو کمزور بتایا ہے ، اور نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔

میزان الاعتدال میں ہے :

هو صدوق فی الجملة ، صاحب حدیث ، قال ابوحاتم صدوق ، ذهب بصره فربما لقن وکتبه صحیحة ، وقال مرة مضطرب ، وقال العقیلی جاء عن مالک باحادیث کثیرة لایتابع علیه ، وذکره ابن حبان فی

وہ مجموعی طور پر صدوق ہے اور صاحب حدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ یہ صدوق ہے اور اس کی نظر ضائع ہو گئی تھی اور بعض اوقات دوسرے کی بات مان لیتا تھا اور اسس کی کتب حدیث صحیح ہیں ، اور انھوں نے کبھی اسس کو مضطرب قرار دیا ہے۔ اور عقیلی نے کہا کہ اس نے امام مالک سے کثیر روایات ذکر کیں لیکن ان کی

---

[1] الترغیب والترہیب باب ذکر الرواۃ المختلف فیہم الخ مصطفی البابی مصر ۴/۵۹۶

الثقات وقال النسائی لیس بثقة، وقال الدارقطنی لایترك، وقال ایضا ضعیف قد روی عنه البخاری ویوبخونه من هذا، وکذا ذکره ابوداؤد ووهاه جدا[1]

تائید ہوتی، اور اس کو ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔ اور دارقطنی نے کہا کہ یہ متروک نہیں، اور ضعیف بھی کہا ہے۔ اور بخاری نے اس سے روایت کیا ہے اس وجہ سے امام بخاری پر طعن بھی ہوا ہے۔ ابوداؤد نے یوں ہی کہا اور اس کو سخت کمزور قرار دیا۔ (ت)

تقریب میں ہے: صدوق، کف فساء حفظه[2] (صدوق ہے، اس کا حفظ کمزور ہوگیا تھا۔ ت)

تہذیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات سنة ٢٢٦[3] (امام بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ ٢٢٦ھ میں فوت ہوا۔ ت) پُر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ کہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہرحال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیاً اقول دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ ہیں کہ ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے:

امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ بلا ولا یذکر احتلاما (باب جو نیند سے بیدار ہوکر کپڑے پر رطوبت پائے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ ت) میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے فرمایا:

عبداللّٰه ضعفه یحیی بن سعید من قبل حفظه فی الحدیث[4]

عبداللہ کو امام یحیٰی بن سعید قطان نے نقصانِ حافظہ کی رُو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اُسی کے ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (ابواب الصلوۃ، باب اول وقت کی فضیلت کے بیان میں۔ ت) میں ہے:

عبداللّٰه بن عمر العمری لیس هو بالقوی عند اهل الحدیث[5]

عبداللہ بن عمر العمری محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں۔

امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن مدینی نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن حبان نے کہا:

کان ممن غلب علیه الصلاح والعبادة حتی

صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ ٨٠٥ دارالمعرفۃ بیروت ١/ ١٩٩

[2] تقریب التہذیب " ترجمہ ٣٨١ دارالکتب العلمیہ بیروت ١/ ٤٣

[3] تہذیب التہذیب " " ٤٦٦ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ١/ ٢٤٨

[4] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب فیمن یستیقظ ویری بللا الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ١/ ١٦

[5] " " " باب ماجاء فی الوقت الاول الخ " " " ١/ ٢٤

غفل عن حفظ الاخبار وجودۃ الحفظ للاٰثار احادیث سے غافل ہوگئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں فما فحش خطؤہ استحق الترک[1]۔ جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہوگئے۔

امام احمد و یحییٰ سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا صعیف عابد[2] (کمزور عابد ہے۔ ت)

ثالثاً اقول اس حدیث سے جواب کو یہی تیر کہ وہ مسئلہ زن مظاہرہ کا تھا ظہار میں جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کردیا۔

رابعاً یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی، اگر اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اُس حدیث متروک و ساقط کی طرح نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں، کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو اسے حرام نہ کردیں گے!

اقول کیا کوئی اگر زنا سے جنب ہو تو اسے نماز و قرأت قرآن و دخول مسجد و طواف کعبہ حلال تھے حرام نہ ہوجائیں گے، کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت [illegible] اس حلال جانور کو حرام نہ کردے گا، کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایام حیض میں تو اس فعل حرام وہ حرام سے وہ زن حلال اس پر حرام نہ ہوجائے گی! صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کردیتا ہے، تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہوسکتا ہے، لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے مل کر اسے بھی نجس کردیا، اب اس کی نجاست باعث حرمت ہوئی، اور اگر کوئی شے طاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہوگیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناول حرام سے خالی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہوسکے اور جدا کرلیں تو حلال بدستور اپنی حلت پر ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یونہی زنا نے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ

---

[1] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ ۴۳۰۴ دار المعرفۃ بیروت ۳۶۵/۲

[2] تقریب التہذیب " ۳۵۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۱۶/۱

فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے وقس علی ذلک البواقی (باقی کو اسی پر قیاس کرو۔ ت) اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں، یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دختر زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کچھ دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے تو حلال بھی صادق آیا اور دختر موطوءہ کی حرمت لایا تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلاً حجت نہیں وللہ الحمد، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں[1] ازانجملہ:

قال رجل یا رسول اللہ انی زنیت بامرأۃ فی الجاہلیۃ افانکح ابنتہا قال لا اری ذلک ولا یصلح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتہا علی ما تطلع علیہ منہا[2]۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں۔ فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔

اقول نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایۃ البیان میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من نظر الی فرج امرأۃ بشہوۃ حرمت علیہ امہا وبنتہا[2]۔

جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وبنتہا[3]۔

ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

من نظر الی فرج امرأۃ وبنتہا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ[4]۔

جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰی روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ کرے۔

---

[1] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۹
[2] البنایۃ شرح الہدایہ — فصل فی نکاح المحرمات — مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۴۱
[3] " " " " " " " "
[4] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق — حدیث ۴۵۰۰۵ — مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۱۷

نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

فی الذی یزنی بام امرأته قال حرمتا علیه¹ — یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد و زن کو جُدا ہوجانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوجاتا، یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرے، اور قبل متارکہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے، ولہذا اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے :

بحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باٰخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة والوطئ بها لایکون زنا² — حرمت مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا لہذا دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک خاوند متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزر جائے، اس دوران اگر خاوند نے وطی کی تو وہ زنا نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال فی الذخیرة ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد حتی لو وطئها الزوج قبل التفریق لایجب علیه الحد اشتبه علیه اولم یشتبه علیه³ — ذخیرہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط کی بحث نکاح میں ذکر فرمایا کہ حرمت مصاہرت اور حرمت رضاعت کی بنا پر نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوتا ہے لہذا اگر خاوند نے تفریق سے قبل وطی کرلی تو اس پر زنا کی حد نہیں ہوگی، اس کو کوئی اشتباہ ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اسی میں ہے :

قال فی الحاوی والوطئ فیها لایکون زنا — حاوی میں ہے کہ اس مدت میں وطی کو زنا نہ کہا جائیگا۔

---

¹ کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث ۴۵۶۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۱۶

² درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

³ ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

لانہ مختلف فیہ وعلیہ مہر المثل بوطئھا بعد الحرمۃ ولاحد علیہ ویثبت النسب[1]

کیونکہ یہ بات مختلف فیہ ہے جبکہ بیوی کے حرام ہونے کے بعد وطی کرنے سے مہرِ مثل لازم ہوگا اور بچہ ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس پر حدِ زنا نہ ہوگی (ت)

اسی میں ہے:

فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلك او ترکتك ومجرد انکار النکاح لایکون متارکۃ اما لو انکر وقال ایضا اذھبی وتزوجی کان متارکۃ والطلاق فیہ متارکۃ لکن لاینقص بہ عدد الطلاق[2]

بزازیہ میں ہے کہ فاسد نکاح میں دخول کے بعد متارکہ صرف زبانی ہوسکتا ہے، مثلاً یہ کہے میں نے تجھے نکاح سے آزاد کیا یا یُوں کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا، اور صرف سابقہ نکاح سے انکار کو متارکہ نہ کہا جائے گا، ہاں اگر انکار کے ساتھ یہ بھی کہے کہ جا نکاح کر، تو متارکہ ہوجائے گا، اور اس موقعہ پر طلاق دینے سے متارکہ ہوجائے گا لیکن اس سے عددِ طلاق کم نہ ہوگا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے، ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیہ والمسألۃ فی الدر وغیرہ (جیسا کہ فقہائے کرام نے اس پر نص کی ہے اور یہ مسئلہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولدالزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن و شو ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹۶: از ریاست رامپور مرسلہ جناب نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۶ھ

جناب کا یہ فتوٰی جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرضِ مہر پیش ہُوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے۔ مجھے اس میں تامل ہے اُس کے ہم مذہب سے نہ ہونے کی سند کیا ہے، مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی

---

[1] ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳
[2] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ۲/۵۲-۲۵۱

مسئلہ کا مُہر فرمادیں تو مجھے مُہر کرنے میں عذر نہیں، نقل فتوٰی مرسل خدمت ہے، یہ فتوٰی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس حکم کی سند کیا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

فی الواقع یہ فتوٰی فقیر ہی کا لکھا ہوا ہے اور در بارہ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ اُن کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے، نہ مرتد و مرتدہ اُن کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہان میں کہیں نہیں ہوسکتا۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔[1]

مرتد شخص کا مرتدہ، مسلمان یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، یونہی مرتدہ عورت کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الا المرتد۔[2]

مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں، مجوسیہ مسلمان کو حلال نہیں وہ ہر اصلی کافر کے لیے حلال ہے اور مرتد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

المنافق اذا تزوج منافقۃ بشہود وولی ان کانا یظہران الکفر او احدہما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحہما[3] مجتمعا او منفردا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

منافق نے اگر منافقہ عورت سے اس کے ولی اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا اور اپنے کفر کو ان دونوں نے یا ان میں سے ایک نے ظاہر کیا تو ان کا حکم بھی مرتدوں والا ہوگا اور ان کا نکاح صحیح نہ ہوگا اکٹھے ہوں یا منفرداً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹: از گلگت چھاؤنی جونیال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں " باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۷

[3] ایضاً

الجواب

جو ان میں کوئی عقیدہ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقاید کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کرلیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ویسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون[1]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو ان سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلئے۔

اور بدمذہب سے دوستی پیدا ہوئی اس کی محبت دل میں آئی دین کو سخت نقصان ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[2] آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[3] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

آدمی اپنے خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

انہی آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم جس پر غالب ہیں اس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سنی کرلیں گے محض حماقت ہے، رشتہ تو دوستی میل محبت میل محبت ضرور پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہو جاتا ہے، حدیث میں فرمایا:

حبك الشیئ یعمی ویصم[4] رواہ احمد والبخاری شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (اس کو احمد

---

[1] القرآن ٣٠/٢١

[2] صحیح مسلم باب المرء مع من احب قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٣٣٢

[3] سنن ابی داؤد باب من یؤمر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ٢/٣٠٨

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الدرداء دارالفکر بیروت ٦/٤٥٠

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ 2

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ابن عساکر نے سند حسن سے عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی، اللہ عزوجل اپنے حفظ و امان ہی میں رکھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبہا کیف یشاء[1]۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم۔

دل اللہ تعالٰی کے خاص تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔ اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔ (ت)

اور اپنی جبلی دینا تو حضرت قہر قابل ہے، عورتیں مردوں کی محکوم ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالٰی: الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد، عورتوں کے منتظم ہیں۔ ت) پھر انہیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دنیا سے زیادہ ہوتی ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ما ہی لشیئ[3]۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خاوند کے لیے بیوی کی خاص محبت ہوتی ہے جو کسی دوسرے سے نہیں۔ اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رویدک یا انجشۃ بالقواریر[4]

اے انجشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نرم و نازک عورتوں کا پاس کر۔ (ت)

۱؎ مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۸

۲؎ القرآن ۴/ ۳۴

۳؎ مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۲

۴؎ صحیح البخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۰

ثابت افضل الدین کی بی: قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الصحیح (یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ت)

پھر یہ سب اس صورت میں ہے جہاں شوہر کا کفو ہونا شرط صحت نہ ہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا کما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسے ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۸: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ سید شاہ محمد کمال صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ! اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہواً یا عمداً تو اس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ قبل اس فعل کے اس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینوا توجروا

الجواب

سالی اگرچہ حقیقی نسبی ہو اس سے معاذ اللہ زنا اگرچہ بارہا ہو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا۔

فی الدر المختار فی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ[1]

درمختار میں ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ سالی سے وطی بیوی کو حرام نہیں کرتی۔(ت)

ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی ہوجائے تو جب تک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیلا یلزم الجمع بین المحارم عدۃ (تاکہ عدت میں دو محرم عورتیں ایک کے لیے جمع نہ ہوں۔ت) یہ حرمت اتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہوجائے گی۔

فی رد المحتار قولہ لاتحرم ای لاتثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لاتحرم حرمۃ مؤبدۃ والافتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوءۃ لو بشبھۃ قال فی البحر لو وطئ اخت امرأتہ لشبھۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ[2]

ردالمحتار میں ہے اس کے قول "حرام نہیں" کا مطلب مصاہرت کی حرمت ابدی نہیں ہے ورنہ سالی کے ساتھ شبہہ میں وطی سے اس کی بیوی عدت پوری ہونے تک حرام رہتی ہے۔ بحر میں کہا ہے کہ اگر سالی سے شبہہ کی بناء پر وطی ہوجائے تو بیوی حرام رہتی ہے جب تک شبہہ والی وطی کی عدت نہ گزر جائے۔(ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸
[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۱

اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی دادی جہاں تک بلند اس سے نہ زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اس کے کسی جزو بدن کو چھو جانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ جو اس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے مانع نہ ہو یا بشہوت اس کی فرج داخل پر نظر پڑجانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہو اگرچہ وہ زنا یا دواعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر واکراہ سے بہرحال زوجہ کو حرام ابدی اور نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہو جاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے تینوں ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احدی الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں۔ ت) اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے اصح روایت میں۔ ت) اور حضرت ام المومنین صدیقہ و ابی بن کعب و جابر بن عبداللہ و عمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن البصری و امام شعبی و امام ابراہیم نخعی و امام طاؤس و امام عطاء ابی رباح و امام مجاہد و امام سعید بن المسیب و امام سلیمٰن بن یسار و امام حماد بن ابی سلیمٰن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

كما ذكره في الفتح وغيره وفي الدر المختار وحرم ايضا اصل مزنية وممسوسة بشهوة و[illegible] بحائل لا يمنع الحرارة والناظرة الى فرجها الداخل وفروعهن مطلقا [illegible] فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة ولا فرق فيما ذكر بين عمد ونسيان وخطأ واكراه اھ ملتقطا[1]، وفي رد المحتار قال في البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا كما في الوطئ الحلال[2] والله تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ میں ذکر کیا ہے، اور درمختار میں ہے [illegible] عورت جس کو حرارت بدنیہ سے مانع چیز کے بغیر شہوت کے ساتھ مس کیا ہو خواہ سر کے بالوں کو مس کیا ہو اور وہ عورت جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو تو ان عورتوں کے اصول و فروع اس مرد پر مطلقاً حرام ہو جاتے ہیں بشرطیکہ مس کے وقت اس کو انزال نہ ہوا ہو اور نظر یا مس کے وقت انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اس میں فرق نہیں خواہ قصداً ہو یا بھول کر یا خطاءً یا جبراً ہو اھ ملتقطاً۔ اور ردالمحتار میں ہے بحر میں کہا ہے کہ حرمت مصاہرۃ سے چار حرام مراد ہیں، مرد پر عورت کے اصول و فروع نسبی رضاعی اور عورت پر مرد کے اصول و فروع نسبی رضاعی جیسا کہ وطی حلال میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار | فصل فی المحرمات | مجتبائی دہلی | ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۸۹

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار

۱۳

(معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں دیتے ہوئے انھیں رسوائی سے بچانا)

مسئلہ ۱۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنی حنفی ہے اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع؟ اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ حکیم اجمل خاں صاحب

الجواب از دفتر تحفہ حنفیہ پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نکاح مذکور ممنوع و ناجائز و گناہ ہے، غیر مقلدین زماں کے بہت عقاید کفریہ وضلالیہ کتاب جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں ان کی تصانیف سے نقل کیے اور ان کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا:

ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم یعنی ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو

ولا تنکحوھم[1]۔ | اور بیاہ شادی نہ کرو۔

اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ،

ہر کہ با بدعتیاں اُنس و دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند[2] | جو شخص بدعقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ (ت)

اور طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا،

من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[3]۔ | جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مہریں ہیں، بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بد مذہب سے مناکحت بحکم آیت و حدیث منع ہے، حدیث اوپر گزری، اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی،

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]۔ | ذلیل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں چھوئے گی آگ دوزخ کی۔

ناظم ندوہ نے اپنے فتوے مندرجہ نکاح مع مسلمین و مشمولہ مطبوعہ مطبع ... میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر المعتصم بذیل سیدہ ومولاہ امیر المؤمنین سیدنا الصدیق العتیق المتقی عبد الوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذوالایادی۔

فتوائے علمائے پٹنہ

(١) اصاب من اجاب (جو جواب دیا گیا ہے درست ہے۔ ت)

حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ، مقیم مرشد آباد)

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶
کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۴۶۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ آیۃ ودوالو تدھن فیدھنون کے تحت افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۵۶

[3] طحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[4] القرآن ۱۱/۱۱۳

(۲) ھذا ھو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح (یہ جواب حق صریح ہے اور اس کے سوا باطل قبیح ہے۔ ت)

محمد امیر علی (مرحوم، سابق ہیڈ مولوی ماڈل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

(۱) محمدا و مصلیا اما بعد ما قالہ العلامۃ وافادہ الفہامۃ حق صریح ومحقق صحیح جدیر بالاعتقاد وحقیق بالاستناد ودونہ خرط القتاد ولاینکرہ الا اھل الغی والعناد والبغی والفساد۔

بسملہ، تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کے بعد، جو کچھ حضرت علامہ فہامہ نے کہا وہ واضح حق، ثبت و صحیح، لائق اعتقاد و استناد ہے اور اس کا خلاف مشکل ہے، اور سوائے گمراہ، ہٹ دھرم، باغی اور فسادی کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ (ت)

کتبہ خویدم الطلبہ ابوالاصفیا محمد عبدالواحد خان رامپوری بہاری عفا عنہ

(۲) من کان من زمرۃ محمد بن عبد الوھاب یسمون عامۃ امۃ مرحومۃ بالشرک والکفر علی زعمھم الفاسد وفھمھم الکاسد فھو من الزنادقۃ والملاحدۃ ولا یجوز بہ المناکحۃ والمخالطۃ وکذلک من کان من غیر المقلدین من یرکن الی المجسمیۃ والمشبھیۃ والرافضۃ فی السوء۔

جو امت مرحومہ کو اپنے زعم فاسد اور فہم کاسد کی بنا پر شرک و کفر کے ساتھ متہم کرنے والے محمد بن عبدالوہاب کے گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص زندیق و ملحد ہے اس کے ساتھ نکاح اور میل جول ناجائز ہے، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو غیر مقلدین میں سے اور مجسمہ، مشبہہ اور روافض کی طرف میلان رکھتا ہو۔ (ت)

حررہ محمد یوسف بہاری

(۳) اصاب من اجاب جزی اللہ المحقق المدقق وحامی السنۃ وماحی البدعۃ مولانا منتظم التحفۃ خیر

مجیب نے درست جواب دیا۔ محقق، مدقق، سنت کے حامی، بدعت کو مٹانے والے، ہمارے سردار اور تحفۂ حنفیہ کے منتظم کو اللہ تعالٰی

الجزاء ۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

بہترین جزا عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھاوی بہاری

(۴) حامدا ومصلیا قد صح ما فی ھذا الفتوی کیف لا وھی مملوۃ من الروایات الفقھیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلا امتراء جزاہ اللہ سبحٰنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ھمتہ العلیا و بذل جھدہ بالنھج الاعلی فی رد الکلمات لسعلی من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد، واللہ اعلم بالصواب فقط۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوٰی میں ہے درست ہے کیسے نہ ہو جبکہ یہ فتوٰی معتبر فقہی روایات اور صحیح احادیث سے لبریز ہے اور مجیب بلاشبہ مصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے انتہا فضل سے مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے کلمات سعلی کے رد میں اپنی بلند ہمتی اور سعی بلیغ کو کامل طریقے سے بروئے کار لایا۔ مجیب نے درست کہا جس کے خلاف کہنا مشکل و ناممکن ہے واللہ تعالیٰ ([illegible] فقط۔ ت)

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البہاری المرادی عفی عنہ

(۵) حامدا ومصلیا، الجواب حق فما ذا بعد الحق الا الضلال۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور نبی اقدس پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جواب حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ (ت)

کتبہ خادم الطلبہ خاکسار سید ناظر حسین بہاری المرادی

فتوائے علمائے بدایوں

(۱) المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ ت)

محب الرسول عبدالقادر قادری

(۲) لاریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں۔ ت)

مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری

(۳) الجواب صحیح (جواب صحیح ہے۔ ت)

محمد عبدالقیوم قادری

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الا للطیبین الاخیار وترك الخبیثین للخبیثات الاقذار والصلوۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلی اٰلہ وصحبہ الشاھرین سیوفھم علی رؤس المبتدعین الفجار۔

اس اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے جس نے طیبات کو صرف طیب لوگوں کے لیے منتخب فرمایا اور خبیث خبیث لوگوں کیلئے چھوڑ رکھا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں جہنم کے کتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بدعتی فاجر لوگوں پر اپنی تلواریں لہرانے والے ہیں۔ (ت)

فی الواقع صورت مستفسرہ میں وہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا سخت ناجائز وگناہ۔ سائل سنی مذہب جماعت سنی وسنیہ، برادران سنت ہی سے خطاب ہے اور انھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہ غور ملاحظہ فرمائیں، اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہو جائیں تو سنی بھائیوں سے توقع کہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی جو مذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص و دخل بشری کا اقرار وغیرہ ایسے سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کی عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ جیسا اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔ ت) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم مثل احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہو سکتا۔ فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[2]۔

دوسری کے الفاظ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت مسلمہ، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

[1] حدیقہ ندیہ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵
[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وہ عقاید رکھتے ہیں انھیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی جانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے:

و اللفظ للشفاء، مختصراً اجمع العلماء ان من شك في كفره وعذابه فقد كفر[1]۔	شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔ (ت)

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایان طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے)، تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی و وافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ (١٣١٢ھ) میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ (١٣١٢ھ) میں مذکور۔ اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور و معروف عقیدۂ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء و اولیاء و اموات و احیا کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات و مستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی و مستتر رہیں، کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں چوٹی کے ساتھ مذکور نہیں، کیا ہر سُنّی عالم و عامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خاص معتقد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون[2]۔	ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ (ت)

فقیر نے رسالہ النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (١٣٠٥ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین و علمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام و سادات اسلام و علمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل و فظیع

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع الباب الاول دار سعادت بیروت ٢/٢٠٨
درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ١/٣٥٦
[2] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٣١١

بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی و امام کبیر براسی و امام ابن سمعانی و امام اجل ابو الرحیم و صاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و تنویر الابصار و در مختار و فتاوٰی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و ظہیریہ و سراجیہ و مصفّٰی و جواہر و تتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک گھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔ اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتٰی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔ ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوٰی قاضی خاں و جامع الفصولین و نور العین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہر الفائق و در مختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و رد المحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: المختار للفتوٰی (فتوٰی کے لیے مختار ہے) شرح تنویر میں فرمایا: بہ یفتی[2] (اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے) یہ افتاء و تصحیحات اس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہ اعتقاد۔ جامع الفصولین میں ہے:

قال لغیرہ یا کافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفر لقائل وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر فتفقت ھذہ المسألۃ ببخاری فاجاب بعض ائمۃ بخاری انہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر ولو

کسی نے غیر کو کہا "اے کافر" تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا وہ کافر نہ ہوگا۔ اور یہی مسئلہ بخارٰی میں پیش آیا تو بخارٰی کے بعض ائمہ نے فرمایا وہ کافر ہوگیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوٰی دیا تھا انھوں نے رجوع کرکے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا۔ ابو اللیث اور بخارٰی کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوٰی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۱
[2] در مختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۶

اعتقد کافر اکفر[1] اھ باختصار۔ | کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے اھ اختصاراً (ت)

تو فقہائے کرام کے قول مطلق و حکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما[2] زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ[3]۔ | جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ[4]۔ | جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوٰی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم، پھر کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا [illegible] اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم[5]۔ | خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔

لاجرم الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ میں فرمایا:

ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین[6] | یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳

[2] صحیح البخاری باب من اکفر اخاہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۷

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[5] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۹

[6] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ المکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۸

پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلہ ترکِ تقلید کی رُو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء و اولیاء وغیرہم میں ان کے شرک کی اونچی اڑانیں دیکھئے۔ فقیر نے رسالہ اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ میں کلام الٰہی کی ستّر آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تین سو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف اُمّت مرحوم بلکہ انبیائے کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتی کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بھلا ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضح ہونے میں کون مسلمان تامل کرسکتا ہے، پھر یہ عقاید باطلہ و مقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول، یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرّا و تفضیل سے پاک ہیں اور بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بالفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ ان کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب ان سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں مقتداؤں سے کفر یا لزوم کفر کا معتقد ہو۔ جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سوانح گنگوہی و بہالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا و رسول و انبیاء و ملائکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہہ، تحاشی نہ ہرگز نہیں بلکہ قطعاً انہیں اچھا جانتے امام و پیشوا و صلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات و اقوال کو باسنی و مقبول سمجھتے اور ان پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لئے صحیح صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا،

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحک علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر ۱؎	جس نے کفریہ کلمہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا یونہی جس نے اس کلمہ کفریہ پر ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اور اس پر راضی ہوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائیگا۔ (ت)

۱؎ اعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مطبعہ حقیقۃ استانبول ترکی ص ۳۶۶

بحرالرائق میں ہے:

من حسن کلام اھل الاھواء وقال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذٰلک کفرا من القائل کفر المحسن[1]۔

جس نے بے دینی کی بات کو سراہا یا با مقصد قرار دیا، یا اس کے معنی کو صحیح قرار دیا تو اگر یہ کلمہ کفر ہو تو اس کا قائل کافر ہوگا اور اس کی تحسین کرنے والا بھی۔ (ت)

تو دُنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز و عدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سنی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے، دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجئے، مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے، تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دُور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں، خدا انصاف کسی سنی صحیح العقیدہ معتقد فقہ سے کہ زنا کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام محض زنا بتاتے ہیں۔ تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے، یہ کونسی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی، انصاف کیجئے تو بنظر واقع حکم اسی قدر سے منتج ہو لیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا۔

بل صرحوا ان احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔

بلکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب اور بیشتر ہیں نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے۔ (ت)

اور اگر اس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجئے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین و لاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات مانتا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اسی قدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اس قدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] (اگر نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھو۔ت)

[1] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۴

[2] القرآن ۱۶/۴۳

اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف وخلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہا لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع ومتبع غیر سبیل المومنین وگمراہ و بددین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کافر بالیقین کے سوا باقی جمیع اقسام کے وہابیہ۔ اب اگر عورت سُنیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہوکر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کرچکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنائے خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں، درمختار میں ہے:

الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفؤا لصالحۃ[1]

عربی اور عجمی لڑکوں کے کفو میں دیانت اور تقوٰی کا اعتبار ہے تو فاسق شخص نیک عورت کا کفو نہ ہوگا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[2]

اعتقاد میں فاسق عملی فاسق سے زیادہ برا ہے۔ (ت)

تنویرالابصار و شرح علائی میں ہے:

لزم النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو سکران وان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من غیر کفو اصلا[3]

اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تو غیر کفو میں بھی یہ نکاح لازم ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا نے اس سے قبل اختیار کو غلط استعمال نہ کیا ہو، اور اگر وہ غلط اختیار استعمال کرچکا ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر باپ یا دادا نشے میں ہوں تب بھی بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا، دیگر، اور نکاح والا اور دادا نے نہ کیا تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[3] درمختار شرح تنویرالابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

اُنہی میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفء بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[1]

عاقلہ بالغہ نے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو نکاح نافذ ہوگا اور غیر کفو میں عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا اور یہی فتوٰی کیلئے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد آگیا ہے، تو مطلقہ ثلاثہ بھی اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو یہ معلوم ہو کہ وہ غیر کفو ہے، یاد رکھو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لایکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفء مع علمہ بانہ کذلک اھ[2] النقل مختصرا۔

ولی کو اپنی عدم رضامندی کے اظہار کے لیے تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ اس بارے میں اس کا خاموش رہنا بھی عدم رضا ہے، اس کے قول "بغیر رضا" کا مصداق کفو غیر کفو کے علم کے بعد اور اسی طرح علم کے بغیر رضا کی نفی اور غیر کفو کا علم نہ ہو پر رضامندی، ان تینوں صورتوں میں حلال نہ ہوگی، صرف چوتھی صورت میں حلال ہے اور وہ یہ کہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ نکاح پر راضی ہو، اھ تمام اختصاراً (ت)

اس تقریر منیر سے اس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین اُن سے بھی گئے گزرے، غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف، اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے، آیا یہ کہ زن مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاشا ہرگز نہیں قطعاً اجماعاً اخبث حرام اور لاکھوں زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا، اس کے جواز و عدم جواز سے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب بحث کریں گے یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سنیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے، عورت کا مرد پر قیاس کیونکر ہوسکے، آخر وہ کیا فرق تھا جس کے سبب شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے تو کیا ضرور ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۶

کہ سنّیہ عورت بھی بدمذہب کے تصرف میں جاسکے، عورت کے لیے کفاءت مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بنا پر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءت فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی،

فی الدرالمختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تأبی ان تکون فراشا للدنیئ و لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش[1] ملخصا	درمختار میں ہے کہ کفو مرد کی طرف سے معتبر ہے کیونکہ شریف عورت، حقیر مرد کی بیوی بننے سے انکاری ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے مرد کیلئے ہم کفو ہونا معتبر نہیں ہے کیونکہ خاوند تو بیوی بنالیتا ہے خواہ عورت ادنی ہو، وہ اس وجہ سے عار نہیں پاتا، ملخصاً (ت)

وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بوجہ مذکور کسی سنّی صحیح العقیدہ صالح عالم سے نکاح کرے یا ولی غیر اب وجد اپنی صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں، ضرور باطل ہے پھر یہ سنّی صالح کیا ان سے بھی گیا گزرا اور نکاح مسلم و مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا، ھذا ولنرجع الی ما کنا فیہ (اس کو محفوظ کرو اور ہم اپنی بحث کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ت) یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کی تھیں اور اگر ان کے سوا کوئی صورت ہو جس میں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجئے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل، ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف، یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادۂ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ شاید گناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ۔ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج، یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے حرام نہیں، گناہ نہیں، ممانعت شرعیہ نہیں۔ بحرالرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے:

المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود[2]	مشائخ لفظ "جواز" کو کبھی حلال کے معنی میں اور کبھی صحیح کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے، غالب طور پر افعال میں حلال کے اور عقود میں صحیح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴

[2] بحرالرائق | کتاب الطہارۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۶

یجوز رفع الحدث بما ذکر[1] (مذکورہ چیز کے ساتھ حدث کو ختم کرنا جائز ہے۔ ت)

اس پر رد المحتار میں کہا:

یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی ھنا من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود والثانی فی الافعال[2]۔

یجوز یعنی صحیح، اگرچہ حلال نہ ہو، مثلاً غصب شدہ پانی کے ساتھ، اور یہی معنی یہاں بہتر ہے بجائیکہ حلال والا معنی مراد لیا جائے اگرچہ صحیح غالب طور پر عقود میں اور حلال افعال میں استعمال ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار کتاب الاشربہ میں ہے:

صح بیع غیر الخمر مامر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل[3]۔

مذکورہ چیزوں میں سے خمر کے غیر کی بیع صحیح ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے تو انہوں نے جواب میں لکھا لایجوز، ان کا مقصد عدم جواز سے عدم حل ہے۔ (ت)

بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق متباین و دونوں ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات بھی ہیں جن کی تفصیل سے

عہ فقد یطلق بمعنی النفاذ کما قال فی کفاءۃ تنویر امر رجلا ان یزوجہ امرأۃ فزوجہ امۃ جاز ای نفذ لان الکلام ثمہ فی النفاذ لا فی الجواز افادہ السادات الثلثۃ المحشون ح ط ش[4]۔

اور کبھی جواز کا اطلاق "نفاذ" پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ تنویر کے کفاءۃ کے باب میں ہے، اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کردے تو اس نے لونڈی سے نکاح کردیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے کیونکہ یہاں نفاذ میں بات ہو رہی ہے جواز میں بحث نہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[2] رد المحتار ؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۳

[3] درمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۰

[4] ؍ باب الکفاءۃ ؍ ۱/۱۹۵

[5] رد المحتار ؍ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۵

یہاں بحث نہیں، اب اس صورت خاصہ میں جواز یعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہو جائے گا اور حل یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وهو اخص من وجه من الصحة والحل جميعا فقد ينفذ عقد ولا يصح ولا يحل كالبيع عند اذان الجمعة الى اجل مجهول وقد يصح و يحل ولا ينفذ كبيع فضولي مستجمعا شرائط الصحة والحل قال في رد المحتار فظاهره ان الموقوف من قسم الصحيح وهو احد طريقين للمشائخ وهو الحق[1] اھ وقد يطلق بمعنى اللزوم قال في رهن الدر القبض شرط اللزوم كما في الهبة[2] اھ قال الشامي قال في العناية هو مخالف لرواية العامة قال محمد لا يجوز الرهن الا مقبوضا وفي السنة انه عليه الصلوة والسلام قال لا تجوز الهبة الا مقبوضة والقبض ليس بشرط الجواز في الهبة فليكن هنا كذلك اھ وحاصله ان يفسر هنا ايضا الجواز

اس خاص سے کہ تینوں بزرگوار محشی حضرات ——— یعنی حلبی، طحطاوی اور شامی نے بیان کیا، اور یہ معنی پہلے دو معنی یعنی صحیح اور حلال ہونے سے عام من وجہ ہے کیونکہ کبھی عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیع مجہول مدت کے ادھار پر ہو، اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ فضولی کی وہ بیع جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو۔ رد المحتار میں کہا کہ موقوف بیع صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے اھ اور جواز بمعنی لزوم کا استعمال ہوتا ہے، درمختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے جیسا کہ ہبہ میں ہوتا ہے اھ، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنایہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رہن، قبضہ کے بغیر صحیح نہیں، اور سنت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں، حالانکہ ہبہ جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے، تو مناسب ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمد کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ جیسا کہ فقہاء نے ہبہ میں کیا یعنی لا یجوز کا معنی یہی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] رد المحتار — کتاب البیوع — داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳

[2] درمختار — کتاب الرہن — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۵

عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گا،

وذلك كقوله عزوجل واحل لكم ما وراء ذٰلكم مع ان فيهن من يكره نكاحهن تحريما كالكتابية كما بيناه في فصل المحرمات. الحل بهذا المعنى لاينافي الاثم في الاقدام على فعل النكاح فافهم واحفظ كيلا تزل والله الموفق.

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں محرمات کے سوا" حالانکہ غیر محرمات میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن سے نکاح مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ کتابیہ عورت کے بارے میں آئندہ بیان ہوگا، تو معلوم ہوا کہ اس معنی میں حلال، نکاح کرنے کے اقدام پر گناہ کے منافی نہیں ہے، اس کو سمجھو اور یاد رکھو تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

باللزوم لا بالصحة كما فعلوا في الهبة اھ[1] مختصرا وفي مداينات غمز العيون لوجاز اي لزم تاجيله لزم ان يمنع المقرض عن مطالبته قبل الاجل وهو لا يجبر على التبرع اھ[2] وهو اخص مطلقا من الصحة والنفاذ فقد يصح الشيئ وينفذ ولا لزوم كتزويج العم من كفو بمهر المثل ولا لزوم لموقوف فهو نفاذ ولا لفاسد لانه واجب الفسخ ومن وجه من الحل فقد يلزم ولا يحل كالبياعات المكروهة، والله تعالٰى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

لازم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر ہبہ جائز تو ہے لازم نہیں) اھ مختصرا۔ اور غمز العیون کے مداینات میں ہے لوجاز یعنی مہلت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرض خواہ کو مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے جبکہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہو سکتا اھ اور جواز بمعنی لزوم، نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے کیونکہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی، جیسا کہ چچا زاد کا مہر مثل کے ساتھ کفو میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے، اور فاسد بھی لازم نہیں کیونکہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم جواز بمعنی حل سے خاص من وجہ ہے، کیونکہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی جیسا کہ مکروہ بیع کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۶

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۲۸-۲۹

عبارات درمختار وغیرہ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث[1] (معتزلہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث کے طور پر ان پر کفر کا الزام ثابت ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، بر ظاہر کہ نکاح منعقد ہے اور ابھی بحر الرائق و طحطاوی و ردالمحتار سے گزرا کہ عقود میں عامہ مشائخ جواز بمعنی صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنی ممانعت و اثم کے منافی نہیں۔ فتح القدیر و غنیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم الحل ان یفعل وھو لا ینافی الصحۃ[2]	عدم جواز سے عدم حل مراد لیا جاتا ہے یعنی اس کا کرنا حلال نہیں اور یہ صحیح کے منافی نہیں۔ (ت)

تو جواز بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بد مذہبوں سے سنیہ عورات کا نکاح کردینا روا و مباح ہو جس میں کچھ گناہ و مخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں، ارشاد مشائخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ واھل الاعتزال لا تجوز[3] کے یہی معنی ہیں یعنی سنیوں اور معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں۔ فتاوٰی خلاصہ میں فرمایا:

المسألۃ فی مجموع النوازل[4]	یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسٰی کشی تلمیذ امام مفتی الجن والانس علامہ ابو حفص نجم الدین عمر نسفی میں ہے

اسی میں فرمایا: کذا اجاب الامام الرستغفنی[5] امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا۔ ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے انھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے:

الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولو اخذنا یوم القیٰمۃ بالعمل بروایتہ ناخذہ کما اخذنا[6]	یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول و فعل میں، اگر روز قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔

---

[1] درمختار	فصل فی المحرمات	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۸۹
[2] فتح القدیر	باب الامامۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۳۰۴
[3] بحرالرائق	فصل فی المحرمات	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/ ۱۰۲
[4] خلاصۃ الفتاوی	کتاب النکاح جنس آخر فی الاجازۃ	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲/ ۶
[5] " "	" " " "	"	"
[6] ردالمحتار			

وجیز امام کردری میں ہے :

سمعت عن ائمۃ خوارزم انہ یتزوج من المعتزلی ولا یزوج منہم کما یتزوج من الکتابی ولا یزوج منہم ولعلہ اخذ ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری[1]۔

میں نے بعض ائمۂ خوارزم سے سنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہ دے، جس طرح یہودی نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہیں دیتا اور ممکن ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔

یہ دوسرا جواب ہے اس شبہہ کا کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) اگر نظر تحقیق کو رخصت جولان دیجئے تو بدمذہب سے سُنّیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً:

دلیل اوّل : قال عزوجل واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمی زن وشو کی سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نا دینی دیکھے گی تا شنیدنی سنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنی یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحۂ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم : قال تبارک وتعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[3]۔

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی دھر دی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ٤/١١٢

[2] القرآن ٦/٦٨

[3] القرآن ٣٠/٢١

الملزوج من المرأة لشعبة ماهي لشئ[1]۔ رواه ابن ماجة والحاكم عن محمد بن عبد الله بن جحش رضي الله تعالیٰ عنه۔

عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن و شوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس و محبت و الفت و رافت پیدا کرتا ہے، اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بد مذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن يتولهم منكم فانه منهم[2] تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواه الائمة احمد والستة الا ابن ماجه عن انس والشيخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر وابوداؤد عن ابي ذر والترمذي عن صفوان بن عسال وفي الباب عن علي وابي هريرة وابي موسى وغيرهم رضي الله تعالیٰ عنهم۔

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو امام احمد اور ابن ماجہ کے ماسوا صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری و مسلم نے ابن مسعود سے، احمد و مسلم نے جابر سے ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

لا تلقوا بايديكم الى التهلكة[4] اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بد مذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا): ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله[5] (اور خواہش کے

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳/۹۲
سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵
[2] القرآن ۵/۵۱
[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۳
[4] القرآن ۲/۱۹۵
[5] القرآن ۳۸/۲۶

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ت) اور صحبت خصوصًا بد کا اثر پڑ جانا احادیث و تجارب سے ثابت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحا خبیثة۔[1] رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اچھے اور برے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا، وہ مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی، اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی۔ (اسے شیخین (امام بخاری و مسلم) نے ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه۔[2] رواہ ابوداؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

برا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دھواں تو پہنچے گا۔ (اسے ابوداؤد و نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[3] رواہ مسلم۔

گمراہوں سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔[4] رواہ ابن عدی

مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (اس کو ابن عدی

---

[1] صحیح بخاری باب المسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰
[2] سنن ابی داؤد باب من یومر ان یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸
[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[4] کنز العمال بحوالہ عبداللہ ابن مسعود حدیث ۳۰۴۳۳ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۱۱/ ۸۹

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حسن لشواھدہ۔

نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے شواہد کی بنا پر اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ت)

پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف۔[1] رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا۔ (اس کو ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ماشیئ ادل علی الشیئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب۔[2] ذکرہ التیسیر۔

کوئی چیز دوسری پر اور نہ دھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر۔ (اس کو تیسیر میں ذکر کیا گیا۔ت)

عقلاء کہتے ہیں ورش زدہ اثرے دارد کہ عمر بھر کان بہرے جانا۔ پھر اس کے ساتھ دُوسرا مؤید شوہر کا اس پر حاکم ہونا۔ مجربین کہتے ہیں: الناس علٰی دین ملوکہم۔[3] (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر چلتے ہیں۔ت) تیسرا مؤید عورت میں مادہ میول وانفعال کی کثرت، وہ بہت نرم دل زود اثرپذیر ہیں یہاں تک کہ اہل تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رویدک یاانجشۃ بالقواریر۔[4] (اے انجشہ! آبگینوں کو بچا کر چلو۔ت) چوتھا مؤید ان کا ناقصات العقل والدین ہونا، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین (جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ت) پانچواں مؤید شوہر کی محبت، جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حبک الشیئ یعمی ویصم۔[5] رواہ احمد والبخاری۔

محبت اندھا بہرا کردیتی ہے (اسے احمد و بخاری

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۴۰۴۴ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۹/۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ماقبل کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۴۰۲

[3] المقاصد الحسنۃ حرف النون حدیث ۱۲۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۳

[4] صحیح بخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۰

[5] سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الہوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء و ابن عساکر بسند حسن عن عبد اللہ بن انیس و الخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء سے اور ابن عساکر نے سندِ حسن کے ساتھ عبداللہ بن انیس سے اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[1] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مسلمانو! اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبہا الریاح بفلاۃ[2] رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دل کی حالت اُس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑا ہو ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں۔ (اس کو ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ذکر عورتوں کا سا نرم و نازک دل اور اس پر صحبت و سماع متصل بیچ واسطہ حاکی گلوکی کا اور اُس کے ساتھ مہر و محبت کا منصب جذبہ یا آٹھوں داعیوں کا یہ متواتر و فور لور مانع کے عقل و دین تھے اُن میں نقصان و قصور تو اس نزدیکی میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کا مظنہ قویہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ و دواعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمۃ الحرام حرام (حرام کا پیش خیمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ ت) مقدمہ مسلمہ ہے،

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولا تقربوا الزنٰی انہ کان فاحشۃ و

زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

ساء سبیلا[1] بہت بُری راہ۔

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا اور یہ خیال کہ ممکن ہے اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس وکنار و مس و نظر دواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہوئے مگر ہرگز مستلزم و مفضی دائم نہیں۔

دلیل چہارم: قال المولٰی تبٰرك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا):

الرجال قوّٰمون علی النساء بما فضّل اللّٰه بعضهم علی بعض[2]

مرد حاکم و مسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعظم الناس حقا علی المرأة زوجها[3]۔ رواه الحاکم وصححه عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها۔

عورت پر سب سے بڑھ کر حق اُس کے شوہر کا ہے (اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی تصحیح کی۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل اللّٰه لهم علیهن من الحق[4]۔ ولوکان من قدمه الٰی مفرق راسه قرحة تنبجس بالقیح والصدید ثم استقبلته تلحسه ما ادت حقه[5]۔ رواه ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادة واحمد

اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیرخدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے۔ اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت اگر اپنی زبان سے اسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا (اس کو ابوداؤد

---

[1] القرآن ۱۷/۳۲

[2] القرآن ۴/۳۴

[3] مستدرک للحاکم کتاب البر والصلة دارالفکر بیروت ۴/۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد باب فی حق الزوج علی المرأة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۱
المستدرک للحاکم کتاب النکاح دارالفکر بیروت ۲/۱۸۷

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک ۳/۱۵۹

والترمذی عن انس بن مالك وفصل السجود احمد وابن ماجة وابن حبان عن عبد الله بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن معاذ بن جبل والحاكم عن بریدة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔

اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ، اور احمد اور ترمذی نے انس بن مالک سے، اور احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبد اللہ بن ابی اوفٰی سے سجدہ کی فصل میں، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے، اور احمد نے معاذ بن جبل اور حاکم نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

الغرض شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1]۔ رواه ابن عدی وابن عساكر عن ام المؤمنین الصدیقة والحسن بن سفیان فی مسنده وابونعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وكابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الكبیر وابونعیم فی الحلیة عن عبد الله بن بسر والبیهقی فی شعب الایمان عن ابراهیم بن میسرة التابعی الثقة مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقه۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبل سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں عبد اللہ بن بسر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ تابعی ثقہ سے مرسل طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اپنے طرق پر یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جبکہ فاسق بھی شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز۔ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

الفاسق العالم تجب اهانته شرعا فلا یعظم[2]۔

فاسق عالم کی شرعاً توہین ضروری ہے اس لیے اس کی تعظیم نہ کی جائے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۶۱

[2] مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]

ان پر اس کی اہانت ضروری ہے (ت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ و الطعن واللعن[2]

بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجا لائیں، اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

دلیل پنجم: قال العلی الاعلی جل وعلا (اللہ بلند و اعلیٰ نے فرمایا): والفیا سیدھا لدا الباب[3] ان دونوں نے زلیخا کے سید و سردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔ ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے: لنکاح رق للمرأۃ والزوج مالک[4] نکاح سے عورت کنیز ہو جاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یک سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[5] رواہ ابو داؤد و النسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (اس کو ابو داؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ١/٢٤٣
[2] شرح مقاصد المبحث الثامن حکم المؤمن دار المعارف النعمانیہ لاہور ٢/٢٧٠
[3] القرآن الکریم ١٢/٢٥
[4] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٣١٨
[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ٢/٣٢٢

اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ [1]
جو شخص کسی منافق کو "سردار" کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے۔

امام حافظ الحدیث عبد العظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک باب وضع کیا
الترہیب من قولہ لفاسق او مبتدع یا سیدی او نحوہ من الکلمات الدالۃ علی التعظیم [2]
یعنی ان حدیثوں کا بیان جن میں کسی فاسق یا بدمذہب کو "اے میرے سردار" یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرانا

اور اس باب میں یہی حدیث انھیں روایات ابی داؤد ونسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے "اے میرے سردار" کہہ دینا باعث غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار ومالک بنالینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل ششم یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ واللہ لا یستحیی من الحق [3]
اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سنو۔ بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

یحب احدکم ان تکون [illegible] فکرہتموہ [4]
[illegible] پسند [illegible] ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تو اسے بہت برا جانو گے۔

رب جل وعلا نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا!

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ [5]
کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں برا لگا۔

---

[1] مستدرک للحاکم — کتاب الرقاق — دار الفکر بیروت — ۴/۳
شعب الایمان — حدیث ۴۸۸۳ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۴/۲۳۰
[2] الترغیب والترہیب — الترہیب من قولہ لفاسق او مبتدع یا سیدی الخ — مصطفی البابی مصر — ۳/۵۷۹
[3] القرآن الکریم ۲۲/۷۳
[4] القرآن الکریم ۴۴/۵۳
[5] سنن ابن ماجہ — ابواب النکاح — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۳۹
مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند علی رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت — ۱/۸۶
[6] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

سنیو! سنیو! اگر سُنّی ہو تو بگوشِ ہوش شنو: لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراش الکلب۔ ہمارے لیے بُری مثل نہیں، جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کُتّے کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ سے بیان فرمایا:

العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء[1]

اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتّا قے کرکے اُسے پھر کھالیتا ہے، ہمارے لیے بُری مثل نہیں۔

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کُتّا ہے یا نہیں، ہاں! ضرور ہے بلکہ کُتّے سے بھی بدتر و ناپاک تر، کُتّا فاسق نہیں اور یہ اصلِ دین و مذہب میں فاسق ہے، کُتّے پر عذاب نہیں اور یہ عذابِ شدید کا مستحق ہے، میری نہ مانو سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابوحاتم خزاعی اپنے جزءِ حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2] بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتّے ہیں۔

امام دارقطنی کی روایت یوں ہے:

حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[3]۔

(قاضی حسین بن اسمٰعیل نے محمد بن عبد اللہ مخرمی سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابان سے انھوں نے حفص بن غیاث سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے ابو غالب سے انھوں نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے حدیث بیان کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا) بدمذہب آگ دوزخیوں کے کتّے ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت — ١/٢١٧

[2] فیض القدیر شرح جامع الصغیر — حدیث ١٠٨٠ — دار المعرفۃ بیروت — ١/٥٢٨

کنز العمال بحوالہ ابی حاتم الخزاعی — " ١٠٩٤ — مؤسسۃ الرسالۃ بیروت — ١/٢١٨

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی امامہ — ١١٢٥ — " " " — ١/٢٢٣

ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ[1]

بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

الخلق الناس والخلیقۃ البھائم[2]

خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں۔ (ت)

ناچار حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی۔ عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوھم، ولاتشاربوھم، ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم[3]

بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

دلیل ہفتم: کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت و عدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع اسلام ہوکر دار الاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لایفعل ولایأکل ذبیحتھم الا لضرورۃ[4]

بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (ت)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دار الحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے۔ محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لایأمن ان یکون بینھما ولد فینشأ علٰی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا

حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہوسکتا کہ اس کا بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور ان کے طور طریقے اپنائے گا اور مسلمان کے بچے

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ابو مسعود موصلی دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ما قبل مکتبۃ امام شافعی الریاض سعودیہ ۱/۳۸۳
[3] الضعفاء الکبیر للعقیلی حدیث ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶
[4] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵

یستطیع المسلم قلعه عن تلك العادة[1]

ان کی عادات چھڑانے پر قادر نہ ہوگا۔ (ت)

فتح المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالوكانت حربية ولكن مكروه بالاجماع لانه ربما يختار المقام في دار الحرب ولانه فيه تعريض ولده للرق فربما تحبس وتسبى معه فيصير ولده رقيقا وان كان مسلما وربما يتخلق الولد باخلاق الكفار[2]

جوازِ نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دار الحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہو سکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو جائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہو کر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دار الحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعبارت مذکورہ فرمایا:

وتكره الكتابية الحربية اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التخلق باخلاق اهل الكفر وعلى الرق بان تسبى وهي حبلى فيولد رقيقا وان كان مسلما[3]

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مذکور کو دار الحرب میں رہنے پر آمادہ کر سکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والاولى ان لا يفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية[4]

اس کا قول کہ "بہتر ہے نہ کرے" سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس کا مابعد حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمی کا فائدہ دیتا ہے۔ (ت)

[1] بحرالرائق	بحرالرائق فصل فی المحرمات	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۰۳/۳
[2] فتح المعین	"	" " "	۲۰/۲
[3] فتح القدیر	"	نوریہ رضویہ سکھر	۱۳۵/۳
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲۸۹/۲

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ تو اندیشے ہی ہیں یا یہ جو یہاں عورت و اولاد کے لیے ہیں، وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا، وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکوم، وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلون، وہ مؤثر ہوتا ہے یہ متاثر، وہ عقل و دین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقص، وہ اگر دار الحرب میں متوطن ہو گیا تو گنہگار ہوا دین نہ گیا، یہ اگر اس کی محبت میں متمد ہو گئی تو دین ہی رخصت ہوا۔ بچہ قبل شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہے یہاں بدمذہب، وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی خطرہ، وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروڑوں آزادوں سے اعز و اعلیٰ ہوں گے یہاں اگر رافضی وہابی ہو گیا تو اخروی ذلت دینی مصیبت ہے، وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بدرجہا مظنون قوی، تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہی لاتے یہاں یہ ظنون کراہت تحریمہ تک پہنچ جاتے۔ ہم اوپر گزارش کر چکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اس کے مقدمات و دواعی بھی حرام ہوتے ہیں، وہ جب کہ وہاں ان کے سبب کراہت تحریمہ نہیں تو یہاں ان کے باعث نکاح تحریم ہی سے۔ یہ تیسرا جواب ہے اس مغشبہ کا کہ اُن سے بھی گزر ہے، مع ہٰذا شرعاً مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے بلکار رہے گا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہو گی مگر اس کے جیتے جی اس کے ضرر کافر ذمی کے ضرر سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام و خیر خواہی مسلمین سے ہے، وہ کھلا دشمن ہے اور یہ مار آستین، اس کی بات کسی جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا و رسول کا صریح منکر ہے، اور یہ جب قرآن و حدیث ہی کے حیلے سے بہکائے گا تو ضرور اسرع و اظہر ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں،

ان كانت البدعة بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد ذمة وان كان مما لا يكفر به فامره بينه وبين الله اخف من امر الكافر لا محالة ولكن الامر في الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر الكافر غير متعد

وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دار الاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پرواہ کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جاسکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالےٰ کے ہاں قدرے خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان

فان المسیی اعتقد، وکفٰی فلا یستغنون الی قولہ اذ لا یدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعو الی البدعۃ ویزعم ان ما یدعو الیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد[1]

نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابلِ التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وُہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ مؤثر ہے، ایسے شخص کو بُرا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رد کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعثِ اجر و ثواب ہے۔ (ت)

یہ چوتھا جواب ہے اس شبہہ کا۔ الحمدللہ آفتاب حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے دعوتِ وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سُنیوں کی ترویج کا باطل محض باتفاق و بوجوہ ممنوع و فتنہ ہونا ظاہر ہوگیا، ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشف وہابیہ کے فریب سے دھوکا کہ یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو ان کے لیے ہیں جو مذہب اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنی ہیں، اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ عزیز بھائیو! دینِ حق کے فدائیو! [illegible] صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوف خدا نہ خلق کی حیا، مگر پیارے سُنیو! تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں۔ عزیزو! کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے۔ جب سنیت وہابیت سے صاف مباین ہے تو ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے۔ ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں۔ بہت اچھا، چشم ما روشن دل ما شاد، خدا ایسا ہی کرے، اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر، اور اس فتوے پر اس سے کیا اثر، فتوٰی میں زید و عمرو کسی کی تعیین نہ تھی، سائل نے وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنی ہے اس سوال و جواب دونوں سے بری ہے فتوٰی کی صحت میں کیا شک پیدا ہوا ہے۔ پھر عزیز بھائیو، یہ تنزلی جواب اس کے تسلیم او عار پر مبنی ہے، ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں سُنی کے لفظ میں کچھ بھاری نہیں،

الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی زبانی کہہ دینے پر

---

[1] احیاء العلوم کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۱۹۹

وھم لایفتنون[1]

چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالٰی عظیم وبلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امور ذیل پر دستخط فرماتے جائیں کہ کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن ہیں

(۱) مذہب وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے۔

(۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و صدیق حسن بھوپالی اور دیگر خبثا جیسے آروی سنالی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳) تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہ عمادِ وہابیہ کی تحقیق تصنیفیں [illegible] کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۴) تقلید فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی بددین کا کام ہے، غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع و اذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان ناشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلہ میں اس کے خلاف نہ چلے، وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے، اس پر شرعًا کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المومنین ہیں۔

(۶) متعلقات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء مثل استعانت و ندا و علم و تصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیاء میں نجدی و دہلوی اور ان کے اذناب نے جو احکام شرک گھڑے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۲

عام مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جڑتے یہ اُن گمراہوں کی خباثتِ مذہب اور اس کے سبب انھیں استحقاقِ عذاب و غضب ہے۔

(۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین و تقبیح میں کچھ دخل نہیں، امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرون لاحقہ میں ہو اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنہ سابقہ میں ہو۔ بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت ثابتہ کے رد خلاف پر پیدا کی گئی ہو، جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا و رسول نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی ممانعت قرآن و حدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم و شارع بننا چاہتا ہے۔

(۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے و رسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا رد وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق و ہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل و ضلالت۔

حضرات! اہلسنت کے آفتاب ہادی حق و صواب ہیں، جو صاحب یہ پرچہ پڑھا سے حیلۃً انکار بلکہ وہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں، ورنہ ہر ذی عقل پر روشن ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا جسے پرچہ اور ام سے رمنا، اس کے کیا معنے تھا

منکری بودن و ہم رنگ مستاں زیستن

(منکر ہونا اور مستوں کے رنگ میں جینا۔ ت)

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[1] (اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ ت)

الحمدللہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق منظر حق و تحقیق اوائل عشرہ اخیرہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرجہا تمام اور بلحاظ تاریخ "اتی اللہ لعانا بصحو الکرام عن کلاب النار" نام ہوا، و صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مسئلہ غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور ہندہ وہ جو شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہوگیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہمبستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

آج کل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ و نادر اُن میں کوئی مسلمان نکل سکے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

جیسے کپڑوں میں سپید رنگ کا کپڑا۔ ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا اور اولاد یقیناً ولد الزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از کلکتہ مسندیا پٹی ۹۰ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ قمر الدین مرسلہ ظہیر حسن صاحب ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

بجالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ، بعد از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید نے اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی سے بجگہ ایک عالم کے عقد کیا، از روئے شرع شریف کے عقد اس کا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے، حرام قطعی ہے، سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے۔ نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام امتِ مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے، نصِ قرآن عظیم سے معلوم ہے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

حرمت علیکم امهٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت[1]

تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اس آیۂ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں۔ اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی، نواسی بھی اسی حکم میں داخل، اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی، لقولہ تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (تمہارے لیے ان کے ماسوا حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیۂ کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں، انہیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا۔ معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن[3]

ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] ؎ ؎ ۴/۲۴
[3] معالم التنزیل تحت حرمت علیکم امهٰتکم الخ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۱

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبہا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث وبذکور فہی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فہذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام اھ ملتقطا[1]

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں، اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی اور بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطا (ت)

تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے:

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی[2]

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنت الاخ وبنت الاخت وتدخل فیہن اولادھن[3]

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل[4]

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجوں کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہوں شامل ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے:

تحرم علی الرجل اختہ وبنتہا وبنت اخیہ

مرد پر اس کی بہن اور اس کی بھانجی اور بھتیجی اور ان

[1] تفسیر کبیر تحت الآیۃ حرمت علیکم امہاتکم مطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۹-۲۸
[2] تفسیر بیضاوی " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۳
[3] تفسیر جلالین " " " " اصح المطابع دہلی ص ۷۴
[4] فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۰

وان سفلن[1]

کی اولاد نیچے تک حرام ہے (ت)

نقایہ میں ہے :

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب[2]

مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب (ماں باپ) کے فروع حرام ہیں (ت)

شرح وقایہ میں ہے :

وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلن فیحرم جمیع ھؤلاء[3]

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں (ت)

اصلاح میں ہے :

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعھا وفرع اخیہ[4]

مرد پر اس کے اصول وفروع اور اس کی بہن اور بھائیوں کی اولاد حرام ہے (ت)

درر میں ہے :

واختہ وبنتھا وان سفلت[5]

بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ہیں (ت)

فتح القدیر میں ہے :

تدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن[6]

بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی بیٹیاں بھی نیچے تک داخل ہیں (ت)

اختیار شرح مختار و خزانۃ المفتین میں ہے :

وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھن محرمات بنص الکتاب نکاحا

بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک محرمات ہیں جن سے نکاح، وطی اور اس کے دواعی کی ابدی حرمت

---

[1] ملتقی الابحر — باب المحرمات — مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۹

[2] النقایۃ مختصر الوقایۃ — کتاب النکاح — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[3] شرح وقایہ — المحرمات من النساء — مجتبائی دہلی ۲/۱۱

[4] اصلاح

[5] درر الحکام — کتاب النکاح — احمد کامل الکائنۃ دار السعادت بیروت ۱/۳۳۰-۳۲۹

[6] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۱۸

ووطأً ودواعيه على التابيد[۱]

کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خان وغیرہا میں ہے :

وبنات الاخوات وان سفلن[۲]

بھانجیاں نیچے تک۔ (ت)

محیط سرخسی و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن[۳]

یونہی بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک (ت)

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے :

المحرمات على التابيد بالنسب الامهات والبنات وان سفلت وبنات الاخوة والاخوات وان سفلت[۴]

نسبی طور پر ابدی محرمات مائیں اوپر تک، بیٹیاں نیچے تک، بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک ہیں۔ (ت)

اس جاہل احمق نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اُس اپنی سگی بیٹی سے جُدا ہو جائے اور اس اجہل اضل عالم ظالم پر لازم کہ ازسرِ نو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اُس ناپاک ملعون فتوے سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح ازسرِ نو کرے۔ "اعلام بقواطع الاسلام" میں ہے :

ومن ذلك (ای من المکفر) ان یستحل محرما بالاجماع کالخمر والواط وشرب مملوکہ الخ[۵]

ان چیزوں میں سے کسی ایسی چیز کو حلال بنا لینا جس کی حرمت پر اجماع ہے مثلاً شراب، لواطت خواہ اپنے مملوک سے ہو الخ (ت)

خلاصہ و ہندیہ میں ہے :

من اعتقد الحرام حلالا او على القلب يكفر[۶]

جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے پر عقیدہ رکھے وہ کافر ہے (ت)

الٰہی! اس زمانۂ پُرفتن کے ہر فتنہ و شر سے تیری پناہ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱؎ الاختیار لتعلیل المختار	فصل فی المحرمات	دار فراس للنشر والتوزیع بیروت	۳/ ۸۵
۲؎ فتاوٰی قاضی خان	باب فی المحرمات	نولکشور لکھنؤ	۱/ ۱۶۵
۳؎ فتاوٰی ہندیہ	فی بیان المحرمات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/ ۲۷۳
۴؎ انوار الاعمال الابرار			
۵؎ الاعلام بقواطع الاسلام	ملحق بسبل النجاۃ	مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی	ص ۳۵۳
۶؎ فتاوٰی ہندیہ	احکام المرتدین	نورانی کتب خانہ پشاور	۲/ ۲۷۲

مسئلہ ۲۰۲ از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی
۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع شریف اساطین فرقہ اہل سنت وجماعت متبعین ملت حنفیہ اس باب میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہر حقیقی عینی سے نکاح کیا اور بعد نکاح خواہر زن مگر قبل خلوت صحیحہ یا اس سے خلوت صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دے دی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عند الشرع درست وجائز ہوا یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔ (ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام و ناجائز ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اُس حرام کو حلال اس فاسد کو صحیح اس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اولاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحا و عدۃ ولو من طلاق بائن[2] وہ عورتیں جو آپس میں محرم ہوں ان کو نکاح اور عدت خواہ طلاق بائن کی عدت ہو، میں جمع کرنا حرام ہے۔ (ت)

شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے پھر اگر پہلی کی عدت گزر چکی ہے تو اُسے اختیار ہوگا کہ اُس دوسری کو چھوڑ کر ابھی مثلاً اس سے نکاح کرلے ورنہ اتنا انتظار لازم ہے کہ اُس پہلی کی عدت گزر جائے اُس کے بعد اُس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳ ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذ اللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا، چھونا، تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

الجواب

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمتِ مصاہرت اگرچہ معاذ اللہ زنا سے ناشی ہوئی ہو عورت کو مثل محارم کے کردیتی ہے تو نظر ومس بشہوت تو قطعاً حرام ہوگئے اور بلاشہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوثِ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، بحالتِ اندیشہ بلاشہوت بھی دیکھنا چھونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو، نہ ہو جب بھی حکمِ حرمت ہے، اور تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلاً اجازت نہیں کہ یہ خواہی نخواہی مظنۂ شہوت ہے خصوصاً منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب وتکلف مرتفع رہا تھا تو عند الانصاف جبکہ منکوحہ سے معاذ اللہ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو اُسے مثل اجنبیہ تصور کرنے ہی میں احتیاط ہے وباللہ العصمۃ، درمختار میں ہے:

ينظر لرجل من محرمه هي من لايحل له نكاحها ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الى الرأس والوجه والصدر والساق والعضدان ان امن شهوته وشهوتها وان لم يأمن او شك لايحل النظر والمس، كشف الحقائق لابن سلطان والمجتبى اھ ملتقطا۔[1]

محرمہ وہ عورت ہے جس سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو، نسب کی وجہ سے محرم ہو یا کسی سبب کی وجہ سے، وہ سبب زنا ہی کیوں نہ ہو۔ شہوت کا خدشہ نہ ہو تو ایسی محرم عورتوں کے سر، چہرہ، سینہ، پنڈلی اور بازوؤں کو دیکھنا مرد کے لیے جائز ہے، اور اگر مرد یا عورت کو شہوت کا خدشہ ہو یا کوئی ان میں سے حالتِ شہوت میں ہو تو پھر محرم کو چھونا اور دیکھنا جائز نہیں، کشف الحقائق ابن سلطان اور مجتبٰی اھ ملتقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو بزنا اى ولو كان عدم حل نكاحها له بسبب زناه باصولها او فروعها قال الزيلعي وقيل انها كالاجنبية والاول اصح اعتبارا للحقيقة لانها محرمة عليه على التابيد۔[2]

اس کا قول "اگرچہ زنا سے ہو" یعنی اس سے نکاح حلال نہ ہونے کی وجہ اس کے اصول یا فروع سے زنا ہو۔ زیلعی نے کہا کہ ایسی عورت کا چھونے و دیکھنے میں اجنبی عورت جیسا حکم ہے جبکہ پہلا قول اصح ہے کیونکہ اس کے ابدی حرام ہونے کی حقیقت کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قوله او شك معناه استوى الامران

اس کا قول "او شك" اس کا معنی یہ ہے کہ شہوت اور

[1] درمختار فصل فی النظر والمس مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱
[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵

تاتارخانیہ[1]

عدم شہوت دونوں کا احتمال مساوی ہو، تاتارخانیہ (ت)

درمختار میں ہے:

والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصھرۃ الشابۃ[2]

محرم عورتوں سے خلوت مباح ہے مگر رضاعی بہن اور جوان ساس سے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشھید وینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ھناك الوقوع فی الجماع، اھ، وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ھنا[3] اھ ما فی ردالمحتار قلت فاذا کان الغالب ذلك فی الاخت رضاعا فما ظنك فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحبہ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

قنیہ اور قاضی الصدر الشہید کے استحسان میں ہے کہ رضاعی بھائی کو رضاعی بہن کے ساتھ تخلیہ مناسب نہیں کیونکہ تخلیہ جماع کا موجب ہوتا ہے، غالب یہی ہے اھ، اور علامہ بیری نے مفید بات کی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے۔ ردالمحتار کا بیان ختم ہوا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ۔ت) جب رضاعی بہن کے متعلق غالب امر یہ ہے تو اس عورت کے بارے میں کیا گمان ہے جو مدت بھر اس کی بیوی رہی ہو اور یہ مرد وعورت دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے رہے ہوں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلی مرسلہ مولوی رحمت اللہ صاحب ۱۰ رجب المرجب ۱۳۱۰ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ چندہ برس کا ہوا کہ نکاح کیا، لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلا گیا اور اب تک اس کی خبر نہ لی، نہ نان نفقہ دیا، چندبار اس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا، جواب نہ دیا، اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات زمانہ نہ معلوم کیا امر نامناسب آئندہ پیش آئے، اس وقت بجز ندامت اہل دنیا والزام شرع کچھ سود نہ ہوگا، پس یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] ردالمحتار فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵
[2] درمختار " " " مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱
[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۶

الجواب

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں (ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح تو کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول تول مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان، آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید و عمرو حقیقی چچا زاد بھائی ہیں اب زید عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے؟

(۳) آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اپنے غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں باپ میں ایک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ پھوپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ (ت)

تنویر میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ وفروع اصلہ القریب مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب (ماں باپ)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

وصلبیۃ اصلہ البعید[1]

کے فروع (بہن بھائی) اور اصل بعید (دادا اور اوپر والے) باپوں کے صُلبی رشتے حرام ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حلال بنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] اھ قلت ویدخل فیھم اعمام ابیہ وجدہ وان علا وامہ وجدتہ وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کما دخلن فی قولہ تعالٰی وعمّٰتکم وخالٰتکم کما فی التبیین۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ محرمات کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ان میں ماں، باپ، دادا اور دادی کے چچوں اور ان کے ماموں، خالاؤں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں بھی حلال ہونے میں داخل ہیں، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور اُن کا نکاح بھی ہوگیا ہے، اب آیا زید کی بیٹی کو زید کی دونوں بہنوں کے شوہروں سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور بعد مرنے ایک ہمشیرہ کے اُس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، اور اس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں؟ اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اُس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل توجروا باجر جزیل۔

الجواب

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام،

واصلہ قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین[3] وفی الحدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی

اور اس کا اصل — اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" اور حدیث میں ہے کہ پھوپھی اور

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲
[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷
[3] القرآن الکریم ۴/۲۳

خالتہا[1] (خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ ت) 26
26

مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ اُن سے نکاح صرف اُسی حالت تک حرام جب تک اُس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت ان کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہم، اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہوسکتا ہو یا نہیں۔ اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہیے کہ زن شوہردار تمام جہان میں سے کسی سے پردہ نہ ہو کہ جب تک وہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اس سے نکاح روا نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[2] (منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) اسی طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہیے کہ اس سے کسی عورت شوہردار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جب تک ان چار میں کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اسے حلال نہیں، غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں، شرع مطہر میں پھوپھا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور رہ گئے اجنبی سب کا ایک حکم ہے [illegible] سے طبعی حجاب ہوتا ہے نہ کہ جد جہت پڑسکتی ہے نہ وہ بے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے، ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یارسول اللہ ارأیت الحمو یارسول اللہ! جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو، فرمایا: الحمو الموت[3] یہ تو موت ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از عثمان پور ڈاک خانہ آسمی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب
۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سُنی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی و قاذف حضرت

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳
صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتہا " " " ۲/۷۶۶
[2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۱۴۹

جد الممتار

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقدِ نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود منع کیے کے بھی ایسا کرے تو اُس کی بابت شرعًا کیا حکم ہے؟ جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

معاذ اللہ رافضی قاذف باجماعِ مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اُسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا[1]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

اسی کے باب البغاۃ میں ہے:

لان ذلك تکذیب صریح القراٰن[2]

کیونکہ صریح قرآن کی تکذیب ہے۔ (ت)

جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقینًا دیوث ہے، وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے، حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اس پر جنت حرام ہے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائیگا۔

احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لاینظر اللہ الیھم یوم القیامۃ العاق لوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ المتشبھۃ بالرجال والدیوث[3]

(احمد، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا۔ ت) تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روزِ قیامت نظر نہ کرے گا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت یعنی مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

وروی الحاکم والبیھقی فی الشعب بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ

(حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ت) تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور

---

[1] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۴
[2] ؍؍ باب البغاۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/ ۳۱۰
[3] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۴
سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۷

والدیوث ورجلۃ النساء۔[2]

دیوث اور مردوضع عورت۔

الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثلٰثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر[3]۔

(طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت) تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے، دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱ تا ۲۱۲: از وصع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لیا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے، اہل اسلام اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا، نہ دونوں میں سے کسی کو جدا کیا، مسلمانوں نے مجبور ہو کر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں؟ اور زید و نیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خوردونوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں اور زید کی کون سی عورت زوجہ ہے اولٰی یا ثانیہ؟ یا دونوں ناجائز ہیں؟ جواب مدلل مرحمت فرمائیے، بینوا توجروا۔

(۲) سُنی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو کہ سُنی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اُس وقت کے شیعہ سے اس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے؟ اس کی وجہ مدلل زیب قلم فرمائیے کہ سائل کی تشفی و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲
شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲
[3] مجمع الزوائد باب فیمن یرضٰی لاہلہ بالخبث دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

حرام ہوا لقولہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین ۱ (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی، اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے۔ جب اس کی عدت متارکہ گزر جائے گی اس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

فی ردالمحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولی الا ان یطأ الثانیۃ بشبھۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ اھ عن البحر ۲۔

ردالمحتار میں ہے: دوسرا نکاح باطل ہے، اس کو پہلی سے وطی جائز ہے لیکن اگر دوسری سے وطی کرلی تو پہلی دوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ اگر شبہ کے طور پر بیوی کی بہن سے وطی ہوجائے تو بیوی اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شبہ والی کی عدت نہ گزر جائے، بحوالہ بحر۔ (ت)

مسلمانوں کو اجتناب حق ہے، قال اللہ تعالٰی:
فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ۳
یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

زید سے جب تک تائب نہ ہو سلام کلام ترک چاہئے کہ وہ فاسق معلن اور گناہ کبیرہ پر مُصر ہے۔

فی الدرالمختار یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا ۴ اھ وفی ردالمحتار عن فصول العلامی لایسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولا علی من یسب الناس او ینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی او یطیر الحمام مالم تعرف توبتہم ۵۔

درمختار میں ہے کہ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ وہ علانیہ فسق کرتا ہو الخ، اور ردالمحتار میں ہے فصول علامی سے مروی ہے کہ جھوٹے اور مذاق کرنے والے بوڑھے، لغویات بولنے والے، لوگوں کو گالی گلوچ کرنے والے، اجنبی عورتوں کو دیکھنے والے، علانیہ فسق کرنے والے، گانے والے اور کبوتر بازی کرنے والے کو اس وقت تک سلام نہ کیا جائے جب تک اس کی توبہ کا علم نہ ہوجائے۔ (ت)

---

۱ القرآن الکریم ۴/ ۲۳

۲ ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

۳ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

۴ درمختار فصل البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

۵ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث بیروت ۵/ ۲۶۴

اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز چاہیے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم وأکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داؤد و عیسی بن مریم[1] الحدیث۔

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے مولوی منع آئے انھوں نے نہ مانا، اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے، ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے اُن میں ایک کے دل دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داؤد اور عیسٰی بن مریم علیہم الصلوۃ والسلام کی زبان پر۔ (الحدیث)

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مدد و معاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں۔ قال اللہ تعالٰی، لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[2] (گناہ اور دشمنی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ ت) حدیث میں ہے،

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور بنی اسرائیل شریک گناہ و مستحق توہین و تذلیل ہیں، حدیث میں ہے،

الذنب شؤم علی غیر فاعلہ (الٰی قولہ) وان رضی بہ شارکہ[4]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی گناہ کرتا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے۔ (اس کو مسند فردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۰

[2] القرآن ۵/ ۲

[3] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۴۹

(۲) آج کل کے عام رافضی منکرانِ ضروریاتِ دین اور باجماعِ امت کافر مرتدین ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا وفی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ" میں کردی ہے۔ت) علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عام جاہل مرد عورت سب کو شامل ہیں، مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا، اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے، اور قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹا، کچھ الفاظ تغیر تبدیل کردینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطہ کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے۔ قال اللہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[1] (ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ت) ان کے مجتہدان نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدۂ کفریہ صاف صاف لکھ کر اپنی مہر کردی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہرگز نہ کہے گا بلکہ جناب قبلہ وکعبہ ہی مانے گا اور جو منکر ضروریاتِ دین کو معظم دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے وہ کافر ہے۔ بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے، من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ت) لہٰذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کوؤں میں سپید [illegible] ایسوں سے مناکحت صراحۃً [illegible] و زنائے خالص ہے جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے، اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں سے نام یہ ہیں: زانیہ، فاجرہ، قحبہ، فاحشہ، رنڈی، بدکار۔ جو اسے پسند کرتا ہو اس کبیرۂ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر صرف تبرا بھی صحابہ کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے کما نص علیہ فی الخلاصۃ و الفتح والدر وغیرھا من الاسفار الغر (جیسا کہ خلاصہ، فتح، در وغیرہا مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ت) تو فقہائے کرام کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہوں گے اور بالفرض قطعاً اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ بددین ہونے میں تو شبہہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعاً گناہ و ممنوع ہے،

کما بیناہ فی رسالۃ مفردۃ فی ھذا الباب سمیناھا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار۔

جیسا کہ ہم نے اس کو علیحدہ ایک رسالہ میں بیان کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہے جس کا نام ہم نے "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" رکھا ہے(ت)

اور متقدمین سلف صالحین سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادراً شاذ کہیں وقوع ہوا ہو تو اس کا منشا اس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا واحتمال ذلک من الاعذار (اور اس قسم کے

[1] القرآن الکریم ۹/۱۵
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

دیگر عذر (ت) ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اولی آتی آزادی رکھتی عام طور پر انکار ضروریات دین کی جرأت وتمادی نہ تھی رافضی تو اب پیدا ہوئے زناکاری وحرام خواری تو اُن سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے، کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا وا کل حرام سے اُس وقت کے زنا وحرام کو کچھ فرق ہے، حاشا علمائے دیندار ہر قرن وطبقہ و زمانہ میں منع فرماتے آئے، ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار، یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہل حق صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قرناً فقرناً منع فرماتے آئے، رسائل ردندوہ خصوصاً فتوائے جدیدہ فقیر مسمّٰی بہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" ملاحظہ ہوں، پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے اہل حق پر کیا الزام، والی اللہ المشتکی من ضعف الاسلام (لوگوں کے ضعف اسلام کی شکایت اللہ تعالٰی ہی کے دربار میں ہے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی، درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کر لیا، بعدہ وہ شخص بسبب ناچاقی کے ہندہ کو چھوڑ کر باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیری ان کی نہ ہوئی اب بعد کم ایک سال کے بعد تحریک ورثہ ہندہ وغیرہ کو ایک شخص خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ وورثہ ہندہ اس کے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلا طلاق جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اُس سے نکاح کر لیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو، اور اگر اُسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے:

لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر عالما بذٰلک ودخل بھا ولذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا[1]۔ دوسرے کی منکوحہ عورت سے یہ جانتے ہوئے کہ منکوحہ ہے نکاح اور دخول کرنے سے عدت نہ ہوگی۔ اسی پر فتوی ہے (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۹

ردالمحتار میں ہے:

اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر[1]

غیر کی منکوحہ اور معتدہ کو جانتے ہوئے بھی اس سے نکاح اور دخول کی وجہ سے عدت واجب نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الآخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کما فی البحر[2]

ان مرد وزن میں سے ہر ایک کی طرف اس نکاح کا فسخ باتفاق دوسرے کی موجودگی میں متارکہ سے صحیح ہوجاتا ہے کیونکہ متارکہ اور فسخ میں یہاں فرق بعید ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔ (ت)

اُسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے: والحق عدم الفرق ولذا اجزم بہ المقدسی[3] (فرق نہ ہونا ہی حق ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر جزم کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجب حرمت نہیں جبکہ اس کے ساتھ کوئی وجہ حرمت نہ پائی جائے، مثلاً اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یوں ہے کہ اس نے اس کی ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہوگئی اور اس پر حرام ہے، اور اگر یوں ہے کہ زید کی بہن نے اس لڑکی کی ماں کا دودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس صورت میں وہ لڑکی زید پر حرام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵: از مقام بیاورہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق علی صاحب اہلکار نظامت ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائل اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتا ہے کہ میرا

---

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۰

[2] و [3] ردالمحتار " " " ۲/۳۵۲

شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کرلیوے اور شوہر اُس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف سے ہو آگہی بخشی جائے۔

الجواب

جب زوجہ مرجائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی او مثل زنا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلا تعرضن علیّ بناتکن ولا اخواتکن[2] (اے میری ازواج!) مجھ پر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مت پیش کرو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی وہ اُس کی حقیقی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

لعدم الجمع نکاحا ولاعدۃ اذلاعدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ۔ بوجہ عدم اجتماع کے نکاح اور عدت میں کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ عقود الدریہ میں تحقیق فرمائی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷: مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیوی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا، بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہوئی تھی، آیا لڑکی اُس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہوگئی یا نہیں، اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں، اور مہر اس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں، اور منکوحہ اس کی بعد وضع حمل کے اُس کی رہی یا نہیں، اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] مسند امام احمد بن حنبل خطبہ علی رضی اللہ عنہ و مواعظہ دارالفکر بیروت ۶/ ۳۰۹

ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چھ مہینے بلکہ دو سال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پانے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے، اور بدگمانی قطعی حرام ہے، اور تحقیقات اگر بذریعہ شہود ہے یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو یہ قریب بہ ناممکن ہے، شہادت کے لیے عدالت درکار ہے، جو یہاں گویا عنقا ہے، پھر ثبوت زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ اُنھوں نے اپنی آنکھ سے اُس کا اندام اُس کے بدن میں سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا، یہ کہاں متصور! لوگ محض قرائن وقیاسات پر اُڑا دیتے ہیں، اس پر اعتبار حلال نہیں، اور وہ سب شرعاً اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔

یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1] اللہ تعالٰی انھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو ثبوت زنا رکھنے کا حکم تھا، ہاں ثبوت مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں، اگرچہ صرف مس بشہوت کی گواہی دیں، اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور اُن کا رب اُن سے زیادہ ان کا حال جانتا ہے، اگر واقعی اُس نے بشہوت اُس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ ہی لگایا تو جب بھی اس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی، وہ اُس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اُس کی ماں تھی ہی، اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابدالآباد تک حرام ہیں، کسی طرح بھی اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے اور اُس کا مہر ادا کردے۔ زوجہ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اس کے نکاح میں خلل نہ آیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶

۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاح ثانی کیا، اس کے ایک لڑکی شوہر اول سے ہے، اب اُس کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے، یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۱۷

باپ کا سوتیلا بھائی ہو، نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو، یہ نکاح حلال ہے۔ قال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم[1] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر ومادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجوہ ناروا ناراضی پیدا ہوئی، لہذا زید کی زوجہ کو خسر وخوشدامن نے طلب کیا، زید اور پدر ومادر زید نے کہا کہ ناراضی فیمابین کی دُور ہو جائے تو زوجہ کو بھیجیں گے، اس پر خسر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جا کے خسر کے بھیجے ہوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہوئے کہ زید نے تو طلاق دے دی اور جھوٹے گواہ بھی بنائے، دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا خسر وخوشدامن ارادہ رکھتے ہیں، پس یہ نکاح ثانی بدون طلاق زوج اول کے جائز ہوگا یا ناجائز، اور وطی زوج ثانی سے حرام ہوگی یا حلال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح ثانی محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی زری زنا ہوگی، جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرہ میں اسی حال سے [illegible] ہوں گے اور اُن میں پہلے عذاب دوزخ کا استحقاق جھوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا۔[2] رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم وقال صحیح واقروہ عن بریدۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابویعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس و فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اسے امام احمد، ابن حبان، بزار اور حاکم نے صحیح کہہ کر اور دوسروں نے ثابت مان کر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابوداؤد اور حاکم بسند صحیح ابوہریرہ سے اور ابویعلٰی نے سند جید سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے اور طبرانی صغیر میں اوسط کی مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فیمن خبب امرأۃ علی زوجہا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

جب کسی کی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذاللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا کیسا اشد واخبث ظلم ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باﷲ، عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باﷲ، عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باﷲ، ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۱؎۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اﷲ تعالٰی عنہ۔

جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی (تین بار یہ فرما کر) حضور نے یہ آیت اس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وہ بت ہیں اور بچو جھوٹی گواہی سے۔ (اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اﷲ لہ النار۲؎۔ رواہ ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اﷲ تعالٰی عنہما۔

ہرگز جھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے سند کو صحیح قرار دے کر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب مطلق جھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کر دینا کس قدر سخت موجب غضب الٰہی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: از بدایوں مولوی محلہ مسئولہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے ایک عورت اس کے نکاح میں تھی، بعدہٗ اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، اب وہ دونوں سگی بہنیں اس کے پاس ہیں، جب اس سے کہا جاتا ہے

۱؎ سنن ابی داؤد باب فی شہادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰-۵۱

سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۳

۲؎ " " " " " " " "

تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے۔ اس صورت میں اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے، اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اس کی حرمت کسی حدیث احاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوتی وہ انکار کر سکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم سے خاص اپنی نصوص صریحہ سے ارشاد فرمائی ہے کہ:

حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم الی قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین[1] الآیۃ

حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں، (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں۔ الآیۃ

دیکھو جس طرح آدمی پر اس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔ زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کا مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار تھا اب اسے مسلمانوں کے اماموں میں منصب قیادت دینا کہ اس کی حرمت قطعیہ کا منکر ہو اور اس کا کام سرحد کفر تک پہنچا، اس کا معاملہ بہت سخت ہو گیا اسے امام بنانا حرام ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کرکے جُدا نہ کر دے اپنے اس کفری قول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جب تک اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ رکھیں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالٰی:

واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ایسے فتنہ سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ساکن امرتسر کٹرہ جھنڈیاں نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں، زوجہ اولٰی سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر، خالد، ولید ہوئے۔ عمرو کا بیٹا سعید ہوا، سعید کی دختر لیلٰی تھی، لیلٰی کی دختر سلمٰی ہے، یہ سلمٰی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۸/ ۲۵

عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر و خالد و ولید پر حرام ہے یا حلال؟ بینوا توجروا

الجواب

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے اُن سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے، اُسے ان میں سے کسی کے لیے حلال جاننا نص قطعی و اجماع اُمت کا انکار اور موجب کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت۱؎

تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا، اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی یا اس کے بیٹے یا بیٹی کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن۲؎

بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک۔ (ت)

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کل انثٰی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک۳؎

ہر وہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد و عورت کے ذریعہ تیری طرف چلے وہ تیری بیٹی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھٰذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب۴؎ واللہ تعالٰی اعلم

بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صُلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو سات قسم کی یہ عورتیں نسب کی بنا پر قرآنی نص سے حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۲۳

۲؎ فتاوٰی ہندیہ باب فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۳

۳؎ تفسیر کبیر تحت آیت حرمت علیکم امہاتکم الخ مطبع بالمطبوعۃ البہیۃ المصریۃ ۱۰/ ۲۸

۴؎ ″ ″ ″ امہاتکم التی ارضعنکم الخ ″ ″ ″ ۱۰/ ۲۹

مسئلہ ۲۲۲: از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، زید اپنی عورت چھوڑ کر مرگیا، عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ، حمل زنا کا قرار پاگیا، عدت کے ایام اب گزر گئے، عمرو مستدعی نکاح کا اسی عورت سے ہے، اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبرا کے بھی جائز ہے یا نہیں، اور کفارہ ذمہ زانی و زانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب سے مشرف فرماکر داخل اجر و حسنات ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وفات شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہوگیا اور وضع حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدتِ وفات میں حادث ہو اُس سے عدتِ موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النھر ان المعتدۃ لوحبلت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل وھو الصحیح کذا فی البدائع[1]۔

نہر میں ہے کہ اگر عدت کے دوران معتدہ کو حمل ہو جائے تو کرخی نے ذکر کیا کہ اس کی عدت وضع حمل یعنی بچّے کی پیدائش تک ہوگی، اس کی تفصیل بیان نہ کی کہ کون سی عدت میں یہ حکم ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ مذکورہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن عدتِ وفات ہو تو اس کا حکم تبدیل نہ ہوگا، یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اُسے فی الحال وطی جائز ہے اور دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہے مگر اسے تا وضعِ حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[2]۔

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ اس سے وطی اور اس کے دواعیہ بچّے کی پیدائش تک حرام ہیں، لیکن اگر زانیہ حاملہ سے خود اس کا زانی نکاح کرے تو اس کو وطی بالاتفاق حلال ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۳
[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

ثانی و ثانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں، مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶ از اکبر آباد مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب پانی پتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد اسلام آگرہ

۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کر دی یا تایا چچازاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کر دیا تو از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہو یا نہیں اور چچازاد بہن تایازاد بھائی پر اور تایازاد بھائی کی دختر چچازاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ دادوں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی، میل جول برادرانہ بند کر دیں اور اس نکاح کو ننگ و ناموس قومی تصور کریں تو ان سے میل جول رکھنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفتِ شرع شریف ہو جائے ان سے میل جول رکھنا چاہئے یا اطاعتِ شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہو جائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زادہ، ان میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعی یقینًا باجماع امت جائز و حلال ہے۔ چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنت الاخ و بنت الاخت (تمہاری بہنیں یا تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ ت) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نص قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک و بنٰت عمک

اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمہارے لئے تمہاری زوجات جن کے مہر تم نے دے اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی

وبنٰت عمّٰتک وبنٰت خالک وبنٰت خٰلٰتک[1] الاٰیۃ۔

بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ الآیۃ

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّی کو بزعمِ باطل بیٹا اور اس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکان عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکان ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سُفہا نے نکاح حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن و اعتراض کئے اور قرآن عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے منہ پر مار دئے۔ قال اللہ تعالٰی:

فلما قضٰی زید منھا وطرا زوجنٰکھا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا[2]۔

جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے حرج نہ ہو۔ (ت)

مگر عم و عمہ و خال و خالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع و ذائع ہے اس کی سب سے اعلٰی نظیر حضرت امام حسن مثنّٰی و حضرت فاطمہ صغرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن مثنّٰی حضرت امام حسن مجتبٰی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغرٰی حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، پھر یہ اُن کے نکاح میں تھیں، حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالٰی عنہ انھی دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے انھیں محض اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں۔ باپ حضرت خاتونِ جنت کے پوتے اور ماں اُن کی پوتی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم ضربت امرأتہ القبۃ علٰی قبرہ سنۃ[3]۔

جب حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۰

[2] ؍؍ ؍؍ ۳۳/ ۳۷

[3] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :

(مرأته) فاطمة بنت الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وھی ابنة عمہ ۔ | بیوی سے مراد فاطمہ بنت حسین بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ہے جو ان کی چچازاد ہیں۔ (ت)

یہ نیا مسئلہ خاص مشرکین ہند کی گھڑت ہے وہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے بے علم دیگر مثل دکن کے سکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں، ہندو ہنود کو تو آسان ہے کہ اُن کا امام ہوائے نفس و شیطان ہے، عجب اس سے جو دعوی اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلاف قرآن مسائل شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العالمین، غالبًا یہ ایسے ہی لوگوں کے ناپاک اوہام ہو سکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہو اور بیچ جاہل بے شعور اور صحبت اہلِ علم سے دُور، دل میں وہی خیالات بے معنی جمے ہوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہو گئے ہیں اب کہ حکم قرآن عظیم معلوم ہوا طبیعی نفرت کہ اس سے پڑ گئی ہوئی ہے اس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پرانا پجاری برہمن بچاری خوبی قسمت سے مشرف بہ اسلام ہو جائے اور اس کے سامنے نوجوان گائے کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سُرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چٹپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادت قدیمہ کے باعث یکایک اس کی ہمت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہو جائے گی، اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہے تو بے جا سے ہیں اور ایمان سے مانتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں، اور ہنود کا انہیں حرام سمجھتے ہیں یہ اُن کا شنیع و قبیح زعم ہے بایں ہمہ اس عادت قدیمہ کے سبب اس سے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسوم کفر کا بقیہ ہے اُن پر فرض ہے کہ اُسے دل سے دُور کریں اور پورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انه لکم عدو مبین ۰ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللّٰه عزیز حکیم ۰ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللّٰه فی ظلل من الغمام والملٰئکة وقضی الامر والی اللّٰه | اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو کہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں

لہ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۲۹/۲

ترجع الامور ۰[1] | اور فرشتے اور سو چکے ہونے والی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبداللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت[علٰہ] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ[2] (ملخصا)

جب عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیش نظر اونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو یہ آیہ ادخلوا فی السلم کافۃ نازل ہوئی یعنی داخل ہوجاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام ہے یعنی پوری شریعت اسلامیہ کو اپناؤ (ملخص۔ ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا التزام کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحٰنہ وتعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اس کے سب احکام مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان سے میل جول نہ کریں خصوصاً جن سفہائے وہ پاک کلمہ کہا کہ "یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنہوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کردیا وہ سخت ظالم اور شریر ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز ضرور ہے، قال اللہ تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔ | ظالموں کی طرف میل مت کرو کہ تمہیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب وتشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ۔ کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النہی الاکید میں کی ہے۔ ت)

علٰہ مصدر منہ قولہ تعالٰی ویوم لا یسبتون لا تاتیہم والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالٰی کا قول "یوم لا یسبتون لا تاتیہم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں ان کے پاس نہ آتیں اور اس سے مراد روز ہفتہ کی تعظیم ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع دہلی ص ۳

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

اس صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی رہیں اور ان کی مخالفت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالفت اس قدر کہ مجبر معصیت نہ ہو مجبورانہ محض والدین کے دکھانے تک بجالائے،

فان ایذاءھما من اشد الکبائر ولیست مخالفتھم علی ما وصف فی السوء والشناعة مثل العقوق ومن ابتلی ببلیتین اختار اھونھما وقد کان سیدنا عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه تعالٰی عنھما حامل لواء صفین مع ابیه رضی اللّٰه تعالٰی عنه طاعة له من دون قتال مع علمه ان الحق مع امیر المؤمنین علی کرم اللّٰه تعالٰی وجهه وکان یعتذر عن ذلک بان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم امرہ بطاعة ابیه رضی اللّٰه تعالٰی عنھم۔

والدین کو اذیت دینا گناہ کبیرہ ہے، اور بُری باتوں اور غلط امور میں ان کی مخالفت والدین کی نافرمانی جیسی بات نہیں ہے، اور جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد کے حکم پر جنگ صفین میں علم بردار تھے اور جنگ میں شرکت نہ چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس جنگ میں حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حق پر ہیں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے والد کی اطاعت کی پابندی کے حکم کے عذر سے والد کی موافقت (کی۔ ت)

اور اگر معاذ اللہ اس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور حکم شرع کو باطل مانتے مسئلہ کفار کو صحیح و حسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں اُن سے میل جول قطعی حرام، اب اس صورت میں اُن کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں ان سے ہمبستری زنا ہوگی اولاد ہوئی تو ولد الزنا ہوگی اُن کے پیچھے نماز باطل محض، ان سے میل جول میں والدین کی اطاعت ناجائز، ان سے مخالفت و جدائی لازم، اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعة لاحد فی معصیة اللّٰه تعالٰی۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی کرم اللّٰه تعالٰی وجهه۔

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

؎۱ مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۶۶

ف: بخاری ۲/ ۱۰۷۷، مسلم ۲/ ۱۲۵، سنن ابی داؤد ۱/ ۳۵۲ اور سنن النسائی ۲/ ۱۸۶ اسکے الفاظ یوں ہیں:

لاطاعة فی معصیة اللّٰه انما الطاعة فی المعروف۔ نذیر احمد سعیدی

غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[۱]۔

ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعار کو پسند کرنے والا کافر ہے، حتی کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص مجوسیوں کے شعار، کھانا کھاتے وقت بات چیت کے ترک کو اچھا کہے یا حالت حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنے کے ترک کو مجوسیوں کی وجہ سے اچھا کہے وہ کافر ہے (ت)

اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وہ الفاظ انکار کہے احتیاطاً تجدید اسلام وتجدید نکاح کرلے۔

جامع الفصولین میں ہے:

قال لخصمہ حکم الشرع کذا فقال خصمہ من برسم کار می کنم نہ بشرع قیل کفر وقیل لا[۲]۔

جس نے اپنے مقابل کو کہا کہ حکم شرع یوں ہے اور مقابل کہے میں مروجہ رسم پر عمل پیرا ہوں شرع پر نہیں، تو بعض نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور بعض نے فرمایا نہ ہوا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[۳]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

شرح وہبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے، حالت کفر کی اولاد اولاد زنا ہوگی، اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس میں توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، اور اس جل مجدہ کا علم اتم واکمل ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۷: از ملک بنگالہ ضلع نبیرہ ڈاکخانہ بنگا شی موضع مختار کاٹی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجا کی بیٹی سے نکاح جائز

---

[۱] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵
[۲] جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۰
[۳] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

ہے یا نہیں، بادلیل عنایت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام قطعی ہے وہ خود اس کی بیٹی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وبنٰت الاخت[1] وھن یشملن سافلتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بھانجیاں، اور یہ لفظ بہن کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸

چہ مے فرمایند علمائے دین وحامیٔ شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہل سنت وجماعت شد زنے از طریق اہل شیعہ وباہم مرد وزن صیغۂ نکاح مروجہ بطریق اہل سنت وجماعت خواندہ باشند و ہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نشدہ باشد وحالا باہم رضامندی نہ دارد، آیا نکاح صحیح ست یا نہ، بینوا توجروا۔

علمائے دین وحامیٔ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مرد اہل سنت وجماعت ہو اور عورت اہل شیعہ میں سے، ان دونوں کا نکاح اہل سنت وجماعت کے طریقے پر ہوا اور ابھی خلوت صحیحہ بلکہ رخصتی بھی نہ ہوئی، جیسا کہ ہندوستان کا طریقہ ہے، حالاً بھی رضامندی نہ ہوں، تو ایسا نکاح صحیح ہے یا نہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

آں زن اگر بسلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شدہ وبعد نکاح عدم رضا اعتبارے نے وحکما سپرد شوہر کردہ شود واگر در رنگ عامہ روافض زمانہ عقیدہ مکفرہ دارد نکاح باطل محض ست نہ سنی را رسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچکس را لان المکفر من اھل الھوٰی کالمرتد حکمہ والمرتدۃ لاینکحھا مسلم ولا کافر اصلی ولا مرتد

اگر وہ عورت خود دل سے عقائد کفریہ سے توبہ کرچکی ہے اور بری ہوچکی ہے تو نکاح صحیح ہے اور نکاح کے بعد عدم رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی عورت کو حکماً شوہر کے سپرد کیا جائے گا، اور اگر وہ عورت موجودہ عام روافض جیسے کفریہ عقیدے رکھتی ہو تو اس سے نکاح باطل ہے۔ سنی، رافضی اور مجوسی کسی کے لیے بھی وہ جائز وحلال نہیں، کیونکہ اہل ہوٰی میں سے جن کو کافر قرار دیا گیا ہو وہ مرتد کی طرح ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

مثلها کما نصوا علیه آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شد و حالا ارتکاب او کند تا از حبالہ نکاح بدر آید ایں حیلت و مکیدہ فاسدہ الشنیعہ ہم بر روئے زن زنند و حکم بقائے نکاح و وجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار الآن للفتوی علی ما حققته فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور مرتد والا حکم رکھتے ہیں اور مرتدہ سے کسی مسلمان، اصلی کافر یا اس جیسے مرتد کا نکاح جائز نہیں جیسا کہ فقہائے کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ ہاں اگر نکاح کے وقت کفر سے بری تھی تو نکاح صحیح ہوا مگر اس کے بعد اب وہ عقائد کفریہ کا اظہار بطور حیلہ و مکر اس لیے کرتی تاکہ نکاح سے خلاصی حاصل کرے تو اس کے حیلہ و مکر و فریب کو اس کے منہ پر دے مارا جائے اور نکاح کا حکم باقی رکھا جائے اور اس کو خاوند کے سپرد کرنا ضروری ہے جیسا کہ آج کل فتوٰی میں مختار یہی ہے جس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۱: مسئولہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اول مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی شخص اگر ساس سے شہوت سے صحبت کرے تو عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۳) ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت قرار دیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) خالہ سگی ہو یا سوتیلی، مثل ماں کے حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وخٰلٰتکم (اور تمہاری خالائیں۔ ت) درمختار میں ہے: الاشقاء وغیرهن[1] (سوتیلی وغیرہ۔ ت) ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں اُس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (تمہارے لیے ان محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مگر مجازاً اور مدعائے مجاز بے قرینہ مدفوع و نامسموع، اور بالفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاق اکثر اور فہما اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین سے تحلیل حرام و تفضیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہوسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ساس سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا، ساس کو بہ شہوت ہاتھ لگانے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے کہ کسی طرح اُس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلاً عورت سے کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کردیا، متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کرچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں، جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہوں گی اور اگر ایک کو مرد فرض کیے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں، بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲ تا ۲۳۳: از تحصیل ستنہ گنج ڈاکخانہ خاص ضلع ... مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر

ہادیٔ دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، بعد سلام علیکم دست بستہ کے التماس ہے آپ کی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کے لیے باعث افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہوکر کارِ ثواب میں داخل ہوکر کارِ نیک کے پابند ہوسکتے ہیں۔

(۱) ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغہ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا، بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مرگئی، بعد تھوڑی مدت کے اس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اُس نے اپنے داماد سے نکاح کرلیا ہے اور اس نکاح سے اب ایک بچہ موجود ہے، آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہے؟

(۲) ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کرلیا، اس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وہ لڑکا جوان ہوکر مرگیا اور اس کی ماں بھی مرگئی، اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اب اپنی سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا چاہتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور اس کا حمل قریباً چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اس کے خاوند کو مرے ہوئے گزرا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وہ شخص اپنی

سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا، البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اُس کے شوہر کا ہے کیونکہ اُس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے، آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز ہ والسلام۔ دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اُس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مرگئی ہو۔ قال اللہ تعالٰی: وامھات نسائکم[1] (اور تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں) یہ نکاح حرام محض ہوا، وہ بچہ ولد الحرام ہو، ان دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اُس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو، تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے، بعد وضع حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالٰی: وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] (اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔ ت) مع قولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3] (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیش نظر، اور تمہارے لیے ان کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳: مسئولہ مولوی [illegible] صاحب [illegible] محلہ [illegible] تالاب

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دے دے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو، والسلام۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ لا الٰہ الا ھو، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حُرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے، اذ قال اللہ تعالٰی (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم الٰی قولہ تعالٰی انہ کان فاحشۃ و مقتا وساء سبیلا[4] (نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمہارے باپ نکاح کرچکے، بیشک وہ بے حیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بُری راہ ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۴: از شہر کہنہ مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور یہ تو نص کو صَرف

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[4] القرآن الکریم ۴/ ۲۲

جماع سے بچنے پر عمل کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط، اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے، قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا، نکاح بعد عدت کرلینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو خود نکاح کرلینا کیونکر حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔ قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم[1]۔

یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں، جب عدت پوری ہوجائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں، اور خدا جانتا ہے کہ تمہیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر ہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو، ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قولہ لا باس بالتعریض فی الخطبۃ اراد المتوفی عنھا زوجھا اذ التعریض لا یجوز فی المطلقۃ بالاجماع[2]۔

خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر پیام نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے باالاجماع کنایہ بھی جائز نہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴-۳۵

[2] فتح القدیر باب فی العدۃ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۴/ ۱۶۵

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام و زنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وُہ سخت مرتکبِ کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وُہ جو اسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے یہ تربص کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وُہ ضرور منکرِ قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قولِ ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲: از سلون شریف ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

جنابِ مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: زنِ فاحشہ رنڈی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی؟ اگر بعد توبہ جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے؟ کیا یہ ہے کہ بلا توبہ جائز ہو اور اس سے بلا توبہ جائز نہ ہو، عقلِ سلیم خلاف حکم کرتی ہے۔ اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟

والسلام، بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ [illegible] دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اور تمہارے لیے محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) رہی یہ آیہ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[2] زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لیے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں، ان میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح و احسن ہیں۔

تاویلِ اوّل: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی، کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا اہلِ تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳

ومنهم من قيل هي عامة ولكن نسخت بقوله تعالٰى وانكحوا الايامٰى الخ وقد رويناه عن سعيد بن المسيب وهو كما قال وعليه دلائل من الكتاب والسنة فلا عبرة بما خالفه اھ بمحصوله، نقله فی عناية القاضی[1]

بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں، تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا، اس کا خلاصہ ختم ہوا، جس کو عنایۃ القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

هذا هو الذی اختاره الفقيه ابو الليث وقال ان الاٰية منسوخة او معناه الزانی لاينكح الا زانية او مثلها اھ[2]

اسی کو فقیہ ابواللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ زانی زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح کرے اھ (ت)

اقول الذی رأیت من لفظ الفقیه فی بستانه قال سعید بن جبیر والضحاك معناها الزانی لایزنی الا بزانیة مثله وهكذا روی عن عبد الله ابن عباس رضی الله عنهما وقد قیل ان الاٰیة منسوخة لان رجلا سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس، فقال طلقها، فقال انی احبها، قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم فامسکها اھ[3] فقوله معناها الزانی لاینکح صوابه لایزنی وجزمه بان الفقیه جزم بالنسخ غیر ظاهر

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" میں دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیۂ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے۔ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، تو پھر طلاق نہ دے اھ۔ تو اس کا قول کہ

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیہ تفسیر البیضاوی زیرِ آیہ مذکور دار صادر بیروت ۶/۳۵۷

[2] تفسیرات احمدیہ مطبع کریمی بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون فی ذکر الزانیۃ دار الزہراء للطباعۃ والنشر ص ۲۰۳

من کلام الفقیه ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ابواللیث نے کہا اس کا معنی "لاینکحو" درست نہیں مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنی "لایبتغی" بتایا ہے، اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابو اللیث نے نسخ کو محتمل قرار دیا، یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انه صار منسوخا اما بالاجماع وھو قول سعید بن المسیب، وضعف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ به، واما بعموم قوله تعالٰی "وانکحوا الایامی فانکحوا ما طاب لکم" وھو قول الجبائی وضعف بان ذلك العام مشروط بعدم الموانع السببیة والنسبیة، ولیکن ھذا المانع الخاص من جملتها[1] اھ اقول ما نسب الی الجبائی فھو عه

بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیّب کا ہے یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامی فانکحوا ما طاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے۔ اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت، سببی یا نسبی، مانع کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے۔ اقول جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہو سکی)۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: از فرید آباد ڈاکخانہ خوشحال پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی دوازدہم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

شرعاً قبل متارکہ وتفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور قاضی شرعاً کون ہے، بوقتِ ضرورت فسخ وتفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حق فسخ وتفریق بالا رکھتا ہے؟ علما کا ہے یا گرداور قاضیان سرکار کا یا محض حکام کا؟ اور حکام بعض صاحب اسلام ہیں بعض اہل ہنود، ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس

عه افسوس کہ یہ فتوٰی اسی قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہو سکا، جتنا ملا اُتنا چھاپ دیا۔ باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائے گا یا کسی حصہ آئندہ میں۔ (مرتب)

---

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) زیر آیہ ما قیل مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۵۸

ریاستِ اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی وان تزوجھما علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی (آپس میں دو محرم عورتوں سے اگر یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا صحیح ہوا دوسرا باطل ہے۔ ت) متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرورت ہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا، تفریق لازمی ہے؛ دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری وامثالہم سے نہ ہو نائبِ شرع ہے مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکۂ شوہر کی ضرورت کہ نکاح دانستہ فاسد واقع ہوا، عورت تنہا اُس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے، شوہر سے کہہ دے میں نے اس حرام کو چھوڑا، پھر اگر مجامعت نہ ہوئی تو ابھی، ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما۔[1]

مرد وعورت دونوں کو فسخ کا حق ہے اگرچہ دونوں میں ایک غیر حاضر ہو، دخول ہوچکا ہو یا نہیں، اصح قول یہی ہے، تاکہ گناہ سے علیحدگی ہوجائے تو یہ فسخ قاضی کی طرف سے موقوف نہیں بلکہ قاضی پر الگ کرنا ان دونوں کو واجب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدھما فسخہ الابحضرۃ الاخر، قولہ یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا۔[2]

اس کا قول "فی الاصح" اور بعض نے کہا کہ دخول کے بعد ایک کی تفریق دوسرے کی موجودگی کے بغیر جائز نہیں، اور اس کا قول کہ قاضی پر واجب ہے یعنی اس وقت جب دونوں نے آپس میں تفریق نہ کی ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فسخ ھذا النکاح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید

اس نکاح کا فسخ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی میں کریں، یہ متفقہ مسئلہ ہے، اور یہاں متارکہ اور

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱

كذا فی البحر[1]۔

فسخ کا فرق بعید ہے، بحر میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

اسی میں خیریہ سے ہے:

الحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرحه نظم الکنز[2]۔

حق یہی ہے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر نظم الکنز کی شرح میں جزم کیا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

رجحنا فی باب المهر الثانی انها تکون من المرأة ایضا ولذا ذکر مسکین من صورها ان تقول له تارکتک[3]۔

ہم نے باب المہر میں ثانی کو ترجیح دی ہے یہ عورت کو بھی حق ہے، اسی لیے مسکین نے اس کی صورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورت کہہ سکتی ہے کہ میں نے تجھ سے علیحدگی کرلی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو متارکہ کہیں یا نہیں، اُسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے دفعًا للمعصیۃ (گناہ کو ختم کرنے کیلئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از [illegible] پوری محلہ [illegible] مرسلہ سید افتخار احمد صاحب ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا، اور سنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہوگئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود بجبر عقد کردیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اور اب اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلا طلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے۔ زید پر فرض ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴: از جے پور راجپوتانہ چاندپول بازار متصل دکان گوبند رام فوٹوگرافر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب مرادی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمت مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے:

---

[1] و [2] رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

[3] بحرالرائق باب العدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۳۶

هذا اذا كانت حية مشتهاة اما غيرها يعني الميتة وصغيرة لم تشته (ملا) تثبت الحرمة بها اصلا، درمختار[1]

حرمت مصاہرہ تب ہوگی جب عورت زندہ اور شہوت والی ہو، لیکن اگر مردہ ہو یا صغیرہ غیر شہوت والی ہو تو حرمت مصاہرہ ہرگز ثابت نہ ہوگی، درمختار۔ (ت)

اور مشتہاۃ کم سے کم نو سال کی لڑکی ہو سکتی ہے تو عبارات ذیل کی،

او يزداد انتشاره ان كان منتشرا قبله حتى قيل من انتشرت آلته وطلب امرأته لوطيها فاولجها بين فخذي بنتها لا تحرم عليها امها مالم يزدد انتشاره ... ووجود الشهوة من احدهما يكفي[2]

یا انتشار زیادہ ہو جائے، یعنی آلہ تناسل پہلے منتشر تھا، اس پر یہاں تک کہا گیا کہ اگر اس نے آلہ تناسل کے انتشار کے بعد بیوی کو طلب کیا ہو یا طلب کرتے ہوئے غلطی سے بیوی کی بیٹی کی ران پر مل دیا تو اس لڑکی کی ماں حرام نہ ہوگی جب تک لڑکی کو چھوتے ہوئے انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اور چھوتے وقت مرد یا عورت میں سے ایک کا شہوت میں ہونا حرمت کے لیے کافی ہے۔ (ت)

جو شرح چلپی کے صفحہ ۹ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نو سال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے، آیا کہ دہ سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہو سکتا ہے یعنی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا کیا؟

الجواب

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے اور وجود الشهوة من احدهما يكفي[3] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی۔ ت) کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہو جائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس بالشہوۃ کیا کہ اُسے اطلاع بھی نہ ہوئی تو حرمت ہوگی کہ وجود من احدهما کافی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲: از بمبئی ڈونگری خانہ نمبر ۱۶ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمان ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام، یعنی زید و بکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں، اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں، جیسا خدا و رسول کا حکم ہو قرآن مجید

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۴۹

[3] ایضاً

حدیث۔ فقہ سے حکم صادر فرمائیں۔ بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگر ان کی اولاد در آل سے جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں، جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد اور اولاد و اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتیوں نواسیوں دُور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے جس طرح فرمایا گیا: حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم[1] تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں۔ اور ماؤں میں دادی نانی پر دادی پرنانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں اور بیٹیوں میں پوتی نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں، یوں ہی فرمایا: و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت[2] تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔ ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: از ضلع بہرائچ محلہ ناظرپورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید مذہب اہلسنت والجماعت نے ایک عورت شیعہ سے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھا یا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر [illegible] ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا، جو کچھ اولاد ہوگی ولد الحلال نہیں ہوسکتی۔ عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا الٰی ان قال واحکامھم احکام المرتدین[3]۔ رافضیوں کے اس قول پر کہ "فوت شدہ لوگ دنیا میں پھر واپس آئیں گے" ان کی تکفیر واجب ہے اور یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اسی میں مبسوط سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " ۴/ ۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد؎۱۔

مرتد کو کسی مرتدہ عورت، یا مسلمان یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور یونہی مرتدہ عورت کا بھی کسی ایک سے نکاح جائز نہیں۔ (ت)

اس کے بعد صیغۂ نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں، سنّیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از میراں پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہان پور متصل چوکی مرسلہ قاضی تفضّل حسین صاحب نائب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ بوڑھے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا سوال ہے۔

الجواب

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اس کا نکاح باطل محض ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہولے، اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ پھر اگر وہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وہ پاس بھی جا سکتا ہے، اور اگر دوسرا شخص نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بوڑھا نابالغ کے حکم میں ہے اس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۲۳: زید نہایت بدچلن بدمعاش ہے وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزر اوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا، اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزر اوقات کرے اور اس حرام سے بچے، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جب تک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج بآخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بہا لایکون زنا؎۲۔

حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت دوسرے کو اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے، اس دوران وطی کو زنا نہیں قرار دیا جائے گا۔ (ت)

؎۱ فتاوٰی ہندیہ فصل فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

؎۲ درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

اُسی میں ہے:

تجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح[1] اھ قال الشامی خص الشارح المتارکۃ بالزوج کما فعل الزیلعی لان ظاھر کلامھم انھا لا تکون من المرأۃ اصلا مع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکۃ فی معنی الطلاق فیختص بہ الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا یختص بہ وان کانت فی معنی المتارکۃ وردہ الخیر الرملی بان الطلاق لا یتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکۃ فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامہ فیما علقناہ علی البحر[2] اھ ذکر فیہ استناد الرملی بما لیس لہ بل علیہ کما

نکاح فاسد میں وقت تفریق یا متارکہ سے عورت پر وطی سے طلاق والی عدت ہوگی محض خلوت سے یہ عدت واجب ہوگی اور نہ ہی خاوند کی موت سے موت کی عدت ہوگی۔ عورت کو متارکہ کا علم نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے متارکہ سے عدّت لازم ہوگی۔ شامی نے کہا کہ شارح نے متارکہ کو خاوند کے ساتھ مختص کیا جیسا کہ امام زیلعی نے کیا ہے کیونکہ ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متارکہ کا حق عورت کو نہیں ہے حالانکہ اس نکاح کا فسخ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں بالاتفاق جائز ہے اور متارکہ اور فسخ میں فرق بعید ہے۔ بحر میں یوں ہی ہے جبکہ نہر میں فرق بتایا گیا ہے کہ متارکہ طلاق کی طرح ہے اس لیے طلاق کی طرح خاوند ہی متارکہ کرسکتا ہے، اور فسخ، نکاح کو کالعدم قرار دینے کا نام ہے اس لیے یہ خاوند سے مختص نہ ہوگا، اگرچہ متارکہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کو خیر الدین رملی نے رد کردیا اور کہا کہ فاسد نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں متارکہ، طلاق کے معنی میں کیسے کہا جاسکتا ہے، لہٰذا حق یہی ہے کہ متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اسی لیے مقدسی نے نظم الکنز کی شرح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ تمام بحث بحر پر ہمارے حاشیہ میں ہے اھ وہاں شامی نے

---

[1] درمختار | باب فی المہر | مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱
[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۴۵۲

بینه فی صحة النکاح وبالجملة فلا یثبت من کلامهم الا اختصاص الزوج بالمتارکة ثم لا یشعر بخلافه اصلا، اقول وقول النهر ان المتارکة فی معنی الطلاق معناه ان المتارکة فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلا یمسه ما ذکر الرملی وایده الشامی وما الاستشکال بقولهم کما فی الدر یثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما اھ فاقول یتراءی لی والله تعالٰی اعلم ان هذا فیما اذا وقع فاسدا کما اذا انکحها بلا شهود او بعد ما مس امها وذلك لانه لم یثبت له الید الشرعیة علیها اصلا وکان لکل منهما فسخه ازالة للمعصیة وما ذکروا ههنا من تخصیص المتارکة بالزوج فهو

خیر الدین رملی کی جو دلیل ذکر کی وہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ انھوں نے منحۃ الخالق میں اس کو ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام کے کلام سے متارکہ کا خاوند کے ساتھ خاص ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے خلاف کی بُو تک محسوس نہیں ہوتی۔ **اقول** نہر کے قول میں، متارکہ، طلاق کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے فاسد نکاح میں متارکہ طلاق کے قائم مقام ہے صحیح قول میں، لہذا رملی کا اعتراض بےجا ہے اس کی تائید علامہ شامی نے کی ہے۔ باقی رہا وہ اشکال جو فقہاء کی اس عبارت سے پیدا ہوتا ہے جس کو دُر میں اختیار کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اگرچہ ایک دوسرے کی غیر حاضری میں، دخول کیا ہو یا نہ، تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے اور یہ اس کا متارکہ قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی دونوں میں تفریق کا حکم دے گا اھ **فاقول** واللہ تعالٰی اعلم مجھے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مرد اور عورت دونوں کو بہرصورت فسخ کا اختیار اس صورت میں ہے جبکہ نکاح ابتداءً ہی فاسد منعقد ہوا ہو جیسے بغیر گواہوں کے نکاح یا منکوحہ کی ماں کو پہلے شہوت سے چُھو چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں خاوند کا بیوی پر شرعی حق ثابت ہی نہیں تھا اس لیے دونوں کو ایک دوسرے سے متارکہ کا حق ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہوجائے، اور فقہاء کرام نے جو یہ کہا کہ متارکہ خاوند کا ہی حق ہے وہ

فاذا طرأ الفساد فهو لا تستقل بالفسخ لانه ليس دفعا بل رفع لما ثبت شرعا للزوج فلابد من متاركته والحكمة فيه ان لو جوزنا تفردها فيه بالفسخ لشاعت الفتن فكل امرأة تريد ان تفارق زوجها تقبل ابنه مثلا بشهوة فيفسد النكاح فتفسخه مبتدرة وتنكح من شاءت وهذا باب يجب سده۔

اس صورت میں ہے جبکہ ابتداءً نکاح صحیح ہو، اور بعد میں فساد اس پر طاری ہوا ہو، تو اس صورت میں اکیلی عورت کو فسخ کا حق نہیں کیونکہ یہ گناہ کا دفع نہیں بلکہ ثابت شدہ شرعی حق کا خاتمہ ہے اس لیے خاوند کی طرف سے متارکہ ضروری ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس صورت میں عورت کو مستقل طور پر فسخ کا حق دیا جائے تو فتنہ برپا ہوگا کہ جب بھی عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو وہ مثلاً خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے اور خود نکاح کو فاسد کرکے جہاں چاہے نکاح کرتی پھرے تو اس فتنہ کا سد باب ضروری ہے۔ (ت)

یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے، عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے، اگر دو گواہانِ عادل سے پدر زینب کا زوجۂ زید کے ساتھ فعل بد کا ارتکاب ثابت ہو لان هذا هو نصاب ثبوت حرمة المصاهرة وان لم يثبت به الزنا في حق الحد (کیونکہ یہ حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کے لیے نصاب ہے اگرچہ اس سے حد کے حق میں زنا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ت) تو دونوں مرد وزن میں تفریق کردے، روزِ تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد نکاح ثانی جائز ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳: از شہر بریلی مسئولہ عبد الخلیل صاحب طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں، زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے۔ زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کا ایک نواسی بھی ہے، بکر کے پاس ایک لڑکا ہے، اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴: از رنگون مسئولہ جناب سیٹھ عبد الستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلی ماں ماں نہیں، قال اللہ تعالٰی: ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] (تمھاری مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ ت) اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے، قال تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۲۲۳: از رامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبۂ سکندری ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہوا، اب بعد میں عمرو وہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وہ مجھ سے بالجبر وطی کیا ہے اور زید منکر ہے تو کیا حکم؟ اور اگر زید وہندہ دونوں اقرار کریں وقوع وطی کا حب کیا حکم؟ پھر اگر وقوع وطی کو شہادات سے ثابت کیا جائے تو شاہدوں کی شہادات کی صورت کیسی ہونی چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا، نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا، اور عدت گزرے، اس کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[3]۔

حرمتِ مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔ (ت)

عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیۃ[4]۔

کیونکہ حرمت کا فیصلہ عورت کے ہاتھ نہیں ہے اور فقہائے کرام نے فرمایا تمام صورتوں میں اسی پر فتوٰی ہے۔ بزازیہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[4] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۴

اور اگر پدرِ شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں۔

لانہ یرید ازالۃ ملک ثابت بشہادۃ واحد لاسیما وھی علی فعل نفسہ وشہادۃ المرء علی فعل نفسہ لاتقبل کما نصوا علیہ قاطبۃ۔

کیونکہ ثابت شدہ ملکیت کو وہ ایک گواہی سے ختم کرنا چاہتا ہے خصوصًا جبکہ اس ایک گواہ کی شہادت اپنے فعل پر ہو جبکہ اپنے فعل پر کسی شخص کی شہادت مقبول نہیں، جیسا کہ اس پر تمام فقہاء کرام نے تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے۔ خانیہ پھر ہندیہ میں ہے:

فان وقع عندہ صدقہ وجب قبولہ۔[1]

تو اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو اسے قبول کرنا اس پر واجب ہے۔ (ت)

یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اُسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

تقبل الشہادۃ علی اللمس والتقبیل عن شہوۃ فی المختار[2] واللہ تعالٰی اعلم

شہوت کے ساتھ چھونے اور بوسہ لینے پر شہادت قبول کی جائے گی مختار قول میں۔ (ت) واللہ اعلم

مسئلہ ۲۲۳: از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ضلع ہوگلی مرسلہ حقا خاں صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتی اور جو کہ اپنے خاص داد کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہیں اُن سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پردادا کی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری خواہ حقیقی چچی، اس میں کوئی رشتہ ممانعتِ نکاح کا نہیں، اس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: از ضلع پورنیہ ڈاکخانہ فاربس گنج از دکان بخشی شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوشدامن سے قصدًا وطی کی اب اس کی بی بی کا نکاح اس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۲

[2] درمختار باب المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اُسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، کبھی نہ اُسے رکھ سکتا ہے، نہ کسی حال میں اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ دہو ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم و مسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں، اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بحر کے ساتھ کر دیا ہے، اب بحر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نزدیک اللہ و رسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سکینہ سے اُس کا نکاح حرام ہے، ہاں جب اس کی یہ عورت مر جائے یا یہ اس کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے اُس وقت سکینہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کروی لال پوری ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵ از موضع میونڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اُس کے ساتھ تھی، بعد چند مدت کے اس عورت کا انتقال ہو گیا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کر لوں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کر لیا ہو تو کیا حکم شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کرلیا تو جدا کردینا اور جدا ہوجانا فرض قطعی۔ قال اللہ تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھارے پاس زیر پرورش ہیں، اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمھیں ممانعت نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: از موضع بھونی ڈاکخانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور رضا صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نورجہاں کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بعد اس کی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا دو ہیں اس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کرلیا، عرصہ تقریباً چودہ ماہ سے زائد ہوگیا۔ مسلمانوں نے یہاں کے اس کو بہت برا سمجھا اور اس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دے دو، مگر نہیں سمجھا، اس پر مسلمانوں نے اپنا حقہ ترک کردیا تو وہ مجبور ہوگیا، مسماۃ نورجہاں زوجہ اول سخت بیمار ہوگئی کہ جس کے پاس دونوں کا نباہ دشوار ہوگیا، اس نے خواہش کی میری طلاق ہوجائے تو افضل ہے، اور مسماۃ نورجہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلا اجازت شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے، اب عبدالرزاق و نورجہاں مفقود الخبر کی خواہش یہی کہ ہم میں باہمی طلاق ہوجائے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہوجاوے تو مناسب ہو، ایسی صورت میں مسماۃ نورجہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

نورجہاں کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت گزر جائے یعنی اسے تین حیض آکر ختم ہوجائیں اس کے بعد نجبن سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۳: از بڑودہ محلہ جنبا پارہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دے دیا ایک ہفتہ ہوا طلاق دے کر، اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وہ عورت اسی شخص کے گھر ہے مگر وہ شخص باہر رہتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اندر مکان کے نہیں جاتا، کہتا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جب جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے، معلوم ہوا کہ حمل نہیں ہے اس صورت میں اگر نکاح کردیا جائے تو گناہ تو نہیں ہوسکتا، جلدی اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے، اس صورت میں جلد نکاح کیا جائے اس پر کیا حکم ہے، صرف گناہ کا خیال کرکے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کردیا جائے حمل نہیں ہے بینوا توجروا۔

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام حرام حرام۔ نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا حرام۔ اگر نکاح ہوا اور قربت ہوئی زنا ہوگا، اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود بچاؤ سمجھ رہے ہو، عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے، اب کہ نکل آئی ہے، فرض ہے کہ فوراً شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے، اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہ ہو اور نہ اطمینان کی جگہ رہے، اس شخص کے یہاں جب تک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از مقام باندہ چھپکا ڈاک خانہ روہ تحصیل کچہار مرسلہ عبداللہ صاحب نیب نجارہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم و کلیمن حقیقی بہنیں ہیں، باپ دونوں کے جدا ہیں ایک خیاط دوسرا داف، اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لاکر دونوں سے ہمبستر ہورہا ہے اس صورت میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا دونوں نکاح جائز ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام قطعی حرام، اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جب تک اس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اس کی خالہ عدت سے نکل جائے اس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از سلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب محرر انجمن نزلس کچہری دیوانی ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں، زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی، اور زید کی تیسری شادی جو ہوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی زینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ کیا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام، وہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو خود اس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وہ بیٹی اور سے تھی بہرحال بھانجی ہے اور بھانجی حرام قال اللہ تعالٰی: وبنت الاخت[1] (اور تمھاری بھانجیاں حرام ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از شہر آگرہ محلہ گوکل نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہل سنت وجماعت تھا اس نے اپنا عقد نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل تشیع رکھتی تھی، زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کردیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہوئی، حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے۔ زید بتقاضائے الٰہی فوت ہوگیا، زید کی بیوہ ہندہ نیز اس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے، عمرو اب بالغ ہوکر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کراکے لے جائے، حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وہ اپنے عقد میں ایک غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں، اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہوا تھا ازروئے شرع شریف جائز ہے یا باطل، اور حلیمہ اپنا عقد نکاح کسی دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں عموماً تبرائی رافضی ہیں ان کے ساتھ نکاح باطل محض ہے، اگر حلیمہ اور اس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ ورسول راضی نہیں، حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اس کی زوجیت میں سمجھے۔ فتاوٰی ظہیریہ و حدیقہ ندیہ و عالمگیریہ میں شامل روافض کے لیے ہے: احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ت) نیز عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مرتد کا مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ کا بھی کسی سے نکاح جائز نہیں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

مسئلہ ۲۵۷: از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خود عرصہ تیرہ برس سے ملک افریقہ میں رہتا ہے اُس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اُس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا، دوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا ہے، اس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اس کی خوشدامن باہم بدمعاش تھے اور ان کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا، برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا، جب ان دو گواہوں نے اُن کو ایسی کریہہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار ہو گیا اور ایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے جس کا اس کا دل چاہے دے دے، اس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورد و نوش و سکونت کی اس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہو جائے پس اگر کوئی عالم افقہ اور رئیس اس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ:

واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور کلھا مفوضۃ الی العلماء ... ویصیرون ولاۃ[1]

جب زمانہ بااثر حکمران سے خالی ہو تو تمام فیصلہ طلب امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہ والی قرار پائیں گے۔(ت)

کہ اس غائب کے باپ کے روبرو یا اس کی طرف سے کسی کو وکیل کرکے اس پر سمع دعوی و شہادت کرکے تفریق کا حکم دے دے تو درست ہوگا یا نہیں، اور اگر درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں ہے لہذا اس کی طرف سے مسخر کھڑے کی کیا صورت ہو سکتی ہے، شامی جلد ۴ ص ۳۵۲ میں باب القضاء میں وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر الخ (بحر میں ہے مسخر کے خلاف فیصلہ صادر کرنے سے متعلق معتمد قول۔ت) کے متعلق ہے

وتفسیر المسخر ان ینصب القاضی وکیلا عن الغائب لیسمع الخصومۃ علیہ وشرطہ عند القائل بہ ان یکون الغائب فی ولایۃ القاضی[2]

اور مسخر کی تفسیر یہ ہے کہ قاضی کسی غائب شخص کی طرف سے کسی کو وکیل بنائے تاکہ وہ غائب کے خلاف الزامات کو سنے، لیکن اس کے جواز کے قائل کے ہاں یہ شرط ہے کہ وہ غائب شخص اس قاضی کے علاقہ میں ہو۔(ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار فصل فی الحبس مطلب فی القضاء علی المسخر داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

الجواب

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلاً نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت، نہ مستوجب انکار نہ قضا علی الغائب، عورت کو اختیار ہے فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے، یہ دو حال سے خالی نہیں، یہ حرمت مصاہرت یا تو نکاح دختر سے پہلے ہوئی یا بعد، اگر پہلے ہوئی تو نکاح سرے سے فاسد و مردود واقع ہوا، عورت بذاتِ خود اسے فسخ کرسکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدام معصیت سب پر واجب، کما حققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار (جیسا کہ رد المحتار کے حاشیہ میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

(و) یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ۔[1]

اور دونوں مرد و عورت کے لیے اس نکاح کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی فسخ کرنا جائز ہے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اصح قول میں تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہ حرمت مصاہرت بعد نکاح واقع ہوئی تو نکاح فاسد تو ہوگیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہ ہوگا اور وطی کرے تو شوہر پر زنا کا حکم نہ ہوگا کما بیناہ وبہ وفقنا علی ابن عابدین علقنا (جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اور رد المحتار کے حاشیہ میں ہم نے اسی کی توفیق دی گئی۔ ت)

درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لایکون زنا۔[2]

حرمت مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے عورت کو دوسرے شخص سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اس دوران خاوند کی اس سے وطی کو زنا کا حکم نہ دیا جائیگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

مبدؤھا (ای العدۃ) فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینھما او المتارکۃ

عدت کی ابتداء متارکہ یا قاضی کی تفریق کے بعد ہوگی، متارکہ سے مراد خاوند کا مدخولہ بیوی سے علیحدگی کا اعلان

---

[1] درمختار باب فی المھر مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] " باب فی المحرمات " " ۱/۱۸۸

ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطئہا لا مجرد العزم لو مدخولۃ[۱]

ہے صرف وطی کے ترک کا عزم کافی نہیں ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اس کا دل چاہے دے دے بالاتفاق متارکہ ہوگیا اور نکاح فسخ ہوگیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں، نہ غیر مدخولہ کو عدت کی حاجت، اسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰: از قصبہ ایرانواں محلہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ سید محمد رفیع صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی فقیرے نے مسماۃ جیا کا (جبکہ اس کی گود میں مسماۃ حفیظن اس کی لڑکی دودھ پیتی تھی) اندر ایام رضاعت کے دودھ پیا، اسی مسماۃ جیا کے دوسری لڑکی مسماۃ فہیمن پیدا ہوئی، اب فقیرے مذکور کا نکاح مسماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا، یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو مسماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جیا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور ان میں کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے، اس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ[۲]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مرد وعورت ہر ایک کو فسخ کا حق حاصل ہے خواہ دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ، اصح قول میں، تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر وجوبِ تفریق کے منافی نہیں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱: از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب

۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے، بیوی کی خالہ وغیرہ سے نکاح جائز

---

[۱] درمختار باب فی العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۸

[۲] " باب فی المہر " " " ۱/۲۰۱

ہے یا ناجائز؟ اور لڑکے کے طلاق دینے پر یا لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ و عمہ سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی، واحل لکم ما وراء ذلکم[1] (اور ان محرمات کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔ قال تعالٰی، وحلائل ابنائکم[2] (اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰ از پسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ و منشی الدین و معین الدین و مسعودی و شیخ حسیت زمیندار و بندو خان و واحد علیا و علامی ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

جناب عالی! گزارش ہے کہ مسمی میندو نوربافت نے نکاح کیا تھا، اس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی آئی تھی اس کے ساتھ مسمی میندو مذکور نے حرکت ناشائستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اس کو علیحدہ کردیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے، حضور پرنور اس امر میں کیا فتوٰی فرماتے ہیں؟ فقط

الجواب

اس کی عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اب کبھی اس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا، نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہو گئی، دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں، دونوں کو فوراً جدا کردے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پوری پابندی کرے تو اسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از پیران پٹن معرفت اسٹیشن میانہ محلہ قصاب واڑہ مرسلہ کامل بھائی یارو بھائی ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں ایک کا نام زید ہے دوسرے کا عمرو، زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے، اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے، اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں دودھ کا تعلق کسی طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں ہے، اور یہ جو دونوں فرزند

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] " " ۴/۲۳

بکر کے یہاں بیٹی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زید عمرو کا بھائی ہے، فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے۔ جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے، بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے، نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے، قال اللہ تعالٰی: وبنٰت الاخ[۱] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں سب داخل ہیں، جیسے فرمایا: حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم[۲] تم پر حرام ہیں تمھاری مائیں تمھاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی داخل نہ ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[۳] ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے۔ نقایہ میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب[۴] اھ۔ مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب یعنی ماں باپ کے فروع حرام ہیں اھ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

من الاخوات لاب وام او لاحدھما وبنات الاخوۃ وان بعدت[۵] واللہ تعالٰی اعلم۔ سگی بہنیں یا ماں یا باپ کی طرف سے بہنیں اور بھتیجیاں نیچے تک۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی سبزی منڈی مسئولہ کبیر احمد صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے، کیا پسر زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے، وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[۱] القرآن الکریم ۴/۲۳ [۳] القرآن الکریم ۴/۲۴

[۲] " " ۴/۲۳

[۴] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[۵] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبۃ الاسلام گنبد قاموس ایران ۱/۴۴۹

مسئلہ ۲۶۳ از فتح پور محلہ سید واڑہ مرسلہ نور خاں محرر محمد یار خاں وکیل ہائی کورٹ 2
۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ 2

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں؛ زید کی بی بی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں، منجملہ ان کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرگئی، اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے، اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دودھ پیا تھا، بعد اس کے تین اولاد کے بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے، اس سے بکر کے کنوارے لڑکے کا نکاح درست ہے یا ہوسکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دودھ پیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی یہ اس دودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا، نہ ان کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے۔ قال اللہ تعالٰی: واخوٰتکم من الرضاعۃ[1] (اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید مختار حسین صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے، زاہدہ کے زید سے بلانکاح لڑکا پیدا ہوا، ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ بدستور اس کے نکاح میں ہے، سالی کے ساتھ زنا حرام ہے مگر عورت کو حرام نہیں کرتا، زاہدہ سے جب تک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کرسکتا، اگر ہندہ مرجائے تو اسی وقت یا یہ اسے طلاق دے دے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اس سے وطی کی، بعد وطی ہندہ کو طلاق دے دی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اُس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں؟ ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے نکاح ماں کو؟ دونوں میں وطی شرط حرمت ہے یا نہیں؟ اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں۔ قال تعالیٰ، وامھٰت نسائکم[1] (تمہاری بیویوں کی مائیں۔ ت) اور وطی ہو تو بدرجۂ اولیٰ تحریم ہوگی بلا جماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو، قال تعالیٰ،

وربٰئبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[2] (تمہاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا تو تم پر ممانعت نہیں۔ ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم ہو جائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہر [illegible] آگے بلوغ کی شرط نہیں، ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶: از موضع مسند صولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی و پھوپھی و ممانی و دادی و نانی و والدہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کس عورت سے نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں،

ایک وہ کہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں، دادی، نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔

دوسری وہ جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹی، پوتی، نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔

تیسری وہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن، بھانجی، بھتیجی اور ان کی

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/۲۳

اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دور ہوں۔

چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا، دادی، نانا، نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں ان کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپھی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپھی خالہ۔ ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپھی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۷ از موضع مسند جوتی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا، اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استفتاء ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اسی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اس کے پاس جانا منع ہے جب تک بچہ نہ ہو لے یہ اس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو، اور اگر زنا نہ ہوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے یہ اس کے ساتھ ہمبستر ہوا تو بیشک جب تک بچہ نہ ہو لے دوسرے سے نکاح جائز ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا اب زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہے اور اس دوسری سے صحبت حرام و زنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ اور اگر دوسری سے بھی نکاح کر لیا تو جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے، لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہو جائے گی، جب تک اس دوسری کو چھوڑے اور اس کی عدت گزرے اس وقت تک پہلی بھی حرام ہے، اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولد الزنا نہ ہوگی مگر ولد الحرام ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۹ ۳ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا، عورت نے زید سے کہہ دیا، اس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہو گیا اس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھ پر تہمت رکھا تھا اس لیے

میں سے یہ غلط بات بیان کی۔ زید نے عورت کو طلاق دی اب وہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اُس کو طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہُوا جب تک زید خود اس بیان کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تینوں طلاقیں دیں، زید گنہگار ہُوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کرسکتا، یونہی اُسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سفید دروازہ اندر جالندھر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں بے پردہ رہتی ہیں گلے بندوں چلتی پھرتی ہیں زنا بھی ان سے ثابت ہو اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ، تو ایسی عورتوں کا نکاح بلا استبراء رحم جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

الجواب

اگر وہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلا استبراء رحم بلکہ خاص حالت زنا میں اس سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اس ناکح کا نہ ہو تو اسے قربت درست نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو علیہ لایسقی ماءہ زرع غیرہ در مختار[۱] (تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے۔ درمختار۔ ت)

مسئلہ ۲۱۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اُس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کر دیا اُس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ نہیں کرتے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا برا کیا تو کہتا ہے کہ خطا ہو گئی کیا کریں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عورت کیا اب خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اُس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرلے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت ہے اور کیا جب تک کہ وہ طلاق نہ دے اُس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کرسکتی؟ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلا طلاق دئے غیر سے نکاح نہیں کرسکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہو گئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے؟

---

[۱] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الجواب

شوہر اگر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی، کسی حیلے سے اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی، اس پر فرض ہے کہ اُسے فوراً جدا کردے متارکہ کرے، مثلاً کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا ہے اس کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں، اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہوسکتا، اگر شوہر نے طلاق نہ دی وہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم۔ اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقاً لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۲ ازمقام اکترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے کے پاس رہ سکتی ہے، اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور شوہر اول سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ کہ زنا کیا، جھوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہوسکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں، بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے [illegible]، ہاں اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے یا زید اس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی، دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک زید اُسے نہ چھوڑے، اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فوراً اُسے چھوڑ دے، اس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، زید پر اس کا مہر بہرحال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳ ازکولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور کن سے ناجائز؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ، دادا، نانا، جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا، پوتا، نواسا، اُن کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے اُن کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۹: از کوہ رانی کھیت کوٹھی انجینیر دہسیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

(۱) شیعہ مذہب کا نکاح سُنّی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں، لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنّی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سُنّی مذہب کرلو، اور جو اُن کے ہم وطن ہیں وہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور اُن کے گاؤں میں سُنّی مذہب رہتے ہیں اور اُن کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سُنّی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا، اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور اُن کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے۔

(۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا اس کو اٹھاؤ، وہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہ ہوا۔

(۳) جب بات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں، تو انھوں نے کہا میں نہیں آؤں گا تو کون آئے گا، نکاح کے وقت وہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت طلاق ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے، بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں، حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لے گا، خالص اسلام بولے اور دل میں کفر بھرا ہوگا، رافضیوں کی شہادت کہ یہ سُنّی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے، رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں لا ایمان لہم (ان کا ایمان ہی نہیں۔ ت) بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور مسلمانوں کی شہادت کہ انھیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا، یہ شہادت اثبات ہے اور وہ شہادت نفی جو مقبول نہیں، لہذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[1] (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ایسے خالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اُس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وہ حکم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سُنّیہ کا نکاح جائز و حلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خان تبّت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت بتاتے اور قرآن شریف کی رُو سے اپنا طریقہ سنّت جماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰، ۲۵ سال سے رانی کھیت میں رہتے ہیں، اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کا کہتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ سُنّی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہوسکتا ہے یا نہیں، یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہنے لگے ہیں ان کے سب طریقے روزے، زکوٰۃ، نماز کے اہل سنت وجماعت کی طرح ہیں۔ رانی کھیت کی مسجد کے مولانا نے جن کا نام عبدالرحمٰن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سُنّی سے نہیں ہوسکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہوگئے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہوجانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امرِ عظیم ہے احتیاط لازم ہے حدیث میں ہے: کیف وقد قیل[1] (کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) ہو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶: از ملکہ بنگال جنک ڈاکخانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے، سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دور ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو مثل رضاعت وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۷: از شہر اکیاب تھانہ کیرکتو موضع کاونچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ ضیائیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ما قولکم ما حکم اللہ تعالٰی فی ھذہ۔ تمھاری کیا رائے ہے کہ اللہ تعالٰی کا کیا حکم ہے اس

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

المسألۃ شخصے قاسم نام زنے را کہ از قرابتش بنت بنت رضاعی برادر حقیقی قاسم باشد بحبالۂ نکاحش آورد و ظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست، از علماہم استفتا نمودہ بود، ایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند، پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوی می دادند و جماعت مسلمین را باوے مجالست و مواکلتش منع می کنند مادامیکہ تفریق نکاحش نکند۔

مسئلہ میں کہ قاسم نامی ایک شخص نے اپنے قریبیوں میں سے ایک عورت جو کہ قاسم کے حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی ہے اُسے نکاح کیا اور اس کا خیال تھا کہ اپنے مذہب میں یہ جائز ہے اور اس نے علما سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی اسے جائز کہا، اس کے بعد چند حنفی علماء نے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا اور مسلمانوں کو نکاح کرنے والوں کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے سے منع کردیا تاوقتیکہ وہ اس نکاح کو ختم کرکے علیحدگی اختیار نہ کرلیں۔ (ت)

جواب بنگالیاں

برتقدیر صدق مسئول عنہا علمائے شریعت غرّا و فضلائے طریقت بیضا بالخاص فحول مذہب حنیف و علمائے ملت حنیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شاں مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً حکمے کنند و حکمے بکارے صادر نمایند و قضا برآں تنفیذ فرمایند، پس آں دانستند و وقوف یافتند کہ ہماں عمل و فعل زیشاں بظہور پیوستہ لطبق مذہب شاں نپرداختہ و مشرب یکے از ائمہ دیگرے کہ معدود و محدود بسنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض و تردید آنہا کردن روا و جائز نباشد بلکہ ہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد و ہماں عمل و فعل را لامحالہ صحیح و درست دارند و نیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نشوند و منسوب بداں مذہب دیگر نگروند پس مناکحت قاسم بمثل سوال ہمیں مقال صادق ست کہ لاریب و لا محالہ

مسئولہ صورت کے صدق پر علمائے شریعت و طریق حق کے فضلاء خصوصاً فقہ حنفی کے مذہب حنیف اور علمائے ملت لکھتے ہیں کہ جب مروجہ مذاہب کے مجتہد یا مقلدین میں سے کوئی اپنے ظن سے یا غلطی سے کسی کام کا حکم صادر کریں اور اس پر فیصلہ بطور قضاء نافذ کردیں اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ عمل یا کام ان کے مذہب کے خلاف ہے اور کسی دوسرے اہلسنت کے امام کے مسلک میں جائز ہے تو اس عمل اور کام کو کالعدم کرنا جائز نہیں بلکہ دوسرے جائز قرار دینے والے مسلک کی تقلید میں اس کو جائز اور نافذ رکھنا چاہئے، اس سے اپنے مروجہ مذہب سے خروج اور دوسرے مذہب کو اختیار کرنا لازم نہ آئے گا، پس قاسم مذکور کا مذکورہ نکاح اگرچہ حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر اہل ظاہر کے مسلک مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی جو کہ

صحیح و نافذ گردیدہ است اگرچہ بالعرض والتقدیر
مخالفت مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر مثل
امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ
مسلوک و مشمول اہلسنت جماعت ست برداختہ و در پیوستہ
کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون
شدہ بنت بنت رضاعی را مراد حقیقی قاسم مذکورہ
بود حکم نکاحش دادہ بودند با لتبکہ در تحت مجاب
ممنوعات کلیہ حنفیہ مجرب و مستور بودہ و در ضمن ضابطہ
ماموربہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ
ہستند منکشف و منظہر آمدہ پس ہرگز علماء احناف را
نمی رسد کہ تفریق و افساد در نکاحش کنند کہ آں مستلزم
تحقیر و تنکیر سنت جماعت گردد و حقارت یکے ما
از سنت عند اللہ موجب ضلالت است و ارد

کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی
فی رد المحتار ناقلا عن العلامۃ الشرنبلالی
فی عقد الفرید ان لہ التقلید بعد العمل کما
اذا صلی ظانا صحتھا علی مذھبہ ثم تبین
بطلانھا فی مذھبہ وصحتھا علی مذھب غیرہ
فلہ تقلیدہ ویجتزی بتلک الصلوۃ علی
ما قال فی البزازیۃ انہ روی عن
ابی یوسف انہ صلی الجمعۃ مغتسلا من الحمام ثم اخبر
بفأرۃ فی بئر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا
من اھل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل
خبثا[1] اھ ویصح فیہ تحت قول الدر المختار

اہلسنت جماعت میں کہاں نکاح درست ہوا نیز علمائے
احناف نے جب غلطی سے اس نکاح مذکورہ کو جائز
گمان کیا تو ان کے گمان میں جائز ٹھہرا کہ حقیقی بھائی
کی رضاعی نواسی سے قاسم کا نکاح درست قرار
دے کر دیا اور ان کی نظر میں حنفی مسلک کی ممانعت کا
قاعدہ مستور رہا اور اب امام شافعی جیسے اہل ظاہر کے
مسلک پر اس کا جواز معلوم ہوا تو اب علمائے احناف کو
ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس نکاح کو فاسد کریں اور تفریق
کریں، کیونکہ جماعت کی اور ایک سنت اور مسلک کی
تحقیر لازم آئے گی جو کہ عند اللہ گمراہی کا موجب ہے،
جیسا کہ علامہ شامی نے علامہ شرنبلالی سے ردالمحتار
میں عقد الفرید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو
عمل کے بعد بھی دوسرے کی تقلید جائز ہے جیسا کہ اپنے
مذہب کے مطابق نماز کو صحیح سمجھ کر ادا کیا اور بعد میں
معلوم ہوا کہ اس کے مذہب پر صحیح نہیں ہوئی مگر
دوسرے امام کے مذہب پر صحیح ہوگئی تو اب دوسرے
امام کی تقلید کرتے ہوئے نماز کو صحیح قرار دینا جائز
بشرطیکہ نماز پڑھتے وقت اس نے تحری کی ہو جیسا کہ
بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے
مروی ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ حمام کے پانی سے جمعہ
کا غسل کیا پھر بعد میں بتایا گیا کہ حمام میں چوہا مرا ہوا ہے
تو آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلک کو
اپناتے ہوئے کہ جب پانی دو قلے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا اس
پر عمل پیرا ہیں اھ اور نیز انھوں نے درمختار کے قول

---

[1] رد المحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱

واما المقلد الخ نقله فی القنیة عن المحیط وغیرہ وجزم به المحقق فی فتح القدیر و تلمیذه العلامة قاسم وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذهب غیره او بروایة ضعیفة او بقول ضعیف نفذ، واقوی ما تمسك به ما فی البزازیة عن شرح الطحاوی اذا لم یکن القاضی مجتهدا او قضی بالفتوی ثم تبین انه علی خلاف مذهبه نفذ ولیس لغیره نقضه وله ان ینقضه کذا عن محمد وقال الثانی لیس له ان ینقضه ایضاً[1]، لان امضاء الفصل کالمضی، نقض شیء لاینقض[2]۔ و دلیل مذہب الظاہر کہ متعلق بہ سنت جماعت ست و مخالفت ایشاں در باب رضاعت با احناف می دارند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں مے نگارند ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیة فقالوا لاتثبت حرمة الرضاع بین الرجل والرضیع ونقله المازری عن

"اما المقلد" کے تحت فرمایا: قنیہ نے محیط وغیرہ سے نقل کیا اور اس پر فتح القدیر میں محقق اور ان کے شاگرد علامہ قاسم نے جزم کیا ہے اور بحر میں دعوٰی کے طور پر کہا کہ قاضی مقلد اگر غیر کے مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فیصلہ دے دے تو وہ نافذ ہوگا اور اس سلسلہ میں بہترین استدلال بزازیہ کی شرح طحاوی سے منقول عبارت ہے کہ جب قاضی مجتہد نہ ہو اور کسی کے فتوٰی پر فیصلہ کردیا ہو تو بعد میں اگر معلوم ہوا کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے تو فیصلہ نافذ رہے گا اور دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرسکتا، ہاں وہ خود کالعدم کرسکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں منقول ہے، اور دوسرے امام یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خود اس قاضی کو بھی کالعدم کرنے کا حق نہیں کیونکہ عمل ہوجانے پر گویا کہ قاضی نے نافذ کردیا ہے اور نافذ شدہ کو کالعدم نہیں کیا جاسکتا، اور اہل ظاہر کا مذہب بھی اہلسنت میں شامل ہے اور اس کا صرف فروعی اختلاف رضاعت کے بارے میں احناف سے ہے یہ بھی امام شافعی کی طرح ہیں، چنانچہ شارح مسلم شریف امام نووی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس میں صرف اہل ظاہر اور ابن علیہ کا خلاف ہے کہ وہ کہتے ہیں دودھ پینے والی لڑکی اور مرد کے درمیان رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس کو مازری نے

۱؎ ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۲
۲؎ " " " " " " " " " " ۱/ ۵۱

عن ابن عمر وعائشة رضي الله تعالى عنهم) واحتجوا بقوله تعالى وامهاتكم التي ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة ولم يذكر البنت والعمة كما ذكرهما في النسب[1] وامام ابو عیسی ترمذی در جامع ترمذی شان می آرند حدثنا الحسن ابن علي اخبرنا ابن نمير عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت جاء عمي من الرضاعة يستأذن علي فابيت ان اٰذن له حتى استأمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فليلج عليك فانه عمك قالت انما ارضعتني المرأة ولم يرضعني الرجل قال فانه عمك فليلج عليك هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وغيرهم كرهوا لبن الفحل والاصل في هذا حديث عائشة وقد رخص بعض اهل العلم في لبن الفحل والقول الاول اصح[2] رواه الترمذي

عبداللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا ہے اور اصحاب ظواہر نے اپنی دلیل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے والی تمہاری ماؤں اور تمہارے رضاعی بھائیوں کو ذکر کیا ہے اور بیٹی اور پھوپھی کو ذکر نہیں کیا جس طرح ان کو نسب میں بیان فرمایا ہے[1] اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی انھوں نے ابن نمیر انھوں نے ہشام انھوں نے اپنے باپ عروہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھوں نے فرمایا میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کیا حتی کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا وہ تیرے ہاں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرا چچا ہے وہ داخل ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس پر عمل ہے بعض صحابہ کرام اور ان کے غیر نے دودھ والے خاوند یعنی رضاعی باپ کے داخل ہونا مکروہ کہا ہے، اور اصل ثبوت حضرت عائشہ کی حدیث ہے، اور بعض اہل علم نے دودھ والے باپ (رضاعی باپ) کو داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور پہلا قول صحیح ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے[2]

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی — کتاب الرضاع — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] جامع الترمذی — ابواب الرضاع باب ماجاء فی لبن الفحل — امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۰

وقال الشامی ونظیر ہذہ ما نقلہ العلامۃ بیری فی اول شرحہ علی الاشباہ عن شرح الہدایۃ لابن شحنۃ ونصہ اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذہب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذہبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عن ابی حنیفۃ امام الاعظم انہ قال اذا صح الحدیث فہو مذہبی وقد حکی ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ۔[1] وقاضی خان وصاحب ہدایہ بحال مذہب اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خان وقال الامام الشافعی الحرمۃ لا تثبت فی جانب الاب و الفقہاء یسمون ہذہ المسألۃ لبن الفحل[2] وقال فی الہدایۃ وفی احد قولی الشافعی لبن الفحل لا یحرم لان الحرمۃ لشبہۃ البعضیۃ واللبن بعضہا لا بعضہ[3] ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست گردید واز ان مذہب حنفی بیرون

اور شامی نے کہا کہ اور اس کی نظیر وہ ہے جس کو علامہ بیری نے اشباہ پر اپنی شرح کے ابتداء میں ہدایہ کی شرح سے نقل کیا یہ شرح ابن شحنہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے جب حدیث صحیح ہے جو کہ مذہب کے مخالف ہے تو عمل حدیث پر ہوگا۔ ——— اور یہی امام کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل سے مقلد، امام صاحب کی تقلید سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے، اس کو ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے نقل کیا ہے۔ اور قاضی خان اور صاحب ہدایہ نے اہل ظواہر کا مذہب صراحۃً بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی باپ کی جانب سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں کرتے اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو "لبن الفحل" (خاوند کا دودھ) کا عنوان دیا ہے، اور ہدایہ میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول میں رضاعی باپ محرم نہیں ہوتا کیونکہ رضاعت میں حرمت جزئیت کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ دودھ عورت کا جزء ہے مرد کا نہیں، بہرحال حنفی فقہ کی کتب میں مذکور دلائل سے ثابت ہے کہ قاسم نامی شخص کا مذکورہ نکاح درست ہوجاتا ہے اور اس کو درست ماننے سے حنفی مذہب

---

[1] رد المحتار مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث فہو مذہبی احیاء التراث بیروت ۱/۴۶

[2] فتاوی قاضی خان باب الرضاع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۹

[3] الہدایہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۳۲۱

ذآمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بر شے زبان طعن و لعن بر کشایند پس عنداللہ ماخوذ شوند و عند الناس مستحق سزا کما ھو فی کتب الفقہ من اذی مسلما بقول او بفعل ولو بغمز العین عزر [1] پس ایشاں را دامیکہ تائب و آئب نہ شوند از مواکلت و مشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ وایاك و مجالسۃ الشریر فقط واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ احکم و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

سے خارج ہونا لازم نہیں آتا، اس کے باوجود اگر مسلمان اس پر لعن طعن کریں گے تو عنداللہ مجرم ہوں گے اور قانون میں سزا کے مستحق ہوں گے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو اپنے قول، فعل یا اشارہ سے اذیت دی تو وہ قابل سزا ہے۔ پس ایسے لوگ جب تک توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سے مل کر کھانا پینا منع ہے جیسا کہ وارد ہے کہ "شریر کی مجلس سے بچو" فقط واللہ تعالٰی اعلم، اس جل مجدہ کا علم کامل ہے، ہماری آخری بات یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (ت)

الراقم احقر الحقیر محمد عظیم الدین کیوکنوی بہار یاروی خلف الہدی شیخ اکبر علی سلمہ بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ دوتی۔

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی برحق ست و حق بہماں دائر ست اگرچہ مجتہد مطلق یا مقلد محض بمذہب شاں حکمے و فیصلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شان و موافق مذہب دیگرے کہ معدود ہلسنت جماعت ست بخطائے ظن شاں ملحق گشتہ فقہائے احناف روانمی دارند کہ بار دیگر آں را ابطال و افساد کنند تا موجب تحقیر و تنفیر مذاہب ائمہ سنت جماعت

ہاں چاروں مذہب حق ہیں اور حق انہی میں دائر ہے، اگر کوئی مجتہد مطلق یا مقلد محض ان کے مذہب پر کوئی عمل یا فصل کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ اس کے مذہب کے مخالف ہے اور دوسرے کے مذہب کے موافق ہے اور یہ دوسرا مذہب اہل سنت میں شمار ہو تو اس فیصلہ کو فقہائے احناف باطل و فاسد کرنا جائز نہیں کہتے تاکہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ کرام کی تحقیر و تنفیر

[1] درمختار باب التعزیر مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

لازم نیاید آں خطائے عظیم وخطا جسیم باشد عند اللہ تعالےٰ لہٰذا علماء زاں اباو استکار فرمودند و در تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارکسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند لہٰذا در مذہب شاں جماعت قلیل دارند بجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ چیں بر جبیں آوردہ وغضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں تاریخ عبدالقادر بمذہب احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ تقلید نمودہ وپیش ازیں بمذہب امام مالک بودند سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اکبر شانہم و فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم در شان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ ورحمۃ من اللہ فرمودند ونقل السیوطی عن عمر ابن عبد العزیز اختلاف ائمۃ الھدیٰ رحمۃ من اللہ تعالیٰ علی ھذہ الامۃ فکل یتبع ما صح عندہ وکلھم علی ھدی وکل یرید اللہ وتمامہ فی کشف الغماء، پس تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بہ تصحیح آوردہ اگرچہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ دار حنفیت نیز بیروں نیامدہ کما حررہ المجیب للہ درہ واجرہ ولقد نظرت ھذا الفتوی بامعان النظر و تصفحت ھذہ المسألۃ بصفحات الکتب الفقھیۃ الحنفیۃ فوجدت صحیحا

لازم نہ آئے، اور اس فیصلہ کو غلط کہنا عند اللہ بڑا گناہ ہے اس لیے علمائے کرام اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

تاریخ میں صحیح روایت موجود ہے کہ حضرت پیر پیران غوث اعظم شیخنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اجتہاد میں کوئی اہم مقام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اُن کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے۔ حضرت پیر پیران سنتے ہی جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میں (عبدالقادر) آج سے امام احمد بن حنبل کا مقلد ہو رہا ہوں جبکہ آپ پہلے امام مالک رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔ سبحان اللہ! اس کی شان اعظم و اکبر ہے۔ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی شان میں رحمت من اللہ فرمایا جس کو امام سیوطی نے نقل فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ہدایت کے اماموں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس اُمت کے لیے، ہر ایک نے جس کو صحیح سمجھا وہی اس نے اپنایا اور تمام ائمہ ہدایت پر ہیں اور تمام اللہ تعالےٰ کی رضا کے طالب ہیں، اس کا تمام بیان کشف الغماء میں ہے۔ لہٰذا قاسم مذکور کا نکاح حنفی فقہاء کے نزدیک درست ہے اگرچہ بالفرض مذہب کے مخالف ہے اور حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا جیسا کہ مجیب نے تحریر کیا ہے اس کا اجر و نفع اللہ تعالےٰ اس کو عطا فرمائے۔ میں نے اس فتویٰ کو گہری نظر سے دیکھا اور فقہ حنفی کی کتب میں اس کی میں نے چھان بین کی تو میں نے اسکو صحیح مطابق قرآن اور موافق روایات پایا ہے

مطابقاً بالکتاب وموافقاً للصواب، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی الی رحمۃ ربہ الخلاق عبد الرزاق البکوکوئی غفرلہ

اور اللہ تعالٰی ہی حقیقت زیادہ جانتا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے۔ اس کو اللہ تعالٰی کی رحمت کے امیدوار عبد الرزاق بکوکوئی غفرلہ نے لکھا ہے۔ (ت)

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافتراء بر شرع مجید ست نکاح با بنت بنت الاخ بعینہ ہمچو نکاح با دختر خود ست نسبا باشد یا رضاعا و حرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین و صحاح احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست و ایں بنگالیاں کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علماء بودند بہ ہزاراں درجہ بدتر از جہال بودند و مسلمانان کہ فتوی شان ایشاں را نافذ می کنند ہمہ با حرام خدا را حلال می نمایند ہمچو کساں را حرام وسخت حرام ست کہ تصدیق بافتا کنند درحدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1] ہرکہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان و زمین براو لعنت کنند آں حکم جواز وایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست و بر آں حاکماں وایں مفتیاں توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز ورزند و در ہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا

یہ تمام شدید جہالت اور انتہائی گمراہی ہے اور شریعت پر افتراء ہے۔ بھائی کی نواسی سے نکاح ایسے ہی ہے جیسا کہ اپنی بیٹی سے، نواسی نسبی ہو یا رضاعی۔ اور قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ حرام قطعی ہے۔ اس کے جواز کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے، اور جن بنگالیوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے وہ عالم نہیں بلکہ ہزار درجہ جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، جنھوں نے کہ یہ جنھوں نے فتوی دیا ہے انھوں نے اللہ تعالٰی کے حرام کو حلال کیا اور اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام ترین کی تصدیق کی، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے علم کے بغیر فتوی دیا اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، لہذا جنھوں نے یہ فتوی دیا اور جنھوں نے اس کو نافذ کیا دونوں ملعون ہیں۔ نافذ کرنے والے حاکم اور مفتیوں پر توبہ فرض ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں اور آئندہ ان سے کوئی فتوی طلب کرنا حرام ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگ جاہلوں کو رہنما بنائیں گے تو جب ان سے سوال

---

[1] کنز العمال ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

فاُفتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔[1] مفتیاں شرم نکردند اینکہ گفتند خیرخواہی ایشاں بود، حرام خدا را حلال گفتن و روا داشتن زنائے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کارے ست، ہر کہ بریں چنیں ضلالت فطیر تنبیہ کرد مستوجب شکر است نہ مستحق شکایت واللہ یہدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[2] و بر آں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگذارد و بر آں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بہر چہ تواند از زنائے پدرش بگریزد فوراً فوراً ورنہ آناں و مروجان آناں و مجوزان اینہا ہمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند، فنسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام شافعی ست و نص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللہ تعالٰی عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما الرجل المنسوب ذٰلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئہا بملک او شبہۃ فمذہبنا ومذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع

کیا جائے گا تو بغیر علم فتوٰی دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان مفتیوں کو یہ کہتے ہوئے خوف خدا نہیں کہ یہ خیرخواہی ہے۔ اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بتانا اور باپ کا بیٹی سے زنا کو جائز کرنا کوئی آسان کام ہے، ہرگز نہیں، اور جس شخص نے ان کو اس گمراہی پر تنبیہ کی وہ شکریہ کا مستحق ہے نہ کہ شکایت کا، اور اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس نکاح کرنے والے زانی پر فرض ہے کہ وہ فوراً لڑکی کو آزاد کرے اور جدائی اختیار کرے، اور منکوحہ مزنیہ پر لازم ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق رضاعی باپ کے زنا سے دور بھاگے اور جدائی اختیار کرے ورنہ یہ دونوں اور نکاح کو نافذ کرنے والے اور جائز کرنے والے سب اللہ تعالٰی کے شدید عذاب کا انتظار کریں، ہم اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شافعی مسلک کے شیخین میں سے ایک برگزیدہ امام ابوزکریا نووی جن کی نص امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے منصوص کی طرح ہے، انہوں نے شرح مسلم شریف میں فرمایا ہے کہ وہ شخص جس کی طرف یہ دودھ منسوب ہے کیونکہ وہ عورت کا خاوند ہے یا لونڈی کا مالک یا شبہہ کی بنا پر وطی کی ہے تو اس کے متعلق ہمارا اور تمام علماء کا مذہب ہے کہ اس کے اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

ویصیر ولدالہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع
واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل
اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ،
ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل
ولم یخالف فی ھذا الا اھل
الظاھر وابن علیۃ[1] ایں تصریح
صریح ایں امام شافعیہ ست کہ مذہب ما و جملہ علماء
تحریم ست ودر خلاف ذکر نکردند جز فرقۂ ظاہریہ
وابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی از ینجا
نقل کرد کہ لم یخالف فی ھذا الخ
وصدر کلام کہ فرمودہ بود کہ مذہب ما و
مذہب جملہ علماء تحریم ست در پردہ اخفا
داشت وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ را خلف
از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ خلاف جمیع
مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین شاہ عبدالعزیز
صاحب گفتہ اند داؤد ظاہری وتبعانش را
از اہل سنت وجماعت شمردن ورجہ مرتبہ از جہل و
سفاہت ست رافضیاں کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ
باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند شاہ صاحب
جوابش دادند کہ فرقۂ ظاہریہ ہرگز از اہلسنت
نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں را سنی
گرفتہ بر سنیاں طعن مے کنید، امام ابن حجر
مکی شافعی در کف الرعاع فرمایند اعلم

حرمتِ رضاع ہوگی اور یہ اس بچے کا باپ ہوگا، اور اس
کی دوسری اولاد اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے اور
اس شخص کے اپنے بھائی بہن اس بچے کے لیے چچا
اور پھوپھی ہوں گے اور اس بچے کی اولاد اس شخص کی
اولاد قرار پائے گی، اس میں اہلِ ظاہر وابن علیہ کے
بغیر کسی کو اختلاف نہیں۔ شافعی حضرات کے امام کی
صاف تصریح ہے کہ ہم اور تمام علماء اس تحریم پر متفق
ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے اس میں فرقہ ظاہریہ اور
ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہ کیا۔ تعجب ہے کہ مجیب
نے امام نووی کی صرف اتنی عبارت کہ مخالفت نہیں
کی، کو نقل کیا اور اس سے پہلی عبارت "ہمارا
تمام علماء کا مذہب تحریم ہے" کو چھپا لیا اور پھر امام
شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کو غلط طور پر اہلِ ظواہر میں شمار
کر دیا، حالانکہ ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ اور مجتہدین کے
خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا
ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکاروں کو اہلسنت
سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ
فرقہ کو اہلسنت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہلسنت
پر اعتراض کئے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں
رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہرگز اہلسنت نہیں ہے
ان کو اہلسنت کہنا تمہاری انتہائی جہالت ہے جس کی
وجہ سے تم سنیوں پر اعتراض کرتے ہو۔ امام ابن حجر مکی
شافعی اپنی کتاب کف الرعاع میں فرماتے ہیں، جاننا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

ان الائمة صرحوا بان الظاهرية لا يعتد بخلافهم ، ولا يجوز تقليد احد منهم لانهم سلبوا العقول حتى انكروا القياس الجلي[1] نیز فرمودہ لانهم اصحاب ظاهرية محضة تكاد عقولهم ان تكون مسخت ، ومن وصل الى انه يقول ان بال الشخص فى الماء تنجس او فى اناء ثم صبه فى الماء يتنجس كيف يقام له وزن ، ويعد من العقلاء فضلا عن العلماء[2] . بچنیں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلیغ نمودہ اند و در مذہب خود بہرے از خلاف ندادہ اند و اجلہ اکابر او را [illegible] اصحاب ایشان وفقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری فرمودہ فیہ دلیل علی ان لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمة فی جهة صاحب اللبن کما تثبت فی جانب المرضعة فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اثبت عمومة الرضاع والحقها بالنسب وهذا مذهب الشافعی

چاہیے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ ظاہریہ فرقہ کے مخالف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے۔ کیونکہ وہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتی کہ وہ قیاس جلی کا بھی انکار کرتے ہیں۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں تقریباً بے عقل ہیں اور یہاں تک کہہ گئے اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے تو ناپاک ہے اور اگر کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے تو پانی پاک ہے ناپاک نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں، ان کو اہل عقل میں شامل کرنا کیسے مناسب ہے چہ جائیکہ ان کو علماء میں شمار کیا جائے۔ اسی طرح دیگر شوافع حضرات نے بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات کی ہیں اور انہوں نے اس مسئلہ میں کوئی بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا اور بڑے بڑے ائمہ شوافع نے اس مسئلہ کو متفق علیہ اور چاروں اماموں کا مسلک قرار دیا ہے اور کہا کہ ائمہ کے اصحاب اور علاقوں کے تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے چنانچہ امام احمد عسقلانی شافعی نے اپنی کتاب ارشاد الساری میں فرمایا، اس میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کا دودھ ہے وہ حرمت پیدا کرتا ہے چنانچہ جس طرح دودھ والی عورت کی طرف سے حرمت ثابت اسی طرح اس کے مرد کی طرف سے بھی حرمت ثابت ہوگی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضاعی چچا کا اثبات

---

[1] کف الرعاع القسم الرابع عشر باب فی بیان ان مامرہ صغیرۃ او کبیرۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۴۴

[2] 〃 تنبیہ اول التحلیل والرد علیہا 〃 〃 〃 ۱۲۸

وابی حنیفه وصاحبیه ومالك واحمد كجمهور الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار[1]، امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذهب الجمهور من الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار كابي حنيفة وصاحبيه ومالك والشافعي واحمد واتباعهم الى ان لبن الفحل يحرم[2]، امام ابو یوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید والفحل الذی منه اللبن ابوه واولاده من المرضعة وغيرها اخوته واخواته[3]، علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرة العین فرماید تصير المرضعة امه وذو اللبن اباه وتسرى الحرمة من الرضيع الى اصولهما وفروعهما وحواشيهما نسبا ورضاعا[4] تا اینجا بود نصوص کبرائے شافعیات وصاحب البیت ادری بما فی البیت وصاحب الدار ادری، امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید لم يقل احد من ائمة الفقهاء واهل الفتوى باسقاط حرمة لبن الفحل

فرمایا اور نسب کی طرح قرار دیا ہے اور یہی مذہب امام شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا ہے جس طرح کہ صحابہ اور تابعین اور تمام علاقوں کے علماء کا یہی مذہب ہے۔ اور امام قسطلانی شافعی نے فتح الباری میں فرمایا کہ تمام صحابہ، تابعین اور فقہاء ابوحنیفہ، ان کے صاحبین، مالک، شافعی اور احمد اور ان کے تمام متبعین کا مذہب یہ ہے کہ دودھ والا مرد بھی حرام ہوتا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی نے کتاب الانوار میں فرمایا کہ جس مرد سے عورت کو دودھ اترا وہ دودھ پینے والے بچے کا باپ ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس مرضعہ سے ہو یا کسی دوسری عورت سے وہ سب اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے۔ علامہ زین الدین شافعی ابن حجر مکی کے شاگرد قرۃ العین میں فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی ماں، اور دودھ والا مرد باپ ہوگا، اور پھر یہ حرمت شیرخوار بچے سے مرد و عورت کے اصول و فروع اور ان کے نسبی اور رضاعی متعلقین تک سرایت کرجاتی ہے۔ تمام نصوص شافعی حضرات کی اس مسئلہ میں یہی ہیں، جبکہ گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے۔ برگزیدہ امام قاضی عیاض مالکی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہاء اور اصحاب فتوٰی میں سے کسی نے بھی دودھ والے خاوند کی حرمت کو

---

[1] ارشاد الساری کتاب الرضاع باب لبن الفحل دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۴۳
[2] فتح الباری کتاب النکاح " " " دار المعرفۃ بیروت ۹/ ۱۳۰-۳۱
[3] الانوار لاعمال الابرار
[4] قرۃ العین مع شرح فتح المعین ارکان النکاح مطبعۃ عامر الاسلام ترورنادی کیرالہ ص ۳۹۰

الا اھل الظاھر وابن علیۃ والمعروف عن داؤد موافقۃ الائمۃ الاربعۃ

امام جلیل بدرالدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرمایند لبن الفحل یحرم وھو قول ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد واصحابھم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمۃ الخ (ملخصاً) این ست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات ونسبتے کہ درخانیہ وہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بارہا زلت روی نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحربیہ در دار الحرب، و دیگرے از حدیث فیہ حلت غراب بحضرت امام اعظم نسبت کردہ و ہردو باطل است و در ہدایہ حلت متعہ بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ امام مالک بر وے حد زنا مے زنند کما ھو قول عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اذ قال جرب علی نفسک لانک فعلتھا لارجمنک باحجارک بخلاف حنفیہ و دیگر ائمہ کہ حرام دانند و تا حد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است ہرگز نہ مذہب امام شافعی است

ساقط نہیں کیا ماسوائے ابن علیہ اور اہل ظاہر حضرات کے، اور داؤد ظاہری سے نقل مشہور ہے کہ وہ بھی ائمہ اربعہ کے موافق ہے۔ برگزیدہ امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ دُودھ والے خاوند کی حرمت تمام ائمہ ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کسی امام نے اس حرمت کے اسقاط کا قول نہیں کیا، یہ ہیں تمام ثقہ ائمہ کی نصوص جو ان سے منقول ہیں، اور وہ جو خانیہ اور ہدایہ میں اس کے خلاف ان ائمہ کی طرف منسوب ہے وہ ان نصوص کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ بارہا دُوسرے کے مذہب کو نقل کرنے میں اکثر لغزش ہو جاتی ہے شافعی مسلک کے اکابرین میں سے ایک نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب کردیا کہ ان کے نزدیک دار الحرب میں حربی عورت سے زنا جائز ہے اور دُوسرے نے امام ابوحنیفہ کی طرف کوّے کے حلال ہونے کی نسبت کردی جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اور اسی ہدایہ میں امام مالک کی طرف متعہ کے حلال ہونے کی نسبت کردی گئی حالانکہ امام مالک ایسے شخص پر حدِ زنا لگاتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول ہے کہ یہ تجربہ کرکے دیکھ اگر تو کریگا تو میں تجھے تیرے ہی پتھروں سے رجم کروں گا بخلاف حنفیہ اور دیگر ائمہ کہ وہ متعہ کو حرام کہتے ہیں مگر حد نہیں لگاتے

۱؎ شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض مالکی

۲؎ عمدۃ القاری باب لبن الفحل ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۲۰/۹۷

صحیح بخاری باب نکاح المحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶۵

مذہب ہیچکس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ، ابن علیہ مردے از محدثین است عداد او در مجتہدین ائمہ نیست واگر باشد متفرد است وظاہریہ خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست و وفاقش مضر نشود وبخلافش خلل نپذیرد ، لانہم لیسوا من الائمۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ وانما ہم من امۃ الدعوۃ ، کما فی مرقاۃ المفاتیح وغیرہما ، وخود درخصوص ظاہریہ از امام ابن حجر مکی گذشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست پس دریں مسئلہ حکم بخلاف وازنہار مسلم نیست اولاً خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب ۱؎ این حدیث بالفاظ متنوعہ وروایات متکثرہ در دواوین اسلام مروی ومنقول است واز صدر اسلام تا حال میان علماء متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در ہمان جامع فرمایہ والعمل علی ہذا عند عامۃ اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خلاصہ یہ کہ یہ نکاح باطل ہے اور کسی بھی امام خواہ شافعی ہوں یا کوئی اور مجتہدین میں سے کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم ، ابن علیہ کا شمار محدثین میں تو ہوتا ہے مگر مجتہدین میں نہیں ، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دوسرے ائمہ سے الگ تھلگ ہے ۔ رہا ظاہریہ فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے جبکہ اجماع کے معاملہ میں بدعتی کا اعتبار نہیں ہوتا، اس کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اثر اجماع پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ ائمہ میں سے نہیں ہیں ، جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے اور اُمتِ اجابہ میں سے نہیں بلکہ وہ امتِ دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے ۔ اور خود ظاہریہ فرقہ کے بارے میں امام ابن حجر مکی کا قول گزرا کہ ان کی مخالفت قابلِ التفات نہیں ہے لہذا اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں اوّلاً اس لیے کہ اس کا حلال سنتِ مشہورہ کے خلاف ہے جو کہ یہ ہے جو نسب کی بنا پر حرام فرمایا ہے وہ رضاعت کی بنا پر بھی اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے ، یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر روایات میں ہے اور اسلام کی قانونی کتب میں مروی ومنقول ہے اور ابتداء اسلام سے آج تک علماء کے درمیان مقبول ہے ، امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ اسی پر عام صحابہ اور بعد والوں کا عمل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

۱؎ جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۶

وغیرھم لا نعلم بینھم فی ذٰلک اختلافاً[1]
وحکم برخلاف سنت مشہورہ نافذ نشود، در تنویر
الابصار است اذا رفع الیہ حکم قاض
اٰخر نفذہ الا ما خالف کتاباً او سنۃً
مشہورۃً او اجماعاً[2] ثانیاً مخالف اجماع
من یعتد باجماعھم افتادہ است کما تقدم
بیانہ وامام شعرانی شافعی در میزان الشریعۃ
الکبریٰ فرمود اتفق الائمۃ علی انہ یحرم
من الرضاع ما یحرم من النسب[3]
وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست، ائمہ ثقات اثبات
از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ
ند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہریہ و
ابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ امام قاضی
عیاض مالکی وامام ابوزکریا نووی شافعی وامام
محمود عینی حنفی گزشت فمن العجیب نسبۃ
الغرائب الیھم علی ما وقع
فی فتح المغیث، واگر بالفرض ایجا
قولے ضعیف نقل بود کما اوّل بہ فی
الفتح الفقھی، پس حکم وفتوے بر قول
ضعیف ومرجوح خود جہل وخرق اجماع
است کما فی تصحیح القدوری

اور سنت مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہو سکتا،
اور تنویر الابصار میں ہے کہ جب ایک قاضی کے پاس
دوسرے قاضی کا حکم پہنچے تو اس کو نافذ کرے بشرطیکہ
کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے خلاف
نہ ہو، ثانیاً اس لیے کہ جن لوگوں کا اجماع معتبر
ہے ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے بیان
ہو چکا ہے، اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ
میں فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو
رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاع کی وجہ
سے بھی حرام ہے اور اجماع کے خلاف حکم نافذ
نہیں ہو سکتا، اور کسی مسئلہ کو ثابت قرار دینے والے
ائمہ ثقات خود بھی شاذ حکایات سے غافل نہیں ہوتے
بلکہ خود ان کو ذکر کر دیتے ہیں، نیز انھوں نے یہ تصریح
بھی کی ہے کہ اس مسئلہ کا ظاہریہ اور ابن علیہ کے
بغیر کسی نے خلاف نہیں کیا، جیسا کہ امام قاضی عیاض،
ابوزکریا نووی شافعی اور امام محمود عینی حنفی سے گزرا
فتح المغیث میں ان حضرات کی طرف شاذ امور کو منسوب
کرنا تعجب کی بات ہے، اگر بالفرض یہاں کوئی
ضعیف قول نقل کیا گیا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں تاویل
کی گئی ہے تو بھی ضعیف قول اور مرجوح قول پر فتویٰ دینا
خود جہالت اور اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ قاسم

---

[1] جامع الترمذی — ابواب الرضاع — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۷
[2] درمختار شرح تنویر الابصار — کتاب القضاء باب فی الحبس — مجتبائی دہلی ۲/ ۷۹-۷۸
[3] میزان الشریعۃ الکبریٰ — کتاب الرضاع — مصطفی البابی الحلبی مصر ۲/ ۱۳۸

ثالثاً علامہ قاسم والدر المختار حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد را روا نبود برخلاف امام خود حکم کردن در تنویر الابصار است قضیٰ فی مجتهد فیه بخلاف رأیه لاینفذ مطلقا وبه یفتیٰ[1] و در درمختار است ع

ولو حكم القاضي بحكم مخالف
لمذهبه ما صح اصلا يسطر[2]

ورد المحتار آورد اما المقلد فلا يحل له المخالفة[3] مجیب عبارتش از سابق و لاحق قطع کردہ آورد و خود در قدر منقول خود لفظ ادعیٰ ندید رابعاً اگر از ہمہ گزرند قضاء شرعی چیزیست کہ رفع خلاف مے کند، نہ کہ دو حرف خوانند و بر مسند افتاء نشستند، ہرچہ خواہند بر زبان رانند، و خلاف مرتفع شود، و مذہب مردود شد، حاشا للہ لایقول بہ جاہل فضلا عن فاضل نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری غفرلہ

کی تصحیح القدوری میں اور درمختار میں ہے ثالثاً مخالف کے قول پر فیصلہ کا اختیار صرف مجتہد قاضی کو ہے، مقلد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے امام کے قول کے خلاف فیصلہ کرے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قاضی کا مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ مطلقاً نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا اور یہ صحیح نہ ہوگا۔ اور رد المحتار میں کہا، لیکن مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ مجیب نے ان کی عبارت سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کی اور خود اس نے جو ان کی عبارت نقل کی اس میں لفظ ادعیٰ کو نہ دیکھا، رابعاً یہ کہ اگر مذکورہ امور کو نظر انداز بھی کردیں تو قضاء شرعی طور پر ایسا اہم عہدہ ہے کہ جس میں جمہور کے خلاف کو ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ چند حرف پڑھ لے اور مسند قضاء پر بیٹھ کر جو کچھ چاہے اس کو زبان پر جاری کردے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرے فیصلے سے خلاف قوی اور مذہب کمزور ہوگا، اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، خلاف والا قول جاہل بھی نہ کرے چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے، اللہ تعالیٰ سے عافیت اور معافی کی درخواست ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری غفرلہ

---

[1] درمختار متن تنویر الابصار باب القضاء فصل فی الحبس مجتبائی دہلی ۲/۸۰
[2] درمختار " " " " " ۲/۸۰
[3] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۳۵

فی الواقع نکاحِ مذکور باطل و حرام محض ست و بر آں کس از دخترِ دختر برادر خودش فوراً فوراً جدا شدن فرض است تزویج ایشاں جہل و تنفیذ او ظلم شدید۔ واللہ تعالٰی اعلم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل اور محض حرام ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اپنے بھائی کی نواسی سے جُدائی اور علیحدگی اختیار کرے۔ اس نکاح کو نافذ کرنا اور جائز کہنا جہالت اور ظلم شدید ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

رسالہ

الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن

۳۰ ھ ۱۳

(اولادِ رضیع اور اولادِ مرضعہ کے درمیان حُرمتِ نکاح کا عمدہ اور روشن بیان)

کسی کم علم نے ایک غلط فتوی درباب جوازِ نکاح مابین اولادِ رضیع و مرضعہ لکھ دیا تھا وہ فتوی بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام وخطیب مسجد وزیر خان اعلحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی تک پہنچا تو آپ نے اس کے رد میں مندرجہ ذیل فتوی المسمی بہ الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن مستند بنصوص صحیحہ و مبرہن بہ براہینِ شرعیہ تحریر فرمایا،

وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان فجعلہ نسبا وصھرا وجعل الرضاع کالنسب فوھب بہ محرمیۃ اخری والصلوۃ والسلام علی من ھدانا للصواب

اللہ تعالی کے لیے سب تعریفیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کو نسب اور سسرالی رشتہ سے نوازا اور رضاعت کو نسب کی مثل بنایا تو اس کے سبب ایک اور محرمیت عطا کی، صلوۃ وسلام اس ذات پر جس نے ہمیں درستگی

ووعد علیہ جزیل الثواب فاعظم البشری و وجب التثبت فی الافتاء وحرم الاجتراء فاوعد علیہ وعید انکرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ والمنتمین الیہ دنیا واخری، اٰمین!

کی رہنمائی فرمائی، اور اس پر بھاری ثواب کا وعدہ دیا تو بشارت عظیم فرمائی اور جس نے فتوٰی دینے میں ضبط کو واجب اور جسارت کو حرام فرمایا تو جسارت پر سخت وعید فرمائی، اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور ان سب پر جو آپ کی طرف دُنیا و آخرت میں منسوب ہوں، آمین (ت)

مسئلہ ۲۸۰: از لاہور مرسلہ مولوی اکرام الدین صاحب بخاری امام وخطیب مسجد وزیرخاں مرحوم
۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ ہجری المقدس

جناب مستطاب، معدنِ آداب، قدوۃ الابرار واسوۃ الاخیار، زین الصالحین وزبدۃ العارفین، علامۃ العصر وفرید الدہر، حامی اہل السنۃ، مجدد مائۃ حاضرہ، استاذ زمان ومقتدائے جہاں، دام ظلہم، نتیجہ خاطرہ، درۃ تاج الفیضان، ثمرۃ شجرۃ ضمیرہ باکورۃ بستان العرفان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد اتحاف اساس تسلیمات جو اصورت گر رخسارہ صفا اماراتش از تکلف حلی عبارت مستغنی ست، در نظر آں سلطان مملکت عرفان معروض می دارم التماس۔ مخلصانہ بمودت والا مرتبت آنست کہ فتوی بہ ہمراہی مکتوب ارسال داشتہ شد جواب آں رائے مبارک عالی سطرے نوشتہ بنام نیاز مند ارسال نمایند۔ الٰہی سلامت باشند ثم السلام۔ کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفا عنہ الباری۔

فراوانی اور روشن تسلیمات کے تحائف جن کا رُخ زیبا دامن الفاظ کے تکلف کا محتاج نہیں، سلطنت عرفاں کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد مخلصانہ التجا ہے کہ مکتوب ہذا کے ساتھ ایک فتوٰی ارسال خدمت ہے اپنی رائے عالی کے مطابق چند سطریں تحریر فرماکر اس نیاز مند کے نام روانہ فرمادیں اللہ تعالٰی سلامت رکھے، والسلام۔ کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفا عنہ الباری۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے، اس شخص اور اس کی بہن سے اولاد پیدا ہوئی ہے، یہ بھائی بہن اپنی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، ان کی اولاد کا نکاح شرعاً آپس میں درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شخص مذکور کی اولاد کا نکاح اس کی بہن مرضعہ کی اولاد کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت خاص رضیع کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ رضیع کے اصول وفروع کے لیے حرمت مذکورہ ثابت نہیں ہوتی، پس دودھ پینے والے پر دودھ پلانے والی بمعہ جمیع فروع واصول کے حرام ہے، فروع رضیع پر فروع مرضعہ ہرگز حرام

نہیں ہوسکتا، چنانچہ شرح وقایہ وغیرہ میں محرمات بالرضاعہ کو اس شعر میں درج کیا ہے: ؎

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند
وز جانب شیر خوارہ زوجان و فروع

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیر خوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ، اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔ ت)

تحرم المرضعة و زوجها على الرضيع و يحرم قومهما على الرضيع كما في النسب و تحرم فروع الرضيع على المرضعة و زوجها و يحرم زوجا الرضيع على المرضعة و زوجها[1] كذا في شرح الوقاية ص ۹۳۔

دودھ پلانے والی خود، اس کا خاوند، اور اس کی قوم دودھ پینے والے پر حرام ہوگی جیسے نسب میں حرام ہیں اور دودھ پینے والے کے فروع دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند پر حرام ہیں، اور خود دودھ پینے والا اور اس کا زوج یا زوجہ دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر حرام ہیں، شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے ص ۹۳ (ت)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حرمت رضاعت رضیع کے لیے ثابت ہے، رضیع کی اولاد پر مرضعہ کی اولاد جائز ہے، بنابریں شخص مذکور کی اولاد اپنی ہمشیرہ کی اولاد پر حلال ہے، آپس میں ان کا نکاح درست ہے۔

الجواب

انا للہ و انا الیہ راجعون، انا للہ و انا الیہ راجعون، انا للہ و انا الیہ راجعون،

حرام قطعی حلال کر دیا گیا، محارم سے زنا حلال کر دیا گیا، چچا بھتیجی کا نکاح حلال کر دیا گیا، پھوپھی بھتیجے کا نکاح حلال کر دیا گیا، ماموں بھانجی کا عقد حلال کر دیا گیا، خالہ بھانجے کا زنا حلال کر دیا گیا، حاصل یہ ہے کہ ماں بیٹے کا نکاح حلال کر دیا گیا، باپ بیٹی کا زنا حلال کر دیا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اول یہ قیامت مراد آباد میں ایک وہابی خیال مولوی عالم صاحب نے اٹھائی اور غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین مع اذناب نے اس پر مہر لگائی، یہاں سے اس کا رَد ہو گیا، وہ بیچارہ ناسیا رجوع کر گیا۔ اور دوسرا فتوٰی اس کی حرمت میں لکھا اور پہلے کا یہ عذر بہ تراز گناہ پیش کیا کہ:

قبل ازیں فتوائے مولوی عالم صاحب کہ در حلت آں نوشتہ بودند بر اعتماد ایشاں بنظر سرسری

اس سے پہلے مولوی عالم صاحب کے فتوٰی پر جو کہ اس کے حلال ہونے میں انھوں نے لکھا تھا

[1] شرح وقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/۹۲

مُہر کردہ شد۔ ‏ ‏ ان پر اعتماد کرتے ہوئے سرسری نظر سے میری مُہر لگادی گئی (ت)

حلال وحرام خصوصاً معاملہ فروج میں ظاہر سرسری کا عذر اپنی کیسی صریح بددیانتی اور آتشِ جہنم پر سخت جرأت و بیباکی کا کھلا اقرار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار۔[1] ‏ ‏ تم میں سے جو فتووں پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔ (ت)

خیر یہ تو غیر مقلدی کے لازم بیّن ہے مگر اعتماد ایشاں نے انکے اجتہاد کی جان پر پوری قیامت توڑ دی۔ اے سبحان اللہ! مجتہدی کا دعوٰی اور ایک ادنٰی سے ادنٰی مقلد پر حلال وحرام میں یہ تکیہ بھروسا۔ اور "مُہر کردہ شد" کے لطف کو تو دیکھئے، کیا شرمایا ہوا صیغہ مجہول ہے، گویا انہوں نے خود اس پر مُہر نہ کی کوئی اور کرگیا، الٰہی یوں اپنی شانیاں دکھاتا ہے اور ائمہ کے مقابلہ کا مزہ چکھاتا ہے فنسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) اس کی تفصیل اُسی زمانہ میں رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا میں لکھی گئی۔ دوبارہ اسی زمانے محارم کو حلال کرنے کی سخت اشد آفت کلکتہ سے اُٹھی، کوئی صاحب مولوی لطف الرحمٰن بردوانی ہیں انہوں نے جہان بھر کے تمام علماء کو مخاطب کرکے ایک عربی طویل سوال چھپوایا اور یہاں بھیجا، بفضلہ تعالٰی اس کے جواب میں [illegible] البیان لحرمۃ اخت اللبان اعلیٰ مباحث واعلیٰ حدود ونصوص پر مشتمل تصنیف ہوکر بھیج دیا گیا، جس نے بحمداللہ تعالٰی سارا اُبال بٹھا کر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[2] (حق آیا اور باطل زائل ہوا بیشک باطل زوال پذیر ہے۔ ت) کا نقشہ کھینچ دیا۔ اب سہ بارہ یہ بلائے عظیم لاہور سے اُٹھائی گئی تھی، گویا ہر سولھویں سال اس وبال میں اُبال آتا ہے، پہلے ۱۲۹۷ھ میں اُٹھا پھر ۱۳۱۳ھ میں، اب ۱۳۳۰ھ میں۔ وہابیہ کو ایسے فتوے زیب دیتے تھے کہ اُن کے قلوب اوندھے کردئے جاتے ہیں مگر افسوس بار صد حسرت تو یہ ہے کہ ہمارے بعض سُنی علماء نے اس میں شرکت کی، اناللہ وانا الیہ راجعون، ابھی چند ہی مہینے تو ہوئے کہ فقیر نے اس واقعہ پر مولوی نذیر حسین دہلوی کا اپنا رسالہ تازہ کا مسمّی السیف الواھم فی ابدال فرض من الدراھم میں ذکر کیا اور وہ چھپ کر شائع ہوگیا، احباب نے یا تو اس ضروری تصنیف کو براہ بے پروائی ملاحظہ نہ فرمایا، یا اس قدر جلد بھول گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر اس کا ذکر تجلی البیان میں بہ تقریب

۱؎ کنز العمال ‏ حدیث ۲۸۹۶۱ ‏ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ‏ ۱۰/ ۱۸۴

۲؎ القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

ازہاق اوہام بردوائی اس مسئلہ کی تحقیق بازغ کرچکا ہے، یہاں صرف چند نصوص جہتدی کی چندی کرکے عرض کرے کہ کسی طرح اس دھوکے کا سدِّباب تو ہو، آخر یہ فتنہ کتنی بار اٹھے گا!

نص ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔[1] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔ (اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں، اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد اپنی بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتہ رکھتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے۔ اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹیاں بھی تو رضیع کی بہن نہ ہوئی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا، تو ہندہ کی بیٹی کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہوجائے گی حالانکہ وہ بہ نص صریح قرآن عمرو کی بہن ہے۔

قال اللہ تعالٰی: وامھٰتکم التی ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعۃ۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ (ت)

وعلٰی ہذا القیاس باقی صورتیں، اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہوگئے تو رضیع کی اولاد اولادِ مرضعہ کے لئے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً قطعاً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا نکاح کیونکر حلال ہوسکتا ہے! ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نص ۲: صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور صحیح مسلم میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، انہوں نے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی قریش میں سب سے زائد خوبصورت نوجوان ہیں، حضور چاہیں تو ان

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶
[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

نکاح فرمالیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انہا لا تحل لی انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الرحم۔[1]	وُہ میرے لیے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو کچھ نسبی رشتہ سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔

دُوسری حدیث کے لفظ یہ ہیں:

اما علمت ان حمزۃ اخی من الرضاعۃ وان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب۔[2]	تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں اور اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام فرمائے وُہ دودھ سے بھی حرام فرمائے ہیں۔

صاف ارشاد ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام، جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا وہ اپنی بہن کے بیٹے کا رضاعی بھائی ہوگیا تو اس کی بیٹی بہن کے بیٹے کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے!

نص ۳: نیز صحیحین میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں فرمایا:

لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ ارضعتنی وایاہ ثویبۃ۔[3]	یعنی اوّل تو میری ربیبہ ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بیٹی ہے اور اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی

جب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی کہ اس کے باپ ابوسلمہ میرے رضاعی بھائی تھے مجھے اور اُن کو ثویبہ نے دُودھ پلایا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ بھی اسی طرح نص صریح ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔

نص ۴ و ۵: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں شرح السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ تعالٰی سے شرح حدیث اول میں ہے:

فی الحدیث دلیل علی ان حرمۃ الرضاع کحرمۃ النسب فی المناکح فاذا ارضعت المرأۃ رضیعا یحرم علی الرضیع واولادہ من	یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نکاحوں کے بارے میں دودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے، تو جب کوئی عورت کسی بچّہ کو دُودھ پلائے تو اس رضیع اور

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶
[2] مسند امام احمد " دارالفکر بیروت ۱/۲۷۵
[3] صحیح مسلم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

اقارب المرضعة کل من یحرم علی ولدھا من النسب[1]

رضیع کی اولاد پر مرضعہ کے وہ سب رشتہ دار حرام ہوجائیں گے جو مرضعہ کی نسبی اولاد پر حرام ہیں۔

یہ عام نص صریح ہے کہ رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔

نص ۶ : تفسیر نیشاپوری میں دُودھ کی بھتیجیوں بھانجیوں کے بیان میں ہے :

کذلک بنات من ارضعت امک[2]

یعنی اسی طرح جس کو تیری ماں نے دُودھ پلایا۔ وُہ مرد تھا تو اس کی بیٹیاں تیری بھتیجیاں ہوگئیں، اور عورت تھی تو اس کی بیٹیاں تیری بھانجیاں ہوگئیں اور یہ سب بنت الاخ و بنت الاخت میں داخل اور حرام ہیں۔

نص ۷ : مستخلص شرح کنز میں ہے :

تحرم زوجة الرضیع علی زوج المرضعة و کذا ابنته و بنت ابنته علی زوج المرضعة و ابنائه کما افھم من شرح الوقایة[3]

یعنی رضیع کی بی بی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے یونہی رضیع کی بیٹیاں نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں، شرح وقایہ کا مفاد یہی ہے۔

نص ۸ : ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ صحیحین بخاری و مسلم میں ہے :

جاء عمی من الرضاعة فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه عمک فلیلج علیک[4] ھذا مختصر۔

میرے رضاعی چچا آئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : دُودھ کا چچا بھی چچا ہے، اُن سے پردہ کی حاجت نہیں۔ (مختصراً)

شیخ محقق نے لمعات میں رضاعی چچا کی یہ تفسیر فرمائی :

بان ارضعتها ام ابیها او امه ارضعت اباها[5]

یعنی دُودھ کے چچا یُوں کہ یا تو ام المومنین کی دادی نے انھیں دُودھ پلایا یا اُن کی ماں نے ام المومنین کے باپ کو دُودھ پلایا۔

یہ صورت دوم تصریح صریح ہے کہ اپنی ماں نے جسے دُودھ پلایا اس کی بیٹی اپنی بھتیجی اور حرام ہے۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المحرمات مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/۲۲-۲۲۳

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) حرمت علیکم امہاتکم کے تحت مصطفی البابی مصر ۵/؟

[3] مستخلص الحقائق کتاب الرضاع دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۲/۹۹

[4] صحیح مسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[5] لمعات التنقیح

نص ۹ و ۱۰: امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں شوہر مرضعہ کی نسبت فرماتے ہیں:

واللفظ للنووی فمذھبنا ومذھب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع ویصیر ولدا لہ ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل[1] (ملخصا)

امام نووی کے الفاظ میں ہمارا اور تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ رضیع اور شوہر مرضعہ میں حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، رضیع اس کا بچہ ہوجاتا ہے اور رضیع کی اولاد اس شخص کی اولاد ہوجاتی ہے:

یعنی اولادِ رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی نواسا نواسی باجماعِ قطعی ہے یونہی باجماعِ مذاہبِ اربعہ جملہ ائمہ وفقہا وہ شوہرِ مرضعہ کے بھی پوتے نواسے ہیں، اور باجماعِ امت ہر مرد اپنے ماں باپ کے پوتا پوتی نواسا نواسی اپنے لیے حرام قطعی اور اپنے بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ہیں۔

نص ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴: فتح القدیر، بحرالرائق، طحطاوی، مرقاۃ شرح مشکوۃ وغیرہا میں ہے:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احال ما یحرم من الرضاع علی ما یحرم من النسب وما یحرم من النسب ما یتعلق خطاب تحریمہ بہ وقد تعلق بما عبر عنہ بلفظ الامھات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی ھذہ الالفاظ متحققا من الرضاع حرم فیہ[2]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دودھ کی حرمتوں کو نسب کی حرمتوں پر حوالہ فرمایا کہ جو نسب سے حرام ہے [illegible] دودھ سے بھی حرام ہے، اور نسب سے وہ حرام ہیں جن سے خطابِ الٰہی تحریم کے ساتھ متعلق ہوا، اور وہ ان سے متعلق ہوا ہے، جن پر ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ یا بھائی کی بیٹی یا بہن کی بیٹی کا لفظ صادق آئے، تو دودھ کے رشتوں میں جن جن پر یہ لفظ صادق آئیں وہ بھی حرام ہیں۔

ظاہر ہے کہ اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس پر بہن یا بھائی کا لفظ صادق ہے اور اسی لیے وہ اپنے اوپر حرام ہے تو اس کی اولاد پر اپنے بھائی یا بہن کے بیٹے بیٹی کا لفظ صادق ہے لاجرم وہ بھی قطعاً حرام ہیں۔

نص ۱۵: فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

الاصل الکلی فی الرضاع ان کل امرأۃ

یعنی دودھ کے رشتوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۶

[2] بحرالرائق کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۲۶-۲۲۵

انتسبت الیک او انتسبت الیها بالرضاع او انتسبتا الی شخص واحد بلا واسطة او احدهما بلا واسطة والآخر بواسطة فهی حرام[1]

چار قسم کی عورتیں حرام ہیں، اوّل وہ جو دودھ کے سبب تیری طرف منسوب ہو، یعنی تیری بیٹی پوتی نواسی کہلائے یہ رضاعی بیٹی ہوتی۔ دوسرے وہ کہ دودھ کے سبب تو اس کی طرف منسوب ہو یعنی اس کا بیٹا پوتا نواسا ٹھہرے یہ رضاعی ماں ہوتی۔ تیسرے وہ کہ تو اور وہ دونوں ایک شخص کے بیٹا بیٹی قرار پائیں، یہ رضاعی بہن بھائی ہوئے۔ چوتھے وہ کہ تم میں ایک تو اس شخص کا بیٹا یا بیٹی ٹھہرے اور دوسرا اس شخص کا پوتا پوتی نواسا نواسی یہ رضاعی خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی ہوئے۔ اور اگر تو پوتا نواسا ہے اور وہ بیٹی تو وہ تیری پھوپھی یا خالہ ہوئے، شک نہیں کہ صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی بہن کی اولاد بلا واسطہ اس کے بیٹا بیٹی ہے اور دودھ پینے والے بھائی کی اولاد اس مرضعہ بہن کی پوتا پوتی، تو یہ تحریم کی خاص چوتھی صورت ہے

نص ۱۶: برجندی شرح نقایہ میں ہے:

بنت الاخ تشمل البنت النسبیة للاخ الرضاعی[2]

رضاعی بھائی کی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔

نص ۱۷ و ۱۸: شرح وقایہ و درر شرح غرر میں ہے:

بنت الاخت تشمل البنت النسبیة للاخت الرضاعیة[3]

رضاعی بہن کی بیٹی بھی بھانجی میں داخل ہے۔

نص ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵: متون معتمدہ مذہب کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر میں ہے:

واللفظ للغرر حرم تزوج اصله وفرعه واخته وبنتها وبنت اخیه والکل رضاعا[4] (ملخصا)

(غرر کے الفاظ ہیں) یعنی آدمی پر اس کے اصول و فروع اور بہن اور بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، اور یہ سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔

---

[1] فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ الرابع فی الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۵
[2] شرح نقایہ للبرجندی کتاب النکاح مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۶
[3] شرح وقایہ کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۲/ ۱۲
درر شرح غرر " احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت بیروت ۱/ ۳۳۰
[4] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " " " " " ۱/ ۳۳۰ - ۳۳۱

نص ۲۶: یونہی متن وافی میں لا یحل للرجل ان یتزوج بامہ و بنتہ واختہ وبنات اختہ و بنات اخیہ فرما کر شرح کافی میں فرمایا :

اعلم ان من ذکرنا من المحرمات من اول الفصل الی ھنا تحرم من الرضاع ایضا۔[۱]

یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور بھانجی اور بھتیجی حرام ہیں اور یہ جتنی محرمات شروع سے یہاں تک ہم نے ذکر کیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔

نص ۲۷: تبیین الحقائق میں ہے :

یحرم علیہ جمیع من تقدم ذکرہ من الرضاع وھی امہ واختہ وبنات اخوتہ الخ۔[۲]

یعنی جتنی عورتیں مذکور ہوئیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں رضاعی ماں اور بیٹی اور بہن اور رضاعی بہن اور بھائی کی بیٹیاں۔

نص ۲۸: درمختار میں ہے :

حرم علی المتزوج ذکرا او انثی اصلہ وفرعہ و بنت اخیہ واختہ وبنتہا والکل رضاعا۔[۳]

یعنی ہر مرد و عورت پر اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بہن اور بھائی [illegible] ان سب کی بیٹیاں جو اوپر [illegible] نسب سے ہوں یا دودھ سے، حرام ہیں۔

نص ۲۹: جوہرہ نیرہ میں ہے :

کذلک بنات اخیہ وبنات اختہ من الرضاعۃ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب۔[۴]

یعنی نسبی کی طرح رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔

ان تمام نصوص جلیلہ میں بالاتفاق بلاخلاف صاف صاف واشگاف تصریحیں فرمائیں کہ رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں، بھانجی، بھتیجی نسبی کی طرح حرام قطعی ہیں، اور شک نہیں کہ اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں

---

[۱] کافی شرح وافی

[۲] تبیین الحقائق	فصل فی المحرمات	مطبع الکبری الامیریہ مصر	۲/۱۰۳
[۳] درمختار	" " "	" مجتبائی دہلی	۱/۱۸۷
[۴] الجوہرۃ نیرہ	کتاب النکاح	مکتبہ امدادیہ ملتان	۲/۹۸

طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے، جس طرح مرضعہ کا بیٹا رضیع کا بھائی ہوا۔ واجب کہ یونہی رضیع پسرِ مرضعہ کا بھائی ہو، یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو۔ اور جب رضیع اولادِ مرضعہ کا یقیناً اجماعاً بھائی ہے جس سے انکار کسی ذی عقل بلکہ فہیم بچہ کو بھی متصور نہیں، اور جملہ ائمہ و نصوصِ مذہب صریح قطعی تصریحیں فرما چکے ہیں کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کی اولاد کے لیے کیونکر حلال ہو سکتی ہے، یہ یقیناً نصوصِ قطعیہ و اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے۔ ائمہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے اور رضیع اور پسرِ مرضعہ دونوں یقیناً آپس میں رضاعی بھائی ہیں، تو ان میں ہر ایک کی بیٹی دوسرے پر حرام قطعی ہے، کیا کوئی عاقل یہ بھی گمان کر سکتا ہے کہ ایک بھائی کی بیٹی تو دوسرے پر حرام ہو اور اس دوسرے بھائی کی بیٹی اس بھائی کے لیے حلال ہو۔ شرع، عرف، عقل، نقل کسی میں بھی اس لغو بیہودہ فرق کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ حاشا ہرگز نہیں۔

نص ۳۰: شرح وقایہ میں فرمایا: ؎

از جانب شیرده همه خویش شوند و ز جانب شیرخواره زوجان و فروع

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیرخوار کی جانب سے[1] اور اس کا زوج یا زوجہ [illegible] ۔ت)

یہ شعر نقایہ و شرح الکنز للملا مسکین میں بھی مذکور ہے۔ فاضل چلپی و فاضل قرہ باغی محشیانِ شرح وقایہ و علامہ برجندی شارحِ نقایہ نے تو اس پر ایک حرف بھی نہ لکھا اور علامہ قہستانی نے دو سطریں فارسی میں لکھ دیں جن سے ظاہری الفاظ کے سوا اصل مطلب کی کچھ توضیح نہ ہوئی[1] اور علامہ سید ابو السعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں آدھی سطر اس کے ترجمہ عربی کی لکھی جو شعر کے صرف ایک مصرع کا بھی آدھا ہی ترجمہ ہے[2] جیسے

[1] حیث قال یعنی شیردہندہ و شوہرش با فرزندان و پدران و مادران و خواہرانِ ایشان خویش شیرخوارہ شوند و شیرخوارہ و زنش یا شوہرش با فرزندانِ خویش شیردہندہ و شوہرش شوند ۱۲ منہ (م)

یوں کہا یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند، ان کی اولاد، والدین، بھائی اور ان کی بہنیں شیرخوار کے رشتہ دار ہوں گے اور دودھ پینے والا، اس کی بیوی یا خاوند، اولاد سمیت دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے رشتہ دار ہوں گے۔ (ت)

[2] حیث قال معنی البیت ان من وجانب الرضیع و فروعہ یحرم من علی ابیہ ۱۲ (م)

یوں کہا شعر کا معنی یہ ہے کہ دودھ پینے والے کی بیویاں اور اس کی اولاد اپنے رضاعی باپ پر حرام ہیں ۱۲ (ت)

[1] شرح وقایہ | کتاب الرضاع | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۶۹
[2] جامع الرموز | فصل فی المحرمات | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۵۰۱
[3] فتح المعین | | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۳

متاخر لکھنوی صاحب نے بھی عمدۃ الرعایہ میں اس ترجمہ پر قناعت کی، فقط ایک حرف زائد کیا وہ بھی غلط۔

حیث قال مفاد المصرع الاول ان من جانب المرضعۃ وکذا زوجھا یکون الکل ذا قرابۃ من الرضیع ای الذین لھم قرابۃ محرمۃ من النسب فیدخل فیہ المرضعۃ و زوجھا و اقرباؤھم ومفاد المصرع الثانی ان من جانب الرضیع انما یثبت القرابۃ للمرضعۃ و زوجھا من فرعہ واحد زوجیہ[1] انتھی۔

انھوں نے یوں کہا پہلے مصرع کا مفاد یہ ہے کہ دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کی جانب سے تمام رشتے دودھ پینے والے کے قریبی ہوں گے یعنی ان کے وہ رشتے جو نسبی طور پر حرام ہوتے ہیں، تو اس میں دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند اور ان دونوں کے اقرباء داخل ہوں گے۔ اور دوسرے مصرع کا مفاد یہ ہے کہ دودھ پینے والے کی جانب سے دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر تمام فروع اور اس کے زوج یا زوجہ کی قرابت ثابت ہوگی انتہی (ت)

ظاہر ہے یہ محض ترجمہ ہے، صرف اتنا زائد ہے کہ ان سے مراد محارم نسبی ہیں، یہ غلط ہے بلکہ ماں باپ کے جتنے علاقہ والے اولاد پر حرام ہوتے ہیں نسبی ہوں خواہ رضاعی خواہ صہری وہ خود ماں باپ کے محارم ہوں یا نہ ہوں، جہاں جہاں معنی محرم فی النسب موجود ہو سب مراد ہیں، مثلاً رضاعی ماں باپ کے رضاعی ماں باپ بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی بھتیجے بھتیجیاں بھانجے بھانجیاں جو خود رضاعی ماں باپ کے محارم رضاعی ہیں نہ کہ نسبی یوں ہی رضاعی ماں باپ کے سوتیلے ماں باپ رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں کہ وہ رضیع کے رضاعی نانا دادا کی بیبیاں ہیں اور رضیعہ کے رضاعی نانی دادی کے شوہر حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم صہری ہیں نہ کہ نسبی یوں ہی رضاعی باپ کی دوسری بی بی رضاعی ماں کا دوسرا شوہر رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں کہ وہ ان کے سوتیلے ماں باپ ہیں حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم ہی نہیں بلکہ حلیل و حلیلہ ہیں، تو قرابت محرمہ اور نسبیہ دونوں قیدیں غلط ہیں بلکہ سرے سے لفظ قرابت ہی ٹھیک نہیں کہ مصرع اول میں لفظ ھمہ مرضع و مرضعہ کے زوجین کو بھی یقیناً شامل اور زوجیت داخل قرابت نہیں۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے:

امك من الرضاع کل من ارضعتك او ارضعت من ارضعتك[2]

تیری رضاعی ماں سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ عورت جس نے تجھے یا تیری رضاعی ماں کو دودھ پلایا ہو (ت)

ہندیہ میں ہے:

المحرمات بالصھریۃ اربع فرق الاولی

نکاح کی وجہ سے محرمات کے چار گروہ ہیں، پہلا

[1] عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/۴۴

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) تحت آیۃ حرمت علیکم امہاتکم الخ مصطفی البابی مصر ۵/۸

نساء الآباء والاجداد من جهة الاب والام وان علوا كذا فی الحاوی القدسی۔[1]

ماں باپ کی طرف سے سگے باپ دادوں کی بیویاں اگرچہ یہ باپ دادے اوپر تک ہوں۔ حاوی القدسی میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

پھر لکھا:

المحرمات بالرضاع كل من تحرم بالقرابة و الصهرية كذا فی محيط السرخسی۔[2]

رضاعی محرمات وہ تمام جو قرابت اور نکاح سے حرام ہوتے ہیں، محیط سرخسی میں یوں ہی ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لا يجوز له ان يتزوج بامه ولا بموطوءة ابيه ولا ببنت امرأته كل ذلك من الرضاع۔[3]

اس کو یہ جائز نہیں کہ وہ ماں باپ کی وطی کردہ بیوی اور اپنی بیوی کی بیٹی ان رضاعی رشتوں سے نکاح کرے۔ (ت)

غرض فقیر نے نہ دیکھا کہ اس شعر کا ایضاح کسی نے کیا ہو، اور اہل زمانہ کو اس کی فہم میں دقتیں بلکہ سخت لغزشیں ہوتی ہیں لہذا بقدر حاجت اس کی شرح کر دینی مناسب۔

فاقول وباللّٰه التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اصل علت حرمت جزئیت ہے کہ نسب میں ظاہر اور رضاع میں کرامت نساء سے شرعاً کرامت تعرف جزئیت میں بھی معروف و مشہور ہوئی جس کے لحاظ سے امہاتکم التی ارضعنکم فرمایا اور زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے کما حققه فی الهدایة والکافی والتبیین وغیرها (جیسا کہ ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) مگر زوجیت میں اس کا تحقق نہایت غور میں ہے کہ مدارک عامہ اس تک وصول سے قاصر، لہذا صاحب ضابطہ نے شعر میں دو علاقے رکھے، ایک زوجیت دوسرا جزئیت، عام ازیں کہ نسبًا ہو یا رضاعًا، پھر دو شخصوں میں علاقہ جزئیت کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ان میں ایک دوسرے کا جز ہو، دوسرے یہ کہ دونوں تیسرے کے جز ہوں۔ صورت اُولٰی میں دو قسمیں پیدا ہوئیں: اصول جن کا یہ جز ہے یعنی باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی جہاں تک بلند ہوں نسبًا خواہ رضاعًا، اور فروع، جو اس کے جز ہیں یعنی بیٹا، پوتا، نواسا، بیٹی، پوتی، نواسی جہاں تک نیچے جائیں۔ اور صورت ثانیہ میں تین صورتیں ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳

[2] " " " " " ۱/۲۷۷

[3] تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/۱۸۳

(۱) دونوں ثالث کے جزو قریب ہوں، یہ عینی یا علاتی یا اخیافی بھائی یا بہنیں یا بہن بھائی ہوئے، عام ازیں کہ دونوں اس کے جزو نسبی ہوں یا دونوں رضاعی یا ایک نسبی ایک رضاعی۔

(۲) ان میں ایک تو ثالث کا جزو قریب ہو اور دوسرا بعید۔ یہ اُنہی قسموں کے ساتھ حرمت اور خلت کا رشتہ ہوا، جزو قریب اپنے یا اپنے باپ یا ماں یا دادا یا دادی یا نانا نانی کے چچا ماموں خالہ پھوپھی، اور جزو بعید اُنہی نسبتوں پر اُن کے مقابل بھتیجا بھانجا بھتیجی بھانجی۔

(۳) دونوں ثالث کے جزو بعید ہوں جیسے ایک شخص کا پوتا اور نواسی۔ یہ تیسری صورت تحریم سے ساقط ہے خاص نسب میں بھی حلال ہے تو حرمت میں چار صورتیں ہیں،

اوّل اصل، دوم فرع۔ یہ دونوں کتنے ہی نزدیک یا دُور ہوں تو فروع میں فروع الفروع اور فروع فروع الفروع لاالی نہایہ سب داخل ہیں۔ یونہی اصول میں اصول الاصول اور اصول اصول الاصول الیٰ غایۃ المنتہی۔ سوم اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو جیسے ماں یا باپ کی پوتی نواسی اور ان کی اولاد در اولاد در اولاد۔ چہارم اصل بعید کی فرع قریب جیسے پھوپھی کہ دادا کی بیٹی ہے یا خالہ کہ نانی یا دادا کی پھوپھی کہ پردادا کے باپ کی بیٹی ہے یا اس کی خالہ کہ دادا کے نانا کی بیٹی ہے وقس علیہ (اور قیاس اسی پر ہے۔ ت) چار یہ اور پانچواں علاقہ زوجیت انہیں کا شبہ [illegible] نہ ہوتے۔ پھر اصل تعلق رضیع اور مرضعہ میں پیدا ہوتا ہے، رضیع اس کا جزو ہوتا ہے، اور مرضعہ اس کی اصل، اور جب وہ ماں ہوئی تو جس مرد کا دُودھ تھا وہ ضرور باپ ہوگیا۔ اور ان کے فروع قریبہ اس کے اصل قریب کے فرع قریب اور فروع بعیدہ اس کے اصل قریب کے فرع بعید، اور ان کے اصول اس کے اصول کہ اصل کی اصل اصل ہے۔ لاجرم جانب شیردہ سب علاقے متحقق و موجب تحریم ہوئے، مگر فرع کی اصل نہ اپنی اصل ہونا لازم نہ فرع، تو شیرخوارہ کے اصول کو شیردہ سے کچھ تعلق نہ ہوا، اور جب خود اصول غیر متعلق رہے تو اصول کے فروع قریبہ یا بعیدہ اس حیثیت سے کہ اُن اصول کے فروع ہیں کیا علاقہ رکھیں گے کہ ان کا علاقہ تو بواسطہ اصول ہوتا، وہ خود بے تعلق ہیں، ہاں فرع کی فرع ضرور فرع ہوتی ہے تو جانب شیرخوارہ سے صرف وہ علاقے ثابت و باعث حرمت ہوئے۔

زوجیت و فرعیت — اب ان کی تفصیل اور ہر ایک میں معنے خویش شوند سمجھئے (از جانب شیردہ)

اوّل زوجیت یعنی مرضعہ کا شوہر کہ یہ دُودھ جو رضیعہ نے پیا اُسی کا نہ تھا دوسرے شوہر کا تھا، یا مرضع کی زوجہ کہ رضیعہ نے اس کا دودھ نہ پیا بلکہ دوسری زوجہ کا، یا مرضع و مرضعہ کے اصول میں نزدیک و دور کی زوجہ و شوہر، یہ سب رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں اور یہاں خویش شوند کے معنے یہ ہیں کہ وہ رضیعین کے سوتیلے ماں باپ یا سوتیلے دادا دادی نانا نانی ہوگئے۔

دوم اصل کہ خود مرضع و مرضعہ ہیں یعنی وہ عورت جس نے دُودھ پلایا اور وہ مرد جس کا یہ دودھ تھا اور ان کے

اصول نسبی و رضاعی پدری و مادری ختم تک اور یہاں خویش کے یہ معنے ہیں کہ مرضع و مرضعہ رضیعین کے ماں باپ ہوگئے اور اُن کے اصول ان کے سگے دادا دادی نانا نانی۔

سوم فرع کہ خود رضیعین ہیں اور رضیعین کے جملہ فروع نسبی و رضاعی پسری و دختری انتہا تک، اور یہاں یہ معنے کہ یہ سب مرضع و مرضعہ کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی ہوگئے۔

چہارم اصل قریب کی فرع یعنی رضیعین کے نسبی، رضاعی خیسرو جا و فروع العروق آخر تک اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین کے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی ہوگئے۔ پھر وہ اگر مرضع و مرضعہ دونوں کی فرع و فرع الفرع ہیں تو عینی اور صرف مرضع کے فروع ہیں تو علاتی اور صرف مرضعہ کے تو اخیافی۔

پنجم اصل بعید کی فرع قریب یعنی رضیعین کے اصول و اصول الاصول نسبی و رضاعی کے فروع قریب نسبی خواہ رضاعی، اور یہاں یہ معنے کہ یہ سب رضیعین یا رضیعین کے اصول رضاعی کے چچا ماموں پھوپھی خالہ ہوگئے۔

(از جانب شیرخوارہ) اوّل زوجین یعنی رضیع کی زوجہ اور رضیعہ کا شوہر یا رضیع و رضیعہ کے فروع نسبی و رضاعی میں کسی کے زوج و زوجہ کہ یہ سب مرضعین پر حرام ہوگئے، اور یہاں یہ معنے کہ وہ مرضعین کے داماد اور بہو ہوگئے۔

دوم فرع کہ رضیعین کی تمام اولاد و اولاد اولاد جہاں تک جائے نسبی ہو یا رضاعی، سب مرضعین کی اولاد اولاد ہوگئے، مگر رضیعین کے اصول یا فروع قریبہ و بعیدہ اصول کو مرضعین سے کچھ علاقہ نہ ہوا۔ الحمد للہ شعر کے یہ معنے ہیں۔ ان تمام تاصیلات و تفریعات پر کہ ہم نے ذکر کیں اگر نصوص لائیں موجب اطالت ہو اور حاجت نہیں کہ اولًا تو بحمد اللہ تعالٰی یہ سب مسائل خدام فقہ پر خود ظاہر، ثانیًا ان پر نصوص کتب مذہب میں دائر و سائر۔ والحمد للہ فی الاوّل والاٰخر مسئلہ نے بحمد اللہ تعالٰی وضوح تام پایا۔ اب خطائے خلاف کی طرف چلئے اگرچہ حاجت نہ رہی۔

اولًا اس تشریح سے کھل گیا کہ یہ شعر تحریم صورت مسئولہ میں نص صریح تھا جسے برعکس دلیل تحلیل گمان کیا گیا، کاش اتنا ہی خیال کر لیا جاتا کہ جانب شیرخوارہ سے فروع کا خویش مرضعین ہو جانا کیا معنے رکھتا ہے فروع شیرخوارہ شیردہ کے خویش ہو جانے میں کوئی معنے محتمل ہی نہیں سوا اس کے کہ شیرخوارہ کی اولاد شیردہ کی اولاد اولاد ہوگی، پھر وہ اولاد شیردہ پر کیونکر حلال ہو سکتی ہے، کون سی شریعت میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی پوتی نواسی اپنے لیے حلال ہو جس بچہ سے چاہے پوچھ دیکھئے کہ ماں باپ کی پوتی اپنی بھتیجی ہوتی ہے اور نواسی اپنی بھانجی اور تمام جہان جانتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں بھتیجی اور بھانجی حرام قطعی ہیں۔ سوئے اتفاق سے یہ گمان ہوا کہ فروع شیرخوارہ کو شیردہ کے خویش بتایا ہے نہ کہ اولاد شیردہ کے۔ اور نہ جانا کہ یہاں شیردہ کے خویش ہونے کو اولاد شیردہ کے لیے خویش ہونا قطعًا لازم یقینی ہے، یہ کیونکر متصور کہ آدمی کی ماں باپ کی اولاد

اپنی کوئی نہ ہو، رشیوہ کی طرف اضافت بوجہ اصالت ہے کہ اوّل اُسی کے لیے ثابت ہوکر باقیوں کی طرف سرایت کرتی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

حقیقة الحال ان حقیقة البعضیة تثبت بین المرضعة و الرضیع فاثبتت حرمة الامیة ثم انتشرت لوازم تحریم الولد۔[1]

حقیقت حال یہ ہے کہ دُودھ پلانے اور دودھ پینے والوں کے درمیان جزئیت حقیقیہ پائی جاتی ہے جو امیت کی حُرمت کو ثابت کرتی ہوئی بچے کی تحریم کے تمام لوازمات میں پھیل جاتی ہے۔ (ت)

ثانیاً کاش مفتی نے اپنی ہی عبارت کو شعر سے ملا کر دیکھا ہوتا تو بہ نگاہِ اولین کھل جاتا کہ دونوں طرفین نقیض پر ہیں۔ شعر تو صاف بتا رہا ہے کہ حرمت رضاعت رضیع کی طرف زوجین و فروع رضیع کو شامل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں خاص رضیع کے لیے ہوتی ہے رضیع کے فروع کے لیے نہیں ہوتی، صاف صاف نفی و اثبات کا خلاف ہے۔ اس کی نظیر اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے کہ زید کے بیٹے کے لیے ماں حلال ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:
حرمت علیکم امھتکم۔[2] (تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت)

ثالثاً آگے تفریع میں فرماتے ہیں: "پس فروع رضیع پر فروع مرضعہ ہرگز حرام نہیں۔" آپ کی اس اصل بے اصل کی یہ پوری تفریع تو جب ہوتی جب آپ کے ورود حرمت رضاعت جانب رضیع میں صرف رضیع کی ذات پر مقصور ہے، اس کے اصول کی طرح فروع کو بھی شامل نہیں، تو تفریع یوں کیجئے کہ فروع رضیع خود مرضع و مرضعہ پر بھی حرام نہیں جس طرح اصول رضیع ان پر حرام نہیں، وہاں تک تو بھائی بھتیجی حلال ہوئی تھی اب پوتی نواسی حلال ہوگئی۔

رابعاً عبارت شرح وقایہ کا جو مفاد ٹھہرایا کاش اتنا ہی ہوتا کہ عبارت اس سے بے علاقہ محض ہوتی مگر زنہار ایسا نہیں بلکہ عبارت یقیناً قطعاً اس کا رد کر رہی ہے، عبارت جس شے کی خاص حرمت بیان کرنے کو لکھی گئی، اس اختراعی مفاد نے وہی حلال کر دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ آخر نہ دیکھا کہ نص معتمد میں مستخلص نے عبارت شرح وقایہ کا کیا مطلب ٹھہرایا۔

خامساً بلکہ نص ۲۰ و ۲۱ میں دیکھئے کہ خود امام شارح وقایہ نے کیا فرمایا اور اپنا مطلب کیا بتایا۔
الحمدللہ اس روشن مسئلہ کا روشن تر کرنا جس طرح مقصودِ فقیر تھا کہ ہر ہر بات بے پردہ کرکے دکھا دی جائے بروجہ اتم

---

[1] فتح القدیر کتاب الرضاع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۱۴
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

حاصل ہو گیا، اجابت پر تو یہ سخت شدید عظیم قرض ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ کی پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ت) معاملہ حرام قطعی کا ہے جس سے انکار ناممکن تھا، رجوع الی الحق میں عار نہیں بلکہ تمادی فی الباطل میں۔ اور معاذ اللہ اس باطل و مطل فتوے پر عمل ہو کر اگر نکاح ہو گیا تو یہ زنا اور زنا بھی کیسا زنائے محارم۔ اس کا عظیم وبال تمام فتوی دہندوں پر رہے گا، اور ہر حرکت ہر بوسہ ہر مس کے وقت روزانہ رات دن میں خدا جانے کتنے کتنے بار یہ کبائر و جرائم ان سب کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ[1]۔ رواہ ابوداؤد والدارمی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جسے بغیر علم کے فتوٰی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوٰی والے پر ہے۔ اس کو ابوداؤد، دارمی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس جل مجدہ کا علم کامل و محکم ہے۔ (ت)

کتبہ

العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

○ الجواب صحیح والمجیب نجیح۔
مصطفٰی رضا خان قادری عرف ابوالبرکات محی الدین

○ الجواب صحیح۔
نواب مرزا عبدالغنی قادری سنی حنفی بریلوی

○ الجواب صحیح۔ واللہ اعلم
محمد عبدالرب عرف محمد رضا خان قادری

○ الجواب صحیح۔
محمد امجد علی اعظمی

---

[1] سنن ابوداؤد | کتاب العلم | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/۱۵۹
المستدرک | ؍ | دار الفکر بیروت | ۱/۱۲۶

○ فقیر غفر اللہ القدیر نے مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، علامہ دہر، امام المسلمین اعلیٰحضرت مولانا و سیدنا و مفیضنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب متع اللہ تعالٰی الناس بافاداتہ الی یوم الدین کے جواب کو بنظرِ غائر حرفاً حرفاً دیکھا عین صواب پایا جزاہ اللہ خیر الجزاء او کالہ بالمکیال الاوفی فقط

فقیر قادری وصی احمد حنفی

○ الجواب صحیح و موثق بنصوص الصحیحۃ و روایات المستند جزاء اللہ خیر الجزاء فی الدارین لرقم الفاضل الجلیل و علامۃ النبیل اٰیۃ من اٰیات اللہ۔

جواب صحیح اور صحیح نصوص اور مستند روایات سے مضبوط کیا ہوا ہے، اللہ تعالٰی دونوں جہان میں جواب لکھنے والے عالم جلیل، علامہ نبیل، اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے نشانی کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ (ت)

حکیم مفتی سلیم اللہ ناظم انجمن نعمانیہ، لاہور

○ ما حققہ عمدۃ العلماء الاعلام زبدۃ الفقہاء الکرام قدوۃ الفضلاء العظام امام النبلاء القمقام قامع وریدالمرتدۃ اللئام مظہر الکمالات العرفانیۃ کاشف الاٰثار مربیہ حامی السنۃ و اھل السنۃ ماحی اٰثار الکفر والبدعۃ وحید العصر فرید الدھر مجدد الزمان سیدنا العریف الماھر مولانا المولوی محمد احمد رضا خان سلمہ اللہ المنان فھو حق صراح و صدق قراح والحق احق بالاتباع وفقنا اللہ تعالٰی و سائر المسلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی ختم المرسلین و اٰلہ وصحبہ حماۃ الدین۔

کتبہ العبد المفتقر الٰی ربہ الاکبر

محمد عمر المرادآبادی۔

بلند علماء میں عمدہ، فقہاءِ کرام میں منتخب، بڑے فضلاء کے مقتداء، بڑے ماہرین کا امام، سرکش ملعونوں کی رگ کاٹنے والے، عرفانی کمالات کو ظاہر کرنے والے سنّت اور اہلسنّت کی حمایت کرنے والے، کفر و بدعت کے آثار کو مٹانے والے، اپنے زمانہ کے بے مثل، زمانے کے یکتا، مجدد زماں، ہمارے آقا مشہور ماہر مولانا مولوی محمد احمد رضا خان، اللہ تعالٰی منّان ان کو سلامت فرمائے، نے جو تحقیق فرمائی وہ خالص حق، صاف سچ، جبکہ حق ہی اتباع کے قابل ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دے، صلوٰۃ وسلام خاتم المرسلین اور ان کی آل پر اور دین کی حمایت کرنے والے صحابہ پر۔ (ت)

○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالٰی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے میری آنکھوں کو اس پاکیزہ تحقیق کے انوار سے روشن کیا، اللہ تعالٰی جزا عطا فرمائے حضرت مجیب کو جن کی تحقیق کا ایک ایک حرف صدق و صواب ہے ومن اعرض عنہ فھو من الجاھلین (جس نے اس سے

رُوگردانی کی وُہ جاہلوں میں سے ہے۔ ت، فی الواقع حضرت مجدد صاحب دامت برکاتہم کی ذات والا صفات حضرت حق کی ایک شانِ رحمت ہے، اور بے شمار برکات کا مجموعہ۔ کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں، اور ہزارہا نابیناؤں کو بینا بنا دیا، اللہ تعالٰی ایسے فاضل جلیل کو مدت ہائے دراز تک بایں فیض رسانی سلامت رکھے، آمین بحرمت سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالٰی علیہ وسلام۔ بیشک اس مسئلہ کے ایضاح میں تحقیق کے خزنے کھول دیے ہیں اور نادان مفتی کی غلطی کو خوب آشکار کرکے سمجھا دیا ہے۔ اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو سیدھی راہ چلائے، آمین!

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین غفراللہ بمزید العلم والیقین

مسئلہ ۲۸۱ از موضع بہار ضلع بریلی مسئولہ عبدالرحمٰن خاں صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے نے سُنا کہ میرے والد نے میری بی بی کے ساتھ زنا کیا ہے اس پر اس کو غصہ آیا اور اپنی بی بی کو مارا اور طلاق دے کر مکان سے علیحدہ کردیا یعنی نکال دی، لڑکی نے اپنے مہر کی نالش کردی، مہر اس کا جو کچھ تھا اس کی ڈگری ہوگئی، لڑکے کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق اس نے غصہ میں دی اس وجہ سے طلاق نہیں ہوئی، اور لڑکی کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی، اس صورت میں کون سچا ہے؟ کون سے وکیل کی بات مانی جائے؟ یعنی طلاق ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر یہ صحیح ہے اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ اُس کے باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا جب تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اس پر فرض تھا کہ اسے فوراً جُدا کر دے، جو طلاق دی یہ جُدا کرنا ہی ہُوا اور اب وُہ اسے کبھی واپس نہیں لے سکتا۔ اور اگر امر مذکور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہو نہ لڑکے نے اس کی تصدیق کی ہو تو یہ طلاق طلاق ہوئی اور مجرد غصہ کا عذر مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴ از غازی پور محلہ پیر بہنہ بر مکان منشی واجد علی صاحب مسئولہ محمد ادریس صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر ۱۹ سال، بی بی عمرہ ۲۰ سال سے جو کہ رشتہ میں زید کی خالہ ہوتی ہے ہمیشہ مذاق و تفریح کرتا رہا ہو کسی وقت میں زید نے جمیلہ کا ہاتھ یا پیر پکڑ لیا ہو اور ایک مرتبہ بوسہ بھی لے لیا ہو از روئے شہوت و مذاق کے، کچھ عرصے کے بعد بکر جو کہ رشتہ میں زید کا باپ ہے صغرٰی سے جو کہ جمیلہ کی لڑکی ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید از روئے شرم و حیا کے اس بات کو ظاہر نہیں کرسکتا ہے تو ایسی حالت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اور کوئی صورت جواز کی نکل سکتی ہے از روئے کفارہ کے

یا نہیں ؟

(۲) اور اگر نکاح کردیا ہو اس وقت میں کیا صورت ہوسکتی ہے ؟

(۳) اور ہماری طرف ممانی اور بھاوج سے مذاق اور تفریح کرنا کچھ عیب میں داخل نہیں۔

الجواب

بھاوج یا ممانی سے ایسا مذاق حرام قطعی ہے اور کرنے والا اور وہ عورت دونوں فاسق، اور ان کے شوہر باپ بھائی اگر اس پر راضی ہوں دیّوث ہیں، اور دیّوث پر جنت حرام۔ اور صغرٰی سے بکر کا نکاح حلال ہے، درمختار میں ہے: واما بنت زوجة ابیه وابنه فحلال[1] (اور اپنے باپ کی زوجہ یعنی سوتیلی ماں کی بیٹی جو باپ کے نطفے سے نہیں اور اپنے بیٹے کی زوجہ کی بیٹی جو بیٹے کے نطفہ سے نہیں وہ حلال ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۵ و ۲۸۶: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر کی لڑکی ہے، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) سالی حقیقی سے نکاح اس وقت میں جائز ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح بھی سالی کی دختر سے کیا جائے اور بر تقدیر جائز بھی ہے تو پہلے کس کا نکاح ہو، بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جب عورت مرجائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزرجائے تو سالی سے نکاح جائز ہے، اور سالی کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح مطلقاً جائز ہے، خواہ پہلے اس کا نکاح کرے یا اپنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۷: از مدرسہ رحمانیہ رامپور بریلی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ زید کی دوسری زوجہ ہے اور زید کی زوجہ اولٰی کے چند لڑکے ہیں اُن میں سے ایک لڑکے نے ہندہ سے کئی بار اظہارِ تعشق کیا اور کہا کہ ہم تم بھاگ چلیں، اور کئی بار اپنا آلت منتشر ہندہ کے ہاتھ میں بلاحجاب کسی کپڑے کے پکڑا دیا، کئی بار بوسہ لے لیا، اور دو مرتبہ آمادہ زنا ہوگیا یہاں تک کہ ازار کھول دیا اور پوری کوشش کی کہ دخول کرے، مگر ایک مرتبہ کسی نے آواز دے کر بُرا بھلا کہا، اور ایک مرتبہ ہندہ پوری کوشش کرکے بھاگ نکلی، ان وجوہ سے ہندہ کا پردہ عصمت

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

جاگ نہیں ہوا مگر ان سب صورتوں میں ہندہ متنفر تھی اور اس کو کبھی شہوت نہیں ہوئی اور ہر مرتبہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو خبر دی مگر اس نے سمجھا دیا کہ لڑکے کا معاملہ ہے بدنامی بہت ہوگی اس کا اظہار نہ کرو، مگر لڑکے کو بہت برا بھلا کہا اور ساتھ کھانا چھوڑ دیا اور مارا بھی، مگر لڑکا اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آیا۔ اب ایسی صورت میں ہندہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں، اور اگر حرام ہوگئی تو وہ اپنا نکاح دوسرا بلا طلاق زید کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح کرسکتی ہے تو عدت بیٹھنا ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ پسر زید نے زن زید سے یہ افعال خبیثہ کئے کہ قطعاً بہ شہوت تھے تو زن زید زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ زن زید کی طرف سے شہوت نہ ہونا تسلیم کرلیا جائے کہ اس میں ایک طرف سے شہوت کافی ہے؛ درمختار میں ہے: تکفی الشہوۃ من احدھما (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی ہے۔ ت) مگر نکاح زائل نہ ہوا، زید پر لازم ہے کہ عورت سے متارکہ کرے یعنی اسے چھوڑ دے، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا۔ اس کے بعد عورت عدت کرے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، زید یا پسر زید سے کبھی نہیں کرسکتی، زید کی بیٹی کی جگہ ہوگئی اور پسر زید کی ماں کی جگہ تھی ہی۔ جب تک زید متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزرے دوسرے سے نکاح حرام ہے، درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ و انقضاء العدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

حرمت مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا تا وقتیکہ بعد متارکہ عدت نہ گزر جائے دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸: از روضہ حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف مسئولہ عبدالقادر صاحب مدرس درگاہ شریف

۲۰ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزائی مذہب شخص کی دختر نابالغہ سے جو عقد نکاح ہوگیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ دختر مذکورہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے، والد اس کا انتقال کرچکا ہے صرف اس کی والدہ نے نکاح ایک حنفی مذہب سے کردیا ہے، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اس کو علیحدہ کردیا جائے یا تاوقت بلوغ رکھا جائے۔ بینوا توجروا

۱؎ درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

۲؎ " " " "

الجواب

مرزائی مرتد ہیں کما ھو مبین فی حسام الحرمین (جیسا کہ حسام الحرمین میں واضح بیان کیا گیا ہے۔ ت) اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔[1]

مرتد کے لیے مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور اسی طرح مرتدہ عورت کا بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

عورت اگرچہ نابالغہ ہے سال دو سال کی نا عاقلہ بچی نہ ہوگی اور عقل وتمیز کے بعد اسلام وارتداد صحیح ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ۔[2]

بچہ اگر مرتد ہو جائے تو اس کا ارتداد صحیح ہے جیسے اس کا اسلام لانا صحیح ہے۔ (ت)

بچہ والی ہونے کی حالت میں اگر اس نے مرزائیت قبول کی یا آتے ہی جانا کہ مرزائی یا مسیح یا مہدی تھا تو اسی قدر اس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں تو سائل کا کہنا کہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے بعید از قیاس ہے۔ پھر ان لوگوں میں سے ایسی قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ وفساد مذہب ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تو سلامت اسی میں ہے کہ اس کو فوراً جدا کر دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹: از ریاست فرید کوٹ کوٹھی طیرگنج مسئولہ علیم الدین صاحب فراش ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ رشتہ ناتا اپنے لڑکے لڑکی کا جائز ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو حنفی المذہب اپنی لڑکی کو کسی طور سے واپس لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور ان سے مناکحت ناجائز کما بیناہ فی رسالتنا ازالۃ العار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

محجر نکرانتم عن کلاب النار (جیساکہ ہم نے اپنے رسالہ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار میں بیان کیا ہے۔ ت) وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ کافر سے، نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، نہ انسان سے، نہ حیوان سے، جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[1]۔

مرتد کو مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اور یونہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

حنفی اگر اس میں مبتلا ہُوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہُوا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۰: از مندسور مالوہ اے وی ایم اسکول ریاست گوالیار مسئولہ محمد عبدالمجید صاحب مدرس

۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت حاملہ ہوگئی اور بروقتِ تحقیقاتِ پولیس مسماۃ مذکورہ نے بیان کیا کہ یہ حمل خاص میرے داماد کا ہے، ایسی حالت میں منکوحۂ داماد مسماۃ مذکورہ کی حرام ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فقط اُس عورت کے کہنے سے داماد پر اُس کی منکوحہ حرام نہیں ہوسکتی، یا تو ثبوتِ شرعی ہو یا داماد اقرار کرے، اُس وقت اُس کی منکوحہ پر حرام ابدی ہونے کا حکم دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱: از بستی محلہ دکھن دروازہ دھنیا ٹولہ مسئولہ بقر عیدن صاحب ضلعدار محکمہ افیون

۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ دو برس سے مفرور ہوگئی ہے اور نہ طلاق دی نہ اُس کا کچھ پتا ہے کہ زندہ ہے یا مرگئی، زید اپنی بی بی کی حقیقی بہن سے چاہتا ہے کہ نکاح کروں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز، قال تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[2] (دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدت انتظار کرے اس کے بعد اُس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، انقضائے عدت یہاں ظنِ غالب سے لیا جائے گا فانہ ملتحق فی الفقہیات بالیقین (فقہ میں یہ یقین سے ملحق ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۲ و ۲۹۳: از احمد نگر دکن گنج بازار متصل مسجد شاہی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب خطیب حنفی قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید و عمرو حقیقی بھائی ہیں، عمرو اپنے پوتے کے ساتھ زید کی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے چھ ماہ کی عمر میں زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا اور ہندہ کی عمر چار سال کی تھی، کیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یہ نکاح جائز ہے کہ حقیقی پھوپھی نہیں رشتہ کی پھوپھی ہے۔ قال تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ ت) یعنی بھتیجی سے بیٹے کا نکاح جائز ہے حالانکہ وہ رشتہ میں اس کی بہن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) زینب زید کی ماں ہوگئی اور رضاعت کی حقیقی اولاد بسبب رضاعت زید کی بہن بھائی، زینب کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں۔ قال تعالٰی: واخواتکم من الرضاعۃ[2] (اور تمہاری رضاعی بہنیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۴: مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو حقیقی بہنیں اُن کا نکاح زید و اُس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے اُن کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شرعًا جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو، اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵: از شاہجہان پور مسئولہ خان بہادر فصیح الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۲۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان عورت یا مرد کسی دوسرے مذہب کے مرد یا عورت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

سے مثلاً بدھ، جین، ہندو، دہریہ وغیرہ سے مناکحت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کہ وہ غیر مذہب والا مرد یا عورت اسلام قبول نہ کرے اور اپنے مذہب پر قائم رہے، اگر نہیں کر سکتا ہے تو اس بارہ میں احکام کلام مجید کیا ہیں؟ براہ مہربانی اُن آیات شریفہ کو درج فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہو سکتا۔ کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

یایہا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن؎۱

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے، قال تعالیٰ:

الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن؎۲

آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو۔

لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح حرام ہے، قال تعالیٰ:

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم؎۳

مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں اور بیشک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے۔

یہ حکم کافران اصلی کا ہے، مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ مسلم سے نہ کافر سے، نہ اصلی

؎۱ القرآن الکریم ۱۰/۶۰
؎۲ القرآن الکریم ۵/۵
؎۳ 〃 〃 ۲۱/۲

سے نہ مرتد سے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذا فی المبسوط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مرتد کا کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور یونہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶: از بنگال مدرسہ معین الاسلام ڈاک خانہ جنگل آباد ابل ضلع کاد کا کسی مرسلہ جبر مسعود عبد الصمد صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی اپنی بہو سے زنا کیا اب وہ بی بی مذکورہ اپنے شوہر کے لیے حلال رہے گی یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا یا طلاق ہوگئی؟ اگر طلاق ہوگئی تو کس قسم کی اور علت طلاق ہونے کی کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخص یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں جو شہادت عادلہ شرعیہ یا شوہر تصدیق کرے اس وقت حرمت کا حکم دیا جائے گا، عورت ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اُس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے۔ قال تعالٰی: ولاتنکحوا ما نکح اٰباؤکم[2] (جن سے تمھارے باپ نکاح کرلیں تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) مگر طلاق نہ ہوئی، نہ نکاح سے خارج ہوئی جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جُدا کیا، جب یہ کہے گا اور عدت گزر جائے گی اُس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، اُن دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لیے حرام ہے، شوہر پر فرض ہے کہ اُسے متارکہ کردے کہ اب اُسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالٰی: فامساک بمعروف او تسریح باحسان[3] (تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا حتی کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲
[2] القرآن الکریم ۴/۲۲
[3] " " ۲/۲۲۹

لایحل لہ التزوج بآخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جب تک متارکہ اور عدت پوری نہ ہوجائے کسی دوسرے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۰: از سوا والہ ڈاکخانہ ریہڑ ضلع بجنور مسئولہ حکیم عبدالرحمان ۵ شوال ۱۳۲۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کہ زید نے اپنے لڑکے عمرو کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا یا زنا کی نیت کی جس کا اقرار دونوں کرتے ہیں، اس صورت میں یہ عورت عمرو کی مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ اور کون سی طلاق واقع ہوئی؟ عدت بھی ہوگی یا نہیں؟ عمرو کے لیے یہ عورت کسی طرح پھر بھی حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وقوع زنا، نیتِ زنا، دواعی زنا، تینوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

یہی استفتاء اس سے قبل مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دیوبند کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں بوجہ انتقال مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ انھوں نے یہ مختصر جواب دیا تھا کہ:

"اگر عمرو اس کا معترف نہیں ہے تو اس کے حق میں اس کی عورت حرام نہیں ہوئی۔" انتہی

چونکہ یہ فیصلہ بروئے پنچایت برادری طے ہونے والا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ کل مسئول عنہا امور کا جواب دیجئے پر اگر حکم ہو تو برادری والے عمرو کو یا عمرو کی بیوی کو سزائے مرتد دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا محض ان سے جرمانہ وصول کرکے فقراء و مساکین کی دعوت کرائی جائے اور وہ جرمانہ مسجد یا اور کسی نیک کام میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

محض نیتِ زنا سے کچھ نہیں ہوتا اور بیٹے پر اس کی زوجہ حرام ابدی ہونے کے لیے صرف دواعی بھی کافی ہیں، اگر عمرو کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہے تو لازم ہے کہ وہ عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھے،

فان التحری من دلائل الشرع وقول فاسق معتبر اذا وقع التحری علی صدقہ۔

کیونکہ تحری (سوچ کے بعد فیصلہ) شرعی دلائل میں ہے اور فاسق کا قول تحری سے تصدیق کے بعد معتبر قرار پاتا ہے (ت)

یونہی اگر عمرو نے ان کی تصدیق کی تو عورت کی حرمتِ ابدی کا حکم ہے لان الاقرار حجۃ ملزمۃ (کیونکہ اقرار اپنے اوپر لازم کرنے کے لیے دلیل ہے۔ ت) اور اگر نہ اس نے ان کی تصدیق کی نہ اس کے قلب پر ان کا صدق

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

جنّ ہے تو عورت اس پر حرام نہ ہوگی لان الاقرار حجۃ قاصرۃ لاتتعدی المقر (کیونکہ اقرار کرو دلیل ہے اس لیے مقر کا غیر اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ ت) پھر جن صورتوں میں عورت اس پر حرام مانی جائے گی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی، کسی طرح ان باپ بیٹوں کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر ہنوز طلاق نہ ہوئی، عمرو پر فرض ہوگا کہ اُسے چھوڑ دے اور اُس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی، بعد عدت کسی تیسرے سے نکاح کرسکے گی۔ درمختار میں ہے:

وبحرمۃ المصاهرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ۔[1]

حرمت مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ دوسرے شخص سے نکاح، متارکہ اور اس کے بعد عدت گزر جانے کے بغیر جائز نہیں۔ (ت)

اگر بصورت حرمت عمرو عورت کو رکھے تو مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں مگر جرمانہ لینا حرام ہے اور اُسے مسجد میں صرف کرنا اور دیوبندیوں سے فتوٰی پوچھنا حرام اور ان کے فتوٰی پر عمل کرنا حرام اور انھیں مولوی سمجھنا یا نوراللہ مرقدہ کہنا حرام۔ تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے شانِ الوہیت وشانِ رسالت میں ان کی سخت گستاخیوں کے سبب ان کی تکفیر پر اتفاق کیا اور حسام الحرمین میں فرمایا: من شک فی عذابه وکفره فقد کفر[2] یعنی جو ان کے اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹ تا ۳۰۰: مسئولہ مرزا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

(۱) ماقولکم ایها العلماء الکرام (اے علمائے کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مہدی مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی والہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔

(۲) بشکل ثانی اُس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا ان کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) بصورت ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے اُن عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لیے اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے نکاح کرلیں۔ جزاکم اللہ تعالٰی

الجواب

(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۳

وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1]
لیکن اللہ تعالٰی کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: انا خاتم النبیین لانبی بعدی[2]
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[3] (جس نے اس کے کفر میں شك کیا وہ کافر ہوگیا۔ ت) اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایك ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار، جو اُس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اُس کے کافر ہونے میں ادنٰی شك کرے وُہ خود کافر مرتد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلا ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیاطین کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز [illegible] مع احد، کذا فی المبسوط[4]۔
مرتد کو کسی مرتدہ، مسلم یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، یونہی مرتدہ کو کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

اُسی میں دربارہ تصرفات مرتد ہے:

منہا ما ھو باطل بالاتفاق نحو النکاح فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حربیۃ ولا مملوکۃ[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم
بعض وہ چیزیں جو بالاتفاق باطل ہیں جیسے نکاح، تو اس کے لیے کسی مسلمہ، مرتدہ اور اصلی کافرہ اور ذمی عورت، حربیہ اور لونڈی سے نکاح باطل ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی خواہ جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اُس پر فرض فرض ہے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[2] جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵
[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۰
[4] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲
[5] " " الباب التاسع فی احکام المرتدین " " " ۲/ ۲۵۵

کرو اُوڑ، اس سے جُدا ہوجائے کہ زنا سے بچے اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں، طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو، نکاح ہی سرے سے نہ ہُوا۔ نہ اصلاً عدت کی ضرورت کہ زنا کے لیے عدت نہیں، بلا طلاق بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه و لا تجب العدة لانه نکاح باطل[1]

(کسی کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا جس سے اولاد ہوئی تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ عورت پر عدت واجب نہ ہوگی کیونکہ یہ نکاح باطل ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای الوطء فیه زنی لا یثبت به النسب[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی اس میں وطی زنا ہے جس سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: از قصبہ نہٹور ضلع بجنور محلہ میاں صاحب سادات اول مرسلہ سید محمد مختار احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۲ھ روز چہارشنبہ

مکرم معظم جناب قبلہ مولانا صاحب زاد ظلکم، السلام علیکم، مزاج شریف، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع نائبین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ زید کی دو زوجہ، زوجہ اول کا انتقال ہوگیا، اس کے ایک نواسہ، زوجہ دوم کے ایک لڑکی، اب زوجہ دوم کی لڑکی سے زوجہ اول کے نواسہ کا نکاح درست ہے یا نہیں، گویا سوتیلی خالہ سے یعنی اپنی ماں کی سوتیلی بہن سے جو دوسری ماں سے پیدا ہو کوئی شخص اپنا نکاح کرسکتا ہے، سبب یہ ہے کہ ناکح کا باپ اور منکوحہ کا باپ اور ماں دونوں علیحدہ ہیں کیونکہ بعض شخص کچھ ایسی حجت پیدا کرتے ہیں کہ چچازاد یا تائی زاد یا خالہ زاد بہن بھائی حقیقی کا نکاح جائز ہے جبکہ ناکح اور منکوحہ کے ماں اور باپ کا ایک باپ اور ایک ماں ہیں، جزئیت کس طرف سے شمار ہوتی ہے۔ کسی ایسی عام فہم صورت میں جواب صاف اور کسی مستقل حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زوجہ دوم کی وُہ لڑکی اگر زید ہی کے نطفہ سے ہے تو بلاشبہہ زید کے نواسہ پر حرام قطعی ہے، اور اگر کسی دوسرے شوہر سے ہے تو جائز ہے، جزئیت کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع اور اپنی اصل

کتنی بعید ہو مطلقاً حرام ہے، اور اپنی اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو حرام ہے، اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال، اپنی فرع جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دُور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصل قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصل بعید کی فرع قریب جیسے اپنے دادا، پردادا، نانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں، اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انہی اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی فرع نہ ہوں حلال ہیں صورت مذکورہ میں جبکہ زوجۂ دوم کی لڑکی زید کے نطفہ کی ہو تو وہ اس کے اصل بعید کی فرع قریب ہوئی، زید اس کا نانا ہے وہ اس کی اصل بعید ہوا اور یہ لڑکی اس کی بیٹی، یہ اس کی فرع قریب ہوئی، لہذا حرام ہوئی۔ اور اگر دُوسرے شوہر سے ہے تو اس سے کوئی تعلق نہ ہوا لہذا حلال ہوئی جیسے چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی کی بیٹیاں اس لئے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں، نقایہ میں ہے:

حرم على الرجل اصله وفرعه وفرع اصله القريب وصلبية اصله البعيد[1] - وهو تعالى اعلم۔

مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب کی فرع اور اصل بعید کی صلبیہ لڑکیاں حرام ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲: مسئولہ حافظ محمد صاحب ... ڈاکخانہ ونگہ وزیر ضلع میانوالی ۸ محرم

(۱) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں، عام فہم ہو مختصر ضمیر سے سمجھنے کے قابل۔

(۲) جو عورت زید کے بڑے بھائی کے نکاح میں آچکی ہو بعد مرنے بڑے بھائی کے اُس عورت یعنی اپنی بھاوج سے زید عقد کرسکتا ہے یا نہیں، اس کا جھگڑا پڑا ہوا ہے اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں۔ فقط۔

الجواب

(۱) حرمت کے اسباب متعدد ہیں:

اوّل نسب جیسے ماں بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی۔

دوم رضاعت، دودھ کے رشتہ سے یہ عورتیں: دودھ پلانے والی ماں اور اس کی بیٹی بہن اور جس نے اس کا دودھ پیا بیٹی اور جن مرد وعورت کا دودھ پیا ان کی بہنیں خالہ پھوپھی اور اپنے رضاعی بھائی بہن کی اولاد یا اپنے بھائی بہن کی رضاعی اولاد بھتیجی بھتیجیاں، وقس علیہ۔

سوم مصاہرت کہ اپنے اصول مثلاً باپ دادا نانا اور اپنی فروع مثلاً بیٹا پوتا نواسہ ان کی بیبیاں یا

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

جن عورتوں کو انھوں نے بہ شہوت ہاتھ لگایا ہو، یعنی اپنی بی بی یا مدخولہ کی ماں دادی نانی۔

چہارم شرک یعنی غیر کتابی کافرہ عورت مسلمان پر حرام ہے۔

پنجم ارتداد جو عورت مسلمان ہو کر اسلام سے نکل جائے اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ کتابیوں ہی کا دین اختیار کرے۔

ششم پانچویں یعنی چار عورتیں نکاح میں موجود ہوں تو پانچویں حرام ہے۔

ہفتم دو محارم میں جمع کرنا، مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے اس کی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

ہشتم جب کوئی آزاد عورت نکاح میں ہو تو اس کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح جائز نہیں۔

نہم جس عورت کو تین طلاق دے چکا جب تک حلالہ نہ ہو اس سے نکاح حرام ہے۔

دہم جس عورت سے لعان کرچکا جب تک اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔

یازدہم وہ عورت کہ دوسرے کے نکاح میں ہے۔

دوازدہم وہ عورت کہ دوسرے کی عدت میں ہے، جزئیات بہت کثیر ہیں تفصیل کو اجزاء درکار ہیں، یہ چند اجمالی باتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عدت گزرنے کے بعد کرسکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از دوارکا اوکھی کاٹھیاوار مرسلہ نائیک حبیب خاں ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۵ھ

مصدر بوارق معانی، مظہر شوارق فیض رسانی، ادام اللہ عنایتکم، السلام علیکم، دست بستہ آداب، خیریت طرفین کا خواستگار ہوں۔ وہ لڑکی کہ جس نے بچپن میں میری اس ہمشیرہ کا دودھ ایک یا دو دفعہ غنودگی کی حالت میں پیا ہو کہ اس کی اور میری والدہ ایک ہے اور والد جدا۔ آیا وہ لڑکی میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ لڑکی میرے نکاح میں آچکی ہو اور دودھ پلانے کی واردات پیچھے ظاہر ہوئی اس کے لیے کیا فتویٰ ہے؟ براہ نوازش بہت جلد مطلع فرما کر فخر بخشیں۔

الجواب

جس لڑکی نے سائل کی بہن کا دودھ پیا اگرچہ اس کے سوتے میں، اگرچہ ایک ہی بار، اگرچہ ایک ہی قطرہ، اگرچہ وہ بہن سائل سے صرف ماں میں شریک اور باپ میں جدا تھی، وہ لڑکی سائل کی بھانجی ہوگئی اور اس سے اس کا نکاح حرام قطعی ہے، اور نادانستگی میں ہوگیا اور اب بثبوت شرعی رضاعت ثابت ہوئی تو سائل پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اسے جدا کرے کہ وہ اس کی بھانجی اور مثل حقیقی دختر کے ہے، پھر اگر جماع واقع ہوا

تو مہر دینا آئے گا جو مہر مثل و مہر مسمّٰی میں کم ہو اور عورت اس کے چھوڑنے کے بعد تین حیض عدت کرے گی، پھر جس سے چاہے نکاح کرے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۵: مسئولہ میاں قسمت اللہ صاحب چشتی از مقام چین ضلع گجرات ریاست بڑودہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ



علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ لڑکا کمال اور لڑکی کریما دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس شجرہ سے واضح ہے کہ کمال اور ولی دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، باپ ایک اور ماں جُدا، اور کریما ولی کی نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی ہے تو وہ کمال پر حرام ہے نکاح نہیں ہوسکتا۔ قال تعالٰی: وبنٰت الاخ[1] (اور بھائی کی بیٹیاں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۶: از مارہرہ شریف مرسلہ محمد نعیم صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے اپنے لڑکپن میں جبکہ اُس کی عمر صرف دس گیارہ سال تھی ایک چودہ سالہ عورت سے جس کی شادی اُسی ماہ میں ہوئی تھی عورت کے رغبت کرنے اور سکھانے سے زنا کیا لیکن لڑکا نابالغ تھا اب اس عورت سے ایک لڑکی ہے، اس لڑکی کا نکاح لڑکے مذکور سے جس نے اپنی نابالغی کی حالت میں اُس کی ماں سے زنا کیا تھا جائز اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۲ برس سے کم تھی تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔ وہ لڑکا اُس عورت کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

لووطئ صبی غیر مراھق زوجۃ ابیہ لم تحرم[2] فتح۔ اگر غیر مراہق نے اپنے باپ کی زوجہ سے جماع کیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی، فتح۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

ردالمحتار میں ہے:

لابد فی کل منهما من سن المراهقة واقله للانثی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذلك اقل مدة یمکن فیها البلوغ کما صرحوا به فی باب بلوغ الغلام وهذا یوافق مامر ان العلة هی الوطء الذی یکون سببا للولد، والمس الذی یکون سببا لهذا الوطء ولا یخفی ان غیر المراهق منهما لایتأتی منه الولد[1]۔
واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مرد و عورت دونوں کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کم از کم مراہق کی عمر میں ہوں، اور مراہق کی عمر لڑکی کے لیے کم از کم نو سال اور لڑکے کے لیے بارہ سال کیونکہ یہ وہ کم از کم عمر ہے جس میں بلوغ ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے لڑکے کے بلوغ کے متعلق تصریح فرمائی ہے اور یہ بیان گزشتہ اس بیان کے موافق ہے کہ حرمت مصاہرہ کی علت وہ وطی ہے جو بچے کا سبب بن سکے اور وہ مس جو اس وطی کا سبب بن سکے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مراہق سے کم عمر والے کی وطی بچے کا سبب نہیں ہوتی (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۲

باب الولی

(ولی کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۰۳: از گھنڈوا ضلع نماڑ ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر آٹھ برس کی ہے، باپ اس کا اس کی شیرخوارگی میں انتقال کرگیا، پرورش اس کی ماں نے کی اور وہی اس کی وارث وکفیل ہے، ایک چچا اس کا ہے وہ لڑکی کے باپ مرحوم سے تخمیناً چالیس سال سے بالکل علیحدہ ہے، کسی نوع کا واسطہ وتعلق باہم نہیں، اس لڑکی کا نکاح بے اجازت والدہ وعم کے ایسے مقام پر لے جاکر پڑھا دیا جہاں ماں موجود نہ تھی، پس یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تقریرِ سوال سے واضح کہ اس لڑکی کا دادا یا کوئی جوان بھائی نہیں، پس صورتِ مستفسرہ میں اس کا چچا ہی اس کا ولی ہے جس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں، اور چچا کا باپ سے جُدا وبے علاقہ ہونا اس کی ولایت شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا کہ غایت وہ وجہ قطع رحم ہوگا اور اس کی نہایت گناہ اور گناہ مسقط ولایت نہیں، تنویر الابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ[1] — نکاح میں ولی عصبہ بنفسہٖ ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[2] — اگر عصبہ موجود نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الام لاتملک تزویجہا انہا مع العم[3] — والدہ کو بیٹی کے چچا کی موجودگی میں ولایت نہیں (ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الفسق لایمنع الولایۃ[4] — فسق، ولایت کے لئے مانع نہیں ہے۔ (ت)

پس وُہ نکاح کہ بے اجازت چچا کے ہُوا اسی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر رد کرے باطل ہوجائے گا۔

مجمع الانہر میں ہے:

وقف تزویج فضولی وھو من لم یکن ولیا ولا اصیلا ولا وکیلا علی اجازۃ من لہ العقد فان اجاز ینعقد والا لا[5] — جو شخص ولی، اصیل اور وکیل نہ ہو وُہ فضولی ہوتا ہے، جس کا کیا ہُوا نکاح ولایت والے کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر وُہ جائز کرے تو جائز، ورنہ ناجائز ہوگا۔ (ت)

یہ اجازت دے تو نافذ ہوجائے گا بشرطیکہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہُوا وُہ اس دختر کا کفو ہو اور اس کے مہر میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو، ورنہ اگر کفو نہیں یا مہر میں ایسی کمی ہے تو نکاح اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا، نہ چچا وغیرہ ان اولیاء کی اجازت سے نافذ ہوسکے کہ ایسا نکاح اگر خود چچا کے ہاتھوں کا کیا ہوتا تاہم باطل ہوتا پھر اس کے جائز کئے نفاذ کیونکر پاسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا[6] اھ ملخصا — نکاح کرنے والا باپ یا دادا نہ ہو اگرچہ ماں ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " " " " " "

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب الاولیاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲

[4] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳

[5] مجمع الانہر فصل فی تزویج الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۳

[6] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ردالمحتار میں ہے :

اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ[1] — بالکل نہ ہوگا، نہ اب نافذ ہوگا اور نہ بعد بلوغ رضا پر موقوف ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

العم ونحوہ لایصح منھم التزویج بغیر الکفؤ[2] — چچا وغیرہ کا غیر کفو میں نکاح کر دینا صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور کفو کے یہ معنے کہ اس کی قوم یا مذہب یا اعمال یا پیشے میں بہ نسبت خاندان دختر کے کوئی ایسا قصور وعیب نہ ہو جس کے سبب اولیائے دختر کو عار لاحق ہو، نہ ایسا محتاج ہو کہ اگر یہ دختر بالفعل قابل جماع ہے تو نفقہ نہیں دے سکتا یا کسی قدر مہر کل یا بعض از روئے شرط یا حسب رواج جو معجل ہے تو فی الحال اس کے ادا پر قادر نہیں، تنویر میں ہے :

تعتبر (یعنی الکفاءۃ) نسبا وحریۃ واسلاما وديانۃ ومالا وحرفۃ[3] — کفو ہونے میں نسب، حریت، اسلام، دیانت، مال اور حرفت کا اعتبار ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے :

وتعتبر مالا فالعاجز عن المھر المعجل والنفقۃ غیر کفؤ[4] — مال کا اعتبار ہے تو جو شخص مہر معجل اور نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو وہ کفو نہیں ہے گا۔ (ت)

شامی میں ذخیرہ وفتح القدیر سے ہے :

قولہ لو تطیق الجماع، فلو صغیرۃ لاتطیقہ فھو کفو وان لم یقدر علی النفقۃ لانہ لانفقۃ لھا[5] واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ سبحنہ احکم۔ — اس کا قول کہ بیوی جماع کے قابل ہو، تو اگر ایسی کم عمر ہو کہ وہ جماع کے قابل نہیں تو کفو ثابت ہوگی اگرچہ خاوند نفقہ پر قادر نہ ہو کیونکہ ایسی لڑکی کے لئے خاوند پر نفقہ لازم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، اللہ جل مجدہ کا علم کامل واکمل اور اس کا حکم نافذ مضبوط ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

[2] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴-۱۹۵

[4] ملتقی الابحر الکفاءۃ فی النکاح موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۴۶

[5] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۱

مسئلہ ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ ہجری قدسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیرہ کا باپ اس کے نکاح کی زید کے ساتھ اپنے پسر جوان کو اجازت دے کر اپنی نوکری کے مقام پر کہ وہاں سے سات آٹھ کوس ہے چلا گیا، اُس کے پیچھے وہ نکاح ہوا، رخصت کے بعد باپ آیا، چوتھی کی رخصت اس کے سامنے ہُوئی اور برسوں آتی گئی، اب سات برس کے بعد باپ کہتا ہے میں اس نکاح سے راضی نہیں۔ اس صورت میں باپ یا اس صغیرہ کو بعد بلوغ حقِ فسخ نکاح پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور وہ نکاح کہ بھائی نے کیا صحیح ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ثابت ہو کہ پدرِ صغیرہ نے اپنے پسر جوان کو دختر نابالغہ کے نکاح کی زید کے ساتھ اجازت دی اور وہ نکاح حسبِ اجازت واقع ہُوا تو اب اسے نہ پدرِ صغیرہ خود فسخ کرسکے نہ صغیرہ بعد بلوغ اس کا اختیارِ فسخ رکھے، بلکہ وہ نکاح قطعی صحیح و نافذ و لازم ہوگیا۔

فان الاذن توکیل وفعل الوکیل کفعل الموکل ومن سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه۔

وکیل کو اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فعل کو مؤکل کا فعل قرار دیا جائے گا لہٰذا وکیل کی طرف سے تمام شدہ کام کو وہ عدم قرار دینے والے کی کوشش کو رد کردیا جائے گا۔ (ت)

تنویر میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا[1] الخ۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اگر باپ یا دادا نکاح کرنے والا ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کے باوجود نکاح لازم و نافذ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی کا باپ بکر اس کا نکاح عمرو کفو کے ساتھ کردینے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر ترکی سے اپنی نوکری پر جبل پور کہ یہاں سے جتنی کوس ہے چلا گیا، تمام برادر و ہمشیرہ و مادرِ لیلٰی کو عمرو سے نکاح منظور نہ تھا ان کی مرضی زید کے ساتھ نکاح کی تھی کہ وہ بھی مثل عمرو ایسی اور برادری ہی کا ہے لہٰذا برخلاف اجازتِ بکر مادر و برادرِ لیلٰی نے جلدی کرکے لیلٰی نابالغہ دہ سالہ کا نکاح زید نابالغ ہفت سالہ سے کردیا،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

جب پدر بیٹے آیا خبر سُن کر سخت ناراض ہُوا اور دختر کو سسرال سے بُلا لیا اور بچہ روک لیا، اس پر سات برس کا زمانہ گزرا کہ بیٹے بالغہ ہوگئی مگر زید ہنوز نابالغ ہے بیٹے نے بالغ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے انکار کر دیا اور دوسری جگہ ایسا نکاح کیا چاہتی ہے، اس صورت میں نکاح اوّل فسخ ہوا اور بیٹے کو نکاح ثانی کا اختیار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اور اجر پائیے۔ ت)۔

الجواب

چند روز ہوئے کہ مسئلہ سائل کی طرف مقابل یعنی پدر زید نے فقیر سے دریافت کیا اور اُس میں صورتِ سوال بالکل اس کے خلاف تھی، اس نے ظاہر کیا تھا کہ پدر بیٹے اس کے نکاح کی اجازت خاندانِ اپنے پسر جوان کو سپرد کے ساتھ دے گیا تھا اور بیٹی کی رخصت اس کے سامنے ہوئی اور بیٹے برسوں آئی گئی، اب سات برس کے بعد کہتا ہے میں راضی نہیں، اس پر فقیر نے لکھا تھا کہ مضمون مذکور ثابت ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا جسے کوئی فسخ نہیں کرسکتا، اب پدر بیٹے یہ شکل اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ چند کسان برادری جو اپنے آپ کو فریقین کا رشتہ دار قریب بتاتے ہیں مجتمع اسی بیان بکر کی تائید کرتے ہیں۔ غرض علم واقع حق جل وعلا کو ہے، اگر یہ لوگ سچے ہیں اور صورتِ سوال یُوں ہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نکاح برخلاف اجازت پدر ہوا تو اگر اس نے ناراضی میں اس نکاح کے رد کرنے کا کوئی لفظ [illegible] ہے۔ نہ کہا اور نہ اس پر راضی ہوا نہ اس نے کبھی رخصت کی اور بیٹے نے بالغہ ہو کر انکار کر دیا تو اب نکاح فسخ ہوگیا کہ برادر بیٹے کو جب پدر بیٹے نے خاص فرد کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی تو اسے بتوکیل پدر اسی قدر کا اختیار تھا، اب کہ اس نے مخالفت کرکے زید سے نکاح کر دیا یہ نکاح نکاح فضول ٹھہرا۔ درمختار میں ہے:

اجمعوا انہ لم یجز کما لو امرہ بمعینۃ فخالف[1] اھ ملخصاً یعنی الوکیل بالنکاح۔

فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر معینہ عورت سے نکاح کا کہا اور وکیل نے اس کے خلاف کیا تو یہ جائز نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی کل موضع لاینفذ فعل الوکیل فالعقد موقوف علی اجازۃ لموکل[2]۔

جہاں پر وکیل کا عمل نافذ نہ ہوگا وہاں وہ عمل موکل کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار باب الکفاءۃ مجتبائی دہلی ۱/۹۶

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۵

اور نکاحِ فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا، پس اگر لیلٰی کے باپ نے رَد کیا تو جبھی رَد ہوگیا اور اگر رَد نہ کیا نہ اجازت دی اور لیلٰی نے بالغہ ہو کر فسخ کردیا تو اب فسخ ہوگیا

فی ردالمحتار فی فصل الفضولی عن جامع الفصولین یتوقف علی اجازۃ ولیہ مادام صبیا ولو بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز ولو یجز بنفس البلوغ بلا اجازۃ۔[1]

ردالمحتار میں ہے فضولی کے بیان میں جامع الفصولین سے منقول ہے کہ جب تک نابالغ ہے اس کا نکاح اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اور اگر ولی کی اجازت سے قبل وہ بالغ ہوگیا تو اس نے اپنے نکاح کو جائز قرار دیا تو جائز ہوجائے گا، اس کے جائز کیے بغیر محض بالغ ہونے پر جائز نہ ہوگا۔ (ت)

پس لیلٰی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

واعلموا ان غیبۃ بکر لم تکن منقطعۃ حتی تنتقل الولایۃ الی الاخ فیکون تزویجہ ایاھا صحیحا نافذا ولو غیر لازم فلا ینفسخ بمجرد فسخھا بل تحتاج فیہ الی حکم القاضی کما فی الھدایۃ والدر[2] وغیرھما من الاسفار الغراء علی اختیار اکثر المتأخرین وجزم بہ فی التنویر وغیرہ، وقال فی التبیین ان علیہ الفتوی[3] وھو التقدیر بمسافۃ القصر فالامر واضح واما علی ما اختارہ اکثر المشائخ وقال السرخسی ومحمد بن الفضل واصحاب الذخیرۃ والمجتبی والبحر انہ الاصح[4] وصاحب

واضح رہے کہ یہاں بکر کا غائب ہونا ایسا نہیں جس سے اس کی ولایت منقطع ہو کر لڑکی کے بھائی کو منتقل ہوجائے کہ اس کا کیا ہوا نکاح صحیح اور نافذ ہوتا اگرچہ لازم نہ ہوتا، محض لڑکی کے فسخ کرنے سے فسخ نہ ہوتا بلکہ قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہوتی، جیسا کہ ہدایہ، در وغیرہما معتبر کتب میں ہے، لیکن جس کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور اس پر تنویر وغیرہ میں جزم کیا ہے، اور تبیین میں کہا اس پر فتوٰی ہے، وہ یہ کہ نماز کو قصر کرنے کی مسافت یعنی مسافتِ سفر پر دُور ہو، تو اس قول پر معاملہ واضح ہے اور وہ جس کو اکثر مشائخ نے جس کے متعلق سرخسی اور محمد بن الفضل، ذخیرہ، مجتبی، در بحر کے مصنفین نے فرمایا کہ یہ اصح ہے، اور صاحب ہدایہ

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی الفضولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۵
[2] درمختار فصل فی الاولیاء مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴
[3] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر ۲/۱۲۶
[4] البحرالرائق باب فی الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۹

الهداية انه اقرب الی الفقه[1] والامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر انه حسن لانه النظر[2]، والزیلعی فی التبیین انه احسن[3] والمحقق فی الفتح انه الاشبه بالفقه[4] وعلیه مشی فی الاختیار والنقایة والملتقی والباقانی ونقل ابن الکمال ان علیه الفتوی[5] وفی شرح الملتقی عن الحقائق انه اصح الاقاویل وعلیه الفتوی[6] ویشیر کلام النهر الی اختیارہ وفی البحر ان الاحسن الافتاء به[7] وبالجملة کان ارجح التصحیحین وهو کونه بحیث لو انتظر حضوره او استطلاع رایه فات الکفو الذی حضر وان کان مختفیا فی نفس البلد فلان المبنی عندهم الحاجة الی استطلاع مفوت للکفو الحاضر لما فیه ضرر والولایة للنظر فواجب اسقاطها وههنا کلا الامرین منتفی

نے کہا کہ یہ اقرب الفقہ ہے، اور امام قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ شفقت کی وجہ سے اچھا ہے اور زیلعی نے تبیین میں اچھا، محقق نے فتح میں اشبہ بالفقہ کہا اور یہی موقف اختیار، نقایہ، ملتقی اور باقانی کا ہے اور ابن کمال نے اس پر فتوٰی کہا ہے اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول کہ اقوال میں یہ اصح اور اسی پر فتوٰی ہے اور نہر کا کلام بھی اس کے مختار ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ اس پر فتوٰی بہتر ہے، بالجملہ دونوں تصحیحوں میں یہ قول زیادہ راجح ہے کہ اگر ولی اتنی مسافت پر ہے کہ اس سے رابطہ، مشورہ اور اجازت حاصل کرنے میں موجود رشتہ جو کفو ہے، چھوٹ جائے گا، تو یہ ولایت ختم ہونے اور دوسرے کو منتقل ہونے کا معیار ہے، اگرچہ وہ ولی شہر میں چھپا ہوا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ غائب ولی کی ولایت کے انقطاع کا سبب کفو والے رشتہ کے چھوٹ جانے کا خدشہ قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں اس سے اجازت حاصل کرنے

---

[1] الہدایۃ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۹۹
[2] البحر الرائق بحوالہ شرح الجامع الصغیر باب فی الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۹
[3] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۲۶
[4] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۸۵
[5] الدر المختار فصل فی الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴
[6] الدر المنتقی علی حاشیہ مجمع الانہر باب الاولیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۹
[7] البحر الرائق باب فی الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۶

الحاجة الی الاستطلاع لحصول الاطلاع فانه قد اذن فی التزویج لعمرو وفوات الکفؤ لوجود عمرو، بل لقائل ان یقول ان لاغیبة اصلا لوجود التوکیل ووجود الوکیل کوجود الموکل فظن انه تزویج نافذ صدر عن ولایة ظن باطل، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

میں ولایت کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اس لئے اتنی مسافت یا شہر میں تلاش کی بجائے اس کی ولایت کو منقطع قرار دیا جائے گا، جبکہ موجودہ مسئلہ میں ولایت کو منقطع قرار دینے کی متاخرین اور مشائخ والی دونوں صورتیں نہیں پائی جاتیں کہ اس سے اجازت حاصل کی جائے کیونکہ بکر نے خود عمرو سے نکاح کردینے کی اجازت دی تو یہی کفو کے فوت ہونے کا خدشہ رہا کیونکہ عمرو یہاں موجود ہے، بلکہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ولی کے غیب ہونے والی صورت یہاں نہیں پائی جاتی کیونکہ ولی کا وکیل یعنی خالد موجود ہے جبکہ وکیل کا موجود ہونا خود موکل کی موجودگی کی طرح ہے، پس مسئولہ صورت میں یہ خیال کرنا کہ زید سے کیا ہوا نکاح ولی سے صادر شدہ ہے یہ خیال باطل ہے (کیونکہ بکر نے عمرو سے نکاح کی اجازت دی تھی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۹

۱۹ ربیع الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ کے ساتھ ان کے وارثوں نے کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور زید ... بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ زید کا نکاح اُس کے باپ نے کیا، اور باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے یعنی اولاد کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا۔

فی الدر لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادة مهره او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار[۱] (ملخصاً)

درمختار میں ہے جب باپ یا دادا نے اپنی ولایت میں نکاح کیا ہو تو اگرچہ غبن کی مہر کی ہو یا غیر کفو میں کیا ہو تو وہ نکاح لازم و نافذ ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا کی اس سے پہلے غلط روی مشہور نہ ہو (ملخص)۔ (ت)

اور ہندہ کا نکاح اس کے چچا نے کیا کہ پدر ہندہ مرچکا تھا اس حالت میں اگر زید ہندہ کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہا امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہوا ہے جس کے ساتھ نکاح ہونا باعث عار و بدنامی ہو یا یہ کہ ہندہ کا جس قدر مہر مثل تھا اس سے بہت کم مہر باندھا گیا تو ان صورتوں میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا یہاں تک کہ

---

[۱] الدرالمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

اگر ہندہ بالغہ ہو کر اسے جائز کرے تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہم[۱] (ملخصا)۔

درمختار میں ہے اگر باپ یا دادا کے غیر نے نکاح کیا ہو تو غیر کفو اور فحش کمی مہر کے ساتھ نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور جو صدر الشریعہ میں کہا گیا کہ وہ نکاح صحیح ہے اور باپ اور دادا کو بعد میں فسخ کا اختیار ہے، یہ محض وہم ہے (ملخصا)۔ (ت)

اور اگر یہ بات نہیں بلکہ زید کفو ہے اور مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ فوراً اس سے نکاح کو ناپسند کرے اور حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرکے فسخ کرائے۔

فی الدر المختار وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولہما ای للصغیر والصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ بشرط القضاء للفسخ[۲] (ملخصا)

درمختار میں ہے اگر مہر مثل اور کفو میں نکاح کیا ہو تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس کے فسخ کا اختیار ہے اگرچہ دخول کے بعد بلوغ ہوا ہو یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہوا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ اور دادا کے غیر میں شفقت کمزور ہوتی ہے تاہم فسخ کے لئے قاضی کا حکم شرط ہے (ملخصا)۔ (ت)

مگر اتنا کہ ہندہ بکر ہے تو بحالت بلوغ جس وقت نکاح پر مطلع ہو فوراً اور پہلے سے مطلع تھی تو بالغ ہوتے ہی معاً نکاح کو رد کردے، اگر ذرا بھی دیر کی تو نکاح لازم ہوجائے گا اور اُسے فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔

فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[۳] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ اطلاع ملنے پر باکرہ کا سکوت اس کے فسخ کے اختیار کو باطل کردیتا ہے بشرطیکہ اپنے نکاح کے بارے میں اس کو علم ہوا ہو اور وہ بالغہ ہو، تاہم فسخ کا اختیار اس مجلس تک محدود ہوگا جس میں اس کو علم ہوا ہو۔ (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ از چھاؤنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ بعد بیوہ ہوجانے کے اپنا نکاح ایسے شخص سے

---

[۱] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[۲] ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۲-۹۳

[۳] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۳

34

چاہتی ہے جس سے اُس کے ماں باپ ہندہ سے اس امر پر راضی نہیں اب اگر ہندہ ناراضی والدین گوارا کرکے اپنا نکاح کرلے تو آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ شخص جس سے ہندہ بناراضی پدر اپنا نکاح بطور خود کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہا میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا قصور وعیب نہیں جس کی وجہ سے ہندہ کا اس کی مناکحت میں آنا پدر ہندہ کے لئے موجب عار ہو تو بلاشبہہ نکاح صحیح و درست ہوجائے گا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جواز نکاح میں خلل نہ آئے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الایم احق بنفسہا من ولیہا[۱] رواہ الائمۃ مالک واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بالغ لڑکی اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے بارے میں فیصلہ کی زیادہ حقدار ہے۔ اس کو امام مالک، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[۲] (ملخصاً)

عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا اپنا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے، اور غیر کفو میں کیا تو بالکل ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زید کی اہلیہ نے انتقال کیا، دو بیٹیاں چھوڑیں اور لڑکیوں کا کوئی وارث سوا ایک ماموں حقیقی کے کوئی نہ تھا، ماموں نے ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً سات برس کی تھی اس کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا جس کو اب عرصہ آٹھ برس کا ہوا، اور دوسری بڑی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا، اب بڑی دختر باغوائے اپنے شوہر کے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو بہکاتی ہے کہ تو کہہ دے کہ میری نابالغی

---

[۱] صحیح مسلم — کتاب النکاح — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۴۵۵
سنن ابوداؤد — فصل فی الثیب — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۲۸۶
[۲] الدرالمختار — باب الولی — مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۱

میں نکاح ہوا ہے میں راضی نہیں ہوں تو میں تیرا نکاح اپنے دیور سے کرادوں گی، چنانچہ چھوٹی لڑکی اب اپنے ماموں کلماتِ ناراضی بیان کرتی ہے اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل اظہار کرتا ہے کہ اس چھوٹی لڑکی کو بالغہ ہوئے سال بھر گزرا اور اُسے نکاح کی خبر کئی برس سے ہے اور یہ کلماتِ ناراضی اس نے کوئی دو مہینے سے کہنے شروع کئے ہیں اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ نکاح لازم ہوگیا اور عورت کو حقِ اعتراض اصلاً نہ رہا جبکہ اُسے پہلے سے نکاح پر اطلاع تھی، تو جس آن میں بالغہ ہوئی فوراً اسی آن میں اگر ناراضی ظاہر کردیتی تو اسے حقِ اعتراض رہتا یہاں تک کہ اگر بالغہ ہوکر ایک لمحہ کو بھی دوسرے کام یا دوسری بات میں مصروف رہی تو اب اعتراض کا اختیار نہیں رکھتی یہاں تو جوان ہونے پر کئی مہینے بعد اس نے اعتراض شروع کیا ہے، یہ اصلاً قابلِ قبول نہیں، عورت پر فرض ہے کہ اس جہالت سے باز آئے، اور اس کی بہن پر فرض کہ پرائی زوجہ کو اغوا نہ کرے ورنہ سوا گناہ کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار بطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[1] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ باکرہ لڑکی کا اپنے نکاح کے علم پر خاموشی اس اختیارِ فسخ کو ختم کردیتی ہے اور اختیار بھی صرف اسی مجلس تک محدود ہوگا جس میں اسے علم ہوا ہے اس کے بعد اسے اختیار نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا[2] رواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن ابی ھریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والبزار والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ وابو یعلٰی والطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط

جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ایسے ہی احمد، ابن حبان، بزار اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابویعلٰی اور طبرانی نے اپنی اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الدرالمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] سنن ابی داؤد اول کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

نیز طبرانی نے اوسط اور صغیر میں اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۲ ۱۹ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک لڑکی نابالغہ کہ جس کی عمر گیارہ برس کی ہے اور اُس کی ماں مرچکی ہے اور باپ اس کا گوالیار میں نوکر ہے، نانا اُس لڑکی کا باپ کی غیبت میں لڑکی کو اپنے یہاں لے گیا اور بلا مشورہ باپ کے اُس کا نکاح ایک رافضی سے کردینا چاہتا ہے، جب باپ کو اطلاع بہُونچی آیا اور نانا کو ممانعت کی کہ میں ایسی تقریب ہرگز روا نہیں رکھتا بلکہ اس مضمون کا اُس نے نوٹس بھی دے دیا ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہتا ہے لڑکی کو روک رکھا ہے اور لڑکی اور اس کا باپ سب سُنّی ہیں اس صورت میں اگر نانا اُس نابالغہ کا نکاح باوجود ممانعت پدر کے اُس رافضی سے کردے گا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نانا کو لڑکی کے اپنے پاس بٹھا رکھنے اور باپ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کوئی چیز نہیں، سب اسی کی اجازت کے محتاج، اس کی اجازت کے بے نکاح کردینے کا اختیار، یہاں تک کہ اگر نانا بے اجازتِ پدر اس نابالغہ کا کسی سُنّی سے نکاح کردے تو باپ کے رد کرنے سے وہ نکاح باطل ہے نہ کہ رافضی کہ آج کل عموماً مرتدین ہیں اور ان سے سُنّیہ عورت کا نکاح اصلاً صحیح نہیں، علاوہ بریں اس قدر میں تو شک نہیں کہ رافضی سُنّیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے جو نکاح باپ دادا کے سوا دُوسرا کردے گا ہرگز صحیح نہ ہوگا، نہ کہ باپ کی صریح ممانعت کی حالت میں یہ نکاح کیا جائے، یہ کیونکر وجہِ صحت رکھے گا، پس یقیناً یہ نانا کا محض ظلم ہے، اگر وہ ایسا کرے گا تو ہرگز نکاح نافذ نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اور لڑکی نو برس کی عمر سے باپ ہی کے پاس رہے گی، اگر ماں ہوتی تو وہ بھی نو برس کے بعد اپنے پاس نہ رکھ سکتی نہ کہ نانا، یہ سب ظلم و تعدی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب[1]۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ یعنی وہ مرد شخص جس کی نسبت میں عورت کا واسطہ نہ ہو، یہ ولی وراثت کی ترتیب اور ایک دوسرے کے لئے مانع ہونے کی ترتیب پر ہوں گے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

درمختار میں ہے :

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نکاح کردیا تو وہ نکاح قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(ت)

اُسی میں ہے :

ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح من غیر کفو اصلا[2] (ملخصاً)

اگر باپ اور دادا کے غیر نے خواہ والدہ ہی ہو نکاح کیا تو غیر کفو میں بالکل جائز نہ ہوگا (ملخصاً)۔(ت)

اُسی میں ہے :

لیس فاسق کفواً لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح نھر[3] انتہی ملخصاً۔

صالحہ لڑکی یا صالح مرد کی فاسقہ لڑکی کے لئے فاسق شخص کفو نہیں ہے، نہر اھ ملخصاً(ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ[4]

اس کا قول "اصلاً" یعنی وہ نکاح نہ لازم اور نہ موقوف ہوتا ہے کہ بلوغ کے بعد رضا پر صحیح ہوجائے۔(ت)

درمختار میں ہے :

الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی[5] (ملخصاً)

والدہ اور دادی/نانی لڑکی کو پرورش میں لینے کی زیادہ حقدار ہیں یہ حق لڑکی کے بلوغ تک ہے اور بعض نے نوسال تک کہا یہی مفتی بہ ہے (ملخصاً)۔(ت)

مسئلہ یکم شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ باکرہ تھی اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے اُس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا۔ ہندہ کو معلوم تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگا لیکن اُس نے خاص اجازت اپنی زبان سے نہیں دی اور نہ انکار کیا، اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہوگیا

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[2] "	"	" " "	۱/۱۹۴
[3] "	باب الکفاءۃ	" " "	۱/۱۹۵
[4] ردالمحتار	باب فی الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۰۵
[5] "	باب الحضانۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۶۵

یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو ولی اور نکاح پڑھانے والے پر کیا کفارہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ زن بالغہ پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں اور اس سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے اگر بے اذن لے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نکاح فضولی ہے کہ اجازت زن پر موقوف رہے گا، اگر جائز رکھے جائز ہو جائے اور رد کر دے تو باطل، مگر زن دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہوتا ہے جبکہ خود ولی اقرب یا اس کا وکیل یا فرستادہ نکاح کرنے کا اس سے اذن لے بشرطیکہ جس کے ساتھ نکاح کا اذن لیا گیا عورت اسے پہچانتی بھی ہو اور بعد استیذان ولی کے بروقت اس جاننے پر کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ کیا جائے گا خاموش رہے ورنہ اذن نہیں کہ اذن و ظلم میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد اذن لے اور دوشیزہ سکوت کرے تاہم یہ سکوت اذن نہ ٹھہرے گا، تو جہاں اصلاً استیذان نہ ہو بحالت واقفیت پر خاموشی کیونکر اذن ہو سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استاذنها هو اى الولى وهو السنة او وكيله او رسوله فسكتت عن رده مختارة فهو اذن اى توكيل ان علمت بالزوج لتظهر الرغبة فيه او عنه ولو ضحكت الصامتة كبكاء او بغير عين لو بصوت والا فانت استاذنها غير الاقرب كاجنبى او ولى بعيد فلا عبرة بسكوتها اھ ملخصا وفى رد المحتار عن البحر عن المحيط ان زوجها بغير استيمار فقد اخطأ السنة وتوقف على

باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہو جانے پر اس پر کسی کی ولایت نہیں رہی، تو اگر اس سے اس کا ولی اجازت طلب کرے اور یہ سنت ہے یا ولی کا وکیل یا اس کا قاصد اجازت طلب کرے اور لڑکی اپنے اختیار کے باوجود خاموش رہے تو یہ وکالت کی منظوری تصور ہوگی بشرطیکہ اس کے ہونے والے خاوند کا اس کو علم ہو تاکہ پسند یا ناپسند کر سکے۔ خاوند کا علم شخصی طور پر ضروری نہیں ہے عمومی طور پر بھی مثلاً یہ کہ پڑوسی ہے یا چچا زادوں میں سے کافی ہے، جن کو وہ جانتی ہو، اگر خاوند کا علم بالکل نہ ہو سکے تو پھر یہ سکوت رضامندی نہ قرار پائیگا اگر ولی اقرب کی بجائے ولی بعید یا اجنبی نے بالغہ سے اجازت طلب کی تو اس وقت سکوت کو اجازت نہ قرار دیا جائے گا اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں بحر اور اس

۱؎ درمختار باب فی الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱-۹۲

رضاھا[1] اھ وفیہ (قولہ لایعرفون) عبارۃ الفتح وھم محصورون معروفون لہا[2] اھ۔

میں محیط کے حوالے سے کہ اگر ولی نے بالغہ کے مشورہ اور اجازت کے بغیر نکاح کردیا تو لڑکی کی رضامندی پر موقوف ہوگا اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ درمختار کا قول "لایعرفون" کا مطلب فتح کی عبارت میں یہ ہے کہ لڑکی کے ہاں معروف و محدود ہوں اھ۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر ولی اقرب نے بروجہ مذکور ہندہ سے اذن لیا اور اس نے سکوت کیا تھا جب تو یہ نکاح خود ہی جائز و نافذ ہوا کہ کنواریوں کا زبان سے صراحۃً اذن دینا ضرور نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذنہا صماتہا[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکی کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔ (ت)

ورنہ نکاح فضولی ہوا کہ قولاً یا فعلاً رد کردے تو رد ہوجائے اور قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت دے تو جائز ہوجائے رد قولی یہ کہ خبر نکاح سُن کر صاف کہے میں نے رد کیا یا مجھے منظور نہیں یا میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتی یا اور کوئی کلمہ ان کے مثل اور رد فعلی یہ کہ مثلاً دہائی دے کہ میں راضی نہیں یا اور کوئی حرکت ایسی کرے جس سے اس نکاح سے حقیقۃً نفرت و ناراضی ظاہر ہو اور اجازت قولی یہ کہ میں راضی ہوئی یا مجھے پسند ہے یا خدا مبارک کرے یا بہتر ہے یا مسکرائی یا بے آواز ہنسی وغیرہ وغیرہ اجازت فعلی مثلاً بلا جبر و اکراہ شوہر کے یہاں رخصت ہوکر جانا یا خلوت میں اپنے پاس اُسے آنے دینا یا اس سے مہر یا نفقہ طلب کرنا یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضامندی ہو، اور اجازت سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار یعنی جس کی عدالت و ثقاہت معلوم ہو یا دو مستور الحال یعنی جن کا کوئی فسق نہ معلوم ہو نکاح ہوجانے کی عورت کو خبر دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور غیر اب و جد نے نکاح کیا ہو تو مہر میں کمی فاحش نہ کی ہو اور شوہر اس کا کفو بھی ہو یعنی اس کے دین یا نسب یا پیشہ وغیرہا میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس کے باعث اس سے نکاح اس کے اولیاء کے حق میں عار ہو اس صورت میں عورت خبر سُن کر خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی اجازت تصور کی جائے گی۔ غرض یہ پانچ صورتیں ہیں رد کی کہ ان کے وقوع سے نکاح باطل ہوجائے گا اور تین اجازت کی کہ اُن کے وقوع سے نفاذ پائے گا، اور جب تک ان پانچ میں سے کوئی صورت واقع نہ ہو بدستور

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۸-۹۹

[2] " " " " ۲/۳۰۰

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۷۴۶ ۱۰/۳۴۲

موقوف رہے گا جب تک کہ ان میں سے ایک واقع ہو مثلاً ہنوز عورت کو نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی یا خبر دو اجنبی فاسق یا ایک اجنبی مستور الحال نے دی اور عورت خاموش رہی یا خود ولی خواہ اس کے فرستادہ نے اطلاع دی، مگر عورت شوہر کو نہ پہچانتی تھی یا پہچانتی تھی مگر جس ایسے جیسے ہوا اور ولی نے نکاح کر دیا وہ کفو نہ تھا یا مہر مثل سے کمی فاحش کی تھی، تو ان سب صورتوں میں یہ خاموشی نہ اجازت ہوگی نہ رد، بلکہ عورت کو اختیار رہے گا چاہے جائز کر دے خواہ باطل۔

اتقن هذا التحرير فانك لا تجده بهذا التحرير في غير هذا التقرير والحمد لله الهادي القدير۔

اس تقریر کو محفوظ کر لو کہ اس عبارت سے کسی دوسری تقریر میں نہ پاؤ گے، تمام محامد اللہ تعالٰی ہادی اکمل کے لئے ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع[1] اھ قال ط اي يحتمل انها نفرت من النكاح عند اعلامها به فيبطل العقد ولا يلحقه الرضا[2] قلت فاذا تبين ذلك كان ردا محققا كما لا يخفى وفي الدر ايضا زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت فهو

اگر لڑکی کو نکاح کی خبر پہنچی تو اسے رد کر دیا پھر کہتی ہے میں راضی ہوں تو اس سے وہ نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ رد کر دینے پر وہ باطل ہو چکا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے رہنمائی کی (جب لڑکی سے پہلے اجازت لئے بغیر نکاح کیا ہو جس کو وہ بعد میں جائز قرار دے) ایسی صورت میں بہتر ہے کہ زفاف کے وقت نکاح کی تجدید کر لی جائے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں اچانک نکاح کے متعلق سن کر لڑکی نفرت کا اظہار کر دیتی ہے[1] طحطاوی نے فرمایا کہ اس احتمال کی بنا پر کہ نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے بطور نفرت رد کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو جائے گا جو بعد میں اظہار رضامندی سے جائز نہ ہوگا اھ قلت، اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر یقینی طور پر وہ نکاح مردود ہوگا جیسا کہ واضح ہے،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۹

اذن ای اجازۃ ان علمت بالزوج[1] اھ (ملخصا) قال الشامی الشرط فی الفضولی العدالۃ او العدد فیکفی اخبار واحد عدل او مستورین[2] الخ قال فی الدر فان استاذنھا غیر الاقرب فلابد من القول کالثیب او ما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا و نفقتھا ودخولہ بھا برضاھا و قبول التھنئۃ ونحو ذلک[3] اھ ملخصا، وفی رد المحتار عن البحر عن الظھیریۃ لو خلا بھا برضاھا عندی ان ھذا اجازۃ اھ وفی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ[4] قلت وتمام الکلام علی الافعال التی تدل علی الرضا فی فتاوٰنا ثم فی الشامیۃ فی البحر اختلف

اور دُر میں یہ بھی ہے کہ ولی نے لڑکی کا نکاح کیا جس کی اطلاع ولی کے قاصد یا کسی اجنبی عادل شخص نے لڑکی کو دی تو لڑکی نے خاموشی اختیار کی تو یہ اجازت ہوگی بشرطیکہ اس کو خاوند کا علم ہو چکا ہو اھ شامی نے کہا کہ فضولی کی خبر میں عدالت یا عدد (دو) ہونا شرط ہے اس لئے ایک عادل یا دو مستور الحال حضرات کافی ہیں۔ دُر میں فرمایا کہ بالغہ لڑکی سے ولی اقرب کے غیر نے اجازت طلب کی ہو تو ضروری ہے کہ لڑکی قولی یا فعلی طور پر جواب دے جس سے اس کی رضا معلوم ہو سکے، مثلاً مہر طلب کرے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد قبول کرے یا خاوند کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے دے وغیرہ، جیسا کہ ثیبہ یا اس جیسی عورت کے لئے ضروری ہوتا ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ظہیریہ سے منقول ہے اگر لڑکی نے رضامندی سے خاوند کے ساتھ خلوت کر لی تو میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے، قلت: ان تمام افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں، کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے، پھر شامی میں ہے کہ بحر میں ہے اگر ولی نے بالغہ

---

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۱
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۲۹۹
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۲
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۰۱

فلو زوجها غیر کفؤ فبلغها فسکتت فقیل لا یکون رضا وقیل فی قول ابی حنیفة یکون رضا ان کان المزوج ابا او جدا وان کان غیرهما فلا کما فی الخانیة اخذا من مسئلة الصغیرة المزوجة من غیر کفؤ اھ قال فی النهر وجزم فی الدرایة بالاول بلفظ قالوا اھ ما فی الشامی۔ **قلت** وقدمه فی الخانیة وهو لا یقدم الا الاظهر الاشهر لکن قالوا یؤتی به للتبری وقد علل فی الخانیة للقول الثانی بتعلیل جمیل والتعلیل دلیل التعویل ونص فی المحیط والمبسوط وجامع قاضی خان ثم الکافی شرح الهدایة ثم الشلبی علی التبیین انه قول الامام وقد صحح فی الکفایة والکافی والدرایة والدرر التفرقة بین الاب والجد وغیرهما بناء علی مذهب الامام رضی الله تعالٰی عنه۔

عاقلہ کو غیر کفو میں نکاح کردیا تو اس وقت اجازت طلب کرنے پر یا معلوم ہونے پر لڑکی خاموش رہے تو کیا یہ اجازت ہوگی یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ رضا نہ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک قول کے مطابق اگر نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا ہو تو سکوت اجازت قرار پائیگی ورنہ نہیں، جیسا کہ خانیہ میں اس مسئلہ کو نابالغہ کو غیر کفو میں نکاح کردینے کے مسئلہ سے اخذ کیا ہے اھ نہر میں کہا کہ درایہ میں اس پر "قالوا" کے لفظ لاکر پہلے قول پر جزم کیا ہے۔ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ قلت، خانیہ میں اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وہ زیادہ ظاہر اور مشہور قول کو مقدم ذکر کرتے ہیں لیکن علماء نے کہا کہ خانیہ کا اس کو مقدم ذکر کرنا اس سے فراغت کے طور پر ہے ورنہ انہوں نے دوسرے قول کی مضبوط دلیل ذکر کی ہے جبکہ دلیل کو ذکر کرنا اعتماد کی دلیل ہے۔ محیط، مبسوط، جامع قاضی خاں پھر کافی شرح ہدایہ میں پھر تبیین کے حاشیہ شلبی میں اس کو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتایا ہے، اور کفایہ، کافی، درایہ، درر میں اس دوسرے قول کی تصحیح کی گئی ہے کیونکہ امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں باپ دادا اور غیر کے اقدام میں فرق ہے۔ (ت)[1]

اور بے اذن بے ولی کا نکاح کردینا اگرچہ خلاف سنت ہے مگر گناہ نہیں، یوں ہی نکاح پڑھانے والے پر کوئی الزام نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۱۲: ۷ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح لڑکی نابالغ کا جس کی عمر قریب

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۹

تین سال کے ہے، ساتھ عمرو نابالغ کے جس کی عمر قریب چار سال کے ہے بروایت مادر لڑکی کے جائز ہے یا نہیں' درحالیکہ باپ کے چار پانچ پشت کے لوگ چچا تایا وغیرہ موجود ہوں، اور اب بعد بالغ ہونے کے وہ لڑکی اس نکاح سے ناراض بھی ہے۔

الجواب

اگر وہ لڑکا جس سے اس نابالغہ کا نکاح ہوا اس کا کفو نہ تھا یعنی قوم و روش و مذہب وغیرہا امور معتبرہ کسی بات میں بہ نسبت دختر ایسا نقص رکھتا تھا کہ اس دختر کا اس کے نکاح میں دیا جانا اولیائے دختر کے باعث ننگ و عار ہو تو وہ نکاح سرے سے باطل واقع ہوا۔ یونہی اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کر دی گئی مثلاً مہر مثل پچاس ہزار تھا اس نکاح میں پچیس ہزار بندھا تو بھی نکاح باطل محض ہوا، ان دونوں صورتوں میں بعد بلوغ اگر خود اجازت دے اور نکاح نہ صرف ماں بلکہ اُن سب اولیائے نے کر دیا ہو جب بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ نابالغہ کے ایسے نکاح کرنے کا باپ یا دادا کے سوا کسی کو اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام والقاضی لایصح النکاح من غیر کفوٴ او بغبن فاحش اصلاً[1] (ملخصاً)

اگر غیر باپ اور دادا نے غیر کفو یا مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح کیا تو بالکل نکاح ناجائز ہوگا خواہ وہ غیر والدہ ہو یا قاضی ہو۔ (ملخص) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی فتح القدیر لو کبرت واجازت لایصح لانہ لم یکن عقداً موقوفاً اذ لامجیز لہ[2]

فتح القدیر میں ہے کہ اگر وہ نابالغ لڑکی بالغ ہو اس غیر کے نکاح مذکورہ کو جائز بھی کردے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ نکاح کی اجازت دینے والے کی اجازت پر موقوف نہ تھا۔ (ت)

اور اگر وہ لڑکا ایسا تھا نہ مہر مثل میں اس طرح کی کمی تو صحیح ہو گیا مگر از انجا کہ یک جدی مردوں میں سے جب تک کوئی موجود ہو ماں کو ولایت نکاح نہیں ہوتی بلکہ ان میں جو درباب وراثت مقدم ہو وہی ولی ہوتا ہے۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[3]

درمختار میں ہے نکاح کا ولی وراثت کے استحقاق و حجب کی ترتیب پر عصبات ہیں، اور اگر عصبہ بنفسہ نہ ہو تو پھر والدہ کو ولایت ہوگی۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۲
[2] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۰۵
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۳

لہذا یہ نکاح اُس ولی کی بے اجازت حرمت ماں نے کر دیا تو نکاح فضولی ہُوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، اگر اُس نے خبر سُن کر رد کر دیا مثلاً کہا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتا یا رد کرتا ہوں یا میں راضی نہیں یا اس کے مثل اور الفاظ، تو رد ہو گیا۔ اب دختر کی رضامندی و ناراضی کا بھی اعتبار نہیں کہ سرے سے نکاح باقی ہی نہ رہا، اور اگر ابتداءً باجازتِ ولی واقع ہُوا یا تزویجِ مادر کے بعد ولی نے اجازت دے دی تھی مثلاً کہا بہتر ہُوا یا میں نے پسند کیا یا مجھے منظور یا ان کے مانند اور کلمات، تو نکاح نافذ ہو گیا۔

فی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته[1]

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے اقرب ولی کے ہوتے ہوئے نکاح کر دیا تو یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

پھر بھی در انجا کہ زوج غیر اَب و جد اور دختر دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار دیا جائے گا کہ پہلے سے نکاح کی خبر رکھتی ہو تو اپنے بالغ ہوتے ہی اور بعد بلوغ اطلاع پائے تو خبر سنتے ہی فوراً بے وقفہ کہہ سکتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا میں نے اُسے فسخ کر دیا یا مجھے ناپسند ہے یا اس کے مثل اور کوئی امر کہ دلیل ناراضی ہو، پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اس نے یہ ناراضی ظاہر کی تو اُسے اجازت دی جائے گی کہ قاضی کے حضور دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرائے، اور اگر یک لحظہ بھی بے ضرورت سکوت کیا یا کسی دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہوئی تو اب وہ نکاح لازم ہو گیا، اس کے بعد اظہارِ ناراضی کچھ بکار آمد نہیں۔ درمختار میں ہے:

وان کان من کفؤ وبمهر المثل صح ولکن لهما ای لصغیر وصغیرة خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2] (ملخصا)

اگر کفو اور مہر مثل کے ساتھ نکاح کیا تو صحیح ہے لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد علمِ نکاح ہو تو فسخ کا اختیار ہوگا لیکن فسخ قاضی کے حکم سے ہوگا۔ اگر باکرہ بالغہ اپنے نکاح کا علم ہونے پر خاموش رہی تو اس کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا اور نکاح کے علم والی مجلس کے آخر تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا (ملخصا)۔ (ت)

اور اگر وہ نکاح نہ ابتداءً اجازتِ ولی سے ہُوا نہ زمانۂ نابالغی دختر میں ولی نے اجازت دی نہ رد کیا بلکہ اسے خبر

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] ؎ ؎ ؎ ۱/۱۹۲-۹۳

ہی نہ ہوئی یا بعد خبر سکوت محض کیا یہاں تک کہ دختر بالغہ ہوئی تو اب وہ خود اجازت دختر پر موقوف ہوا، پس اگر دختر نے اس اظہار ناراضی سے پہلے بعد بلوغ کوئی کلمہ اجازت کہا یا دلالۃً اس کے کسی فعل یا حال سے رضامندی ثابت ہوئی تھی، مثلاً بالغ ہونے پر شوہر کے پاس گئی یا اس سے کوئی برتاؤ زن و شوئی کا کیا یا کسی نے فلاں کی دلہن کہہ کر پکارا اس نے جواب دیا تو نکاح لازم ہوگیا اب ناراضی محض بے سود ہے اور اگر ہنوز قول یا فعل یا حال سے رضا ثابت نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے ایسی ناراضی ظاہر کی جس سے رد نکاح مفہوم ہوا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا۔

فی فتح القدیر یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ ولا ینفذ بمجرد بلوغہ۔[1]

فتح القدیر میں ہے: نابالغ کے نکاح کا جواز ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر ولی کی طرف سے اطلاع سے قبل خود بالغ ہوگیا اور اس نے اپنے نکاح کو جائز کردیا تو جائز و نافذ ہوجائے گا کیونکہ یہ اجازت پر موقوف تھا اور اجازت کے بغیر محض بلوغ سے نافذ نہ ہوگا۔

مستفتی ان سب صورتوں کو دیکھ کر جو صورت واقعہ ہو اس کے حکم پر عمل کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۸: از رائے پور علاقہ [illegible] مرسلہ منشی [illegible] صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف قوم مسلمان نے جس کی عمر تخمیناً ۲۸ یا ۲۹ سال ہوگی زناکاری سے توبہ کرکے ایک شریف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا، اب اس کی نائکہ کہتی ہے کہ میں ولی ہوں بے میری اجازت کے نکاح جائز نہیں۔ اور زید کہتا ہے کہ طوائف خود فعل مختار بالغہ ہے تیری اجازت کی حاجت نہیں، اور ولی واسطے ہدایت کار نیک کے ہوتا ہے زنا کے لئے ولی نہیں، نابالغ کا ولی بھی حمل بد کرانے کا مختار نہیں، ایسی ولایت شرعاً باطل ہے نائکہ کسی طرح ولی نہیں ہوسکتی، جو لونڈی اس نے حرام کی کمائی سے حرامکاری کے لئے خریدی وہ شرعاً لونڈی نہیں ہوسکتی بلکہ جو شرعاً ایسی ولایت کا دعوٰی کرے وہ قابل سزا ہے۔ پس صحیح قول زید کا ہے یا نائکہ کا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول زید کا صحیح ہے اور نائکہ کا محض دعوٰی باطل و قبیح۔ ہندوستان میں جو بعض خدا ناترس محتاج اپنی اولاد قحط وغیرہ میں بیچ ڈالتے ہیں شرعاً یہ بیع کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ باطل و محض مہمل و بے معنی ہے وہ ہرگز لونڈی

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹۸/۳

غلام نہیں ہوسکتی، نہ خریدنے والا اس کا مالک ہوسکتا ہے نہ کسی وجہ سے استحقاق اُن میں رکھتا ہے کہ حُر کی بیع محض باطل ہے۔ ہدایہ میں ہے:

بیع المیتة والدم والحر باطل لانها لیست اموالا فلاتکون محلا للبیع[1] — مردار، خون اور آزاد کی خرید و فروخت باطل ہے کیونکہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں اس لئے یہ بیع کا محل نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الباطل لایفید ملك التصرف[2] — بیع باطل ملک تصرف کا فائدہ نہیں دیتی۔ (ت)

اور جبکہ وہ عورت بالغہ ہے تو اپنی جان کا آپ اختیار رکھتی ہے نکاح کہ اس نے بہ ہدایت الٰہی زنا سے تائب ہوکر ایک شریف مسلمان سے کرلیا قطعاً صحیح ولازم ہے جو کسی کے روکے رد نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی[3] — حرہ عاقلہ بالغہ کا ولی کے بغیر اپنا نکاح صحیح ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزة عن امرأة شافعیة بکر بالغة زوجت نفسها من حنفی بغیر اذن ابیها والاب لایرضی وردہ هل یصح هذا النکاح قال نعم[4] — شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے ایک باکرہ بالغہ شافعی عورت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے اپنا نکاح بغیر ولی ایک حنفی مرد سے خود کیا، والد کی اجازت اور مرضی نہ تھی، اور والد نے اس کے نکاح کو رد کردیا، تو یہ نکاح صحیح ہوگا؟ تو انھوں نے جواب فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ (ت)

جب خود باپ کی نسبت یہ حکم ہے تو نانا کا دعوٰی کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے، یہ محض جہل نامزا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: از پیلی بھیت محلہ ملک احمد خاں مرسلہ حافظ بشیر احمد خاں صاحب ۱۵ رجب ۱۳۱۰ھ

جناب عالی! گزارش یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں باپ کی ولایت سے ہوا اب وہ لڑکی

---

[1] ہدایہ باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۵۳
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

بالغ ہوئی وہ اپنے باپ کے فعل کو ناپسند کرتی ہے، باپ کی ولایت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے، فقط۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حق جواب یہ ہے کہ باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح جس شخص سے کیا اگر وہ کفو یعنی دین، نسب و پیشہ و مال وغیرہ میں کوئی امر ایسا نہیں رکھتا کہ اس سے تزویج باعثِ عار ہو نہ دختر کے مہرِ مثل میں کمی فاحش کی تو وہ نکاح مطلقاً صحیح و نافذ و لازم ہے اگرچہ دختر ناپسند کرے اگرچہ باپ اس سے پہلے معروف بسوءِ اختیار ہو کہ اس نکاح میں اس کا حسنِ اختیار ظاہر تو پہلے کے سوءِ اختیار اس کی صحت میں مخل نہیں ہو سکتے۔ یوں ہی اگر باپ وقتِ تزویج نشہ میں نہ تھا اور اس سے پیشتر اپنی کسی قاصرہ کا نکاح غیر کفو سے یا مہرِ مثل میں کمی فاحش پر کرکے معروف بسوءِ اختیار ہو چکا تو بھی یہ نکاح صحیح و لازم ہے اگرچہ غیر کفو سے ہو اگرچہ مہرِ مثل میں کمی فاحش کی ہو۔ ہاں اگر دونوں امر مجتمع ہیں یعنی اس نکاح میں کفاءت بمعنی مذکور نہیں یا مہر میں کمی فاحش ہے اور ہنگامِ تزویج نشہ میں یا پہلے سے معروف بسوءِ اختیار تھا تو اس صورت میں نابالغہ کا نکاح اگرچہ بولایتِ پدری ہے اصلاً صحیح نہیں۔

درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق او شرير او فقير او ذي حرفة دنية لظهور سوء اختياره فلا تعارضه شفقته المظنونة، بحر[1]

اور ایسے ہی اگر ولی نے نشہ کی حالت میں فاسق یا شریر یا فقیر سے یا باعثِ ننگ کام والے سے نکاح کر دیا کیونکہ اس صورت میں اس ولی کا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنا ثابت ہو چکا ہے، اس کے مقابلہ میں اس کی شفقت جو ظنی ہے معارض نہیں بن سکتی، بحر۔

ردالمحتار میں ہے:

قلت ويقتضي التعليل ان السكران او المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفؤ بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض (الى قوله) وهذا مفقود في السكران ومسيء الاختيار اذا خالف لظهور عدم رايه وسوء اختياره

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت تفصیل کو چاہتی ہے کہ اگر نشے والا یا غلط اختیار کی شہرت والا اگر لڑکی کا نکاح کفو میں اور مہرِ مثل کے ساتھ کرے تو نکاح صحیح ہے کیونکہ اس میں لڑکی کے لئے کوئی ضرر نہیں ہے (ان کا کلام یہاں تک ہوا) کہ عام فرد کی صورت اس نشے والے اور غلط اختیار والے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

فی ذٰلک تتعین[1] واللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

جنھوں نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے میں نہیں پائی جاتی کیونکہ تنشے والے کی رائے ظاہر نہ ہُوئی اور دوسرے کا غلط اختیار اس معاملہ میں ظاہر ہوچکا ہے انتہٰی۔ (ت) واللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۵: از پیلی بھیت الیضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا نکاح عمرو سے اُس حالت میں کہ اوضاع واطوار عمرو موصوف کے درست تھے اپنی ولایت سے کردیا جب ہندہ مذکورہ رخصت کے زمانہ تک خود بلوغ کو پہنچی تو اس نے اپنے شوہر عمرو کو محرمات ومنہیات شرعیہ کا مرتکب اور مامورات ومشروعات کا محترز پاکر اپنے باپ زید کے فعل کو قبیح سمجھا اس تزویج کو ناجائز رکھا، پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا عمرو سے عقد منعقد رہا یا فسخ ہوا؟ بینوا توجروا

الجواب

جب ہنگام تزویج عمرو میں کوئی امر ان بداطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں اس نے بعد میں اختیار کیں تو عدم کفایت بعد نکاح حادث ہُوئی اور ایسی حادث کفاءت مانع صحت نکاح نہیں خصوصاً تزویج پدر میں کہ آئندہ کا علم بندہ کی قدرت سے باہر ہے ولا یکلف اللّٰہ نفسا الّا وسعہا[2] (اللہ تعالٰی کسی کو وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) پس اس بناء پر ہندہ کا اُس نکاح کو جائز رکھنا اصلاً قابل سماعت نہیں۔ درمختار میں ہے:

والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ[3]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ابتداءِ نکاح کے وقت کفو کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا بعد میں کفو کا زوال مضر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۶: ۲۴ رجب ۱۳۱۰ھ

بالغہ کا نکاح باپ خود کسی کفو سے کرے استیذان بالغہ ضرور ہے یا نہیں؟ نہیں تو مستحب ومسنون یا مباح یا کوئی حاجت نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

[2] القرآن ۲/۲۸۶

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب

بالغہ پر ولایت نہیں، استیذان نفاذ نکاح کے لئے ضرور ہے، اگر بے استیذان نکاح کردے گا نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت بالغہ پر موقوف رہے گا، اگر جائز کرے گی جائز ہوجائے گا، رد کرے گی رد ہوجائیگا کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت) باقی واجب نہیں کہ ترک پر گناہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹ ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے اور اس کا کچھ پتا نہیں، اور ہندہ کا ایک بھائی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ برس کی ہے اور سبزہ آغاز ہے، ہندہ کا نکاح اس کی ماں اور اس کے بھائی نے کردیا، اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستولہ میں جبکہ ہندہ نابالغہ ہے اور اس کا باپ مفقود الخبر ہے اور ہندہ کے جوان بھائی نے اس کا نکاح کیا تو وہ نکاح ہوگیا بشرطیکہ جس شخص سے نکاح کیا ہو وہ اس کا کفو ہو یعنی اس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ اس کے نکاح سے ہندہ کے اولیا کو ننگ وعار آئے اور بشرطیکہ مہر میں ایسی کمی کی ہو جس کا تحمل لوگ نہ کرتے ہوں اور اگر ان باتوں میں سے ایک بات ہوگی یعنی اس شخص کے قوم یا مذہب یا پیشہ وغیرہ میں کوئی امر موجب ننگ وعار ہوگا یا مہر میں ایسی سخت کمی کی گئی ہو مثلاً ہندہ کا مہر مثل دس ہزار تھا اور بھائی نے پانچ ہزار پر نکاح کردیا تو ان صورتوں میں وہ نکاح اصلاً نہ ہوا، والمسائل منصوصۃ علیہا فی الدر والمحتار وغیرہما (یہ مسائل درمختار وغیرہ میں منصوص ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نکاح دختر نابالغہ کا باوجود انکار دختر نابالغہ اور حیات ہوتے اس کے باپ کے بے اجازت اس کے باپ کے، اس کی ماں نے زید کے ساتھ کردیا، آیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ نکاح مادر و برادر بالغ نے بریلی میں کیا اور اس کا باپ کانپور میں موجود ہے جسے ہنوز اس نکاح کی اطلاع نہ ہوئی، اور جس لڑکے سے نکاح ہوا وہ اس کا کفو ہے، اگر یہ سب بیان

واقعی ہیں تو دیکھا جائے گا کہ کفو اس قدر انتظار پر راضی ہو سکتا تھا کہ باپ کو خط لکھا جائے اور اس کی اجازت منگائی جائے یا وہ اس پر راضی نہ ہوتا بلکہ اتنے انتظار پر نکاح ہی نہ کرتا اگر یہ پچھلی صورت فرض کی جائے جس کے وقوع کی اُمید بہت ہی ضعیف بلکہ کالعدم ہے کہ انتظار جواب میں یہ بات ہاتھ سے جاتی تھی تو نکاح نافذ ہو گیا بشرطیکہ مہر مثل میں کمی نا کششی کی گئی ہو اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ انتظار جواب کر لیتا اور غالب ایسا ہی ہے تو یہ نکاح بشرائط مذکورہ اجازت پدر پر موقوف ہے اگر جائز رکھے گا جائز ہو جائے گا اور باطل کر دے گا تو باطل ہو جائے گا۔

فی الدر المختار للولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیه الفتوی[۱] اھ مختصرا، وفی رد المحتار قال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأیه فات الکفو الذی حضر فالغیبة منقطعة والیه اشار فی الکتاب وفی البحر عن المجتبی عن المبسوط انه الاصح وفی النهایة اختاره اکثر المشائخ وصححه ابن الفضل وفی الهدایة انه اقرب الی الفقه وفی الفتح انه الاشبه بالفقه وفی شرح الملتقی عن الحقائق انه اصح الاقاویل وعلیه الفتوی وعلیه مشی فی الاختیار والنقایة ویشیر کلام النهر

درمختار میں ہے اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہے کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب کا انتظار نہ کرتا تو ولی ابعد کو نکاح جائز ہے، اس پر باقانی نے اعتماد کیا اور ابن کمال سے نقل کیا ہے کہ اس پر فتوٰی ہے اھ مختصرا۔ اور رد المحتار میں ہے ذخیرہ میں کہا اصح یہی ہے کہ اگر ولی اقرب اتنی مسافت پر ہو کہ رشتہ طلب کرنے والا ہم کفو وہاں سے جواب یا اس کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہیں کرتا تو غیبت منقطعہ قرار پائی گی اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور بحر میں مجتبٰی کے حوالے سے مبسوط سے منقول ہے کہ یہ اصح ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اسے پسند کیا ہے اور ابن فضل نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب الی الفقہ ہے۔ اور فتح میں ہے کہ فقہ کے قریب ہے۔ اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ یہ تمام اقوال میں اصح ہے اور اس پر فتوٰی ہے۔ اور اختیار اور نقایہ میں اسی کو قائم رکھا ہے۔ اور نہر کا کلام بھی

الی اختیارہ وفی البحر و الاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ[1] اھ ما فی ردالمحتار **قلت** لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد جعلت مسافۃ القصر کمسافۃ ساعۃ واحدۃ بل اقل فوجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ۔

اس کے مختار ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور بحر میں ہے کہ جس پر اکثر مشائخ کا اعتقاد ہو اس پر فتوٰی باعثِ اطمینان ہے، ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی۔ **قلت** خصوصاً موجودہ زمانہ میں کہ جب ریل گاڑی نے مسافتِ قصر کو ایک گھنٹہ کی مسافت بنادیا ہے بلکہ اس سے بھی کم کردیا ہے لہذا جس پر اکثر مشائخ نے فتوٰی دیا ہے یہی قابلِ اعتماد ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ عورت کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نکاح میں پچاس کا باندھا تو سرے سے نکاح ہی نہ ہوا۔

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح بغبن فاحش[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح کرنے والا باپ دادا کا غیر ہو خواہ وہ ماں ہی کیوں نہ ہو مہر میں فحش کمی کے ساتھ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ۔

چہ می فرمایند علمائے اہل سنت وجماعت دریں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ وارث شرعیہ ندارد و نہ از نطفہ زید مگر زید بسعی تمام از ایام طفل پرورش کردہ تا بعمر دہ سال در رسیدہ و بسبب اطلاق پرورش زید ولی ہندہ ظاہر بود زن منکوحۂ زید نکاح ہندہ ہمراہ خیراتی خاں کردہ فرار شد وقتیکہ زید آمدہ بر نکاحش وقوف یافتہ راضی نگشت دریں صورت بدون اجازت

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نامی لڑکی جو زید کی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شرعی وارث ہے لیکن زید نے اس کی بچپن سے دس سال کی عمر تک پرورش کی۔ اس پرورش کی وجہ سے زید ہندہ کا ولی معلوم ہوتا ہے تو زید کی عدم موجودگی میں زید کی بیوی نے ہندہ کا نکاح خیراتی خاں سے کردیا، اور خیراتی خاں اس کے بعد بھاگ گیا، اب جب زید واپس آیا تو اس نے ہندہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

زید نکاح ہندہ خوردسالہ درست ست یا نہ، بیان فرمایند بعبارات کتب، رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کے نکاح کو ناپسند کیا اور راضی نہ ہوا، تو کیا مذکورہ صورت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کی مرضی کے خلاف درست ہوا یا نہیں؟ کتب کے حوالے سے جواب دیا جائے اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے۔ (ت)

الجواب

اوّلاً دیدہ باید کہ شخصے کہ زن زید ہندہ را بحبالہ نکاحش داد با ہندہ کفاءت دارد یا نے، اگر ندارد مثلاً در نسب یا حرفہ یا روش یا مذہب قصورے دارد کہ ہندہ را در نکاحش آمدن نزد اہل عرف موجب عار باشد آنگاہ ایں نکاح باطل محض افتد کہ باجازت ہیچ کس روئے نفاذ نہ بیند تا آنکہ ہندہ اگر خویشتن بعد رسیدن اجازت کند ہم روئے نیابد زیرا کہ تزویج با غیر کس [illegible] کردن کار پدر و جد معروف نباشد ہیچ کس آں نمی رسد کما نصوا علیہ قاطبۃ وفی جامع الصغار وغیرہ غیر الاب والجد من زوج الصغیرۃ من غیر کفوء فادرکت الصبیۃ فاجازت لایجوز[1]۔ واگر کفاءت دارد آنگاہ دید نیست کہ ہندہ ہنگام نکاح ہیچ قریبے قریب یا بعید مرد یا زن از جانب پدر یا مادر اگرچہ در غایت بعد و دوری می داشت یا نے، اگر می داشت پس ہماں کس ولی نکاح او ست نکاح مذکور را اجازت آں ولی موقوف ست خواہ ایں زید باشد یا دیگرے اگر اجازت دہد جائز شود و اگر رد کند باطل

پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ زید کی بیوی نے جس شخص سے ہندہ کا نکاح کیا ہے وہ ہندہ کا ہم کفو ہے یا نہیں، اگر نہیں مثلاً نسب، کردار، حرفہ یا مذہب میں ایسی کمی والا ہے کہ عرف میں اس کو عار سمجھا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ نکاح محض باطل ہے اور کسی کی اجازت حتی کہ ہندہ خود بالغ ہونے پر اس کو جائز نہیں کرسکتی کیونکہ غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کرنے کی ایسے باپ دادا [illegible] ہوں کے بغیر کسی کو اجازت نہیں ہے، جیسا کہ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے جامع صغار میں ہے باپ دادا کے غیر کسی ولی نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو تو لڑکی بالغ ہوکر خود بھی اس نکاح کو جائز نہیں کرسکتی، اور اگر وہ شخص ہندہ کا ہم کفو تھا تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ہندہ کا کوئی رشتہ دار مرد یا عورت قریب یا بعید جو کسی طرح والد یا والدہ کی طرف سے ہندہ کے نکاح کی ولایت رکھتا ہو موجود ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا وہ جائز قرار دے تو جائز، اگر رد کردے تو رد ہوجائیگا وہ ولی زید ہو یا کوئی اور ہو۔ اور اگر ہندہ کا کوئی بھی

---

[1] جامع احکام الصغار علی حاشیہ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

گردد، واگر باشد ہیچ کس را از زندگان وقت نکاح قرابت نسبی بود نہ زید نہ غیر او را آنگاہ در دیار ما کہ زیر ولایت ہیچ قاضی شرع وحاکم اسلام نیست نظر کردن ست، اگر دراں شہر عالمے از علمائے دین کہ فقیہ وصاحب فتوی واعلم علمائے بلد باشد موجود ست پس نکاح مذکور بر اجازت او موقوف ست اگر اجازت دہد نافذ شود واگر رد کند باطل گردد، فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم[1] واگر آنجا ہم عالمے نیز نباشد آنگاہ ایں نکاح اصلاً منعقد نشدہ باشد وخود باطل است لکونہ عقد فضولی صدر ولا مجیز، فی جامع الصغار ان کانت فی موضع لایکون تحت ولایۃ قاضی فانہ لاینعقد[2] اھ وفی رد المحتار عن الفتح ما لامجیز لہ ای ما لیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا زوجہ الفضولی محبوسۃ یتیمۃ فی دار الحرب اذا لم یکن

زندہ لوگوں میں سے نسبی ولی نہیں، نہ زید ہے نہ کوئی اور ہے، تو ایسی صورت میں جبکہ ہمارے ملک میں کوئی قاضی یا شرعی حاکم سرکاری طور پر مقرر نہیں ہے، اگر اس شہر میں کوئی ایسا عالم جو متقی، فقیہ اور علاقہ کا بڑا عالم ہو موجود ہے تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا کہ وہ اگر جائز کردے تو جائز اور اگر رد کردے تو رد ہو جائے گا۔ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے منقول ہے کہ جب زمانہ شرعی طور پر امور کو سرانجام دینے والے حاکم و قاضی سے خالی ہو تو یہ امور علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہوگا کہ وہ ان علماء کی طرف رجوع کریں اور یہ علماء والی بن جائیں گے، اور اگر ایک عالم کی طرف سب کا رجوع مشکل ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے علاقہ کے عالم کی طرف رجوع کریں گے، اور کسی علاقہ میں ایسے علماء کی تعداد زیادہ ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں گے، اور اگر وہاں کوئی ایسا عالم نہ ہو تو پھر یہ نکاح اصلاً منعقد نہ ہوگا اور خود بخود باطل ہو جائے گا کیونکہ یہ فضولی کا ایسا نکاح ہوگا جسے کوئی بھی جائز کرنے والا نہیں۔ جامع الصغار میں ہے کہ اگر ایسی جگہ ہو کہ وہاں کوئی سرکاری شرعی حاکم نہ ہو تو نکاح منعقد نہ ہوگا اھ، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ جہاں کوئی ایسا حاکم مجاز نہ ہو جو نکاح کو جائز کرسکے تو نکاح باطل ہوگا۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی من الانواع الثلاثۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱
[2] جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۷۹

سلطان ولا قاضی لعدم من یقدر علی الامضاء حالۃ العقد فوقع باطلا اھ ملخصا[1]۔ بے قرابت بمجرد پرورش ولایت نکاح ثابت نشود۔ ف جامع الصغار من یتولی صبیا او صغیرۃ لا یملک تزویجھما[2]۔ پس دریں صورت اجازت و عدم اجازت زید چیزے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ کسی فضولی نے نابالغہ یتیم لڑکی کا نکاح دارالحرب میں کر دیا، یا وہاں کر جہاں کوئی سلطان و قاضی نہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح باطل ہو جائے گا کیونکہ وہاں کوئی جائز کرنے والا نہیں ہے اھ ملخصا۔ زید کو محض پرورش کی وجہ سے ولایت حاصل نہ ہوگی۔ جامع الصغار میں ہے کہ کسی بچے یا بچی کی کفالت کرنے والا اس کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا لہذا مذکورہ صورت میں زید کی اجازت و عدم اجازت کی کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۳۲۳: از قاضی باڑی ضلع بہرودلی ڈاکخانہ شاہ آباد مرسلہ حضرت سید امیر حیدر صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ سید سجاد حسین مرحوم نے چار لڑکیاں اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد چند عرصہ کے ایک لڑکی فوت ہوگئی، بعد اس کے زوجہ نے انتقال کیا، تین لڑکیاں دو منسوبہ اور ایک نابالغہ چھوڑی، بعد دو مہینہ کے تیسری لڑکی نے بھی انتقال کیا، اب لڑکی نابالغ کے نکاح کی اجازت بموجب شرع شریف کے ہمشیرہ حقیقی کو ہے یا نانی نانا کو حاصل ہے فقط۔

الجواب

اس نابالغہ کے دادا پردادا یا اُن کے باپ دادا پردادا کی اولاد پسری میں کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد باقی ہے تو اس کے نکاح کی ولایت اُسی کو ہے، اُس کے ہوتے نانا نانی بہن بلکہ ماں بھی کوئی چیز نہیں اور اس طرح کے مرد متعدد ہیں، تو اُن میں جو قریب تر ہوگا یعنی جو اس نابالغہ کے نسب میں بہ نسبت دوسروں کے کم واسطوں سے ملےگا وہی ولایت پائے گا، اور جو برابر درجے کے ہیں وہ ہر ایک ولی ٹھہرے گا۔ مثلاً ہندہ بنت زید بن بکر بن خالد ہے اور سعید و رشید پسران حمید بن حامد بن خالد اور باقر ابن جعفر بن احمد بن حامد اور کبیر و صغیر و منیر پسران طاہر بن مظہر بن حامد موجود ہیں تو ولایت نکاح ہندہ سعید و رشید دونوں کو یکساں ہے اور اُن کے ہوتے باقر و کبیر و منیر کو استحقاق نہیں، ہاں اگر ددھیال میں کوئی مرد

۱؎ ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۷

۲؎ جامع احکام الصغار علی حاشیۃ جامع الفصولین فی مسائل النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲

دیا نہیں خواہ یوں کہ سرے سے کوئی مرد ہی نہیں یا جو ہے وہ مجنون یا رفض وغیرہ بدمذہبیوں میں حدِ کفر تک پہنچا ہوا ہے تو اس وقت اشخاصِ مذکورینِ سوال میں ولایتِ نکاح نانی کو ہے وہ نہ ہو تو نانا کو، وہ نہ ہو تو بہن کو۔ اور ان سب میں بھی عقل و اسلام کی شرط ضرور ہوگی یعنی اگر مذہب میں فساد ہو تو حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوٰی اسلام رکھتا ہو۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثٰی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف واسلام فی حق مسلمة وولد مسلم مالم یکن عصبة فالولایة للام ثم لام الاب ثم للجد الفاسد ثم للاخت[1]، اھ ملخصا، وفی ردالمحتار وھو فی الجوھرة بتقدیم الجدة علی الاخت، ونقل ذلك الشرنبلالی عن شرح النقایة للعلامة قاسم قال ولم یقید الجدة بکونها لام او لاب اھ، وفیه عن الخیریة ان الجدة لاب اولٰی من الجدة لام قولا واحدا فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد تامل اھ قال وما جزم به الرملی افتی به فی الحامدیة[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے نکاح میں عصبہ بنفسہ یعنی وہ مرد جس کی نسبت میں عورت واسطہ نہ ہو، وراثت وحجب کی ترتیب پر ولی بنتے ہیں بشرطیکہ وہ حر، مکلف اور مسلمان ہوں جبکہ ان کی ولایت مسلمان لڑکی یا لڑکے کے لئے ہو۔ اور اگر عصبات بنفسہا نہ ہوں پھر والدہ کو، پھر دادی کو، پھر نانی کو، پھر اخت کو ولایت ہوگی اھ ملخصا، اور ردالمحتار میں ہے کہ جوہرہ میں جدہ کو بہن پر مقدم کرنے کی صراحت کی ہے۔ شرنبلالی نے اسی کو علامہ قاسم کی شرح نقایہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جدہ کو نسل کی قید سے مقید نہیں کرتے اھ، اور اسی میں فتاوٰی خیریہ سے منقول ہے کہ دادی کا نانی سے مقدم ہونا ایک ہی قول ہے تو حاصل یہ ہوا کہ والدہ کے بعد دادی اور پھر نانی پھر نانا، غور کرو اھ۔ اور کہا کہ جس پر رملی نے خیریہ میں جزم کیا ہے اسی پر حامدیہ میں فتوٰی دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از کلکتہ اسٹریٹ ۱۶۲ دھرم تلا مرسلہ حافظ عزیز الرحمن صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے درصورت نہ ہونے والد اور چچا اور برادر اور دادا اس لڑکی کے بموجودگی والدہ کے کر دیا تھا اب اس نے بحالتِ بلوغ

---

[1] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۹۳

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۲-۱۳

اس نکاح کو منظور نہ کیا تو وہ نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر عورت کی نامنظوری اس بنا پر ہے کہ ماموں نے جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا وہ اس کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہ امور معتبرہ میں ایسا گھٹ ہوا جس سے نکاح اس کیلئے باعث ننگ وعار ہے یا اس بنا پر کہ ماموں نے اس کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے جب تو وہ نکاح خود ہی باطل محض ہوا جسے خود شرع مطہر نکاح نہیں ٹھہراتی، عورت کی منظوری و نامنظوری کو کچھ دخل نہیں، اور اگر یہ دونوں وجہیں نہیں بلکہ کسی اور سبب سے نامنظور کرتی ہے تو اس صورت میں اگر عورت نے کنواری بعد بلوغ خبر نکاح سننے تک یا پہلے سے معلوم تھا تو بالغہ ہوتے ہی فوراً بلا توقف اختیاری نامنظوری ظاہر نہ کی تو نکاح لازم ہوگیا، اب عورت کو اصلاً کوئی چارہ کار نہیں، اور اگر فی الفور آن بلوغ میں یا بعد بلوغ نکاح معلوم ہوا تو آن استماع خبر میں معاً اپنی نامنظوری ظاہر کی تو از انجا کہ نکاح غیر اب وجد کا کیا ہوا ہے عورت کو اختیار فسخ حاصل ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بطور خود فسخ کردے اور اس کے حبالہ زوجیت سے باہر ہوجائے بلکہ یہ کہ حاکم شرع کے یہاں دعوی رجوع کرے، حاکم بعد تحقیقات امور مذکورہ نکاح فسخ کردے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب و ابیہ لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولھما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ وشرط للکل القضاء ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر باپ دادا کے سوا یعنی باپ اور دادا کے غیر نے کیا تو غیر کفو میں یا بہت کم مہر کے ساتھ کیا تو نکاح باطل نہ ہوگا۔ اور اگر کفو یا مہر مثل سے کیا تو نکاح صحیح ہوگا، اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح کے فسخ کا اختیار رہے گا خواہ دخول کے بعد بلوغ یا نکاح کا علم ہوا ہو اس وقت فسخ کرسکتے ہیں۔ فسخ کی ان تمام صورتوں میں قضاء شرط ہے، اور باکرہ بالغہ لڑکی کا سکوت اس کے خیار فسخ کو ختم کردیتا ہے جبکہ وہ اپنے نکاح سے باخبر ہو اور اس سے اس کی اجازت طلب کی گئی ہو اگرچہ اس کو اپنے اختیار کے بارے میں علم نہ بھی ہو اور مجلس کے خاتمہ تک یہ اختیار باقی رہے گا، اھ، ملتقطا۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم واکمل ہے۔ (ت)

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲-۹۳

مسئلہ ۳۲۳ از شہر کہنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے علام وفضلائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور دو لڑکی ایک قریب ایک سال، اور دوسری قریب تین سال، اور بیوی اور والدہ اور تین بھائی چھوڑے۔ ان لڑکیوں نے تا مدت سات سال زیر سایہ اپنی والدہ اور چچاؤں کے پرورش پائی، قضائے الٰہی بعد سات سال والدہ نے بھی انتقال کیا، چونکہ چچا اپنے اپنے تعلقوں پر تھے یہاں موجود نہ تھے، خالائیں آئیں اور حیلہ وفریب کرکے لڑکیوں کو لے گئیں کہ تا آنے چچاؤں کے یہ لڑکیاں ہمارے پاس ہیں جب چچا آئیں گے فوراً روانہ کردیں گے، یہاں سے لے جاکر دونوں لڑکیوں کے نکاح عدم موجودگی چچاؤں میں بافتیار خود اپنے لڑکوں کے ساتھ کرلئے۔ اس صورت میں یہ نکاح ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آٹھ سال کی لڑکی ضرور نابالغہ ہے، یونہی دس سال کی بھی، جب تک حیض نہ آئے یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوجائے۔ اور نابالغ کے نکاح کا اختیار عصبہ کو ہے، عصبہ کے ہوتے ذوی الارحام کوئی چیز نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

لغیر العصبات من الاقارب ولایۃ التزویج عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی معناہ عند عدم العصبات؎۔ نابالغہ کے نکاح کی ولایت عصبات کی غیر موجودگی میں دیگر اقارب کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک حاصل ہے۔ (ت)

چچا عصبہ ہے اور خالہ ذوات الارحام سے۔ خالہ سگے چچا سے چھتیسویں درجے میں ہے کہ حقیقی باپ نہ ہو تو سوتیلے چچا کو نکاح کی ولایت ہے، پھر حقیقی چچا کے بیٹے کو، پھر سوتیلے چچا کے بیٹے کو، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے کا، پھر اور دور کا سگا چچا، پھر سوتیلا، پھر اگلی کا بیٹا، پھر اس کا، پھر آزاد کرنے والا، پھر اس کا عصبہ، یہ سب عصبات ہیں، جب ان میں کوئی نہ ہو تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر تیسری پوتی نواسی، پھر دختر کی، پھر نانا، پھر سگی بہن، پھر سوتیلی، پھر ماں کی اولاد جو باپ میں شریک نہیں، پھر سگی بہن کی اولاد، پھر سوتیلی کی، پھر اولاد مادر کی، پھر پھوپھی، پھر ماموں۔ اور جب ان سب میں کوئی نہ ہو تو خالہ۔ ان تمام درجات کی تفصیل عالمگیری و درمختار و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر۔ فتاوٰی قاضی خاں

؎ ہدایہ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۲۹۸

میں ہے:

ولایۃ النکاح الی العصبۃ الاقرب الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھم علی ھذا الترتیب وان سفلوا ثم العم لاب وام اھ مختصرا۔[1]

نکاح کی ولایت عصبات کو ہے اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبات والد پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر باپ کی طرف سے بھائی، پھر ان دونوں کے لڑکوں کو اسی ترتیب سے نیچے تک، پھر حقیقی چچا کو۔ اھ ملخصاً (ت)

درمختار میں ہے:

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (وعدد درجات الی ان قال) ثم الخالات۔[2]

اگر عصبہ نہ ہو تو ماں کو ولایت ہے، اور ولایت کے درجات متعددہ کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ پھر خالاؤں کو ولایت ہوگی (ت)

پس چچا کے ہوتے جو نکاح خالہ کردے چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر جائز رکھے جائز اور اگر رد کردے تو باطل ہو جائے۔ درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔[3] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اگر قریبی ولی کے ہوتے ہوئے بعید ولی نے نکاح کیا تو قریبی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اللہ تعالٰی اعلم ہے اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۵: از سہسوان ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا محمد حسن صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان بالغ لڑکی ناکتخدا کا نکاح اس کی ماں نے عدم موجودگی باپ میں اپنے عزیز واقارب کو جمع کرکے اپنے بھانجے کے ساتھ کر دیا، باپ بھی اس لڑکے کو جانتا ہے اور اس پر راضی بھی تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک یہ نوکر نہ ہو مت کرنا، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں؟ اور ماں کو بموجودگی باپ کے اولاد پر ایسا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب

نابالغ اولاد پر باپ کے ہوتے ماں کے لئے ایسا اختیار اصلاً نہیں، اور بالغ اولاد پر ماں باپ کسی کیلئے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الاولیاء	نولکشور لکھنؤ	۱/۱۶۳
[2] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۲
[3] "	"	"	۱/۱۹۴

ولایت جبری نہیں، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الایم احق بنفسہا من ولیہا۔ رواہ الستۃ الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1]

بالغہ عورت ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ اس کو امام بخاری کے سوا ائمہ ستہ نے روایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ۔[2]

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر اس پر جبری ولایت کسی کو حاصل نہ رہی۔ (ت)

صورت مذکورہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کا نکاح بے اس کے اپنے اذن کے نہ ماں کے کئے نافذ ہوسکے نہ باپ کے ہاں، جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ خود کرسکتی ہے نہ دوسرے کو اذن دے سکتی ہے جب تک ولی اس شخص کے غیر کفو ہونے پر مطلع ہوکر پیش از نکاح بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ اھ ملخصا۔[3]

ولی کی رضا کے بغیر حرہ عاقلہ بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح نافذ ہوتا ہے اور غیر کفو میں ولی کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح جائز نہ ہونے پر فتوٰی ہے جبکہ ولی غیر کفو میں ہونے کا علم حاصل کرچکا ہو اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ، بحر۔[4]

یہ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا کوئی ولی ہو اور نکاح سے قبل وہ اس پر راضی نہ ہو تو نکاح کے بعد ولی کی رضا مفید نہ ہوگی، بحر۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم — کتاب النکاح — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵
سنن ابوداؤد — فصل فی الثیب — آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۶
[2] درمختار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[3] ایضًا
[4] ردالمحتار — باب الولی — داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

اور کفو وہ ہے جس کے قوم، مذہب، چلن، پیشے وغیرہ میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لئے اہلِ عرف کے نزدیک موجبِ ننگ و عار و بدنامی ہو، نہ ایسی حالت محتاجی نادری بے خرچگی و بے سامانی میں ہو کہ عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے، یا جس قدر مہر شرعًا یا عرفًا پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے۔ درمختار میں ہے:

تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ و مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع وحرفۃ[1] اھ ملخصا۔

عرب وعجم میں کفو کیلئے دینداری اور مال کا اعتبار ہوگا کہ وہ مہر معجل دینے پر قادر ہو اور وہ کاروبار والا نہ ہو تو ایک ماہ کا خرچہ ادا کرنے پر قادر ہو، ورنہ اگر وہ کاروبار والا ہے تو روزانہ بیوی کی کفایت کے لئے نفقہ کی قدرت رکھتا ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو، ورنہ مہر معجل کی قدرت کافی ہے اور برابری حسب پیشہ میں اھ ملخصا (ت)

پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذنِ دختر ہُوا تو بلاشبہہ صحیح و تام و نافذ ہوگیا جس میں ناموجودی و ناراضی پدر کچھ خلل انداز نہیں، نہ اس کا ذکر نہ ہونا مخل ہوسکتا ہے جبکہ وہ، وہ مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پہننے کے قابل کماسکتا ہے یا حسبِ عادت بلد اُس کے ماں باپ ہوں بیٹے کی [illegible] نہیں [illegible] دینا ہو تو اس کے ادا پر بھی قادر ہو۔ درمختار میں ہے:

الصبی کفو بغنی ابیہ وامہ بالنسبۃ الی المھر المعجل لا النفقۃ لان العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المھر لا النفقۃ ذخیرۃ[2] اھ ملخصا۔

لڑکا باپ یا ماں کے غنی ہونے کی وجہ سے مہر کے بارے میں کفو بن سکتا ہے کیونکہ عادۃً والدین لڑکوں کے مہر کو خود برداشت کرتے ہیں، نفقہ کے معاملہ میں والدین کا غنا کارآمد نہیں کیونکہ والدین نفقہ کی کفالت نہیں لیتے، ذخیرہ۔ اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مقتضاہ انہ لو جرت العادۃ بتحمل النفقۃ ایضا عن الابن الصغیر کما فی

اس سے حاصل ہُوا کہ اگر نابالغ بیٹے کی طرف سے نفقہ کو اپنے ذمے لے جانا عادت ہو جیسا ہمارے زمانے میں ہے تو بھی کفو

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/١٩٥
[2] ایضًا

زماننا انه یکون کفوا بل فی زماننا یتحملها عن ابنه الکبیر الذی فی حجره والظاهر انه یکون کفوا بذلك لان المقصود حصول النفقة من جهة الزوج بملك او کسب او غیرہ ویؤیده ان المتبادر من کلام الهدایة وغیرها ان الکلام فی مطلق الزوج صغیرا کان او کبیرا اھ[1]۔

ہو سکے گا بلکہ ہمارے زمانے میں تو لوگ اپنے پاس رہنے والے بالغ بیٹے کی طرف سے بھی نفقہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، تو اس صورت میں کفو ہوگا ظاہر ہے کیونکہ مقصد تو لڑکے کی طرف سے بیوی کے لئے نفقہ کا حصول ہے مالک ہونے یا کاسب یا کسی اور طریقہ سے نفقہ حاصل ہو، اور اس بات کی تائید ہدایہ کے کلام سے متبادر ہوتی ہے کہ انھوں نے مطلق خاوند کی بات کی ہے خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو اھ (ت)

ہاں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی گئی ہے تو باپ وغیرہ کو اعتراض پہنچتا ہے جس کا حاصل اسی قدر کہ مہر مثل پورا کرایا جائے، اور پورا نہ کرے تو قاضی نکاح فسخ کردے، یہ کہ خود نکاح رد ہوجائے۔ درمختار میں ہے:

لو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها او یفرق القاضی بینهما دفعا للعار[2]۔

اگر بالغہ نے اپنے نکاح میں مہر مثل سے کم مہر منظور کیا تو ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہے تاوقتیکہ لڑکی اپنا مہر مثل پورا کرائے یا پھر قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کےلئے نکاح کو فسخ کرے۔ (ت)

البتہ اگر امور مذکورہ بالا سے کسی امر میں ایسا ہی ہے جس کے باعث وہ شرعاً کفو نہ ٹھہرے، اور باپ نے اس پر مطلع ہوکر اپنی رضامندی ظاہر نہ کردی تھی تو بیشک یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد وعورت فوراً جدا ہوجائیں اور اس نکاح کو ترک کردیں، پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سر نو نکاح کرلیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۲: ۲۰ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اس کے باپ، دادا، بھائی، بھتیجا کوئی نہیں حقیقی چچا ہیں، چچا کا نابالغ لڑکا ہے، اگر یہ ولی جائز اپنی بھتیجی نابالغہ کا اپنے پسر نابالغ سے بولایت

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۳
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

خود ایسی حالت میں نکاح کر دے کہ لڑکی زیر پرورش نانی کے ہو اُس کے پاس موجود نہ ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صحیح وجائز ہے جبکہ وہ لڑکا اُس نابالغہ کا کفو ہو اور نابالغہ کے مہر مثل میں صریح کمی نہ کی جائے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لایصح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمھر المثل صح[1] اھ ملخصا۔

اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا نہ ہو تو غیر کفو یا مہر مثل سے صریح کمی کی صورت میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور کفو اور مہر مثل ہو تو نکاح صحیح ہوگا الخ اھ ملخصا۔ (ت)

جبکہ یہ شخص لڑکے لڑکی دونوں کا ولی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اس کا صرف اتنا کہہ دینا کہ میں نے اپنی فلاں بھتیجی اپنے فلاں بیٹے کے نکاح میں اتنے مہر پر دی کفایت کرتا ہے کچھ لڑکے یا لڑکی کا حاضر ہونا ضرور نہیں۔

نعم یجب ان لایکون غائبا غیبۃ منقطعۃ فانہ لایبقی ولیا علی ما صححوہ کما نقحہ فی ردالمحتار[2]۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ بھی اس حد تک غائب نہ ہو کہ وہاں تک رسائی مشکل ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ ولی نہ قرار پائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصحیح کی ہے جس کی تنقیح ردالمحتار میں کی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول کأن کان ولیا من الجانبین[3] اھ ملخصا وفی ردالمحتار کزوجت اخی بنت اخی[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایک شخص نکاح میں دونوں جانب سے ولی بنتے ہوئے ایجاب کر دے تو وہ قبول کے قائم مقام بھی ہو جائیگا مثلاً جب وہ دونوں جانب سے خود ولی ہو اھ ملخصاً، اور ردالمحتار میں ہے، مثلاً یوں کہے: "میں نے اپنی بھتیجی کا اپنے بھتیجے سے نکاح کیا"۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۰۵

[3] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۶

[4] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۲۶

مسئلہ ۳۲۷

عمرو اور زید دو حقیقی بھائی ہیں، اُن میں زید ایک لڑکی نابالغ چھوڑ کر مرگیا، عمرو اپنی بھاوج بیوہ زوجہ زید سے لڑکی نابالغ کو چھین کر کے اپنے مکان پر لے گیا، اس لڑکی نابالغ کا نکاح بلا اجازت اُس کی والدہ کسی شخص بیمار کے ساتھ اپنی اجازت سے کردیا، اب عمرو اپنی بھاوج سے متقاضی ہے کہ لڑکی کا نکاح ہم نے اپنی اجازت سے کردیا اور رخصت نہیں کیا اب رخصت کردو ورنہ عدالت ہوگی۔ اس صورت میں بیوہ پوچھتی ہے کہ علمائے دین و مولویان شرع متین کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ فتوٰی لکھ کر مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

نابالغہ کی ولایت اُس کے چچا کو ہے (بشرطیکہ کوئی جوان بھائی بھتیجا حاضر نہ ہو) چچا کے ہوتے ماں کو اختیار نہیں اور شوہر کی بیماری سے بھی درستی نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا، پس اگر وہ شخص جس سے عمرو نے اپنی بھتیجی کا نکاح کردیا اُس کا کفو ہے (یعنی قوم، مذہب، پیشہ وغیرہ میں اُس کی بہ نسبت ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اس صغیرہ کے اولیا کو باعثِ عار ہو) اور مہر مثل میں فاحش کمی بھی نہ کی تو نکاح بے شک صحیح ہوگیا جس پر ماں کو کسی طرح اعتراض نہیں پہنچتا، ہاں لڑکی جوان ہوکر اگر خود ناراضی ظاہر کرے تو حاکم شرع کے حضور نالشی ہوکر فسخ کراسکتی ہے، اور اگر وہ مہر جو اس کے چچا نے باندھا مہر مثل سے بہت کم ہے مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نے پچاس روپے باندھے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیه ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر نکاح دینے والا باپ اور دادا کا غیر ہو خواہ وہ ماں ہو غیر کفو یا مہر مثل میں کم ہو تو نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور کفو سے مہر مثل ہو تو صحیح ہوگا اور نابالغ لڑکے یا لڑکی کو بلوغ پر فسخ کا اختیار رہے گا یا اگر ان کو بلوغ کے بعد علم ہوا ہو تو اس وقت بھی فسخ کا اختیار ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نابالغ کا نکاح بے اجازت ہندہ اُس کی پھوپھی کے مجبورہ بالغہ کے ساتھ ہو، بوقت نکاح عمر زید کی چودہ سال کی اور عمر مجبورہ کی سولہ سال کی تھی۔ زید نکاح سے چار مہینے بعد فوت

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ہوگیا، آیا یہ نکاح صحیح اور دین مہر مذکورہ کا واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس قدر؟ اور زید و محمودہ دونوں سُنّی المذہب ہیں۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہُوا کہ زید کا ایک جوان بھائی موجود ہے پس صورتِ مذکورہ میں اوّلاً اس قدر معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ شرعاً بلوغ کا دار و مدار جواہی تخواہی عمر ہی پر نہیں رکھا گیا جب تک آدمی اتنے سال کا نہ ہو بالغ نہ کہا جائے گا اگرچہ تمام آثارِ جوانی واضح و آشکار ہوں، عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ حقیقۃً لڑکوں میں مدار کار انزال و احتلام اور لڑکیوں میں حیض وغیرہ پر ہے، اسی لئے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لڑکا کم سے کم بارہ برس اور لڑکی نو برس میں بالغ ہوسکتی ہے، ہاں جب یہ امور ظاہر نہ ہوں تو اس وقت عمر پر فیصلہ کیا گیا۔

فی الدرالمختار بلوغ الغلام بالاحتلام و الاحبال والانزال والاصل ھو الانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض و الحبل فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی [illegible] وادنی مدتہ لہ اثنا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار[1] اھ ملخصاً۔

درمختار میں ہے لڑکے کا بلوغ احتلام، انزال اور بیوی کو حاملہ کرنے سے ثابت ہوگا جبکہ انزال اصل ثبوت ہے۔ اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور حمل سے ثابت ہوگا۔ اگر ان علامات میں سے کوئی چیز دونوں میں نہ پائی جائے تو جب دونوں کی عمر پندرہ سال تک ہو تو ان کا بلوغ ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا کیونکہ ہمارے زمانہ کی عمریں کم ہوتی ہیں، اور لڑکے کے لئے کم از کم مدت بلوغ بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نو سال ہے، یہی مختار قول ہے، اھ، ملخصاً۔ (ت)

پس ممکن کہ زید چھ یا دہ سالہ وقتِ نکاح بالغ ہو جب تو صحتِ نکاح و وجوبِ تمامی مہر میں کچھ نزاع ہی نہیں، اسی طرح اگر نابالغ تھا اور نکاح باجازتِ برادر واقع ہُوا یا اس وقت معمولی اجازت صرف پھوپھی سے لی گئی ہو اور بھائی نے بھی یا کسی اور وقت صراحۃً خواہ دلالۃً اس نکاح کو جائز رکھا اور پسند کیا یا یہ بھی نہ ہو مگر چندے مدت بعد زید بالغ ہوگیا اور خود اس نے نکاح جائز رکھا، ان سب صورتوں میں نکاح بھی نافذ اور مہر بھی کامل واجب۔

فی الدرالمختار للولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً[2] اھ۔

درمختار میں ہے کہ ولی کو اختیار ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اپنی

[1] درمختار کتاب الحجر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۹
[2] ؍؍ باب الولی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۲

وفی تنویر الابصار الولی فی النکاح العصبة بنفسه¹ اھ وفی الدرالمختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته² اھ وفی الخانیة تنفذ باجازة الصبی بعد بلوغه³ اھ وفی الدرالمختار المهر یتاکد عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما⁴ اھ۔

مرضی سے کرنے اھ، اور تنویر الابصار میں ہے کہ نکاح میں عصبہ بنفسہ ولی ہوتا ہے اھ اور درمختار میں ہے اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح کردیا تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ، اور خانیہ میں ہے کہ بچے کے بالغ ہو کر اجازت دینے سے نکاح نافذ ہوجائے گا اھ، اور درمختار میں ہے کہ وطی، خلوت صحیحہ اور خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے فوت ہوجانے سے مہر لازم ہوجاتا ہے اھ (ت)

ہاں اگر ان امور میں سے کچھ نہ واقع ہوا یعنی نہ زید بالغ تھا نہ نکاح بہ تجویز ولی واقع ہوا، نہ ولی نے کسی وقت صریحًا یا دلالۃً اس کی اجازت دی، نہ زید خود لائق اجازت ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو بے شک نکاح باطل ہوگیا،

لان الموقوف یبطل بالموت قبل الاجازة کما لایخفی علی احد

کیونکہ موقوف نکاح، اجازت سے قبل موت سے باطل ہوجاتا ہے، جیسا کہ سب پر واضح ہے (ت)

اور جلسہ نکاح میں ولی کا مجرد خاموش بیٹھا رہنا اجازت و پسندی پر یقینی نہیں دلاسکتا بلکہ اس کا کوئی فعل ایسا ہونا چاہئے جس سے رضامندی سمجھی جائے، مثلًا دلہن کو رونمائی دینا یا دولھا کی سلامی کے روپے لینا یا مبارکباد لیا دیا،

وغیر ذلک مما یدل علی الرضا وفی ردالمحتار تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غیر کفو فللولی الاعتراض مالم یرض صریحًا او دلالة کقبض المهر ونحوه فلم یجعلوا سکوته

ان کے علاوہ دیگر امور جو رضا کی دلیل ہوسکتے ہیں، اور ردالمحتار میں ہے کہ پہلے گزرچکا ہے کہ اگر بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود غیر کفو میں کرلیا اور ولی صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کرے مثلًا مہر وصول کرنا وغیرہ عمل

---

¹ درمختار شرح تنویر الابصار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳

² الدرالمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴

³ فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی شرائط النکاح | نولکشور لکھنؤ | ۱/۵۰

⁴ الدرالمختار | باب المهر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۶

اجازۃ والظاهر ان سکوته هنا کذلک فلا یکون سکوته اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالة تامل۔[1]

ذکر ہے، تو ولی کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے تو فقہاء نے اس کے سکوت کو اجازت نہیں قرار دیا اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا یہاں موقع پر سکوت کا یہی مطلب ہے تو اس کا سکوت ابعد ولی کے نکاح کی اجازت قرار نہیں پائے گا اگرچہ یہ اقرب مجلس نکاح میں موجود ہو جب تک صریحاً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہ کردے، غور کرو۔ (ت)

اور اس صورت میں مہر بھی لازم نہ آئے گا،

لان النکاح باطل والباطل معدوم والمعدوم لایفید۔

کیونکہ یہ نکاح باطل ہے اور باطل کالعدم ہوتا ہے اور معدوم چیز مفید نہیں۔ (ت)

البتہ اگر ایسی صورت میں یہ ثابت ہو کہ زید نابالغ نے بعد اس عقد غیر نافذ کے ہندہ سے بالجبر قربت کی اور ہندہ اُس وقت حقیقۃً حالتِ جبر و اضطرار میں تھی نہ وہ حالت جو ابتداءً بوجہ شرم و حجاب صورۃً انکار کی باعث ہوتی ہے بلکہ وہ حالت جو زنِ عفیفہ کو مرد اجنبی کے ساتھ ہوتی ہے تو اس تقدیر پر ہندہ کا مہر مثل ذمۂ زید لازم ہونا چاہئے،

وذلک لان الموقوف قبل الاجازۃ لایحل الوطئ بل ولا النظر کما صرح به فی احکام الخلوۃ من باب المهر من رد المحتار عن النهر عن النهایة وقد تبین بالموت انها لم تکن زوجته ولا حد للشبهة والصبی فیجب العقر الا ان تکون مطاوعة فلا یوجب لعدم الفائدۃ اولو لزم لرجع به الولی علیها لانها مکنته وقد وقع فی وقعة بامرها لکونها طائعة کما فی رد المحتار[2] عن الشرنبلالی عن الفتح۔ واللہ

یہ اس لئے کہ اجازت سے قبل موقوف نکاح میں وطی حلال نہیں بلکہ اس کو دیکھنا بھی حلال نہیں جیسا کہ مہر کے باب میں خلوت کے احکام میں ردالمحتار نے نہر سے انھوں نے نہایہ سے نقل کیا ہے اور اجازت سے قبل موت سے ظاہر ہوگیا کہ یہ اس کی بیوی نہ تھی اگر قبل از اجازتِ ولی اقرب وطی یا خلوت ہو جائے تو حلال نہ ہونے کے بعد زنا کی حد نہ ہوگی کیونکہ مقام شبہہ ہے نیز لڑکا نابالغ ہے، تاہم عُقر یعنی جرمانہ واجب ہو جائے گا بشرطیکہ لڑکی کی خواہش پر یہ عمل نہ ہوا ہو ورنہ عُقر واجب نہ ہوگا کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ہے

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] ردالمحتار باب المہر " " " ۲/ ۳۴۱

تعالٰی اعلم۔ اس لئے کہ اگر واجب قرار دیا جائے تو لڑکے کا ولی لڑکی سے تعرض کرے گا، کیونکہ جو واقعہ ہوا ہے وہ لڑکی کی مرضی اور کہنے سے ہوا اس لئے کہ لڑکی بالغ ہے جس کی خواہش پر یہ کچھ ہوا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں شرنبلالی سے اور اس نے فتح سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۹: از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ نمبر ۱۰۲ مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح بسبب نہ رہنے باپ دادا کے اس کے ماموں نے اپنی ولایت سے کردیا تھا اب بحالت بلوغ لڑکی نے اس نکاح کو منظور نہ کیا اور بعین حالت بلوغ دو چار آدمیوں کو بلا کر اظہار کیا کہ میں اس وقت بالغ ہوئی اپنے ولی کے نکاح کو نامنظور کرکے فسخ کیا آپ لوگ اس امر کے شاہد رہیں، اور اس فسخ کی خبر اس کے ناکح کو ہوئی اور دین مہر بھی معاف کردیتی ہے، تاہم حق نفی نہیں کرتا، قریب سال کے گزرا اور در بارہ مسئلہ فسخ درمختار وغیرہ میں ہے کہ فسخ کی خبر قاضی کو کرے، قاضی تفریق کردے۔ اور اس سلطنت انگریزی میں قضایا نہیں حکم قضایا حکام ہائی کورٹ کے متعلق ہے اور ہائیکورٹ میں خبر کے واسطے وکیل اور بیرسٹر مبلغ ایک ہزار طلب کرتے ہیں اور لڑکی مذکورہ نان نفقہ کو محتاج اور عالم شباب رکھتی ہے، خوف شیطانی غالب ہے، پس ایسی صورت میں کیا کرے؟ بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع اس فسخ کے لئے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) اور حاضری شوہر وقت تفریق بھی ضرور،

فی ردالمحتار الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینهما ما لم یحضر لان القضاء علی الغائب نہر[1] قلت وبه صرح الاسروشنی فی جامعه۔

ردالمحتار میں ہے جب تک خاوند حاضر نہ ہو قاضی تفریق نہ کرے، ورنہ اس کی غیر موجودگی میں تفریق قضاء علی الغیب ہوگی، نہر۔ میں کہتا ہوں استروشنی نے اپنی جامع میں یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

اور ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں دارالقضاء شرعی نہیں، نہ وہ حکام حکام وقضاۃ شرعیہ، تو ایسے مسائل میں ان کی طرف رجوع اگر آسان بھی ہو تو اصلاً مفید نہیں کہ ان کے فسخ کئے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور عورت بدستور زوجہ شوہر رہے گی بلکہ وہاں جو عالم فقیہ سُنّی تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اسی کی طرف رجوع لازم ہے، اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے کہ زن شوہر

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰۷/۲

اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں، مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہہ شوہر تفریق کر دے نکاح فسخ ہوجائے گا،

فان الحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد و لاقود ولادیۃ علی عاقلۃ کما نصوا علیہ۔

حکم یعنی ثالث، قصاص، حد اور عاقلہ پر دیت کے سوا باقی امور میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رامپور وغیرہ اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اس شہر والوں سے خاص کردیا ہو نہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم کے لئے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وہ بلحاظ قواعد شرعیہ تفریق کرسکتا ہے، اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے، اب اس قاضی میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اس کی قضاء کو خاص نہ کردیا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے۔

وذلک لما عرف ان القضاء یتخصص بکل ما خصص بہ المقلد کما فی الاشباہ والدر وغیرہما واذا لم یخصص بشیئ البلد لم یشترط ان یکون المتداعیان من اھل البلد کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ اس لئے کہ قضاء کا دائرہ قاضی کو مقرر کرنے والے کی تخصیص سے خاص ہوتا ہے جیسا کہ اشباہ، درمختار وغیرہ کتب میں مذکور ہے، اور جب قاضی کا دائرہ کسی خاص علاقہ سے مخصوص نہ ہو تو دعوٰی کے فریقین کا اہل بلد سے ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ کے باہم شادی بولایت پدران عالم نابالغی زوجین میں ہوئی، بعد ایک عرصہ کے زید نابینا ہوگیا اور ہنوز وہ دونوں نابالغ ہیں اور پدر ہندہ نے وفات پائی اب مادر وعم ہندہ اسے رخصت کرنا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں ہم اپنی بیٹی زید کو نہیں دیں گے اس صورت میں ماں کے انکار سے اس نکاح میں خلل آیا یا نہیں؟ اور ماں اور چچا کو فسخ کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح مذکور بحالہ باقی ہے اور ام وعم ہندہ بلکہ کسی کے انکار سے اس میں خلل نہیں

۱؎ بحرالرائق، کتاب القضاء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۵۶

نہ انھیں اختیارِ فسخ حاصل، یہاں تک کہ اگر خود ہندہ بعد بلوغ فسخ نکاح چاہے تاہم منفسخ نہ ہوگا۔

فی تنویر الابصار (ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی ابا او جدا)[1] الخ وفی فتاوی قاضی خان اذا بلغ الصغیر او الصغیرۃ قد زوجھما الاب والجد لاخیار لھما[2] انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

تنویر الابصار میں ہے کہ ولی باپ یا دادا ہو تو بہت کم مہر سے بھی نکاح لازم ہوتا ہے الخ، اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ لڑکا یا لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار نہ ہوگا انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۱ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر مرگیا اور دو لڑکی ایک کی عمر تین برس کی اور ایک کی چار برس کی، چھ برس کی عمر کی لڑکی کو اس کی پھوپھی چوری سے لے گئی اپنے گھر کو، جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ اس فکر میں رہی کہ جب موقع پاوے اپنی لڑکی کو لے آئے، اور اپنے عزیزوں سے بھی کہہ رکھا کہ جب موقع ملے تو میری لڑکی کو میرے پاس لے آؤ، حسب اتفاق وہ لڑکی ہندہ کی کسی دکان پر گوشت لے رہی تھی اور ہندہ کا بھانجا اس طرف سے آرہا تھا اُسے گود میں اٹھا لایا اور ہندہ کو دے دیا، جب وہ لڑکی ہندہ کے پاس آگئی تو چھ سات روز بعد اس کی پھوپھی آئی اور ہندہ سے کہا میں نے اس کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے اب اس کو بھیج دو، ہندہ نے کہا میں ماں تھی میری بلا اجازت تم نے کیوں نکاح کیا میں اس لڑکی کو نہیں دوں گی اور اس کے نکاح کا مجھے اختیار ہے، اور وہ لڑکی ایک برس اپنی پھوپھی کے رہی اور چھ برس کی عمر میں گئی تھی اور اس کو ماں کے پاس آئے ہوئے چار یا پانچ برس کا عرصہ ہوا اس حساب سے اب گیارہ بارہ برس کی عمر ہے تو اس صورت میں وہ نکاح فاسد ہوا یا قائم رہا؟ اور ہندہ اس کا اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، آیا بموجب شرع شریف کے کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اُن لڑکیوں کا کوئی جوان بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا، پوتا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ تھا تو اُن کے نکاح کی ولایت ان کی ماں ہی کو تھی پھوپھی کو ماں کے ہوتے کچھ اختیار نہ تھا جو نکاح پھوپھی نے بے اجازت ماں کے کیا جبکہ ماں نے اُسے رد کردیا کہ تم نے کیوں کیا میں اس کو نہ دوں گی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[2] فتاوی قاضی خاں فصل فی الاولیاء منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۴

اس کا مجھے اختیار ہے تو وہ نکاح باطل ہوگیا اب ہندہ کو اختیار ہے جہاں مناسب دیکھے لڑکی کا نکاح کردے۔

فی الدر استحسانا ان لو یکن عصبۃ فالولایۃ للام؎ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

درمختار میں ہے اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب (ت)

مسئلہ ۲۲۲ از شہر اعظم گڑھ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ محمودہ کا نکاح حامد ایک شخص ہم کفو کے ساتھ مندرجہ ذیل صورت میں ہوا بجہت پدر محمودہ کو یہ نکاح حامد کے ساتھ کرنا منظور نہیں تھا مگر مادر محمودہ ونیز تمام خاندان کو بہر صورت منظور تھا اس لئے یہ نکاح بہ تحریک مادر محمودہ ودیگر بزرگان خاندان بغیبت پدر محمودہ کے جبکہ وُہ اپنے علاقہ پر بہ فاصلہ بارہ تیرہ کوس کے تھا باعلان عام منعقد کیا گیا، چونکہ محمودہ عاقلہ بالغہ تھی اس لئے ایک روز قبل از انعقاد نکاح اس کی ہمراہی ایک کنیزک لڑکی واسطے استمزاج محمودہ کے بھیجی گئی، اس سے محمودہ نے کہا کہ یہ نکاح مجھ کو بدل منظور ہے، یہ بھی کہا کہ اس میں یہ خوبی ہے کہ میں تم اور نیز تمام اعزہ سے جدا نہ ہوں گی اور ایک ہی جگہ رہوں گی، دو مہینے بعد [illegible] ایک وکیل [illegible] جس کو میں محمودہ کی واسطے رضامندی کے گئے حسب رواج اس ملک کے سوال جواب کرکے واسطے پڑھانے نکاح کے باغ حامد میں جہاں نکاح پڑھانے والا واعزہ اور نیز شہر کے معززہ وممتاز لوگ موجود تھے واپس آئے، واپس آنے پر یہ معلوم ہُوا کہ وکیل وگواہان نے محض مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے، اس پر حاضرین کی یہ رائے ہوئی کہ مسماۃ محمودہ عاقلہ بالغہ ہے اس سے پُوچھنا ضروری امر ہے لہذا پھر وکیل وگواہان گھر میں جائیں اور خاص محمودہ سے دریافت کریں، چنانچہ وکیل وگواہان ونیز چند اعزہ محمودہ کے گھر میں گئے، معلوم ہوا کہ مسماۃ محمودہ نماز صلوۃ التسبیح پڑھ رہی ہے، وکیل نے یہ کہا کہ محمودہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت کیا جائے، تھوڑی دیر کے بعد محمودہ نماز پڑھ چکی، ایک گواہ نے محمودہ کو بایاں سلام اور ایک دو نے دونوں سلام پھیرتے دیکھا اور اس جگہ قریب محمودہ کے مادر محمودہ وبہن حامد بیٹھی ہوئی تھیں، بعد فراغت نماز حسب احکام شرعیہ ایجاب وقبول کے الفاظ محمودہ سے بغرض حصول رضامندی کے کہے گئے تو مادر محمودہ نے حسب رواج اس ملک کے وموافق رسم شرفا کے اس وقت یہ کہا کہ ہاں منظور ہے اور محمودہ ساکت رہی، مگر وکیل نے کہا کہ محمودہ خود عاقلہ بالغہ ہے اس کو اپنی زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کا اعادہ کرنا چاہئے، اس بات پر مادر محمودہ نے ونیز اور لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں شریفوں کی کوئی لڑکی

؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

گذری آج تک کبھی بولی ہے کہ یہ ہوئے گی جبکہ بالعموم سکوت علامت رضامندی ہوتی ہے۔ بالآخر وکیل نے بمقابلہ گواہان کے مخطوبہ کا نام لے کر کلمات ایجاب و قبول کو پوچھا کہ مخطوبہ تم کو منظور ہے؟ مخطوبہ اس وقت محض ساکت رہی اور کچھ سرنگوں ہوگئی۔ اس طور پر دوبارہ بااصرار دریافت کیا گیا تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اور زیادہ جھکی۔ تیسری دفعہ وکیل نے اسی طرح تقریر کی۔ مخطوبہ کی حالت وہی حالت سکوت و خاموشی کی رہی۔ بعد اس کے وکیل و گواہان باہر حاضر میں آئے اور حسب اصول شریعہ و دستور مروجہ نکاح مخطوبہ کا حامد کے ساتھ جماعت کثیرہ کے روبرو ہوگیا اور نکاح مسمات مخطوبہ میں حسب دستور سب اعزہ آئے۔ باہم مبارک و سلامت ہوئی اور رسوم شربت نوشی کی عمل میں آئی جس پر مادر و بہن و نانی مخطوبہ نے شادمانی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ قبل از نماز جمعہ کے تھا اور شب میں جب والد مخطوبہ کا علاقہ سے مکان پر آگیا اور اس نے ایک شور و غل برپا کیا ہے کہ تمام اعزہ کو جواب دیا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ مادر مخطوبہ یہ کہتی ہے کہ مخطوبہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت اعادہ الفاظ نکاح بعوض رضامندی کے مخطوبہ نماز میں تھی اور جب وہ سجدہ سہو میں جانے لگی تو حامد نے اس کا سر پکڑ لیا۔ آپ لوگ چلیں اور دریافت کرلیں۔ اعزہ گھر میں آئے۔ ان کے روبرو پدر مخطوبہ نے مادر مخطوبہ سے یہ پوچھا کہ آیا مخطوبہ کی یہ حالت تھی یا نہیں۔ وہ نماز میں تھی یا نہیں؟ بجواب اس کے مادر مخطوبہ نے یہ کہا کہ مخطوبہ نے یہ کہا کہ مجھ کو منظور ہے اور بعد سجدہ سہو کی بات مادر مخطوبہ نے کہا کہ میں [illegible] دیر تک سجدہ سہو کی نسبت پوچھا رہا مگر وہ انکار ہی کرتی رہی اگرچہ بیان والد مخطوبہ کا بالکل خلاف واقعہ کے تھا اور صریحا بے اصل تھا دوپہر تک والد مخطوبہ اس امر پر مصر رہا کہ بوجہ مشغول نماز کے یہ نکاح نہیں ہوا۔ جب یہ امر بے اصل کسی طرح سے ثابت نہ ہوا کہ وقت نکاح کے مخطوبہ نماز میں تھی تو اس نے بعد دوپہر کے اعزہ سے رجوع کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ علیحدہ ہو جائے۔ جس علیحدگی کا مطلب یہ تھا کہ طلاق ہو جائے۔ حامد اور اعزہ نے اس علیحدگی کو منظور نہیں کیا اگرچہ عرصہ تک والد مخطوبہ کا اس پر اصرار تھا۔ مخطوبہ خواندہ ہے اس عرصہ میں مخطوبہ نے ایک رقعہ و تحمل اپنے والد کو لکھا کہ مجھے آپ کی خوشی منظور ہے مجھے سوائے نماز و روزہ کے اور کوئی چیز نہیں چاہئے مگر لفظ طلاق کا ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے اور انہی الفاظ کا اعادہ مخطوبہ نے اپنی چند ہم عمروں سے بھی کیا۔ بصورت استفسار ما قبل نکاح و سکوت بوقت نکاح و تحریر رقعہ بعد نکاح و اظہار خیال از ہم عمران سے منظوری و رضامندی مخطوبہ کی اس نکاح کی نسبت بخوبی ثابت ہے اور اس وقت تک یہ نکاح مخطوبہ کو منظور ہے۔ چونکہ یہ نکاح باپ مخطوبہ کی غیبت میں برضامندی مخطوبہ و مادر مخطوبہ و نیز تمام خاندان فریقین ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ نکاح از روئے شرع جائز ہوا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر حامد محمودہ کا کفوِ شرعی ہے یعنی اس کے نسب و مذہب و روش و پیشہ وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے محمودہ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو نکاح مذکور منعقد ہوجانے میں اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ وہ وقت طلب اجازت نماز ہی پڑھتی ہو بلکہ اگرچہ اس سے اصلاً اجازت نہ لی گئی ہو، والد محمودہ کا ادعا کہ نکاح نہ ہوا محض باطل و بے معنی ہے عقد بے اجازت غایت یہ کہ عقد فضولی ہو، پھر عقد فضولی ہمیشہ منعقد ہوتا اور اجازتِ صاحبِ اجازت پر اس کا نفاذ موقوف رہتا ہے نہ کہ اصلاً باطل ٹھہرے

في الدر المختار الفضولي من يتصرف في حق غيره بغير اذن شرعي كل تصرف صدر منه تمليكا كان كبيع وتزويج او اسقاطا كطلاق وعتاق وله مجيز حالة وقوعه انعقد موقوفا۔[1]

درمختار میں ہے فضولی وہ ہوتا ہے جو شرعی اجازت کے بغیر غیر کے حق میں خود بخود تصرف کرے، فضولی کا کوئی تصرف خواہ مالک بنانے کے لئے ہو جیسا کہ بیع و نکاح یا ملکیت کو ساقط کرنے کے لئے ہو، جیسا کہ طلاق و عتاق، تو اس کے تصرف کے وقت اگر کوئی اس کو جائز کرنے والا ہو تو فضولی کا یہ تصرف موقوف ہوگا۔ (ت)

نظر بوقائع مذکورہ سوال عقد محمودہ جیسا کہ واقع ہوا، نکاح سے ایک دن پہلے جو لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل، وقتِ تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وہ بھی توکیل کے لئے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب ہو نہ اس کا وکیل نہ اس کا رسول، تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے۔

في تنوير الابصار والدر المختار ورد المحتار ان استأذنها غير الاقرب كاجنبي (المراد به من ليس له ولاية لكن رسول الولي قائم مقامه فيكون سكوتها رضا عند استيذانه كما في الفتح والوكيل كذلك كما في البحر عن القنية) او ولي بعيد (كالاخ مع الاب اذا لم يكن الاب غائبا

تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار میں ہے اگر لڑکی سے نکاح کی اجازت چاہنے والا ولی اقرب کا غیر مثلاً اجنبی یعنی غیر ولی ہو یا ولی ابعد ہو مثلاً والد کی موجودگی میں بھائی، جبکہ والد کے سفر پر نہ ہو (جیسا کہ قنیہ میں ہے) تو لڑکی کی اجازت کے لئے اس کا سکوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اس موقع پر اس کا بولنا ثیبہ عورت کی طرح ضروری ہے یا کوئی ایسا فعل ضروری ہے جو بولنے کے قائم مقام

---

[1] درمختار فصل فی الفضولی مجتبائی دہلی ۲/۳۱

غیبۃ منقطعۃ کما فی البدایۃ) فلا عبرۃ لسکوتھما بل لابد من القول کالثیب البالغۃ اوماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا۔[1]

رضا پر دلالت کرے، لیکن ولی اقرب کا قاصد یا وکیل ہو تو وہ ولی کے قائم مقام ہوتا ہے لہذا اس کے اجازت طلب کرنے پر لڑکی کی خاموشی کو رضا قرار دیا جائے گا، جیسا کہ فتح میں ہے، اور وکیل کے بارے بحر میں قنیہ سے منقول ہے۔ (ت)

معہذا رسم اکثر دیار ہندیہ یوں ہے کہ وکالت واذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھانے والا عمرو ہوتا ہے یوں باوصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اس نے نہ پڑھایا،

فی رد المحتار عن البحر عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع اھ[2] وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ ھو الصحیح۔[3]

ردالمحتار نے بحر سے اور انہوں نے حموی کے واسطے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مبسوط میں بیان کردہ کلام نقل کیا ہے کہ وکیل کا وکیل، نکاح کے معاملہ میں اصل وکیل کی موجودگی میں، وکیل والا حکم نہیں پاتا، بیع کا معاملہ اس کے خلاف ہے اھ، اور غمز العیون کے باب وکالت میں ولوالجیہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (ت)

بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت محمودہ پر موقوف رہا، اب بعد نکاح محمودہ کا رد قد اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علمیہ کہ عوام خصوصاً عورات کی بات اُن پر محمول ہونی مستبعد نامعقول مدارک فقہیہ سے ہے رد و اجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لئے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق پر ہرگز راضی نہیں، طلاق باآنکہ مزیل نکاح ہے خود ہی صحت نکاح چاہتی ہے تو اس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اُسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لئے کافی ہے،

لما مرعن الدر المختار من قولہ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا۔[4]

درمختار میں اس کے قول "اور جو فعل رضا پر دلالت کرنے میں کلام جیسا ہو" کی وجہ سے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۱
[2] " " " " ۲/۳۰۰
[3] الاشباہ والنظائر مع غمز العیون کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۱
[4] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

پس صورت مستفسرہ میں بشرط کفاءت مذکورہ نکاح محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۳ از بجنور پوری ضلع ترائیں تحصیل نانگل ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح خالد نابالغ سے ہوا، ہندہ اُس وقت نو برس کی تھی، ہندہ کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ کوئی ولی سوا ماں کے نہیں، یہ نکاح ماں کی رضامندی سے ہوا مگر اذن ہندہ نابالغہ سے لیا اور خالد کا نکاح اُس کے باپ نے کیا مگر قبول خود خالد سے کرایا گیا، بعد نکاح ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، اسی بنا پر اس کے ماموں نے روک رکھا مگر پیشکار کی تنبیہ سے جو یہاں دیہات میں مثل حاکم سمجھا جاتا ہے، ہندہ پندرہ برس یا اس سے کم کی عمر میں رخصت ہو کر خالد کے یہاں گئی اور چار برس وہیں رہی، وقت نکاح ہندہ وخالد دونوں نابالغ مجہول الحال تھے نہ تو بالغ تھے نہ نابالغ بچے، ہندہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوئی، اب پھر اس نے اپنی ناراضی ظاہر کی اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں یہ اختیار اُسے ہے یا نہیں، ہندہ کا بیان ہے کہ آج تک ہمبستری نہ ہوئی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بوجہ نقصان آب وہوا کے ضعیف وکمزور بہت لگتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ خالد ہندہ کا نسب ومذہب وغیرہا میں ہر طرح کفو ہے اور مہر اُس کے یہاں کے رواج سے زیادہ باندھا گیا لہذا نکاح صحیح ہوگیا، ہاں اس وجہ سے کہ ہندہ کا نکاح کرنے والا اُس کا باپ دادا نہیں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اختیار فسخ تھا، اگر اس نے حیض آتے ہی فوراً ناراضی اور فسخ کی طلب گاری ظاہر کی تو نکاح فسخ کیا جائے گا، اور اگر ذرا بھی دیر کی تو اب نکاح لازم ہوگیا کہ ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا۔

فی الدر لصحتہا ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان من کفو وبمہر المثل صح ولہما خیار الفسخ بالبلوغ وبطل خیار البکر بالسکوت[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے جب نکاح کرکے دینے والا باپ دادا کا غیر ہو تو اگرچہ وہ ماں ہی کیوں نہ ہو، غیر کفو اور نہایت قلیل مہر سے اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور اگر کفو اور مہر مثل سے ہو تو صحیح ہوگا لیکن لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار ہوگا، اور باکرہ بالغہ کی خاموشی اس فسخ کے اختیار کو ختم کردے گی اھ ملتقطاً (ت)

[1] ہے بہت کامل تحقیق کرنی ضرور ہے کہ مثلاً حیض آتے ہی عورت کا مطالبۂ فسخ کرنا بہت نادر ہے۔ منہ

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳-۱۹۲

جبکہ جاہلہ ہو، اور تقریر سوال سے ظاہر اس کا خلاف ہے اور پیش از بلوغ اظہار نارضی کوئی چیز نہیں، عورت اگر اس میں فریب کرے گی اور بعد بلوغ ایک دو دم دیر بھی خاموش رہی یا کوئی اور بات کی تھی اور اب یہ ظاہر کرے گی کہ میں نے فوراً بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر سب میں پہلے یہی لفظ کہا تھا اور اس بنا پر فسخ کا حکم لے کر دوسرے سے نکاح کرے گی تو ہمیشہ ہمیشہ زناکاری کی بلا میں گرفتار رہے گی۔ اتنا اور بھی معلوم رہے کہ مدت کے بعد اس کا یہ دعوٰی کہ میں نے حیض کے آتے ہی فوراً نکاح فسخ کردیا تھا بے گواہان عادل شرعی کے ہرگز قبول نہ ہوگا کما بینہ فی ردالمحتار (جیسا کہ اس کو ردالمحتار میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: از اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو اہل کفو ہندہ سے تھا ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح بغیبت اس کے باپ کے جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے مکان پر تھا برضامندی مادر و نانی و بہ سکوت وگریہ ہندہ اپنے ساتھ بوکالت و شہادت تین اقربائے خاص ہونا ظاہر کیا۔ زید اب کہتا ہے کہ ہندہ نے خود اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ میرے نکاح کو قبول کیا تھا۔ وکیل گواہان زید حسب بیان زید شہادت دیں، ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز ہرگز نہ زبان سے اقرار و نہ کسی طرح منظوری اپنی ظاہر کی تھی، وجہ رضامندی اپنے باپ کے تھا کہ یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے، باپ ہندہ کا نہ پہلے راضی تھا نہ اب راضی ہے، پس ایسا سکوت و عدم رضامندی وغیرہ کیسا ہے ہوا یا نہیں؟ اور سوال یہ ہے کہ زید و گواہان زید و وکیل کو ترجیح ہے یا کہ بصورت اس کے مقابلہ میں کس کو ترجیح؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نکاح مذکورہ بالا حسب اظہار ہندہ اگر بحالت سکوت وگریہ ہندہ بغیبت اس کے باپ کے حسب کیفیت نارضامندی و فاصلہ مذکورہ اس کے ہوا ہو تو ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ یہ نکاح بغیبت پدر ہندہ بوجہ نارضامندی پدر ہندہ عمل میں آیا، ایسی حالت میں ۱۲ کوس کا فاصلہ کسی قول پر غیبت منقطعہ نہیں ہوسکتا، مسافت قصر نہ ہونا ظاہر، اور یہاں ولی ابعد کی تعجیل (بجائیکہ یہاں ولی ولی ابعد ہو بھی، اس وجہ سے نہیں کہ ولی اقرب سے مشورہ لینے میں دیر لگے گی اور اتنی دیر میں کفو حاضر ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ اس لئے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے ارادہ کے خلاف معلوم ہے اور اس کے خلاف کام کرنا منظور تو ہرگز یہ صورت ناقل ولایت بولی ابعد نہیں، والاکان فتنۃ فی الارض وفساد عریض (ورنہ زمین پر فتنہ اور وسیع فساد برپا ہوگا۔ت) ایسا ہو تو شرع مطہر نے جس حکمت سے ترتیب رکھی ہے وہ اسّا باطل ہوجائے، ہر ولی ابعد سے ابعد ہر زن بے عقل و بے خرد کو اختیار حاصل ہو کہ پدر مہربان یا برادر شفیق ولی قریب کو وہ کوس بلکہ گھر سے باہر مسجد یا بازار ہی تک جائے اور وہ اس کے خلاف رائے جس سے چاہے نکاح کردے، یہ مقاصد شرع سے

منزول دُور ہے بالجملہ قولِ آخر میں انتقالِ ولایت جب ہے کہ انتظار کی دیر باعث فوت کفو ہو، نہ یہ کہ بوجہ علم ناراضی قصداً انتظار نہ کیا جائے۔

فی ردالمحتار اختلف فی حد الغیبۃ واختار المصنف تبعا للکنز انھا مسافۃ القصر ونسبہ فی الھدایۃ لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی اھ وقال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی النھایۃ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی شرح الملتقی عن الحقائق وعلیہ الفتوی اھ مختصرا[1]، فی الدرالمختار ثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ۔

ردالمحتار میں ہے کہ غیبتِ منقطعہ کی حد کے متعلق اختلاف ہے تو مصنف نے کنز کی اتباع میں فرمایا کہ وہ مسافتِ قصر کا سفر ہے اور اس کو ہدایہ نے بعض متاخرین اور زیلعی نے اکثر متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور ذخیرہ میں کہا ہے اصح یہ ہے کہ وہ اتنا دور ہو کہ اگر اس کی واپسی کا انتظار یا اس سے مشورہ حاصل کرنے سے موجود رشتہ کفو فوت ہو جائے تو یہ غیبتِ منقطعہ ہوگی، اور کتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اھ، اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اسی کو پسند کیا ہے اور ملتقی کی شرح میں حقائق سے منقول ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے اھ مختصراً۔ اور درمختار میں اس اختلاف کا ثمرہ بیان کیا کہ شہر میں ہی کوئی ولی چھپا ہوا ہو تو کیا وہ غیبتِ منقطعہ ہوگی یا نہیں۔ (ت)

اور ولی بعید بحالت عدم انتقالِ ولایت یا کوئی اجنبی کہ ولی اقرب کا وکیل و رسول نہ ہو جب بکر بالغہ سے اذنِ نکاح مانگے تو اس کا سکوت معتبر نہیں بلکہ قولاً یا فعلاً صاف اظہارِ رضا ضرور ہے، بحالِ سکوت نکاح فضولی ہوگا، اور اجازتِ عروس پر موقوف رہے گا، اسی طرح اگر غیر ولی اقرب نے بلا اذن بکر بالغہ نکاح کر دیا پھر اسے خبر ہوئی تو اجازتِ صریحہ سے نافذ ہوگا، سکوت کافی نہیں۔

فی الدرالمختار ان استاذنھا الولی او وکیلہ او رسولہ او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او

درمختار میں ہے کہ اگر بالغہ سے ولی نے اجازت طلب کی یا ولی کے قاصد یا وکیل نے اجازت طلب کی یا ولی نے اس کا نکاح کر دیا اور قاصد نے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

وفضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت غیر مستھزئۃ او تبسمت او بکت بلا صوت فھو اذن ان استأذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتھا بل لابدلھا من القول کالثیب البالغۃ او من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطئ اھ[1] مختصرا۔ وفی الھندیۃ عن جامع المضمرات ان کان لھا ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منھا رضا ولھا الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردت[2]۔

یا اجنبی عادل شخص نے اس بالغہ کو نکاح کی اطلاع دی تو وہ خاموش رہی اور نکاح کو رد نہ کیا، یا سنجیدگی سے ہنس پڑی یا آواز کے بغیر رو پڑی تو اجازت قرار پائے گی، اور اگر کسی غیر اقرب مثلاً اجنبی یا ولی بعید کے اجازت طلب کرنے پر بالغہ نے خاموشی اختیار کی تو وہ رضا معتبر نہ ہوگی، بلکہ ثیبہ بالغہ کی طرح صریح قول یا فعل کرے جو اس کی اجازت واضح کرسکے، مثلاً اس مرد سے مہر یا نفقہ کا مطالبہ کرے یا خاوند کو جماع کا موقعہ دے اھ مختصراً، اور ہندیہ میں جامع المضمرات سے منقول ہے کہ اگر نکاح دینے والے کی نسبت کوئی اقرب دوسرا ہے تو یہ اس کا سکوت رضا قرار پائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ نکاح کو رد کردے یا راضی ہو کر جائز قرار دے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اول اجازت بطور سکوت وگریہ ہندہ ظاہر کی اور بعد کو اجازت بلفظ صریح کا مدعی ہوا، اگر یہ دونوں بیان وقت واحد کی نسبت ہیں مثلاً پہلے کہتا تھا کہ ہندہ سے جب اذن لیا گیا تو اس نے سکوت وگریہ کیا اب کہتا ہے صریح اذن دیا تو اگرچہ پھر یہاں بیان سابق کے خلاف اور صاف صریح تناقض ہے،

لانہ اقر اولا بعدم ثبوت الملك لہ علیھا فلا یملك حیث لانفاذ ولذا لایحل الوطؤ فی الموقوف۔

کیونکہ پہلے لڑکی پر اپنے حق نہ ہونے کا اقرار کرچکا ہے اور جب ملکیت نہ ہوئی تو نکاح کا نفاذ نہ ہوا، تو نکاح موقوف رہا جس میں وطی حلال نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر یہ تناقض محل خفا میں ہے کہ زوج وقت استیذان دلہن کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا اور یہ فعل خاص دلہن کا ہے جس پر زوج کو اطلاع بذریعہ حکایت ہی ہوتی ہے ممکن کہ پہلے کسی نے غلط طور پر صرف سکوت وگریہ بیان کیا اور اس نے اسی کے اعتبار پر یہی ظاہر کیا بعدہ تحقیق ہوا کہ اذن بالفاظ صریحہ تھا جو دلہن

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲-۹۱

[2] فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۶

سے استیذان میں دیر لگتی ہے، ممکن کہ جس وقت ناقل اول وہاں موجود تھا سکوت وگریہ ہی کیا ہو اس کے اُٹھ جانے کے بعد مثلاً "ہوں" کہا زوج کو اول حکایت اولیٰ ہی پہنچی تھی، بعد کو دوسری تحقیق ہُوئی، ایسا تناقض شرعاً عفو ہے۔
اشباہ میں ہے :

التناقض غیر مقبول الا فیما کان محل الخفاء[1]	بیان میں تناقض مقبول نہیں ہے مگر ایسے مقام میں جہاں خفاء ہو۔ (ت)

غمز العیون میں ہے :

فی الفوائد الدبریة قد اغتفروا التناقض فی کثیر من المسائل التی یظهر فیها عذر منها لو قال هذه رضیعتی ثم اعترف بالخطاء یصدق وله ان یتزوجها بعد ذلك اذا لم یثبت علی قوله والعذر ماهو مما یخفی علیه فقد یظهر بعد اقرار ه علی خطاء ان قبل اه مختصرا[2]	فوائد بدریہ میں ہے کہ بہت سے ایسے مقامات میں جہاں عذر واضح ہو تو تناقض کو فقہاء نے نظر انداز کیا ہے ایسے مقامات میں سے ایک یہ ہے ایک شخص نے پہلے کہا یہ لڑکی رضاعی بیٹی ہے، پھر اس بات کے بارے میں خطاء کا اعتراف کرتا تو اس اعتراف خطاء کو تسلیم کرلیا جائے گا اور اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز قرار دیا جائے گا کیونکہ رضاعت کا معاملہ اس پر مخفی ہوسکتا ہے کہ پہلے ناقل کی غلطی پر اقرار رضاعت کرنے کے بعد اس کی حقیقت معلوم ہوئی اور اپنے اقرار کو خطاء پر مبنی قرار دیا اھ مختصراً (ت)

تو اس صورت کا حاصل یہ قرار پایا کہ مرد نکاح نافذ کا دعوٰی کرتا ہے اور عورت انکار، اور اگر یہ بیان دو وقت مختلف کی نسبت ہیں یعنی سکوت وگریہ استیذان پیش از نکاح یا بوقت خبر نکاح کے وقت بیان کیا تھا، اور اب مدعی ہے کہ اس کے بعد دُلھن نے بلفظ صریح نکاح جائز کردیا تو یہ رد و اجازت نکاح موقوف میں اختلاف زوجین کی صورت ہے، بہرحال صورتِ مسئولہ میں اگر جانب شوہر شہادت عادلہ کافیہ نہ ہو تو قول عورت کا قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر قسم کھالے گی نکاح باطل ٹھہرے گا اور جبکہ دعوٰی شوہر اجازت بالالفاظ صریحہ ہے تو یہاں ہر صورت میں بینہ شوہر ہی کو ترجیح ہے، اگر گواہان عادل شرعی سے اپنا دعوٰی ثابت کردے گا نکاح ثابت نافذ قرار پائے گا، یونہی بحالت عدم گواہان اگر دُلھن قسم کھانے سے انکار کرے گی دعوٰی شوہر ثابت ہوجائیگا

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۰
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر " " "

یہ سب حکم قضا ہے، رہا واقع کا حال، وہ رب العزت کے علم میں ہے اور دونوں اہل معاملہ اور اُن کے شرکاء واقف، جو جھوٹا ہوگا عنداللہ عذاب الیم شدید کا سزاوار ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی الدر المختار قال الزوج للبکر البالغة بلغك النکاح فسکت، وقالت رددت النکاح ولا بینة لهما علی ذٰلك ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی به وتقبل بینته علی سکوتها لانه وجودی بضم الشفتین ولو برهن فبینتها اولٰی الا ان یبرهن علی رضاها واجازتها، قلت فرض المسألة فی تزویج الاقرب فقوله سکتت بمعنی اجزت وقوله یبرهن علی رضاها او اجازتها ای صریحا کما بینه فی رد المحتار ولنذکر طرفا من کلامه لاتمام المقام قال رحمه الله تعالٰی قوله فالقول قولها لانه یدعی لزوم ۱؎

درمختار میں ہے: خاوند نے باکرہ بالغہ کو کہا کہ تو نکاح کی اطلاع پر خاموش رہی، لڑکی نے جواب میں کہا میں خاموش نہ رہی بلکہ میں نے نکاح رد کردیا تھا جبکہ دونوں کے پاس گواہ نہیں، اور نہ ہی لڑکی نے ابھی تک خاوند کو جماع کا موقع دیا، تو اس صورت میں لڑکی کی بات قسم کے ساتھ قبول کرلی جائے گی، یہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہے، اور اگر خاوند نے گواہوں کے ذریعہ لڑکی کی خاموشی پیش کی اور لڑکی کے گواہ نہیں تو اس صورت میں سکوت پر گواہی قبول کرلی جائے گی کیونکہ سکوت وجودی امر ہے، اور اگر دونوں نے اپنے اپنے موقف پر گواہ پیش کردئے تو لڑکی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی، ہاں اگر خاوند نے سکوت پر گواہی کے بجائے لڑکی کی رضا یا اجازت پر گواہی پیش کی ہو تو پھر خاوند کی طرف سے شہادت کو ترجیح ہوگی۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ نکاح ولی اقرب نے کرایا ہو، تو خاوند کا کہنا "تو خاموش رہی" کا مطلب یہ ہے کہ تُو نے اجازت دی تھی، اور مصنف کا قول کہ "رضا یا اجازت پر گواہ پیش کرے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند صریحاً اجازت کا مدعی ہو، جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے، ہم یہاں ردالمحتار کے کلام کا کچھ حصہ

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

العقد وملك البضع والمرأة تدفعه فكانت منكرة، ثم ذكر في البحر ذكر الحاكم الشهيد في الكافي لو ادعى احدهما ان النكاح كان في صغره فالقول قوله ولا نكاح بينهما اھ قلت عللها في الذخيرة بقوله لان النكاح في حالة الصغر قبل اجازة الولي ليس نكاحا معنى وذكر قبله ان الاختلاف لو في الصحة والفساد فالقول لمدعي الصحة لشهادة الظاهر ولو في اصل وجود العقد فالقول لمنكر الوجود، ثم ان الظاهر ان ما نحن فيه من قبيل الاختلاف في اصل وجود العقد لان المرد صير الایجاب بلا قبول قوله الا ان يبرهن ای فترجح بينته لاستوائهما في الاثبات

ذکر کرتے ہیں تاکہ مقام واضح ہوسکے، انھوں نے کہا **قولہ** لڑکی کی بات کو ترجیح ہوگی" کیونکہ خاوند لڑکی پر نکاح کے لزوم اور اپنے لئے ملک بضعہ یعنی جماع کے حق کا دعوی کرتا ہے جبکہ لڑکی دفاع کرتے ہوئے انکار کرتی ہے اور وہ منکر ہے۔ پھر بحر میں کہا کہ حاکم شہید نے کافی میں ذکر کیا ہے کہ اگر اختلاف یہ ہے کہ لڑکے کی نابالغی میں ہوا یا نہیں، تو جس نے نابالغی میں نکاح کا دعوی کیا اس کا قول معتبر ہوگا، اور نکاح ثابت نہ ہوگا اھ۔

قلت (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ بچپن میں ولی کی اجازت سے قبل نکاح معنی درست نہیں، اور اس سے قبل ذخیرہ میں ذکر ہے کہ اگر صحت نکاح صحیح یا فاسد ہونے میں ہو تو صحت کے مدعی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح صحیح ہوتا ہے۔ اور اختلاف اگر نکاح کے ہونے نہ ہونے میں ہو تو وجود نکاح کے انکار والے کی بات معتبر ہوگی، پھر بلاشبہ ظاہر ہے ہماری بحث اصل نکاح کے وجود میں ہے تو لڑکی کا انکار اور رد قبول سے تو یہ ایجاب بغیر قبول ہوگا لہذا لڑکی کی بات معتبر ہوگی **قولہ** "مگر یہ کہ خاوند گواہ پیش کرے" یعنی اس کی گواہی کو ترجیح ہوگی کیونکہ خاوند اور لڑکی دونوں کے گواہ اثبات میں

؎ رد المحتار	باب الولی	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۰۲
؎ و ؎ رد المحتار	"	" " "	۲/۳۰۳

وزیادۃ بینۃ باثبات اللزوم کذا فی الشروح وعزاہ فی النہایۃ للتمرتاشی وکذا ھو فی غیر کتاب من الفقہ لکن فی الخلاصۃ عن ادب القاضی للخصاف ان بینتہا اولٰی ففی ھذہ الصورۃ اختلاف المشائخ ولعل وجہہ ان السکوت لما کان مما تحقق الاجازۃ بہ لم یلزم من الشھادۃ بالاجازۃ کونہا بامر زائد علی السکوت مالم یصرحوا بذلک کذا فی الفتح وتبعہ فی البحر، ثم نبہ علی التوفیق بین القولین بحمل الاول علی ما اذا صرح الشھود بانہا قالت اجزت او رضیت وحمل الثانی علی ما اذا شھدوا بانہا اجازت او رضیت باحتمال اجازتہا بالسکوت فافہم[1] اھ ملتقطا، وفی الھندیۃ لو اقام الزوج البینۃ انہا اجازت العقد حین اخبرت و اقامت البینۃ انہا ردت

مساوی ہیں لیکن خاوند کی طرف سے گواہی میں نکاح کے ثبوت کے ساتھ لزوم نکاح بھی ثابت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو ترجیح ہوگی۔ شروح میں ایسے ہی بیان ہے، اور اس کو نہایہ میں تمرتاشی کی طرف منسوب کیا ہے، بہت سی کتبِ فقہ میں ایسے ہی ہے لیکن خلاصہ میں خصاف کی ادب القاضی سے منقول ہے کہ لڑکی کی طرف کی گواہی کو ترجیح ہوگی، تو اس طرح اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف سامنے آیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ سکوت پر لڑکی کی شہادت سے لزوم نکاح متحقق نہ ہوتا ہو لہذا یوں خاوند کی طرف سے شہادت زیادہ اثبات نہ کرسکتی ہو جب تک کہ گواہ صراحۃً اجازت کی بات نہ کریں، یوں ہی فتح میں ہے اور بحر نے اس کی اتباع کی ہے، اس سے حاصل یہ ہوا کہ دونوں قولوں میں موافقت یوں ہوگی کہ پہلے یعنی خاوند کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ جب گواہوں نے تصریح کی ہو کہ لڑکی نے کہا ہے "میں اجازت دیتی ہوں ـــ یا راضی ہوں" اور دوسرے قول یعنی لڑکی کی شہادت کی ترجیح کو اس صورت پر محمول کریں کہ گواہوں نے شہادت میں کہا ہو کہ "اس نے اجازت دی یا راضی ہوئی تھی" جس میں گواہوں نے سکوت رضا قرار دیا ہو اس میں غور کرو، اھ ملتقطا۔ اور ہندیہ میں ہے اگر خاوند یہ شہادت پیش کرے کہ لڑکی کو جب نکاح

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۳

37 حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ الزوج کما فی السراج الوھاج۱؎
37 کی خبر ملی تو اس نے نکاح کو جائز قرار دیا، اور لڑکی یہ شہادت پیش کرے جب مجھے خبر ملی تو رد کر دیا تھا تو اس صورت میں خاوند کی شہادت معتبر ہوگی، یہ ثبوت سراج الوہاج میں ہے۔ (ت)

رہی باپ کی ناراضی، وہ صحت و نفاذ میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرہ، عاقلہ، بالغہ اور شوہر کفو ہے،

فی الدر المختار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا۲؎ اھ ملخصا وفیہ لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اھ۳؎

درمختار میں ہے آزاد، عاقلہ، بالغہ کا اپنا نکاح ولی کی رضا کے بغیر صحیح ہے، اور یہ نکاح غیر کفو سے ہوا تو ناجائز ہونے کا فتوٰی ہوگا اھ ملخصا۔ اور اسی میں ہے کہ باکرہ بالغہ پر نکاح کے بارے میں جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ بلوغ کی وجہ سے اس پر جبر کی ولایت ختم ہوجاتی ہے اھ (ت)

ہاں اگر مہرِ مثل میں کمی فاحش واقع ہوئی تو باپ کو حقِ اعتراض حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کر دیا جائے یا قاضی زن و شوہر میں تفریق کردے۔

فی الدر المختار لو نکحت باقل من مہرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار۴؎ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر عاقلہ بالغہ نے قلیل مہر پر نکاح کیا تو ولی عصبہ کو مہر تام کرنے تک اعتراض کا حق ہے۔ مہر مثل تام کرے یا پھر قاضی خاوند بیوی میں تفریق کرے تاکہ ولی کی عار ختم ہوسکے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۵: از صدپور علاقہ امروہہ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پدر ہندہ نے نکاح اپنی دختر کا بعمر چہار سالہ کیا تھا جب وہ ایام شعور پر فائز ہوئی تو اس شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، اس صورت میں نکاح اس کا جائز ہے یا

۱؎ فتاوٰی ہندیہ باب الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۹
۲؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱
۳؎ ایضاً
۴؎ درمختار باب الکفاءۃ " " " ۱/ ۱۹۵

مفسوخ؟ اور بعد جدائی زوجین مہر اس کا ذمہ شوہر عائد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ جو اپنے نابالغ بچے کا نکاح کرے وہ مطلقاً لازم ہوتا ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ بھی اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبن فاحش کرے، مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اس کا مہر مثل ہزار روپے ہو پانسو یا سو پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپے ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے، ان سب وجوہ میں باپ کا کیا ہوا نکاح لازم و ناقابل فسخ ہے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ ایسا نکاح خلاف شفقت پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو، دوسرے یہ کہ اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا،

فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران فزوجھا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظھور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر اھ وفی ردالمحتار زوج بنتہ من فاسق صح وان تحقق بذلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس فلو

درمختار[۱] میں ہے اگر نکاح کرنے والا ولی خود باپ یا دادا ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح لازم ہوجائے گا خواہ لڑکی کا مہر انتہائی قلیل ہو یا لڑکے پر مہر بہت زیادہ ہو یا نکاح غیر کفو میں ہو بشرطیکہ پہلے باپ دادا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہوں، اور اگر وہ غلط اختیار میں معروف ہوں تو پھر بالاتفاق مذکورہ صورتوں میں نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر یونہی باپ یا دادا نے نشے میں ہوتے ہوئے لڑکی کا نکاح فاسق یا شرپسند یا فقیر یا کسی کمینے کسبی سے کردیا تو یہ اختیار کا غلط استعمال ہوگا تو اس صورت میں باپ دادا کی مظنونہ شفقت اس اقدام کو غلط قرار دینے میں آڑے نہ آئے گی اور یہ سوء اختیار کہلائے گا، بحر، اھ، اور ردالمحتار میں ہے کہ فاسق سے بیٹی کا نکاح کیا تو صحیح ہوگا اگرچہ

---

[۱] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

زوج بنتا اخرى من فاسق لم يصح الثانی لانه كان مشهورًا بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الاول اھ وفيه قوله فزوجها من فاسق وكذا لو زوجها بغبن فاحش فی المهر لا يجوز اجماعا والصحيح يجوز بحضرت لذخيرة ثم قال وكذا السكران لو زوج من غير الكفؤ كما فی الخانية وبه علم ان المراد بالاب من ليس بسكران ولا عرف بسوء الاختيار اھ وفی الخانية اذا زوج الرجل ابنه امرأة باكثر من مهر مثلها وزوج بنته الصغيرة باقل من مهر مثلها او وضعها فی غير كفوء وزوج ابنه الصغير امة او امرأة ليست بكفؤ له جاز فی قول ابی حنيفة رضی الله تعالٰی عنه وقال صاحباه رحمهما الله تعالٰی لا يجوز ان فحش واجمعوا على انه لا يجوز ذلك من غير الاب والجد ولا من القاضی اھ[3]

وسوءِ اختیار ہے جس کی بنا پر باپ اختیار کے غلط استعمال میں لوگوں کے ہاں معروف ہوجائے گا تو اس نے اگر دوسری بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کیا تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں وہ اختیار کے غلط استعمال (سوءِ اختیار) میں مشہور ہوچکا ہے جبکہ پہلی لڑکی کے نکاح کے وقت ایسا معروف نہ تھا، یوں ہی اگر اس نے دوسری بیٹی کے نکاح میں انتہائی قلیل مہر قبول کیا تو یہ مہر جائز نہ ہوگا یہ اجماع ہے بحر میں ذخیرہ سے منقول ہے۔

اس کے بعد ردالمحتار میں کہا نہ نہی اگر نشے کی حالت میں باپ نے غیر کفو سے کیا تو نکاح نہ ہوگا جیسا کہ خانیہ میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ باپ سے مراد وہ ہے جو نشے میں نہ ہو اور سوءِ اختیار میں مشہور نہ ہو۔ اور خانیہ میں ہے، اگر کسی نے اپنے لڑکے کا کسی ایسی عورت سے مہر مثل سے زائد پر کیا یا نابالغ بیٹی کا نکاح انتہائی کم مہر یا غیر کفو میں کیا یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی یا غیر کفو والی عورت سے کردیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر نکاح صحیح ہے، اور ان کے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر نکاح ناجائز ہے، اور اس بات پر اجماع ہے کہ غیر باپ اور دادا اور قاضی کا کیا ہوا یہ نکاح جائز نہ ہوگا اھ اور بحرالرائق

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۴-۵

[2] " " " ۲/۳۰۵

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳

وفی البحر الرائق ثم الخیریۃ ظاهر کلامهم ان الاب اذا کان معروفا بسوء الاختیار لم یصح عقده باقل من مهر المثل ولا باکثر فی الصغیر بغبن فاحش، ولا من غیر الکفوء فیهما سواء کان عدم الکفاءة بسبب الفسق اولا[1] الخ۔

بحر پھر خیریہ میں ہے کہ فقہائے کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ باپ جب سوءِ اختیار میں مشہور ہوجائے تو لڑکی کا مہر مثل سے کم اور لڑکے کا مہر مثل سے زیادہ جبکہ یہ کمی اور زیادتی انتہائی ہو، اور غیر کفو میں لڑکی اور لڑکے کا کیا ہوا باپ کا نکاح صحیح نہ ہوگا خواہ غیر کفو فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو الخ۔ (ت)

وفی اگر یہ صورتیں ہوں جن میں نکاح شرعاً جائز نہیں تو اگر ہنوز ہمبستری یعنی جماع حقیقی واقع نہ ہوا مہر اصلاً لازم نہیں ورنہ مہر مثل دینا ہوگا،

فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما نصوا علیه۔ واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ دارالاسلام میں وطی پر حد یا مہر صورت ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی صورت نہیں ہے، جیسا کہ فقہائے کرام کی اس پر نص ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۶: ازامریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ سعید الدین خاں صاحب رئیس امریا ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

عرض بخدمت علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغ صغیر سن کہ والد اس کا فوت ہوگیا، اور دادا اور بھائی اس کا کوئی نہیں تھا، اور اس کے سگے چچا نے اپنے بھائی مرحوم کی زوجہ یعنی اس لڑکی نابالغہ کی والدہ سے بغیر رضامندی والدہ اس لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کردیا، اب وہ لڑکی بالغ ہوئی تو وہ کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی۔ عرض یہ ہے کہ نزد خدا و رسول مقبول نکاح فسخ ہوگیا یا وہی نکاح قائم رہا، اگر فسخ ہوگیا تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کیا جائے ورنہ جیسا حکم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ ہو نہ دادا، نہ جوان بھائی نہ جوان بھتیجا، تو چچا ہی اس کا ولی اقرب ہے اُس کے کئے ہوئے نکاح میں ماں کی رضامندی و نارضامندی کا لحاظ نہ ہوگا۔ تنویرالابصار

---

[1] بحرالرائق فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۳۵

میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف فان لم تکن عصبة فالولایة للام[1] الخ ملخصاً۔

نکاح میں ولی وہ عصبہ بنفسہ ہوتا ہے یعنی وہ عصبہ جو لڑکے اور لڑکی کی طرف کسی عورت کے واسطہ میں منسوب نہ ہو، ان کی ولایت وراثت اور حجب کی ترتیب پر ہوتی ہے بشرطیکہ عصبہ لوگ آزاد اور بالغ عاقل ہوں، اور اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت حاصل ہوگی الخ ملخصاً (ت)

ہاں یہ دیکھا جائے گا کہ جس سے چچا نے نکاح کر دیا اگر اُس دختر کا کفو نہیں یعنی اس سے کم قوم ہے جس کے ساتھ اُس کے نکاح میں ننگ وعار ہے یا ذلیل پیشہ یا محتاج یا بدمذہب یا بدرویہ ہے غرض کسی وجہ سے وہ صورت ہے کہ اس کے ساتھ نکاح میں دختر و اقربائے دختر کی مطعونی و ذلت ہے یا مہر جو چچا نے باندھا اس میں دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کر دی ہے کہ لوگ اپنے جوزم گرم کر لیا کرتے ہیں اُن میں یہاں تک کمی نہیں پہنچتی مثلاً ہزار روپیہ مہر مثل تھا پانسو باندھ دیا، تو ان دونوں صورتوں میں وہ چچا کا کیا ہُوا نکاح محض باطل ہُوا، دختر کو حق ہے کہ میرا نکاح نہ ہُوا۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیه لایصح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلاً[2]۔

اگر نکاح دینے والا باپ، دادا کا غیر ہو تو مہر کی انتہائی کمی بیشی اور غیر کفو میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر ان دونوں خللوں سے خالی ہے یعنی جس سے نکاح کیا وہ وقت نکاح دختر کا کفو بمعنی مذکور تھا اور مہر مثل میں بھی ویسی کمی نہ کی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو بالغہ ہونے پر اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوٰی کرکے فسخ کرائے۔ تنویر میں ہے:

وان کان من کفو وبمهر المثل صح ولها خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده[3]

اور مہر مثل اور کفو میں کیا ہُوا نکاح صحیح ہوگا اور لڑکی کو بالغ ہونے یا بلوغ کے بعد اطلاع ملنے پر فسخ کا اختیار ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳
[2] " " " " " " ۱/۱۹۲
[3] " " " " " " ۱/۱۹۳

دُر میں ہے: بشرط القضاء للفسخ[1] (اس فسخ کے لئے قضا ضروری ہے۔ ت) لیکن کنواری لڑکی کو یہ اختیار اسی قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامت بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہو جائے فوراً بلا توقف اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہوئی فوراً اسی وقت ناپسندی جتادے، اور اگر ذرا دیر لگائی یا اس سے جُدا کوئی آدمی بات کی یا کچھ چپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی ایک قدم اُٹھایا اُس کے بعد ناراضی کا اظہار کیا تو ہرگز نہ سُنا جائے گا اور نکاح لازم ہوجائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے:

خیار البکر یبطل بالسکوت عالمة بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[2]۔ بالغہ باکرہ لڑکی کی خاموشی اس کے اختیار کو ختم کردیتی ہے جبکہ وہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک بھی اختیار نہیں رہتا بلکہ خاموشی پر جانے پر ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

اس نابالغہ کے بارے میں اس کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ اُس نے بالغہ ہوتے ہی فوراً ناراضی ظاہر کی ہے یا ایک لحظہ کی دیر بھی لگائی تھی تو اب اسے نکاح سے انکار حرام ہے وہ ضرور اس کی زوجہ ہے ورنہ اختیار دعوٰی رکھتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: از مراد آباد محلہ بازار دیوان متصل مکان نواب تفضل علی خاں مرسلہ حکیم برہان الحق صاحب ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا اُس وقت عمر اس کی تخمیناً سات یا آٹھ برس کی ہوگی اور پیشتر نکاح سے لڑکی کا باپ اور چچا اور تایا قضا کرگئے تھے مگر ایک بھائی تایازاد حقیقی جس کی عمر تخمیناً ۲۶، ۲۷ برس اُس وقت تھی اب موجود ہے مگر بوقت نکاح والدہ دختر نے اپنی ولایت سے نکاح اس لڑکی کا کردیا، شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نابالغہ کے باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا، چچا نہ ہوں تو جوان بھائی چچا زاد ہی اس کے نکاح کا ولی ہے، اس کے ہوتے ماں کو اپنی دختر کے نکاح کردینے کا اختیار نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " " " " "

اقرب العصبات الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھم ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوھما وعند عدم العصبۃ الاقرب الام[1] اھ مختصرا۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کے قریب ترین عصبہ باپ، پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر اس کے لڑکے، پھر حقیقی چچا، پھر اس کے لڑکے، پھر صرف باپ کی طرف چچا، پھر اس کے لڑکے، اور عصبات نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت ہے اھ مختصراً (ت)

پس صورت مذکورہ میں ماں کا کیا ہوا نکاح اس بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر یہ رد کر دے گا رد ہو جائے گا یا جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا بشرطیکہ وہ نکاح کسی غیر کفو یعنی ایسے شخص سے نہ ہوا ہو جو اس دختر سے قوم یا پیشے یا مذہب وغیرہ میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا باعث ننگ و عار ہو، نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو، ورنہ وہ نکاح سرے سے باطل ہے، بھائی بھی اسے جائز نہیں کر سکتا۔

درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش[2]۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو خواہ ماں بھی ہو تو غیر کفو میں اور انتہائی کمی کے مہر سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۹۳

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

تجویز الرد عن تزویج الابعد

۱۳۱۵ھ

(ولی اقرب کی غیبت میں ولی ابعد کے نکاح پڑھانے کا حکم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۲۲: ۲۲۲۰ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ

سوال اوّل

ولی ابعد ولی اقرب کی غیبت میں اگر نکاح کر دے تو ولی اقرب درصورت خلاف مرضی اس کے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں جبکہ غیبت منقطعہ نہ ہو،

فی الدرالمختار ولو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1] واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے اگر بعید ولی نے قریب ولی کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

سوال دوم

غیبت کی تفاسیر میں سے کہ مدت قصر یا دشواری استطلاع رائے یا اس بلد میں قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو، میں کون سی تفسیر معتمد علیہ ہے؟

الجواب

اول پر بھی فتوٰی دیا گیا اور ثالث اختیار امام قدوری ہے، اور کتاب التجنیس والمزید میں یک ماہہ راہ کو اختیار اکثر مشائخ واعدل الاقاویل فرمایا کما فی مجمع الانہر[1] (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اور امام سغدی نے مفقود الخبری اختیار فرمائی، امام محمد سے ایک روایت جس میں ایک پچشیں منزل کی آئی کما فی جامع الرموز[2] (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی واوثق ومذیل بالکد الفاظ فتوٰی صرف اول ودوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین وماخوذ ومعتمد علیہ یہی ہے کہ جب اس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اس پر انتظار رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت منقطعہ ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نامعلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعث فوت کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت میں اس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئے گی اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا [illegible] پر اسی [illegible] غیبت منقطعہ نہیں ولی بعید نکاح کرے گا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت اقرب پر موقوف رہے گا۔

فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر[3] اھ وفی ردالمحتار نسبہ فی الہدایۃ لبعض المتاخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی[4] اھ قلت وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ

تنویر الابصار میں ہے ولی اقرب سفر کی مسافت پر غائب ہو تو ولی ابعد کو نکاح کر دینا جائز ہے اھ اور ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں اس کو بعض متاخرین کی طرف منسوب کیا ہے اور زیلعی میں اس کو اکثر کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اس پر فتوٰی ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) یوں ہی ولوالجیہ میں کہا کہ اس پر

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الاولیاء والاکفاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۳۹
[2] جامع الرموز باب الولی والکفو مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۹
[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

كما فى مجمع الانہر قال القہستانى فى جامع الرموز ہو الصحيح وبہ يفتى اھ[1] فى الدر واختار فى الملتقى مالم ينتظر الكفؤ الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانى ونقل ابن الكمال ان عليہ الفتوى وثمرة الخلاف فى من اختفى فى المدينة ہل تكون غيبة منقطعة اھ[2] قال الشامى قال فى الذخيرة الاصح انہ اذا كان فى موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأيہ فات الكفؤ الذى حضر فالغيبة منقطعة واليہ اشار فى الكتاب اھ وفى البحر عن المجتبى والمبسوط انہ الاصح وفى النہاية واختارہ اكثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفى الہداية انہ اقرب الى الفقہ وفى الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لا تعارض بين اكثر المتاخرين واكثر المشائخ اى لان المراد من المشائخ المتقدمون وفى شرح الملتقى عن الحقائق انہ الاصح الاقاويل وعليہ الفتوى اھ وعليہ مشى فى الاختيار والنقاية ويشير كلام النہر

فتوٰی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے کہ قہستانی نے جامع الرموز میں کہا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ۔ در میں ہے، اور اس کو ملتقی میں پسندیدہ قرار دیا جب منگنی کرنے والا کفو کے جواب کا انتظار نہ کرے اور باقانی نے اس کو معتمد قرار دیا، اور ابن کمال نے اس پر فتوٰی کو نقل کیا اور ثمرہ اختلاف اس شخص کے متعلق ظاہر ہوگا جو شہر میں چھپ گیا ہو تو کیا اس صورت میں غیبت منقطعہ ہوگی اھ، شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر ایسی صورت ہو کہ حاضر کفو اس کی انتظار اور اس کی رائے معلوم کرنے تک، ضائع اور فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو یہ غیبت منقطعہ ہوگی، اور کتاب میں اسی صورت کی طرف اشارہ ہے اھ، بحر میں مجتبٰی اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے، اور نہایہ میں ہے کہ اس کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ابن فضل نے اس کی تصحیح کی ہے، اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اقرب فقہ ہے اور فتح میں کہا کہ یہ فقہ کے اشبہ ہے اور یہ کہ اکثر متاخرین اور اکثر مشائخ میں کوئی تعارض نہیں ہے یعنی اکثر مشائخ سے مراد متقدمین ہیں، اور شرح ملتقی میں حقائق سے منقول ہے کہ اقوال میں سے یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ، اور اختیار اور نقایہ میں اسی پر رجحان ہے، اور نہر کی کلام میں اس کے

---

[1] جامع الرموز باب الولی والکفاءۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۹۹
[2] در مختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ[1] اھ کلام الشامی، قلت والزیلعی مع قولہ للاول علیہ الفتوی ذکر تصحیح الثانی عن شمس الائمۃ السرخسی ومحمد بن الفضل ثم قال وھذا احسن[2] اھ وقال فی جواھر الاخلاطی وعلیہ الفتوی[3] کما فی الھندیۃ ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش رد المحتار عن قول البحر الاحسن الافتاء الخ مانصہ قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد ردت مسافۃ القصر الی اکثر من مسافۃ ساعتین فکیف یبنی الامر علیھا بل وجب التعویل علی ما علیہ الاکثر لمشائخ رحمھم اللہ تعالٰی اھ[4] ما کتبت اقول وشیئ اٰخر وھو ان القول الثانی بنی الامر علی الحاجۃ والتضرر ولا شک ان الولایۃ انما ھی للنظر ودفع الضرر فکان من الفقہ اثبات الولایۃ للذی یلی الاقرب عند کونہ بحیث لو توقف الامر علی رأیہ لتضررت بہ القاصرۃ وعدمہ

مختار ہونے کا اشارہ ہے، اور بحر میں کہا کہ جس پر اکثر مشائخ ہوں اس پر فتوٰی بہتر ہے۔[1] شامی کا کلام ختم ہُوا۔ قلت (میں کہتا ہوں) زیلعی نے پہلے قول پر[2] فتوٰی کہا، اس کے باوجود انھوں نے شمس الائمہ سرخسی اور محمد بن فضل کی دوسرے قول پر تصحیح نقل کی، پھر کہا یہ احسن ہے اھ، اور جواہر اخلاطی میں کہا کہ اس پر فتوٰی ہے جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔[3] مجھے یہاں پر ردالمحتار پر اپنا حاشیہ یاد ہے جب انھوں نے بحر کے قول کہ "اس پر فتوٰی ہے" الخ کو بیان کیا حاشیہ کی عبارت یہ ہے: میں کہتا ہوں کہ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ریل گاڑی نے سفر کی مسافت کو ایک دو گھنٹہ کی مسافت میں تبدیل کردیا ہے تو مسافت کو بنیاد بنانا کیسے درست ہوگا بلکہ اکثر مشائخ کے فتوٰی پر اعتماد ضروری ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔[4] اقول ایک اور چیز ہے وہ یہ کہ دوسرے قول کی بنیاد حاجت اور نقصان پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ ولایت کا اثبات شفقت اور دفع ضرر پر مبنی ہے، تو فقہ یہ ہوگی کہ اقرب ولی کے بعد والے کو ولایت تب ہی ہوسکتی ہے جب ولی اقرب ایسے مقام پر ہو کہ اگر اس کی رائے اور اجازت حاصل کی جائے تو نابالغہ کو نقصان ہو اور اگر نقصان

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۵
[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والاکفاء مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۲۴
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۵
[4] جدالممتار باب الولی قول ۹۱۳ المجمع الاسلامی مبارکپور، بھارت ۲/۳۰۳

عند عدمه كما اذا كانت صغيرة جدا ولا كفؤ يستعجل ولا حرج في الانتظار فهم يفتت على الاب الشفيق ويوكل الامر الى بعيد سحيق وربما لايومن ان يترك النظر لها لمصلحة نفسه او لجلب حطام فظهر ان في القول الاول سلب الولاية حيث يحتاج اليها كالمختفي في البلد واثباتها حيث لاحاجة اليها كما في هذه الصورة هذه وروايتي كتبت على قول السيد وثمرة الخلاف لا ما نصه **اقول** وحيث المدار عند اهل القول الثاني على فوات الكفؤ فكما لم يعتبر مسافة القصر شرطا للانتقال كذلك لانظر اليها عند عدم الفوات والاستعجال فلو وجدت ولم يفت الكفؤ بانتظار رأيه او استطلاع رأيه لم يجز تزويج الابعد على الثاني خلاف الاول فالثمرة غير محصورة فيما قال هذا ما ظهر لي

نہ ہو تو پھر بعد والے کو ولایت نہیں ہوگی، مثلاً ایک چھوٹی بچی ہو جس کے لئے کفو کی کوئی عجلت نہیں اور نہ ہی اس کے نکاح کے لئے ولی اقرب کے انتظار میں کوئی حرج ہے تو پھر کیونکر ولی اقرب شفیق باپ کی ولایت کو ختم کرکے دوسرے بعید غیر شفیق کو ولایت سونپی جائے جبکہ یہ ممکن ہے کہ وہ بعید اپنے ذاتی فائدہ اور اپنی مصلحت کی خاطر بچی کے فائدہ کو نظر انداز کردے، تو ظاہر ہوا کہ پہلے قول میں اقرب کی ولایت کے سلب ہونے کی بات وہاں ہوئی جہاں حاجت اور ضرورت ہوئی جیسا کہ کوئی شہر میں گم ہو جائے اور حاجت پیدا ہو جائے، اور جہاں حاجت نہیں وہاں ولایت ثابت رہے گی، جیسا کہ یہ صورت ہے، مجھے سید کے قول و ثمرہ اختلاف پر حاشیہ یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) جب دوسرے قول والوں کے ہاں مدار کفو کا فوت ہونا ہے اس بنیاد پر ولایت کے منتقل ہونے کے لئے جیسے مسافت سفر (قصر) شرط نہیں ہے ایسے ہی یہ مسافت سفر، کفو فوت ہونے کے باوجود عجلت کے لئے بھی پیش نظر نہیں ہے، تو مسافت سفر ہونے کے باوجود اقرب کی انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت نہ ہو تو ولی ابعد کا نکاح کرنا درست نہ ہوگا، یہ دوسرے قول کا حاصل ہے جبکہ پہلا قول اس کے خلاف ہے، تو ثمرہ اختلاف، ان کے بیان میں محصور نہ رہا ہے

ف: جد الممتار میں خط کشیدہ عبارت یوں ہے: لاتعتبر علة تامة له بل ان وجدت المسافة الخ — نذیر احمد

فليحرر[1] اھ وھو کما ترٰی ظاھر محرر لما علمت ولما مر من عبارات الملتقی و الذخیرۃ وغیرھما فان مفاھیم الخلاف معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق کما نصوا علیہ بالاطلاق ثم رأیت فی مجمع الانھر فلو ستره لخاطب لم یسمع الا منه[2] فھذا عین ما فھمت وللّٰہ الحمد، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جو مجھے ظاہر ہوا تو تحقیق چاہئے اھ اور یہ بیان ظاہر ہے جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں اور ملتقی، ذخیرہ وغیرہما کی عبارات سے گزرا، کیونکہ بالاتفاق علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہے، جیسا کہ اس پر سب کی نص موجود ہے، اس کے بعد میں نے مجمع الانہر میں دیکھا کہ اگر منگنی والا انتظار کرے تو ولی ابعد نکاح نہ دے، یہی میرا موقف ہے، وللہ الحمد، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال سوم

یہ جو فقہاء لکھتے ہیں کہ ولی ابعد غیبت میں اقرب کے نکاح کراسکتا ہے، یہاں ولی بعید سے کیا مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث، گو ذوی الارحام میں سے ہو۔ اگر مراد عصبہ ہے تو حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے جو موطائے امام محمد کے باب الرجل یجعل امرامرأتہ بیدہا میں مخرج ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنی بھتیجی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے کر دیا باوجودیکہ عبدالرحمٰن شام میں تھے، کیا جواب ہے کہ عمہ ذوی الارحام سے ہے

الجواب

ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں کہ اس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلق بلکہ وہی جو اس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیاء میں کوئی اس سے اقرب نہ ہو سب اس سے نیچے ہوں یا برابر، مثلاً باپ غائب اور جد و برادران و عم موجود ہیں تو ولایت جد کے لئے ہے، نہ برادران و عم کے واسطے، اور جد نہ ہو تو سب برادران ہمسر کو، نہ عم کو۔

فی ردالمحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبر بہ فی کافی الحاکم وعلیہ فلو کان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ

ردالمحتار میں ہے کہ ابعد سے مراد ولی اقرب کے بعد دوسرے مرتبے والا ہے جیسا کہ اس کی تعبیر امام حاکم کی کافی میں ہے، اس بنا پر اگر ولی غائب کے بعد لڑکی کا دادا اور چچا دونوں موجود ہوں تو ولایت دادا کو

۱؎ ردالمحتار باب الولی قول ۹۹۹ المجمع الاسلامی مبارکپور بھارت ۲/ ۳۰۴

۲؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الاولیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۳۹

للجد لا للعم[1] | ہوگی، چچا کو نہ ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلۂ اولیاء میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب (جو قرب میں بعد والے مرتبہ پر ہو۔ ت) اُنھیں بھی شامل، مثلاً ولد الام ولی اقرب غائب ہے تو اس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو اُن کی غیبت میں مولی الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا (جیسا کہ ترتیب کا تقاضا ہے، یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم للسلطان[2] اھ۔ | پھر والدہ کے بیٹے اور پھر ذوی الارحام کو پھر معاہدہ والے کو پھر سلطان کو حقِ ولایت ہے اھ (ت)

اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے:

ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی لہ وھؤلاء لھا اولیاء[3] | سلطان کو ولایت منتقل نہ ہوگی کیونکہ سلطان اس وقت ولی بنتا ہے جب دوسرا کوئی ولی نہ ہو سکے اس کے یہ اولیاء موجود ہیں۔ (ت)

جب ہمارے نزدیک ذوی الارحام و مولی الموالاۃ بھی سلطان پر مقدم تو بحکم ھؤلاء لھا اولیاء (یہ اس کے اولیاء ہیں۔ ت) یہاں بھی لا تنتقل الی السلطان (سلطان یعنی حاکم کو منتقل نہ ہوگی۔ ت) کا حکم محکم، مگر صرف اس قدر کہ ذوی الارحام بھی کبھی بحالتِ غیبتِ اقرب ولایت پاسکتے ہیں، حدیثِ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رفع شبہۂ مذکورہ نہ کرے گا، اور معلوم ہو چکا کہ مطلق ہر بعید ولی نہیں ہو جاتا بلکہ وہی جو اس اقرب کے بعد سب سے اقرب ہے، پدر و دختر کے درمیان تمام عصبات و تمام اصحابِ فروض و بعض ذوی الارحام بکثرت اولیاء ہیں، حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے بحالتِ غیبتِ پدر اُن میں کسی کا اصلاً موجود نہ ہونا یہاں تک کہ ولایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لئے ثابت ہو سخت مستبعد ہے، بلکہ جواب یہ ہے کہ واقعہ عین لا عموم لہا (یہ خاص واقعہ ہے اس میں عموم نہیں ہے۔ ت) وقائعِ عین ہرگونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں، ممکن کہ حضرت حفصہ

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث بیروت | ۲/۳۱۵
[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۳
[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۱۵

وقتِ نکاح بالغہ ہوں تو ان پر ولایت مجبرہ کسی کو نہیں۔ ممکن کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تزویج کے لئے تجویز و پسند فرمایا اور اقرب الاولیاء الحاضرین کو اُن سے نکاح کردینے کا حکم کیا اور انہوں نے حسبِ حکم والا نکاح کردیا ہو تو نکاح ہُوا تو ولی مستحق ہی کی ولایت سے، مگر حضرت کے حکم حضرت کی رائے حضرت کی تجویز سے ہونے کے باعث حضرت کی طرف منسوب ہُوا ایسی نسبتیں شائع و ذائع ہیں جیسے:

فتح الامیر الحصن وقطع السلطان اللص وغسل علی فاطمة رضی الله تعالٰی عنهما۔

امیر نے قلعہ فتح کیا، سلطان نے چور کا ہاتھ کاٹا، علی نے فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ تعالٰی عنہما (ت)

جب منذر بن زبیر نے حضرت عبدالرحمٰن کی ناراضی پا کر اُنہیں اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو تفریق کردیں حضرت عبدالرحمٰن نے اس پر اپنی خواہر مطہرہ سے عرض کی ماکنت لارد امرا قضیتہ[1] مجھے نہیں پہنچتا کہ اس بات کو رد کروں جس کا آپ نے حکم فرمایا، اور اگر انہا زوجت حفصة کے معنے یہی رکھے جائیں کہ ام المومنین نے بنفس نفیس تزویج فرمائی تو ممکن کہ ولی مستحق سے ذکر فرماکر اجازت لے لی ہو، اب یہ صورت توکیل کی ہوجائیگی بہرحال کوئی مقام شبہہ واشتباہ نہیں، یہ وہ وجوہ ہیں جن پر نظر نہ کی گئی، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے ام المومنین کے خصائص سے شمار فرمایا کہ بوجہ اس قرب کے جو حضرت قدسی منزلت کو حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تھا اُن کی یہ تزویج جائز رہی۔ زرقانی علی موطا الامام مالک میں ہے:

قال مالك فی الروایة انما کان ذلك لعائشة لمکانها من رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[2]۔ والله تعالٰی اعلم۔

امام مالک نے روایت میں فرمایا: یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حق تھا کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خاص تعلق تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال چہارم

اُس مسئلہ میں اگر ولی ابعد نے غیر برادری میں نکاح کردیا تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

ولی اقرب کہ غائب ہے پدر یا جد کہ ہے ہر ایک غیر معروف بسوءِ اختیار یا معروف کہ اس ہے

---

[1] موطا الامام مالک کتاب الطلاق ما لا یبین من التملیک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۱۳

[2] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الطلاق مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۳/ ۱۶۲

پہلے اپنی ولایت سے کسی بچے کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکا ہو یا اُن دونوں کا غیر، اور جبکہ غائب پدر ہو تو ولی ابعد جد معروف بسوء اختیار یا غیر معروف یا کوئی اور، یہ چھ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر غیبت منقطعہ ہے یا غیر۔ وہ غیر برادری خواہ برادری والا کفو ہے یا غیر یعنی نسب یا مذہب یا حرفت یا روش یا مال غرض کسی بات میں اس سے ایسی کمی رکھتا ہے کہ اس سے نکاح اس کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار ہے، نکاح مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ ہوا مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار تھا پانسو باندھے یا زوجہ پسر کا پانسو تھا ہزار باندھے یا غیر۔ یہ جملہ بیست صورتیں ہوئیں، ان کے حکم کا ضابطہ بتوفیق اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر **غیبت غیر منقطعہ** تھی اور ولی غائب پدر یا جد غیر معروف بسوء اختیار ہیں تو یہ نکاح مطلقاً ان کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ غیر کفو وغبن فاحش سے ہو، اور اگر غائب مذکور معروف بسوء اختیار تو نکاح مطلقاً باطل محض اگرچہ غیبت پدر میں جد سے غیر معروف بسوء اختیار نے کیا ہو۔

والوجه فی ذلک ان الغیبة اذا لم یکن منقطعة لاتکون الولایة لغیره کما قدمنا فی مسئلة الاولی والاب والجد لهما التزویج بغیر الکفو وبالغبن الفاحش اذا لم یعرفا بسوء الاختیار لا اذا عرفا به کما فی الدر المختار[1] وغیره من الاسفار وقد قال فیه وفی متنه تنویر الابصار فی فصل الفضولی کل تصرف صدر منه کتزویج وله مجیز ای من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا ومالا مجیز له حالة العقد لا ینعقد[2] فاذا لم یعرفا به

اس میں وجہ یہ ہے کہ جب تک غیبت منقطعہ نہ ہو تو غیر کو ولایت حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہم نے ذکر کیا ہے، اور باپ اور دادا کو اس بات کی غیر کفو اور زیادہ مہر یا انتہائی کم مہر کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے جب وہ سوء اختیار میں معروف نہ ہوں اس میں معروف ہونے کی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے جبکہ درمختار اور اس کے متن تنویر الابصار میں فضولی کی بحث میں مذکور ہے کہ تمام وہ تصرفات جن کے صادر ہونے پر وہ کسی کی اجازت پر موقوف ہوں تو اجازت دینے والے کی موجودگی میں وہ تصرفات موقوف قرار پائیں گے اور اگر ایسے تصرفات کی اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو پھر یہ تصرفات منعقد ہی نہ ہوں گے اھ، تو جب

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی الفضولی " " " ۲/۳۱

فهذا عقد وقع وله من یملک تنفیذه فوقف وان عرفا ملأ فلا [عه] توقف بتزویج جد لم یعرف به بغیبة اب معروف به وان کان الجد یملکه اذا لم یعرف به فان هذا انما هو حین قیام ولایته وهو عند غیبة الاب غیبة غیر منقطعة لا یلی اصلا ولو من کفؤ فضلا عن غیره۔

باپ دادا سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو یہ عقد درست ہوکر اجازت پر موقوف رہے گا کیونکہ اس عقد کو جائز کرنے والا خود موجود ہے، اور اگر سوءِ اختیار میں معروف ہوں تو منعقد نہ ہوگا اور نہ موقوف ہوگا، تو اس صورت میں سوءِ اختیار میں غیر معروف دادا اگر اس باپ کی غیبت غیر منقطعہ میں جو سوءِ اختیار میں معروف ہو نکاح کرتے تو یہ نکاح موقوف نہ رہے گا اگرچہ دادا غیر معروف بسوءِ اختیار خود نکاح دینے کا مالک ہوتا ہے مگر یہاں اس لئے نہیں کہ باپ غیبت منقطعہ میں غائب نہیں بلکہ وہ غیر منقطعہ غیبت میں غائب ہے تو ایسی صورت میں دادے کو ولایت منتقل نہیں ہوتی اگرچہ دادا کفؤ میں بھی کرے چہ جائیکہ غیر کفؤ میں کرے۔ (ت)

اور اگر ولی غائب غیر اب وجد ہے تو کفو سے بے غبن فاحش اجازت غائب پر موقوف لقیام ولایته بعدم الانقطاع (عدم انقطاع کی بناء پر ولایت باقی رہنے کی وجہ سے۔ ت) اور غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل لعدم المجیز (جائز کرنے والا موجود نہ ہونے کی وجہ سے مطلقاً باطل ہے۔ ت) اگرچہ اس ولی غائب بغیبت غیر منقطعہ کے سوا صغیر وصغیرہ کا باپ یا دادا غیر معروف بسوءِ اختیار غائب بغیبت منقطعہ زندہ موجود ہو کہ غیبت منقطعہ مثل موت ہے،

بناء علی ما صحح فی البدائع انها تنتقل الولایة عن الاقرب الی من یلیه فی القرب حتی لو زوجها حیث هو لم یجز والیه یمیل کلام المبسوط و الهدایة والفتح بل هما مصرحان

بدائع میں مذکورہ تصحیح کی بناء پر کہ ولایت اقرب سے منتقل ہوکر اس کے بعد والے قریبی کو حاصل ہوگی حتی کہ اگر اقرب نے جہاں پر وہ ہے وہاں نکاح کردیا ہو تو نافذ نہ ہوگا، اسی کی طرف مبسوط، ہدایہ اور فتح کا کلام مائل ہے بلکہ آخری دونوں نے اس کی تصریح

عــه ای ان عرفا بسوء الاختیار فلا مجیز فلا توقف بل یبطل ثم فرع علیه فقال فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منه۔ (م)

یعنی اگر وہ معروف بسوءِ اختیار ہیں تو یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہوگا، پھر اس پر تفریع کی فلا توقف بتزویج جد الخ ۱۲ منہ (ت)

به وسیأتی بعض نصوصهما فی جواب الخامس وقواه الزیلعی روایة ودرایة و علیه فرع فی محیط السرخسی و ذکر الشامی انه الذی فی اکثر الکتب وقد قال فی الهدایة والبحر فوضناه الی الابعد کما اذا مات الاقرب[۱] اھ اما علی ما استظهر فی الخانیة والظهیریة والتنویر والدر و علیه فرع الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی وعلیه مشی فی البحر من انها لاتنقل ولایته وانما تتعدی الی من یلیه فیکون کان هما ولیین مستویین کاخوین او عمین فایهما عقد نفذ فالظاهر فیما ذکرنا التوقف اذا لم یکن الاب او الجد معروفین بسوء الاختیار لانه وقع وهو مجیز فافهم۔

کی ہے اور ان کی بعض نصوص پانچویں سوال کے جواب میں آئیں گی، اور اسی کو زیلعی نے قوی قرار دیا درایۃً و روایۃً، اور اسی پر محیط سرخسی میں تفریع قائم کی اور شامی نے کہا کہ یہی اکثر کتب میں ہے جبکہ ہدایہ اور بحر میں کہا کہ ہم یہ ولایت بعید کے لئے دوسرے مرتبہ والے کو سونپ دیں گے جیسا کہ اقرب کے فوت ہوجانے پر ہوتا ہے اھ لیکن خانیہ، ظہیریہ، تنویر اور دُر نے جس کو ظاہر قرار دیا اور شرح مختصر الطحاوی میں اسبیجابی نے جس پر تفریع قائم کی ہے اور بحر نے اسی کو اپنایا، وہ یہ ہے کہ اقرب غائب کی ولایت ختم نہ ہوگی، ہاں قربت میں دوسرے مرتبہ والے کے لئے بھی ولایت ثابت ہوجائے گی، گویا یوں دو مساوی ولی قرار پائیں گے جیسے دو بھائی یا دو چچے، لہٰذا جب ان دونوں کو ولایت نفاذ حاصل ہوتی ہے، جو بھی عقد کرے گا نافذ ہوگا، تو ظاہر وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ باپ یا دادا سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو نکاح موقوف رہے گا کیونکہ یہ حضرات نکاح کو جائز کرنے والے موجود ہیں، غور کرو۔ (ت)

اور اگر غیبت منقطعہ بھی نہ تھی تو غیر کفو یا غبن فاحش سے متعلق بالکل نہ گئی اُس صورت میں کہ غائب پدر ہو اور مزوج جد ہی کہ نہ معروف بسوءِ اختیار ہو نہ اس تزویج کے وقت نشے میں کہ اس تقدیر پر یہ عقد نہ صرف صحیح و نافذ بلکہ لازم ہوگا جو کسی طرح رد نہیں ہوسکتا اور اگر نکاح کفو سے ہے بے غبن فاحش ہے تو مطلقاً تام و نافذ مگر ولی مزوج اگر جد ہے تو لازم بھی ہوگیا ورنہ غیر لازم کہ قاصر و قاصرہ کو اگر پیش از خروج سن نکاح کی خبر ہے تو بعد بلوغ ہوتے ہی ورنہ بعد جب خبر پائیں اختیار رہے گا کہ اس پر معترض ہوکر قاضی شرع سے نکاح فسخ کرالیں۔

والمسائل ظاهرة وفی کتب المذهب

یہ مسائل واضح اور مذہب کی کتب میں مذکور ہیں جیسے

---

[۱] الهدایة باب الاولیاء والاکفاء مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۲۹۹
البحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۶

دائرة وقد قال في الخيرية قد نصوا على ان غير الاب والجد اذا تزوج الصغير او الصغيرة مع وجود احدهما الغائب كان لغيبة وثبوت الولاية له بالغيبة المجوزة لذلك فلهما خيار البلوغ لانه تزوج بالولاية[1]

تنبيه كتبت ههنا على هامش رد المحتار ما نصه وانظر هل اذا عاد الاب او الجد حتى عادت ولايته كما نصوا عليه هل يكون له ايضا الاعتراض قبل بلوغ الصغيرين ام هو لهما خاصة حتى يبلغا والظاهر هو الاول لانه لدفع ضرر خفي كما في الهداية او ضرر غير متحقق كما في الفتح فينبغي ثبوته لمن له النظر وانما النظر له مع الضرر فلم يؤخر مع امكان الدفع قبل ان يتقرر ثم ان قلنا بحصول ذلك للاب والجد ولم يعارضا حتى بلغ الصغيران فهل يكون هذا الاعتراض عن الاعتراض مبطلا لخيار الصغيرين كما لو تزوج الابوان بانفسهما الظاهر لا لان النكاح اذا وقع لغيبتهما فقد نفذ غير موقوف على

خیریہ میں کہا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ باپ اور دادا کی غیر موجودگی میں اگر کسی غیر نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیا تو اگر باپ اور دادا ایسے غائب میں جس کی بناپر اس غیر کو ولایت اور اجازت ہوسکتی ہے تو لڑکے اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا کیونکہ غیر نے یہ نکاح اپنی ولایت سے کیا ہے اھ **تنبیہ** میں نے یہاں رد المحتار کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یوں ہے کہ غور کرنا ہوگا کہ کیا باپ یا دادا واپس آگئے تو لڑکے یا لڑکی کے بالغ ہونے سے قبل ان کو دوبارہ ولایت لوٹ آئیگی جس کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی کے کئے ہوئے نکاح پر ان کو اعتراض کا حق ہوگا یا اب ان کو اعتراض کا حق نہیں بلکہ لڑکے یا لڑکی کو ہی اپنے بلوغ پر اختیار رہے گا جیسا کہ ہم فقہاء نے تصریح کی ہے جبکہ ظاہر پہلی صورت ہے کیونکہ کسی مخفی ضرر کی بناء پر جیسا کہ ہدایہ میں ہے یا احتمال ضرر کی بناء پر جیسا کہ فتح میں ہے صاحب شفقت کو اختیار ولایت ثابت ہے جبکہ ولایت شفقت دفع ضرر کے لئے ہی ہوتی ہے، تو بچوں کے بلوغ کی انتظار تک کیوں مؤخر کی جائے جبکہ ضرر واقع ہوجانے سے قبل اس کے دفع کا امکان موجود ہے، پھر قابل غور یہ ہے کہ جب ہم تسلیم کرلیں کہ باپ دادا کو ولایت دوبارہ مل گئی ہے اب وہ نابالغ کے نکاح پر تعرض نہ کریں حتی کہ وہ بچے بالغ ہوجائیں تو کیا باپ دادا کا تعرض نہ کرنا بچوں کے خیار بلوغ کو ختم کردے گا جیسا کہ خود باپ دادا نے نکاح کیا ہو تو نابالغ کا خیار بلوغ باطل ہوتا ہے،

[1] فتاوی خیریہ باب الاولیاء دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵

اجازتهما فرضیت الیهما ایقاعا و دل انقاذ او عراضهما عن اعتراضهما لایوجب ابطال حق الصغیرین کما اذا لم یزاحمہما خالعا یتصرف فی مالھما فیثبت مل ولیہ تحریر ما کتبتہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

تو ظاہر یہی ہے کہ والدین کے عدم تعرض سے خیارِ بلوغ ختم نہ ہوگا کیونکہ نکاح کے وقت ان کے غائب ہونے کی بنا پر ان کی اجازت پر موقوف نہ تھا تو نکاح کا نفاذ ان کی طرف منسوب نہ ہوا، تو اب عدمِ تعرض اور اعتراض نہ کرنے کی وجہ سے بچوں کو حاصل شدہ اختیار باطل نہ ہوگا جیسا کہ ظالم نے بچوں کے مال میں تصرف کیا اور باپ دادا نے تعرض نہ کیا ہو۔ اسس میں غور چاہئے اور واضح کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال پنجم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سُوکوس سے زائد سفر میں گیا ہے اُس کے مکان پر اُس کی والدہ اور اُس کی دختر زینب نامی اور اسس کا پھوپھی زاد بھائی خالد موجود ہیں زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ زینب کا نکاح بغیر میری اجازت کے نہ کرنا میں خود سفر سے آکر اپنے برادر کے پسر کے ساتھ کروں گا، مگر اس کی والدہ نے بغیر دریافت کئے زید کے اور بغیر دریافت کئے خالد کے جو موجود تھا اپنی رائے سے اپنی پوتی زینب نابالغہ کا نکاح بہت دُور کے عزیزوں میں کردیا اس صورت میں زید سفر سے آنے کے بعد فسخ نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں؟ اور خالد جو بحالتِ عقد اپنے مکان پر موجود تھا اور اسس کی رائے کے خلاف نکاح ہوگیا تو آیا یہ بھی زینب نابالغہ کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

خالد تو یہاں کوئی چیز نہیں، نہ اسے کچھ اختیار کہ ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے، اور دادی بالاتفاق اُن پر مقدم،

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الی قولہ ثم ذوی الارحام۔[2]

درمختار میں ہے نکاح میں ولی، وراثت وحجب کی ترتیب پر عصبات بنفسہ ہوتے ہیں، اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو پھر دادی کو ہوتی ہے، ان کا بیان ذوالارحام تک ہُوا۔ (ت)

---

[1] جد الممتار باب الولی قول ۵۹۶ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/۳۹۹

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

مگر تقریر سوال سے یہ صورت ظاہر وہ صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ نکاح اس وجہ پر واقع نہ ہوا جو شرع مطہر نے غیبت ولی اقرب میں ولی ابعد کے لئے رکھی ہے قطع نظر اس سے کہ یہاں دادی ولی ابعد ہے بھی یا نہیں (کہ ابعد وہ جو اقرب کے بعد مرتبہ ولایت میں ہو غیبت پدر میں دادی اس وقت ولی ابعد ہو سکتی ہے کہ دادا، بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا سگے سوتیلے، غرض دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد عاقل بالغ کتنے ہی دور کے رشتے کا اصلاً موجود نہ ہو اور زینب کی ماں حاضر ہو کہ یہ سب مراتب ولایت میں دادی پر مقدم کما تقدم وقد حققنا تقدم الام علی ام الاب فیما علقنا علی رد المحتار) (جیسا کہ پہلے گزر چکا اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے کہ ماں کو دادی پر تقدم حاصل ہے۔ت) مذہب معتمد میں بحالت غیبت اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اپنی رائے سے صغیرہ کا نکاح کر دینے کا اختیار صرف اس ضرورت سے دیا جاتا ہے کہ سردست صغیرہ کے لئے کوئی کفو خواستگار حاضر و موجود ہے اور اسے اتنی مہلت منظور نہیں کہ ولی اقرب سے واپس آئے یا اُس کا جواب لیا جائے، اگر اتنا انتظار کرتے ہیں تو اس دیر کے باعث کفو موجود نکاح پر راضی نہ ہوگا اور موقع ہاتھ سے نکل جائے گا فوات کفو کے سبب صغیرہ کو نقصان پہنچے گا کہ کفو ہر وقت میسر نہیں آتا، کیا معلوم پھر ہاتھ آئے نہ آئے۔ لہذا بضرورت اُس ولی اقرب کے بعد کے درجے کا جو ولی حاضر ہے شرع مطہر اسے اجازت دیتی ہے کہ تو آگر [illegible] مہتم بالشان ہے اور کفو حاضر کا ہاتھ سے کھو دینا ضرر و نقصان، بلکہ سرے سے نابالغ پر ولایت تزویج کی تشریع اگرچہ باپ ہی کی ہو اسی حکمت کے لئے واقع ہوئی ورنہ بچپن میں نکاح کی کیا ضرورت۔ فتح القدیر میں ہے:

النکاح یراد لمقاصد ولا تتوفر الا بین المتکافئین عادۃ ولا یتفق الکفو فی کل زمان فاثبات ولایۃ الاب بالنص لعدۃ احراز الکفو اذا ظفر به للحاجة الیه اذ قد لا یظفر بمثله اذا فات بعد حصوله۔[1]

نکاح بعض مقاصد کے لئے ہوتا ہے جو عادتاً دو ہم مثل حضرات سے پورے ہوتے ہیں، اور یہ مماثلت اور کفو ہر وقت میسر نہیں ہوتی، اور باپ کو ولایت نص سے ثابت ہوئی ہے تاکہ وہ ضرورت کے وقت کفو کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے، کیونکہ ہر وقت کفو میسر آنے کے بعد فائت ہو جانے پر حاصل نہیں ہوتی۔(ت)

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلوۃ اذا

اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا، نماز جب اس کا

---

[1] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۸۳

أنت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفوًا[1]. رواه الترمذي والحاكم عن أمير المؤمنين علي كرم الله تعالى وجهه.

وقت آئے، اور جنازہ جب حاضر ہو، اور زن بے شوہر جب اس کے لئے کفو ملے (اس کو ترمذی اور حاکم نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إذا جاءكم الأكفاء فانكحوهن ولا تربصوا بهن الحدثان[2]. رواه في مسند الفردوس عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما.

جب تمہارے پاس کفو آئیں تو لڑکیاں بیاہ دو اور اُن کے لئے حادثوں کا انتظار نہ کرو (اس کو مسند فردوس میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

یعنی دیر میں شاید کوئی حادثہ پیش آئے کہ فی التاخیر آفات (تاخیر میں کئی آفتیں ہیں۔ ت) چند حدیثوں میں ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض[3]. رواه الترمذي وابن ماجة والحاكم عن أبي هريرة وابن عمر والترمذي والبيهقي في السنن عن أبي حاتم المزني رضي الله تعالى عنهم.

جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کا چال چلن اور دین تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے ابن عمر، اور ترمذی اور بیہقی نے سنن میں ابوحاتم مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

ذخیرہ و ردالمحتار میں ہے:

الأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره واستطلاع

اصح یہ ہے کہ اگر ایسے مقام پر ہو کہ اس کی واپسی کے انتظار اور اس کی رائے حاصل کرنے سے موجودہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ ص ۲۴ ، ابواب الجنائز ص ۱۲۷ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تزویج الاولاد والولود دار الفکر بیروت ۲/ ۹۳-۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ فر عن ابن عمر حدیث ۴۴۴۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۰۴

[3] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء من ترضون دینہ فزوجوہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۸
المستدرک کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۵

لانہ فات الکفؤ الذی حضر بغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب[1]

کفو فوت ہو جائے گا تو ایسے مقام پر ولی اقرب کی غیبت منقطعہ ہوگی، اور اسی کی طرف کتاب میں اشارہ ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

فابقاء ولایۃ الاقرب ابطال حقہا وفوات مصلحتہا[2]

ولی اقرب کی (باوجود غائب ہونے کے) ولایت کو باقی رکھیں تو لڑکی کا حق باطل اور اس کی بھلائی فوت ہو جائے گی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

ھذا اقرب الی الفقہ لانہ لانظر فی ابقاء ولایتہ حینئذ[3]

یہ بات فقہ سے اقرب ہے کیونکہ یہاں اقرب کی ولایت کو باقی رکھنے میں کچھ شفقت نہیں ہے (ت)

تو ابعد کے لئے حصول ولایت تین شرط پر مشروط،

اوّل یہ ابعد بغیبت اقرب جس کے نکاح میں دے صغیرہ کا کفو ہو،

فانہ ان لم یکن کفوا فای شیئ یفوت بفوتہ والامر تمس الیہ حاجۃ۔

اگر وہ کفو نہ ہو تو پھر کس چیز کے فوت ہونے کا خطرہ اور حاجت کس بات کی محسوس ہوئی (ت)

دوم وہ کفو ولی اقرب کا جواب آنے تک منتظر نہ رہے ورنہ ہرگز ابعد کو اختیار نہ ہوگا۔ جامع الرموز و مجمع الانہر میں ہے:

لو انتظرہ الخاطب لم یزوجہ الابعد[4]

اگر منگنی طلب کرنے والا ولی اقرب کا انتظار کرتا ہے تو پھر ولی ابعد نکاح نہ کرے (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

ان رضی الخاطب ان ینتظر الی استیذان الولی الاقرب لم یصح الابعد العقد[5]

اگر منگنی والا ولی اقرب سے اجازت حاصل کرنے پر راضی ہے تو ابعد کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/٣١٥
[2] فتح القدیر باب فی الاولیاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٣/١٨٣
[3] الہدایہ باب فی الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ٢/٢٩٩
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ١/٣٣٩
[5] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق باب الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٣/١٢٦

سوم اس جاری کرنے والے کفو کے سوا اور کوئی کفو خواستگارِ نکاح ایسا حاضر نہ ہو جو جواب آنے تک انتظار پر راضی ہو۔

فانه حینئذ لایفوتها الکفو الخاطب بالفعل انما یفوت ان فات احدهما ولیس فی ذلك ابطال حقها ولا تفویت مصلحتها حتی تسلب الولایة من قریب شفیق الی بعید سحیق وهذا ظاهر لاسترة علیه۔

کیونکہ اس صورت میں لڑکی کے لئے کفو والا رشتہ فوت نہ ہوگا، ہاں دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہوا مگر اس سے لڑکی کا حق باطل ہوا نہ اس کی مصلحت فوت ہوئی جس کی بنا پر اقرب ولی کی ولایت سلب کی جائے جو کہ نہایت شفیق ہے اور بعید غیر شفیق کو دی جائے، یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ (ت)

یہاں اوّلاً زید کا بھتیجا جس کے ساتھ تزویجِ زینب کا ارادہ وہ اپنے خط میں لکھ چکا ظاہراً صریح کفو مستحق موجود ہے یہ دوسرا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اگر کفو بھی تھا اور اتنی دیر میں ہاتھ سے نکل بھی جاتا تو دوسرا تو موجود تھا تو وہ ضرورت جس کے لئے ولی ابعد کو اختیار ملتا متحقق نہ ہوئی، ولہذا علامہ خیر الدین رملی حاشیہ بحرالرائق مسئلہ عضل ولی اقرب میں فرماتے ہیں:

الولایة بالعضل نیابة انما سقطت عنه لدفع الاضرار بها ولا یوجد مع ارادة التزویج بکفو غیره[2]۔

رکاوٹ کی وجہ سے ولایت قاضی کو بطور نیابت منتقل ہوتی ہے تاکہ وہ لڑکی کو ضرر رسانی کا دفاع کرسکے، جبکہ ایک کفو کی بجائے دوسرے کفو کو نکاح دینا لڑکی کے لئے ضرر نہیں ہے۔ (ت)

علامہ شامی حاشیہ بحر میں لکھتے ہیں:

ان کان الکفو الاٰخر حاضرا وامتنع الاب من تزویجها من الاول واراد تزویجها من الثانی لایکون عاضلا لان شفقته دلیل علی انه اختار لها الانفع[3]۔

اگر دوسرا کفو موجود ہے اور باپ پہلے کو نکاح نہ دے اور وہ دوسرے کو دینا چاہتا ہے تو اس کو باپ کی رکاوٹ نہ کہا جائے گا کیونکہ اس کی شفقتِ پدری اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بچی کے لئے زیادہ مفید کو پسند کرتا ہے (ت)

۱؎ منحة الخالق بحوالہ الرملی فصل فی الاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۷
۲؎ منحة الخالق حاشیہ علی البحرالرائق " " " "

ثانیاً جب خود مذکر آنے اور ارادہ زید ظاہر ہوجانے کے بعد یہ نکاح واقع ہُوا تو ہرگز یہ غلطی اس لئے نہ تھی کہ کفو حاضر کو اتنی مہلت نہیں زید کا جواب آنے تک چپکا نہ رہے گا بلکہ قصداً اس کی کہ اسے بے خدشہ جان کر بالا بالا کارروائی کرلی گئی کہ وُہ نہ آنے پائے اور اپنا مطلب ہوجائے یہ ہرگز نہ ضرورت نہ مصلحت نہ مراد شرع سے اسے مناسبت بلکہ مقصود شرع سے صاف مناقضت شرع مطہر نے مراتب ولایت کی ترتیب اسی دن کے لئے رکھی تھی کہ جس کی عقل کامل صغیر السن پر شفقت وافر ان بے چاروں کے کام آرام کا انتظام اہتمام اس کے ہاتھ میں دیا جائے نہ کسی کم شفقت یا ناقص العقل کے قبضے میں، اگر ترک انتظار اسی کا نام رکھا جائے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے خلاف معلوم ہے لہذا اس سے دریافت کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ پوچھے سے منع کردے گا تو ایسی غیبت تو ہر وقت نقد وقت ہوسکتی ہے آخر مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر درکنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں کما فی الخانیۃ والبحر والدر وغیرہا (جیسا کہ خانیہ، بحر اور درر وغیرہ میں ہے۔ ت) صغیرہ کا مہربان باپ اس کی مصلحت کا خواہاں اس کی مضرت سے ترساں جب مسجد میں نماز کو جائے گھر میں کوئی عورت ناقصۃ العقل والدین اپنی خواہش کے مطابق جس کفو کو چاہے بیٹی دے دے اگرچہ باپ جانتا ہو کہ اس رشتہ میں صغیرہ کی شامت ہے تو شرع مطہر میں باپ کی تقدیم اور اس کی رائے وشفقت پر اس قدر اعتماد وتعظیم (کہ اگر وہ ایک بار کفو کے ہوتے غیر کفو سے بیاہ دے تو تمام جہان میں کسی کو اختیار اعتراض نہیں کہ اس نے کفاءت سے بڑھ کر کوئی مصلحت سوچی ہوگی؛

فی ردالمحتار انه لوفور شفقته بالابوة لایزوج بنته من غیر کفو او بغبن فاحش الا لمصلحة تزید علی هذا الضرر کعلمه بحسن العشرة معها وقلة الاذی ونحو ذلك۔؎

ردالمحتار میں ہے کہ وہ پدری شفقت کی بنا پر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو اور انتہائی کم مہر سے نہیں کریگا مگر جبکہ اس ضرر کی نسبت زیادہ فائدہ اور مصلحت پیش نظر ہو مثلاً لڑکی کے لئے اچھی معاشرت اور لڑکی کو اذیت سے تحفظ وغیرہ مقصود ہو۔ (ت)

سب بیکار ومعطل ہوکر رہ گئے ان هذا لبعید من الفقه ای بعید (یہ فقہ سے بہت بعید ہے۔ ت) بلکہ ایسی باگ چھوڑنے میں سخت فتنوں کا احتمال قوی ہے مثلاً ماں بے خود اپنے کسی عزیز کے ساتھ بوجہ قرابت خواہ کسی طمع سے یا وقوع خباثت کی باتوں میں آکر کسی شخص سے دختر قاصرہ کا نکاح چاہتی ہو پدر شفیق آگاہ ہو کہ یہ بدمذہب یا کم نسب ہے اور کسی وجہ سے کفو نہیں وہ منع کرے اُس کے جاتے ہی یہ ناقصۃ العقل اُس بُری جگہ

؎ ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

کی اجازت دے اور دعوٰی کرے کہ کفو تھا انتظار میں فوت ہوجاتا لہٰذا مجھے ولایت تھی اب کہیں یہ ہوگا رہزنی حتّٰی کہ معاذ اللہ ایسے معاملات کچہری تک لے جائے غیرت کرے اور قہرِ درویش برجانِ درویش کہہ کر خاموش رہے تو بالغہ کو کیسا ضررِ عظیم پہنچا اگر دعوٰی کرے تو عدمِ کفاءت کا ثبوت دینا دشوار ہو خصوصاً مثل مذہب میں کہ بہت بدمذہب خصوصاً روافض ایسی جگہ تقیہ کی بڑی ڈھال رکھتے ہیں تو ایسی اجازتوں میں کیسی آفتوں کا فتحِ باب ہے والعیاذ باللہ العزیز الحکیم (عزت وحکمت والے اللہ کی پناہ۔ ت)۔

ثالثاً مذہبِ معتمد بلکہ قولِ مقابل پر بھی ولی اقرب کی غیبتِ منقطعہ میں ابعد کو ولایت دینے کا منشا صرف یہ کہ ولایت اسی لئے رکھی ہے کہ اس کی رائے سے نابالغ کو نفع پہنچے اور جب وہ ایسا غائب ہے تو اس کی رائے سے نفع معدوم، لہٰذا جو اس کے بعد ہو رکھتا ہے اس کی رائے پر رکھیں گے۔ ہدایہ میں ہے:

ان هذه ولایة نظریة ولیس من النظر التفویض الی من لایستعم برأیه ففوضناه الی الابعد والغیبة المنقطعة ان یکون بحال یفوت الکفؤ باستطلاع رأیه[1] اھ ملتقطا۔

یہ نکاح کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جس کی رائے سے انتفاع نہ ہوسکے ایسے کو ولایت سونپنا شفقت نہ کہلائے گی، لہٰذا ہم یہ ولایت اس کے بعد والے ولی کو سونپتے ہیں، اور غیبتِ منقطعہ یہ ہے کہ وہ اقرب ایسی جگہ ہو کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں کفو فوت ہوجائے اھ ملتقطاً (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولا نظر فی التفویض الی من لاینتفع برأیه لان التفویض الی الاقرب لیس لکونه اقرب بل لان فی الاقربیة زیادة مظنة للحکمة وهی الشفقة الباعثة علی زیادة التدقیق الرأی للمولیة فحیث لاینتفع برأیه اصلا سلبت الی الابعد[2]۔

جس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کو ولایت سونپنا شفقت نہیں ہے کیونکہ اقرب کو ولایت اس لئے نہیں کہ وہ اقرب ہے بلکہ اس لئے کہ اقرب ہونے میں زیادہ شفقت کا پہلو ہے جو کہ لڑکی کے لئے فائدے اتفاق ہے، تو جہاں اس کی رائے سے انتفاع ممکن نہ ہو وہاں اسے ابعد کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۲۹۹
[2] فتح القدیر باب الاولیاء المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/۱۸۳

بحرالرائق میں ہے:

قولہ ولا بعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر ای ثلثۃ ایام ولیالیہا هذه ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لا ینتفع برأیہ ففوضناه الی الابعد۔[1]

ماتن کا قول کہ "ابعد کو نکاح کردینے کی ولایت ہے جبکہ اقرب اتنی مسافت پر ہو جس سے قصر لازم ہو یعنی تین دن یا زیادہ کی مسافت، کیونکہ یہ ولایت شفقت پر مبنی ہے، تو ایسے کو ولایت سونپنا جس کی رائے قابلِ انتفاع نہ ہو تو وہ شفقت نہ ہوگی، اس لئے ہم نے یہ ولایت ابعد کو سونپی ہے۔ (ت)

یہاں کہ ولی اقرب کی رائے سے انتفاع بالفعل حاصل وہ خود اگرچہ اپنی رائے ظاہر کرچکا تو ابعد کی رائے پر رکھنے کا کیا منشا، اس کی رائے تو اسی لئے لی جاتی ہے کہ اقرب کی رائے سے انتفاع معدوم، نہ اس لئے کہ اس کی رائے سے جو نفع حاصل ہے اس کے رد و ابطال کے واسطے، یہ امر برعکس مقصود ہے تو نظر بحالات واقعہ صاف ظاہر کہ یہ اس صورت سے بحث ابعد ہے جس میں شرع مطہر اقرب سے ابعد کی طرف ولایت نقل فرمائے، بالجملہ غیبت زید غیبت منقطعہ نہیں اور وہی بدستور ولی اقرب ہے، اس کے سوا دادی وغیرہا کسی کا کیا نکاح نکاحِ فضولی ہے کہ زید کی اجازت پر موقوف تو فسخ کرا سکتا کیا معنی زید خود اپنے قول سے فسخ کرسکتا ہے زبان سے کہہ دے میں نے یہ نکاح رد کیا فوراً رد ہوجائے گا۔ فتح القدیر و بحر و شرح تنویر وغیرہا میں ہے:

ویسقط للاخیر لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔[2]

عبارت آخری کتاب کی ہے کہ اگر ابعد نے اقرب کی موجودگی میں نکاح دیا تو یہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (ت)

یہ سب کلام اُس حالت میں ہے کہ جس سے زینب کا نکاح ہوا زینب کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں یعنی نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا مال غرض کسی بات میں ایسا کم ہے کہ اس سے اس کا نکاح ہونا زینب کے لئے باعث عار ہو جب تو حکم بلاوقت ظاہر کہ مذہب معتمد پر یہاں سرے سے غیبت منقطعہ کی پہلی ہی شرط متحقق نہ ہوئی تو ایسا نکاح قطعاً اجازت پدر پر موقوف ہے اگرچہ باپ ہزار کوس پر ہو نہ یہی جبکہ زید اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو ورنہ یہ نکاح زینب اس کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہا، سرے سے خود ہی باطل محض ہوا لصدوره من فضولی ولا مجیز (فضولی سے صادر ہونے اور اس کو جائز کرنے والا نہ ہونے کی بنا پر۔ ت)

---

[1] بحرالرائق باب الاولیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۲۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

ظاہر حال صورتِ سوال تو یہ ہے اور اگر فرض کیجئے کہ ہندہ زینب کی پرجلدی اور جس سے نکاح ہوا اس کی بے انتظاری اس بنا پر نہ تھی بلکہ واقعی یہی امر تھا کہ صرف یہی کفو خواستگار رہے بھتیجا وغیرہ یا تو خواستگار ہی نہیں یا ہیں تو کفو نہیں، اور یہ کفو اپنی کسی ضرورت کے باعث اس درجہ مستعجل ہے، زید نے کہ خط لکھا اس وقت کوئی کفو خواستگار نہ تھا، اب اگر اُسے اطلاع ہو کر یہ موقع ہاتھ آیا اور ایسا خواستگار پایا عجب نہیں کہ وہ بھی رضامند ہو مگر بے مسلکی کے باعث خط یا آدمی بھیج کر دریافت کرنے کا وقت کہاں انتظار میں کفو فوت ہوگا زینب کو ضرر پہنچے گا فی الواقع اگر حالت یہی تھی تو بیشک زید کی غیبت پر غیبت منقطعہ کی تعریف مذکور صادق نظر آئے گی اور کہا جائے گا کہ اب جو ولی حاضر رہا جو ولایت میں اس کے بعد ہے اس نے ولایت پائی، اب اول تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نکاح میں زینب کے مہر مثل میں کمی فاحش تو نہ ہوئی مثلاً اس کا مہر مثل پچاس ہزار تھا پچیس ہزار بندھے، اگر ایسا ہے تو یہ نکاح مطلق باطل محض ہوا کہ اب باپ بھی جائز کرے تو جائز نہ ہوگا، مگر یہ کہ باپ کی غیبت منقطعہ میں زینب کا جو صحیح ولی حاضر ہو جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنے کسی زیر ولایت کا ایسی بے شفقتی کا نہ کرچکا ہو، اور یہ نکاح دادی نے اس کی اجازت سے کیا یا بعد وقوع اس نے جائز رکھا اور نافذ کردیا، اور اس اجازت سابقہ یا لاحقہ کے وقت نشے میں نہ تھا البتہ جائز بلکہ لازم ہوگا کہ پھر کسی طرح رد نہیں ہوسکتا، مگر تقریر سوال سے زینب کا دادا موجود ہونا مفہوم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها او بغیر کفوٴ ان الولی ابا وجدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوکان سکران[1] اھ وفی الخیریة ومثل الوکالة السابقة الاجازة اللاحقة[2]

اگر باپ یا دادا نکاح دینے والا ہو جس کے بارے سوء اختیار معروف نہ ہو تو اس کا غیر کفو، یا انتہائی کم مہر سے کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوگا، اور اگر وہ سوء اختیار سے معروف ہوں تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، یونہی اگر وہ نشے میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا اھ اور خیریہ میں ہے پہلی وکالت کی طرح ہی بعد والی اجازت کا حکم ہے۔ (ت)

اور اگر یہ نکاح اس عیب سے بھی خالی ہے یعنی مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باپ اور ہندہ کے درمیان جس قدر اولیاء ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ان میں سے کوئی موجود تھا یا نہیں، اگر تھا تو دادی نے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲
[2] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵

اُس سے اجازت لے لی تھی یا نہیں، اگر نہ لی تھی تو بعد وقوعِ نکاح قبل واپسی پدر اُس نے اجازت دے دی تو بیشک یہ نکاح صحیح و تام و نافذ ہوگا کہ باپ اُسے رَد نہیں کرسکتا۔

فی فتح القدیر لو حضر الاقرب بعد عقد الابعد لایرد عقدہ وان عادت ولایتہ بعودہ[1]۔

فتح القدیر میں ہے کہ اگر ابعد کے نکاح کر دینے کے بعد اقرب آجائے تو ابعد کے نکاح کو رَد نہ کرسکے گا اگرچہ اقرب کے واپس آنے پر اس کو ولایت لوٹ آئی ہے۔(ت)

مگر یہ ولی جس نے اول یا بعد اجازت دی اگر زینب کا دادا نہیں جیسا کہ صورتِ سوال سے یہی ظاہر ہے تو یہ نکاح اُسی کی اجازت سے نافذ سہی لازم اب بھی نہ ہُوا زینب کو بعد بلوغ اختیار ملے گا کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً ورنہ بلوغ کے بعد جس وقت خبر ملے اُسی وقت معاً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے کہ اس صورت میں حاکم اس نکاح کو فسخ کردے گا اگرچہ پیش از بلوغ بازینب ہمبستری بھی واقع ہولی ہو چونکہ زینب دوشیزہ ہے دیر لگانے کا اختیار نہ ہوگا اگر پہلے سے باخبر ہے تو بالغہ ہونے پر ورنہ خبر پانے پر بلاعذر و ضرورت ایک لمحہ کی دیر کرے گی تو اختیار ساقط اور نکاح لازم ہوجائے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور انجانی کے سبب فوراً مبادرت نہ کی ہو، درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام من کفو وبمہر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولایمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ[2] اھ ملتقطا۔

اگر باپ دادا کے غیر نے نکاح دیا خواہ ماں ہو بشرطیکہ کفو میں اور مہر مثل سے کیا ہو تو وہ نکاح صحیح ہے لیکن لڑکی اور لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ہوگا فسخ کا اختیار لڑکی کو دخول کے باوجود بلوغ پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر بھی ہوگا اور فسخ کے لئے قضا شرط ہے، اور باکرہ کا اس موقعہ پر خاموش رہنا اس کے اختیار کو باطل کردے گا بشرطیکہ وہ اپنے نکاح کا علم رکھتی ہو اور عاقلہ ہو، اس کا یہ اختیار مجلسِ علم کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے جاہل ہو، اھ ملتقطاً (ت)

اور اگر دادی سے بالاتر جو ولی موجود تھا باپ کے آنے سے پہلے اس نے رَد کردیا تو باطل ہوگیا باپ کو فسخ

---

[1] فتح القدیر باب الاولیاء والاکفاء المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر ۳/ ۱۸۴

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۱۹۲

کی کیا حاجت، اور اگر ہنوز نہ اس ولی نے اجازت دی نہ رد کیا تھا کہ زید آگیا تو اب وہ توقف اس ولی سے منتقل ہوکر خود زید کی اجازت پر رہے گا اگر رد کردے گا اسی وقت باطل ہوجائے گا۔

فی الدر المختار وتبیین الحقائق للامام الزیلعی واللفظ لہ وعنہ فی الھندیۃ تبطل ولایۃ الابعد بمجیئ الاقرب لاما عقد لانہ حصل بولایۃ تامۃ۔

درمختار اور تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے زیلعی کی عبارت میں اور ہندیہ میں زیلعی سے منقول کہ اقرب کے واپس آنے پر ابعد کی ولایت باطل ہوجائے گی اور ابعد کا کیا ہوا نکاح باطل نہ ہوگا کیونکہ یہ اس کی کامل ولایت میں حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ نفیس: اقول وباللہ التوفیق، یہ تمام کلام فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ نے کلمات علمائے کرام کے اُس ظاہری مفاد پر مبنی کیا کہ بادی النظر میں اذہان عامہ اسی طرف جائیں اور اگر تحقیق وعین تدقیق چاہئے تو نگاہ مقصود شناس جزم وقطع کے ساتھ اُسی ابتدائی بات پر حکم کرے گی جسے ہم نے اولاً ظاہر صورت سوال بناکر دوبارہ فرضاً اس سے تنزل کیا تھا یعنی اس غیبت کا غیبت منقطعہ نہ ہونا اور ولایت پدر کا بدستور باقی رہنا اور اگر یہ نکاح منعقد واقع ہُوا تو مطلقاً بلااستثناء بہرحال وہر صورت میں اجازت ولی اقرب پر توقف پانا اور اس کے رَد کئے سے فوراً رد ہوجانا، جب مذہب مہذب یہ ہے کہ اس پُشت دور اقرب کے جواب کے انتظار میں کفو فوت ہوتا اور موقع ہاتھ سے نکلا جاتا ہو کیا معلوم پھر کفو ملے یا نہیں تو یہ بات ہمارے اعصار وامصار میں کنواری لڑکیوں کے حق میں جبکہ ولی اقرب کا پتا معلوم اور وہاں تک ڈاک کی آمد ورفت بے وقت مرسوم ہو متصور نہیں، ادھر تو ازمنہ سابقہ میں نہ راہیں ایسی آسان تھیں نہ ڈاک کے ایسے انتظام، مدتوں میں منزلیں طے ہوتیں، خط جاتا تو آدمی لے جاتا، پھر تنہا کی گزر دشوار، نہ ہر وقت قافلے میسر نہ ہر شخص قاصد بھیجنے پر قادر، ادھر اُن بلاد طیبہ میں نکاح کی یہ دُھوم کہ آج خطبہ ہُوا کل نکاح ہوگیا، وہ ایک روز کی دیر لگی تو دوسری جگہ موجود۔ یہاں یہ رواج کہ مہینوں میں منگنی، مدتوں میں بیاہ، بات ٹھہرتے ٹھہرتے سال پلٹ جائیں، اگر خوش قسمتی سے دو چار مہینے کی آمد ورفت پیام سلام میں کسی کا نکاح ہوگیا تو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ جھٹ منگنی پٹ بیاہ۔ پھر خطوط کی آمد ورفت وہ کہ تیسرے دن کلکتہ خط پہنچے چوتھے دن جواب آجائے، وہ کون ساجلد باز ہوگا کہ آج پیام دے اور آج ہی نکاح چاہے ایک ہفتہ کا انتظار ہو تو نکاح ہی نہ کرے یا صبح وشام دوسری جگہ نکاح ہوجائے، ہندوستان کی لڑکیاں سہل نہیں جتنی ایک ایک بڑھیا کے منہ سے سُن لیجئے کہ میاں لڑکیاں آندھی کی بیر تو نہیں، نہ جوتیاں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ | الباب الرابع فی الاولیاء | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۲۸۵
تبیین الحقائق | باب الاولیاء والاکفاء | مطبعہ امیریہ کبرٰی مصر | ۲/۱۲۰

اٹھیں، نہ چادریں بچھیں، کیا کوئی پیٹ سے ہل نہ دیتا ہے۔ تو مقاصد علماء پر نظر شاہد عدل کہ یہاں عدت مستطورہ بھی لی جا سکتی ہے کہ یا تو ولی اقرب کا پتا نہ معلوم ہو آج بے نشان کا کب تک کوئی انتظار کرے یا کسی ایسے دور دراز ملک غیر میں جہاں ڈاک پر اطمینان نہ ہو خطوط جائیں اور پتا نہ چلے آدمی بھیجو تو صرف کثیر، وہ ایسی صورتوں میں کفو کا یہ عذر ہو سکتا ہے کہ کب تک بیٹھیں، اور ممکن کہ زبان نہ دو تو انتظار میں وہ مدتیں گزریں کہ دوسری جگہ اس کی ٹھیک ٹھاک ہو جائے ورنہ ہندوستان بلکہ آج کل ہر جگہ میں بھی جو موجود اور پتا معلوم ہے اس کی نسبت عادۃً کوئی کفو یہ تقاضا نہ کرے گا کہ ہم آٹھ دس روز کا انتظار ہرگز نہ کریں گے کرنا ہے تو آج کر دو، اور بالفرض کوئی زبان دینے میں جلدی بھی کرے تو یہاں کفو کی روک تھام کے لئے منگنی وہ عمدہ صیغہ ہے جس سے اس کا اطمینان ہو جائے اور رائے ولی اقرب فوت نہ ہونے پائے، منگنی کے بعد مدتوں دونوں طرف ساز وسامان کی درستی میں گزرتے ہیں بلکہ یہاں کے رواج سے اپنی منگیتر کو بھی من وجہ گویا اپنی ناموس جانتے اور دوسری جگہ اس کے نکاح سے برا مانتے اور اس کے انتظار میں سال گزارتے ہیں منگنی کے بعد خدا جانے کتنی بار ولی اقرب کی رائے لے سکتے ہیں اس کے جواب ملنے تک انتظار نہ ہونا کیا معنی، یہ عذر مصنوع وہیں پیش ہوگا جہاں اپنی اغراض فاسدہ سے ولی اقرب کے خلاف رائے بالا بالا کارروائی کرنی ہوگی جو شرع مطہر کے بالکل نقیض مراد ہے اور اسی کی توسیعوں میں انھیں آفات کا دروازہ کھلتا جو ابھی ہم ذکر کر آئے، شاید شاذ و نادر برخلاف عادت ملک اگر کہیں ایسی جلدی پڑ بھی جائے تو وہ نادرہ ہو اور نادرہ پر احکام منتہیہ نہیں ہو سکتے بلکہ عادت شائعہ پر حکم دینا واجب،

کما نصوا علیہ فی غیر ما مسألۃ منہا مسألۃ دخول النساء الحمام فی الدر المختار وغیرہ ومنہا مسألۃ جوار الحرمین فی فتح القدیر ومنہا مسألتنا ہذہ بناء علی ما کان معتادا عندہم علی خلاف ما ہو العادۃ عندنا فیہ ایضا الی غیر ذلک مما لا یخفی علی من خدم کلماتہم الطیبۃ۔

جیسا کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے ان میں سے ایک مسئلہ حمام میں عورتوں کے داخلہ کا ہے جس کو درمختار وغیرہ میں بیان کیا ہے، نیز مسائل میں سے فتح القدیر میں حرمین شریفین میں رہائش کا مسئلہ ہے، ان مسائل میں سے ایک یہ ہمارا مسئلہ جو ان کی عادت کے مطابق تھا اور ہماری عادت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ اور بھی ہیں جو کہ فقہاء کے کلمات طیبہ پر اطلاع رکھنے والا جانتا ہے۔ (ت)

بلکہ انصافاً وہ علماء بھی جنھوں نے مسافتِ قصر اختیار فرمائی، اگر ریل اور ڈاک اور یہاں کے عادات ملاحظہ فرماتے ہرگز حکم نہ دیتے، بریلی کا ساکن مراد آباد تک گیا اور اس کی ولایت اپنی اولاد پر سے سلب ہوگئی جس کے دن میں دو پھیرے ہو سکتے ہیں، بالجملہ جب مدار کار انتظار کے سبب فوتِ کفو پر ٹھہرا تو اس منوط کا تحقق ضروری

جب تک یہ حالت نہ ہو غیبت منقطعہ ہرگز نہیں، اس پر نظر کا مل رکھنا اور اصحاب اغراض کے فریبوں سے بچنا لازم، ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانہ کے عرف سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔ت) ہاں کوئی بیوہ سن رسیدہ باختیار خود کسی سے شرعی نکاح خالی از رسوم کرلینا چاہے تو وہاں جلدی متصور، وہ اوّل تو ہندیوں کی عادت نہیں اور ہو بھی تو ہماری بحث خارج کہ یہاں کلام قاصروں میں ہے اور قاصر کے باب میں ضرور وہی عادت، لہٰذا فقیر ان صور مذکورہ بالا کے سوا یہاں غیبت منقطعہ کے حکم پر زنہار جسارت روا نہیں رکھتا، یہ بعونہٖ تعالٰی فقہ انیق و حق تحقیق ہے۔

وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی مدد سے توفیق اور راستہ کی راہنمائی ہے، الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین آمین، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۳: کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی بعمر سات سال تھی زید نے اس کی منگنی عمرو سے کردی، بعدہٗ زید کا انتقال ہوگیا، جب وہ لڑکی گیارہ برس کی ہوئی تو کوئی علامت بلوغ کی اس سے ظاہر نہیں، زید کے پدر خاص نے لڑکی کی عدم موجودگی میں اس کا نکاح عمرو سے کردیا، چار مہینے کے بعد زید متوفی کے چچا نے لڑکی کی موجودگی میں اس کا نکاح عقد بکر سے کردیا بخیال اس کو بالغہ ٹھہرانے کے، مگر کوئی نشانی بلوغ کی آج تک لڑکی سے ظاہر نہیں، اس صورت میں شرعًا کون سا نکاح معتبر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یتیمہ نابالغہ کا سب سے زیادہ ولی اقرب واقدم اس کا حقیقی دادا یعنی اس کے باپ کا باپ ہے، اس کے ہوتے باپ کے چچا خواہ کسی شخص کو کچھ اختیار نہیں ہے، اس کے دادا کا کیا ہوا نکاح کسی کے رد کئے رد نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر وہ خود بالغہ ہوکر اس نکاح کو رد کرے ہرگز رد نہ ہوگا، نہ ولی کے نکاح کرتے وقت نابالغہ کا موجود ہونا درکار ہے کہ نابالغ پر ولایت جد جبری ہے اور اس کا حاضر ہونا نہ ہونا سب یکساں، تو اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ نابالغہ اس چار مہینے میں بالغہ ہوگئی اور باپ کے چچا نے اس کی موجودگی میں اس کی رضا سے اس کے بالغہ ہونے پر اس کا نکاح بکر سے کردیا جب بھی یہ نکاح محض باطل و نامعتبر ہے، وہ لڑکی عمرو کی زوجہ ہے جب تک موت یا طلاق نہ ہو، دوسرے سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور آزاد پاکیزہ عورتیں۔ت) ردالمحتار میں ہے:

لزم النکاح بلا توقف علی اجازۃ احد و بلا ثبوت خیار فی تزویجہما الاب والجد۔[1]

باپ یا دادا کے دیے نکاح کسی کی اجازت پر موقوف ہوئے بغیر اور ثبوت خیار بلوغ بغیر فوراً نافذ اور لازم ہوجاتے ہیں۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۲۳: از اوجین حویلی میر صاحب مرسلہ مرزا مختار علی بیگ صاحب وکیل ۱۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ بیلی حجام نے اپنی دختر زیتون کا نکاح ۱۳۰۹ھ میں مسمی احمد قوم حجام سے کہ اللہ بیلی کا ہم قوم و رشتہ دار ہے کیا، وقت نکاح زیتون چار پانچ سال کی تھی، اب ۱۳۱۵ھ میں جبکہ زیتون قریب ۱۲ یا ۱۳ سال کے ہوئی، احمد نے رخصت چاہی، اللہ بیلی نے انکار کیا، احمد نے فوجداری میں نالش کی، اللہ بیلی نے عذر کیا کہ داماد میرا نامرد ہے ہجڑوں میں گاتا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اس کا مرد ہونا تحریر کردیں تو رخصت میں عذر نہیں، ڈاکٹر نے بعد معائنہ ظاہر کیا کہ احمد کے اعضائے تناسل کو حالت تندرستی میں پایا ہنوز فوجداری سے حکم اخیر نہ ہوا تھا کہ اللہ بیلی نے دیوانی میں دعوٰی فسخ نکاح اس وجہ پر کیا کہ وہ نامرد ہے ہجڑوں کے افعال قبول کرکے حالت شرمناک اختیار کرلی ہے میری برادری کا نہ ہو، زیتون کا نکاح نابالغی میں ہوا ہے فسخ قرار دیا جائے، احمد کو ان الزامات سے قطعی انکار ہے [illegible] چاہے اپنے موافق گزریں، اگر بالفرض الزامات نامردی وغیرہ تسلیم بھی کرلئے جائیں تو ایسی صورت میں حسب استغاثہ پدر زیتون یا زیتون کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا خود بخود بوجوہات مذکورہ پدر زیتون نکاح فسخ ہے اور دعوٰی منجانب پدر زیتون بوجہ اس کے کہ عمر زیتون ۱۲، ۱۳ سال کی ہے جائز ہے یا نہیں یا ایک سال قمری کی مہلت تاریخ یکجا ہونے زن و شوہر سے دی جائے گی اور زوجہ رخصت پر مجبور کی جائے گی یا نہیں اور ہمبستری احمد و زیتون کی کرائی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں پدر زیتون کا دعوٰی اصلاً قابل سماعت نہیں، زنانوں کے افعال کرلینا اگرچہ مسقط کفاءت ہے مگر کفاءت وقت نکاح درکار ہے بعد نکاح شوہر کیسے ہی شرمناک افعال اختیار کرے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد[2]

نکاح کے ابتداء میں کفو کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۲

فلا یضر زوالها بعدہ فلو کان وقتہ کفؤا ثم فجر لم یفسخ۔[1]

بعد کفو کے زائل ہونے سے کوئی فرق نہیں، اگر نکاح کے وقت کفو تھا پھر فاسق وفاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا۔(ت)

رہا دعوٰی نامردی وہ بھی منجانب پدرِ زیتون اصلاً مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوٰی دائر ہی نہیں ہوسکتا کہ اس دعوے کے لئے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے، اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار، باپ کو دعوٰی کا کوئی حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

فرق الحاکم بطلبها لو حرۃ بالغۃ۔[2]

اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کے مطالبہ پر حاکم تفریق کردے گا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو صغیرۃ انتظر بلوغها فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بهما بحر وغیرہ۔[3]

اگر نابالغہ ہو تو اس کے بلوغ تک نامرد اور شرمگاہ کٹے ہوئے خاوند کے معاملہ میں انتظار کیا جائیگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بالغہ ہونے کے بعد اس پر راضی ہوجائے، بحر وغیرہ۔(ت)

نیز درمختار وردالمحتار میں ہے:

طلبها یتعلق بالجمیع ای جمیع الافعال وهی فرق واجل وبانت ح عن النهر۔[4]

عورت کے مطالبہ کا تعلق تمام افعال یعنی تفریق اور مہلت سے ہے، اس پر وہ بائنہ ہوجائے گی، نہر سے منقول ہے۔(ت)

اور اگر فرض کیا جائے کہ زیتون نے خود ہی بعد بلوغ دعوٰی کیا پدرِ زیتون محض وکیل ہے جب بھی ہنوز کہ رخصت تک نہ ہوئی زن وشو میں ہمبستری واقع نہ ہوئی طلب فسخ کا کوئی محل نہیں۔ حکم شرعی یہ ہے کہ عورت شوہر سے ہمبستر ہو، اگر شوہر اس پر قدرت نہ پائے تو اس وقت دعوٰی کرے جب حاکم کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس نے قدرت نہ پائی تو اس کے بعد حاکم شرع شوہر کو ایک سال کامل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت کو اس سے جدا

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] " باب العنین وغیرہ " " " ۱/۲۵۴
[3] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۹۳
[4] " " " " " " ۲/۵۹۶

رہنے کا کوئی حق نہیں جتنے دن خود اس سے جُدا رہے گی مدت میں محسوب نہ ہوں گے، سال گزرنے پر بھی اگر قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوٰی کرے اور حاکم بعد ثبوت قدرت نہ پانے کا، اگر ثابت ہوجائے تو عورت کو اختیار دے کہ خواہ شوہر کے پاس رہنا پسند کرے یا اس کے نکاح سے جُدا ہوتا، اگر عورت فوراً اسی وقت جُدا پسند کرلے تو حاکم شوہر کو طلاق کا حکم دے وہ نہ دے تو آپ تفریق کردے، اور اگر عورت ذرا بھی اختیار جُدائی کے اظہار میں تاخیر کرے تو دعوٰی باطل اور اختیار زائل۔ درمختار میں ہے:

وجدته عنینا اجل سنة قمریة و رمضان وایام حیضها منها لامدة غیبته و مرضه ومرضها فان وطئ مرة فبها والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها وبطل حقها لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسه او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا لامکانه مع القیام[1] اھ مختصرا۔

بیوی مرد کو نامرد پائے تو ایک سال بحساب قمری سے مہلت دی جائے گی، رمضان اور حیض کے دن بھی اس میں شمار ہوں گے، اور عورت کے غیر حاضر ہونے اور مرد یا بیوی کے مرض کے دن گنتی میں شامل نہ ہوں گے اس مدت میں خاوند نے ایک دفعہ بھی وطی کرلی تو بہتر، ورنہ سال کے بعد تفریق پر بیوی بائنہ ہوجائیگی تفریق قاضی کرے گا، جب خاوند بیوی کے مطالبہ طلاق دینے سے انکار کردے اور بیوی کا مطالبہ تفریق باطل ہوجائے گا جب اس سے کوئی بھی ایسی دلیل پائی جائے جس سے مطالبہ سے اعراض سمجھا جائے جیسا کہ بیوی مطالبے کی مجلس سے اُٹھ کر چلی جائے، یا قاضی کا عملہ اس کو قائم رہنے پر مجبور کردے، یا قاضی کی موجودگی میں وہ فیصلہ کرسکتی تھی اس کے باوجود وہ فیصلہ نہ کرپائی تھی کہ قاضی اُٹھ گیا اھ مختصراً (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں چاہئے زوجین رخصت کردیئے اور زوجین ہمبستری پر مجبور کی جائے گی، اس کے بعد اگر نامردی پائے تو طریقہ مذکورہ عمل میں لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۵: ۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغ ہے اور اُس کا باپ دادا چچا بھائی وغیرہ نہیں ایک ماموں ہے، اُس نے عورت سے اذن نکاح کا نہ لیا، باہر سے باہر دو گواہ کرکے نکاح کردیا، یہ نکاح ہُوا یا نہیں؟ دوسری ایک عورت بالغ ہے اس کی ماں موجود ہے نہ عورت نے اذن دیا نہ اُس کی ماں نے، بلکہ سوتیلے باپ نے نکاح کا اذن دیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

الجواب

دونوں صورتوں میں جبکہ عورتیں بالغہ ہیں اور ان سے بغیر اذن لئے نکاح کردیے گئے تو وہ نکاح ان عورتوں کی اجازت پر موقوف رہے، اگر انہوں نے خبر سن کر جائز رکھے جائز ہوگئے اور اگر رد کردیے رد ہوگئے، اور اگر اب تک ساکت ہیں نہ رد کئے نہ جائز رکھے تو اب انہیں اختیار ہے چاہے جائز کردیں چاہے باطل۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۶: از کانپور مدرسہ احسن المدارس مرسلہ محمد عبدالحلیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

چہ می فرمایند علمائے محققین وفضلائے مدققین اندریں مسئلہ کہ باوجود برادر حقیقی مخطوبہ عم حقیقی مخطوبہ لسیندا نکاح از مخطوبہ کرد و مخطوبہ بالغہ باکرہ است صامت ماندہ آں صورت را اذن دانستہ عم حقیقی مخطوبہ وکالۃً نکاح اورا منعقد کردہ باد خلوت صحیحہ ہم گردید دریں صورت نکاح باطل خواہد شد یا چہ، بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اور فضلائے مدققین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھائی موجود ہونے کے باوجود حقیقی چچا نے لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کی جبکہ لڑکی باکرہ بالغہ ہے اور اجازت کے وقت خاموش رہی، اس خاموشی کو چچا نے اجازت سمجھ کر بطور وکالت اس کا نکاح کسی سے کردیا خلوت صحیحہ بھی ہوچکی ہے تو کیا نکاح باطل ہوگا یا کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

سکوت بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد بحال قیام اقرب کردہ است اگرچہ بروجہ وکالت و رسالت از اقرب بود بسکوت زن اصلاً کارے نکشود نکاح نکاح فضولی شدہ براجازت زن موقوف ماند اگر پیش ازیں خلوت یا اعلانے دیگر قولاً یا فعلاً یا سکوتاً چنانکہ در فتاوائے خود وجوہ آنہا روشن کردہ ایم ازوے قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود وایں خلوت برضائے او

باکرہ کی خاموشی وہاں اجازت قرار دی جاتی ہے جب اجازت طلب کرنے والا خود ولی اقرب ہو یا اس کا وکیل یا قاصد ہو، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، یہاں کی صورت میں ولی ابعد نے اجازت ولی اقرب کی موجودگی میں طلب کی ہے تو اگر اس نے ولی اقرب کی وکالت یا قاصد ہونے کی حیثیت سے اجازت نہ طلب کی ہو تو اس صورت میں باکرہ کی خاموشی رضا کے لئے کارآمد نہیں ہے، یہ نکاح نکاح فضولی ہوا جو کہ عورت کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باکرہ نے خلوت سے قبل قولاً فعلاً یا خاموش رہ کر کسی قول یا

رُوسے خود نکاح موقوف نفاذ یافت فی الدر المختار ان استأذنها غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتها بل لابد من القول او ما هو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینها من الوطی[1] ملخصًا۔ وفی رد المحتار عن الظهیریۃ لو خلا بها برضاها هل یکون اجازۃ لا روایۃ لهذہ المسئلۃ وعندی ان هذا اجازۃ اھ قال فی البزازیۃ الظاهر انه اجازۃ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فعل کے ذریعے نکاح کو رَد نہ کیا ہو (جیسا کہ رَد کے ہم نے اپنے فتاوٰی میں واضح کئے ہیں) تو یہ خلوت جو باکرہ کی رضامندی سے ہوئی ہے اجازت قرار پائے گی اور موقوف نکاح نافذ ہوجائیگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے غیر اقرب مثلاً ولی ابعد نے اجازت طلب کی ہو تو لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ لڑکی کی طرف سے صراحۃً قول یا اس کے قائم مقام کسی اپنے فعل جو رضا پر دلالت کرتا ہو کا اظہار ضروری ہے مثلاً وہ خاوند کو وطی کی اجازت دے،

اور ردالمحتار میں ہے جو بحر سے منقول انھوں نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ اگر لڑکی کی رضامندی سے خلوت کی ہو تو کیا یہ رضا ہوگی تو اس مسئلہ میں روایت نہیں ہے، جبکہ میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، اور فرمایا کہ بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳ از عظیم آباد پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب عرفان ... بہ ... وحید صاحب رحمہ اللہ تعالٰی ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

عمرو نامی ایک شخص بوقت انتقال اپنے ایک لڑکی ہندہ نامی، ایک بی بی زبیدہ، ایک بھائی حقیقی خالد، ایک بھائی علاتی بکر چھوڑا۔ ہندہ ہمراہ اپنی مادر اور نانی کے پرورش پاتی رہی، اب وہ بالغ ہے سن اُس کا زائد چودہ سال سے ہے، ہندہ کی ولایت کا سارٹیفکیٹ گورنمنٹ سے ہندہ کی ماں کو ملا ہے، اس وقت تک ہندہ نے مادر و نانی کے مکان میں ابتدائے پیدائش سے رہ کر پرورش و تعلیم پائی ہے، خالد نے یعنی چچا حقیقی ہندہ کے براہ چالاکی و بخیال نفع معاشی بلا علم و رضامندیِ ہندہ و چچا علاتی و مادر و نانی وغیرہ کے ایک شخص غیر کے مکان میں اپنے بیٹا سے بولایت اپنے ایک شخص کو وکیل مقرر کرکے ہندہ کا عقد کردیا ہے اور کوئی خبر ہندہ کو نہیں دی گئی، جس وقت ہندہ کو افواہاً خبر نکاح کی پہنچی اُسی وقت اُس نے نکاح کو نامنظور کیا اور بہت بیزار ہوئی، علماء بدلائل کتاب جواب سے سرفراز فرمائیں، فقط

الجواب

شرعاً عورت کے بالغہ ہونے کے لئے پندرہ سال کامل کی عمر ضرور ہے یا اس سے پہلے حیض وغیرہ

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۱

علامات کا ہونا بغیر اس کے صرف چودہ سال سے زیادہ عمر ہونا کافی نہیں۔ ہاں نو سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک جو عورت کے لئے امکان و احتمال بلوغ کی عمر ہے اگر عورت اپنا بالغہ ہونا ظاہر کرے تو بے حاجت شہادت بغیر قسم لئے اس کا قول مان لیا جائے گا جبکہ اُس کے جسم و قوی کی حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو، اور وہ بالغہ ہونے کی وجہ بھی بیان کرے، یعنی مثلاً کہے مجھے حیض آیا، خواب میں احتلام ہوا اس سے میں نے اپنا بلوغ جانا۔ خالی دعوے بے بیان معنے بلوغ مقبول نہیں، اور اگر بدن و قوی کی حالت ظاہر قابلیت بلوغ نہ بتاتی ہو تو اُس کا دعوی اصلاً مسموع نہ ہوگا جب تک دلیل شرعی سے بلوغ ثابت نہ ہو، یہی احکام بارہ سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک پسر کے لئے ہیں۔

فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد شیئ فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین هو المختار فان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاهر وهو ان یکون بحال یحتلم مثله والا لا یقبل قوله شرح وهبانیة وفی الشرنبلالیة یقبل مع تفسیر کل بما ذا بلغ بلا یمین[1] اھ مختصرا وفی رد المحتار عن جامع الفصولین عن فتاوی النسفی عن القاضی محمود السمرقندی

درمختار میں ہے کہ لڑکے کا بلوغ احتلام، حاملہ کردینا اور انزال سے، اور لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض اور اس کا حاملہ ہونا ہے۔ اگر دونوں کے لئے مذکورہ علامات میں سے کوئی نہ پائی جائے تو بلوغ ہر ایک کی عمر کے پندرہ سال پورے ہونا ہے، اسی پر فتوی ہے، اور لڑکے کے بلوغ کے لئے کم از کم بارہ سال اور لڑکی کے لئے کم از کم نو سال کی عمر ہے، یہی مختار ہے۔ اگر یہ عمر پوری ہوجائے تو ان کا کہنا کہ ہم بالغ ہیں، تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ کوئی ظاہر امر ان کی بات کو نہ جھٹلائے، مثلاً یہ کہ ان جیسے عمر والوں کو احتلام ہوسکتا ہو، ورنہ ان کی بات قبول نہ کی جائے گی، شرح وہبانیہ و شرنبلالیہ میں ہے کہ ان کی بات بلوغ کی علامت کی وضاحت کرنے پر تسلیم کی جائے گی اور قسم نہ لی جائے گی اھ مختصراً، اور ردالمحتار میں جامع الفصولین کے حوالے سے فتاوی نسفی سے منقول قاضی محمود سمرقندی کے بارے

[1] درمختار کتاب الحجر فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

ان مراهقا اقر فی مجلسه ببلوغه فقال بما ذا بلغت قال باحتلام قال فماذا رأیت بعد ما انتبهت قال الماء قال ای ماء فان الماء مختلف قال المنی قال ما المنی قال ماء الرجل الذی یکون منه الولد قال علی ماذا احتلمت علی ابن او بنت او امان قال علی ابن فقال القاضی لابد من الاستقصاء فقد یلقن الاقرار بالبلوغ کذا قال شیخ الاسلام هذا من باب الاحتلام وانما یقبل قوله مع التفسیر وکذا جاریة اقرت بحیض اھ[1]

میں حکایت کی ایک قریب البلوغ نے ان کی مجلس میں اپنے بالغ ہونے کا اقرار کیا تو قاضی نے پُوچھا تو کیونکر بالغ ہُوا، اس نے جواب میں احتلام کا ذکر کیا تو اس پر قاضی نے پُوچھا کہ تُو نے نیند سے بیدار ہوکر کیا دیکھا تو جواب میں کہا کہ تری دیکھی، تو پھر سوال کیا کہ رطوبت تو کئی قسم کی ہوتی ہے تُو نے کون سی دیکھی ہے، تو اس نے کہا منی دیکھی ہے۔ پھر سوال کیا کہ منی کیا ہوتی ہے، تو جواب میں کہا کہ مرد کا وہ پانی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو سوال کیا کہ تجھے احتلام میں کیا شکل نظر آئی جس پر تجھے احتلام ہوا، لڑکی، لڑکا، گدھی وغیرہ کیا تھا، جواب میں کہا کہ لڑکا تھا، تو قاضی محمد سمرقندی نے کہا کہ یُوں پُورے سوالات کرنے ضروری ہیں کیونکہ کبھی کسی کے سکھانے پر جھوٹا اقرار کردیتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا یہ احتلام کے بارے میں تفسیر ہے۔ اگر لڑکی حیض کے ذریعہ بلوغ کا اقرار کرے تو پھر بھی ایسے ہی اس سے تفسیر کی جائے اھ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وقتِ نکاح ہندہ کا بلوغ ثابت ہو خواہ شہادتِ شرعیہ خواہ ہندہ کے بیان مفصل سے جسے ظاہر حال ہندہ تکذیب نہ کرتا ہو، نہ صرف اتنی بات سے کہ اس کی عمر پندرہ سال سے زائد ہے، تو بیشک اس پر چچا خواہ ماں کسی کی ولایت جبریہ نہ تھی اُس کا نکاح بے اُس کی اجازت کے نافذ نہیں ہوسکتا، جب اس نے خبر پاکر نامنظور کیا رد و باطل ہوگیا،

فی الدر المختار الولایة نوعان ولایة ندب علی المکلفة ولو بکرا وولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیبا[2] وفیه بلغه فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد[3]

درمختار میں ہے کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک محض فضیلت کے طور پر جو کہ بالغہ پر ہوتی ہے اگرچہ باکرہ ہو، اور دوسری ولایت اجبار جو کہ نابالغہ پر ولی کو حاصل ہوتی ہے اگرچہ نابالغہ ثیبہ ہو، اسی میں ہے کہ اگر بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے نکاح کو رد کردیا بعد میں اس نے کہا کہ میں راضی ہُوں تو

؎۱ ردالمحتار	کتاب الحجر	فصل فی البلوغ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۹۷
؎۲ درمختار	باب الولی		مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۱
؎۳ "	"		"	۱/۱۹۲

نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ پہلے رَد کرچکی جس کی وجہ سے نکاح باطل ہوچکا ہے۔(ت)

اور اگر اُس وقت ہندہ بالغہ نہ تھی اگرچہ بعد نکاح معاً بلوغ ہوگیا ہو تو بلاشبہ اس کا ولی شرعی وہی عم حقیقی تھا اُس کے ہوتے ماں یا علاتی چچا کوئی چیز نہیں، نہ سارٹیفکیٹ شرعاً کچھ اثر رکھتا ہے

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[1]۔

درمختار میں ہے کہ نکاح کا ولی عصبہ وراثت اور حجب کی ترتیب پر بنتے ہیں، اگر عصبہ نہ ہو تو پھر ماں ولی ہے۔(ت)

اس حالت میں یہ چچا کا بیٹا جس کے ساتھ چچا نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا، اگر مذہب یا اطوار یا پیشے وغیرہ کی رُو سے ایسا نقص رکھتا ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا عرفاً موجب عار ہو یا چچا نے ہندہ کے مہر مثل میں کمی فاحش کی مثلاً مہر مثل ہزار روپے کا تھا پانسو باندھا تو ان صورتوں میں وہ نکاح سرے سے مردود و باطل محض ہوا اور ان نقائص سے پاک تھا تو بیشک نکاح صحیح و نافذ ہوگیا جسے نہ ماں یا علاتی چچا کی ناراضی سے ضرر نہ قبل بلوغ ہندہ کی نامنظوری و بیزاری کا اثر۔ ہاں بعد بلوغ اُسے اختیار رہے گا کہ نکاح سے ناراضی ظاہر کرکے حاکم شرع سے بحضور شوہر نکاح فسخ کرالے۔

فی الدرالمختار ان کان الولی [illegible] غیر الاب وابیہ لایصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار فیہ ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے [illegible] باپ دادا نہ ہو تو غیر کفو اور انتہائی کم مہر کی صورت میں غیر کا دیا ہُوا نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا اور اگر کفو میں اور مہر مثل سے ہو تو پھر نکاح صحیح ہوگا اور لڑکے لڑکی نابالغ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد جب نکاح کا علم ہو فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ فسخ قاضی کی نگرانی میں ہو اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند غائب ہو تو قاضی فسخ کی کارروائی نہ کرے کیونکہ اس سے قضاء علی الغیب لازم آتی ہے، نہر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

[2] " " " ۱/۱۹۳-۱۹۲

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۶

مسئلہ ۳۳۳ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا تھا اور شرائط یہ تھیں کہ شرعی بمیری نکاح و مہر باندھا جاوے ہنگام نکاح پڑھانے کے کچھ حجت زیادتی مہر پر زید و عمرو کے مابین ہوئی جس پر زید مجلس سے اُٹھ کر مکان کو چلا گیا، عمرو نے بحالت غصہ و رنج کے اُسی وقت ایک مؤذن سے کہا کہ تم میری لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دو، چنانچہ بکر اُس وقت مجلس میں موجود تھا، مؤذن صاحب نے جو کہ قاضی یا مولوی نہیں ہیں صرف تین کلمے پڑھائے اور ایجاب و قبول کرا دیا، کوئی وکیل و گواہ نہیں تھا اور نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی، صرف یہ کہہ دیا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا جائے، عمرو کی لڑکی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے، لڑکی کی ماں نے اور نہ خود لڑکی نے اجازت نکاح کی دی تھی صرف لڑکی کے والد نے اجازت نکاح کی بحالت رنج و غصہ کے دی تھی۔ تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل مظہر کہ اُس جلسہ میں بہت آدمی تھے تو وہی سننے والے گواہ کافی تھے نکاح ہو گیا مگر عورت جبکہ بالغہ ہے تو اگر باپ نے اُس سے اجازت خاص بکر کے ساتھ نکاح کر دینے کی یا مطلق نکاح کی نہ لی تھی تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف رہا، اگر وہ جائز کر دے گی ہو جائے گا اور رد کر دے گی رد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴ از کانپور نئی سڑک متصل کربلا گھر متصل مکان احسان اللہ وکیل ڈاکٹر اللہ یار خان مرسلہ خداداد خان صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

جناب مولانا صاحب زیدت معالیکم فی الدارین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے تعجب ہے کہ آج کل ندوہ کی ایسی خراب حالت کیوں ہو گئی، میں نے وہاں کے مفتی صاحب کے نام سے ٹکٹ رکھ کر ایک استفتا بھیجا مگر مطلقاً جواب نہیں دیا، ان سے اگر اُس کا جواب نہیں ہو سکتا تھا تو واپس کر دینا چاہئے تھا نہ کر دبا بیٹھنا۔ افسوس علماؤں کا نام بدنام کرنے کو جلسہ قائم کیا گیا ہے بے شک ؎

بدنام کنندہ نکونامی چند

(نیک نامی کو بدنام کرنے والا)

میرا تو پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ آپ کے پاس بھیجوں مگر غلطی ہوئی کہ وہاں بھیج دیا، خیر اب بعینہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں کہ آپ براہ نوازش جواب سے مشرف فرمائیے۔ جواب کے لئے ٹکٹ پیش خدمت ہے زیادہ حد ادب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا علاتی بھائی اُس کی حقیقی ماں اور ماموں کے مقابلہ میں ولی جائز ہے یا نہیں۔ وبر تقدیر ولی جائز ہونے کے اُس کی عدمِ موجودگی میں بلا اطلاع و رضا لڑکی بالغہ کا غیر کفو کے ساتھ ماموں اور اس کی ماں کا عقد کردینا کیسا ہے اور نیز لڑکی کی ماں اپنے شوہر کا متروکہ دین مہر میں پاچکی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُس لڑکی کا ولی نکاح اس کا علاتی بھائی ہے، ماں یا ماموں اس کے ہوتے کچھ استحقاق نہیں رکھتے۔

فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الٰی قولہ) ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال الخ[1] ملتقطا۔

درمختار میں ہے، نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے اگر وہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو ہوتی ہے، انھوں نے ذوی الارحام پھوپھیاں پھر ماموں تک کو بیان کیا الخ ملتقطا (ت)

شرعِ مطہر میں غیر کفو وہ ہے جس کے نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے باعث اس عورت کا اس سے نکاح ہونا اس کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو، اور یہاں عوام غیر قوم کو غیر کفو کہتے ہیں اگرچہ شرافت میں اپنا ہمسر ہو، بلکہ بعض تو یہاں تک توسیع کرتے ہیں کہ اگر اپنے سے برتر ہو شرعاً اس میں نقص نہیں، مغل پٹھان کفو ہیں، شیخ قریشی وسادات کرام کفو ہیں، اپنا ہم قوم ہو مذہب کفو نہیں، یہاں اگر عدمِ کفاءت یہی محاورۂ عامیہ کے طور پر تھا یعنی وہ شخص اس دختر کا ہم قوم نہ تھا مگر اُس طرح کا کوئی نقص نہ رکھتا تھا کہ شرعاً غیر کفو ہو جب تو یہ نکاح مطلقاً صحیح ومنعقد ہوگیا رضا واطلاعِ برادر کی حاجت نہیں، دختر کہ بالغہ ہے اگر اُس سے اذن لے کر ہوا تو نافذ ہوگیا ورنہ دختر ہی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کرے گی نافذ ہوگا رد کردے گی باطل ہوجائے گا، برادر وغیرہ کسی ولی سے کوئی تعلق نہیں لانقطاع الولایۃ بالبلوغ کما نصوا علیہ (کیونکہ بالغ ہونے پر ولایت منقطع ہوگئی جیسا کہ اُنھوں نے اس پر نص کی۔ ت) اور اگر عدمِ کفاءت بمعنی مذکور شرعی تھا تو یہ نکاح کہ بے رضائے ولی عصبہ ہُوا اصلاً نہ ہوا کہ اگر باجازتِ دختر تھا تو عورت جو نکاح غیر کفو سے بے رضائے عصبہ کرے باطل ہے، اور اگر ماں یا ماموں نے بطور خود بے اذنِ دختر کیا تو یہ وہ عقدِ فضولی ہوگا جسے نافذ کرنے والا کوئی نہیں کہ اختیارِ تنفیذ عورت کو ہوتا وہ خود ایسے نکاح پر

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

قادر نہیں، اور ہر عقد فضولی کہ وقتِ وقوع جس کا کوئی مُنعقد نہ ہو باطل ہے، ولی عصبہ بھی اپنی رضا شامل کرکے اسے صحیح نہیں کرسکتا کہ یہاں رضائے ولی قبلِ عقد لازم ہے بعدِ عقد لغو و بیکار ہے۔

فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]۔ فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[2] بحر۔ فی الدر من فصل الفضولی کل تصرف صدر منہ کبیع وتزویج وطلاق ولہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوٰی ہے۔ زمانے کے فساد کی وجہ سے یہی مختار ہے۔ ردالمحتار میں کہا کہ اگر لڑکی کا ولی نکاح سے قبل اس نکاح پر راضی نہ تھا تو بعد کی رضا مفید نہیں، بحر۔ دُر میں فضولی کی فصل میں ہے کہ فضولی کا ہر ایسا تصرف کہ اس کے صدور کے وقت کوئی اس کو جائز کرنے پر قدرت رکھنے والا موجود ہو تو فضولی کا وُہ تصرف موقوف ہونے کی حد تک جائز ہوگا، جیسا کہ بیع، نکاح دینا، طلاق وغیرہ، اور اگر کوئی اس وقت جائز کرنے والا موجود نہ ہو تو یہ تصرف قطعاً منعقد نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳۵۰: از ستار گنج ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کی منگنی کرکے زوجہ اور دختر چھوڑ کر فوت ہوا، ایک دن والدہ کی غیبت میں اُس لڑکی بالغہ کو چند شخصوں نے زبردستی ایک گھر میں کردیا، والدہ نے کچہری میں دعوٰی کیا، اُدھر کا جواب یہ ہے کہ متوفی کا ایک بھائی جو دُوسرے باپ سے تھا اُس نے بلا اجازت دختر و والدۂ دختر کے نکاح کردیا، پس اس صورت میں ولایت نکاح ماں کو ہے یا نہیں اور کس کس رشتے دار کو ماں کے سامنے اجازتِ ولایت ہے، جس نے زبردستی اُس لڑکی کو گھر میں رکھا ہے اس نے لڑکی کی الاؤ کا دُودھ پیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں، ولیِ نکاح ہر عصبہ ہے یعنی نزدیک یا دُور کے دادا پرداد کے اولاد میں

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱
[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۶
[3] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱

جو مرد عاقل بالغ ہو رشتے میں سگا ہو یا سوتیلا مثلاً عورت کے پردادا کے سوتیلے پردادا کی نسل میں پرپوتے کا پرپوتا، جب تک ان میں سے کوئی شخص عاقل بالغ موجود ہو ماں کو اصلاً ولایت نہیں، اور بعد بلوغ تو ماں کو ولایت سے کوئی تعلق ہی نہیں خواہ عصبہ موجود ہو یا نہ ہو،

لان حق الاولیاء بعد ذلک انما ھو فی الاعتراض ان نکحت غیر کفؤ او بغبن فاحش فی مھر المثل[1] وابطال النکاح بغیر الکفؤ ان لم یرض الولی بہ قبل العقد صریحا مع العلم بعدم الکفاءۃ وذلک انما ھو حق العصبۃ لاغیر[2] کما نص علیہ فی الدر وغیرہ۔

کیونکہ اس کے بعد اولیاء کا حق اعتراض صرف اس صورت میں ہے جب لڑکی نے غیر کفؤ اور انتہائی کم مہر پر نکاح کیا ہو یا جب نکاح سے قبل ولی کو غیر کفؤ ہونے کا علم ہوا تو صراحتاً اس نے اپنی عدم رضا کا اظہار کر دیا ہو تو اس کو نکاح باطل کرنے کا حق ہے اور یہ حق اعتراض بھی صرف اولیاء عصبہ کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں، جیسا کہ در وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

دودھ شریک بھائی سے نکاح نہ ہو سکنا خود ظاہر ہے مگر الزام اسی حالت میں ہے جب انھیں دودھ شریک ہونا معلوم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵۱: از کانپور محلہ ف[illegible] مکان حافظ زبیر حسن عطار بوسلہ سید سعید الحسن صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے ایک بیٹی مسماۃ رضیہ شوہر متوفی سے ہے، جب رضیہ کی عمر آٹھ برس دو مہینے کی تھی ہندہ نے رضیہ کا عقد بزمانۂ نابالغی ساتھ خالد کے کر دیا لیکن بوجہ نابالغی رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رخصت ہوئی بدستور اپنی ماں کے ساتھ رہی، اب زمانہ عقد کو چار سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور رضیہ بھی اب ہوشیار و بالغ ہوئی، اس درمیان میں خالد نے ایک دوسری عورت کو رکھ لیا جس سے اطفال بھی پیدا ہوئے، خالد کی وضع اور اطوار و چال چلن ہندہ و رضیہ کو تمام تر ناگوار ہیں اور تعلق ہونا خالد سے نہیں چاہتی کمال درجہ نفرت و انکار رکھتی ہے اور خلع چاہتی ہے، بحکم شرع شریف مسماۃ رضیہ کو کیا کرنا چاہئے جس سے اس کو خالد سے قطع تعلق ہو جائے اور عقد فضولی یہ عقد نابالغی کا قرار پائے گا یا نہیں؟ اور نیز حکم خلع کا کس طریقہ سے کیا جائے گا اور مدت نابالغی از روئے شرع شریف ہندوستان میں علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی کے لئے کس سنہ و سال کی مقدار سے ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] و [2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱-۹۲

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر خالد رضیہ کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے وغیرہ میں ایسا کم ہے کہ اُس کے ساتھ رضیہ کا عقد ہونا اولیائے رضیہ کے لئے موجب ننگ و عار ہو جب تو یہ نکاح سرے سے نہ ہوا، مگر یہ نکاح کرنے والا رضیہ کا دادا ہو جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے نہ کرچکا ہو یہ نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے اپنی ولایت کی حالت میں نافذ کردیا جائز رکھا تو نکاح صحیح و لازم ہے کہ بعد بلوغ رضیہ کی ناراضی بھی اُسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ اور اگر خالد رضیہ کا کفو بمعنی مذکور ہے مگر رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ مثلاً عاقل بالغ بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا غرض دادا کی اولاد سے کوئی مرد موجود تھا اور ماں نے بغیر اُس کے اذن کے نکاح کردیا تو تین صورتیں ہیں اگر اُس ولی نے نکاح کی اطلاع پاکر اپنی حالت ولایت میں رد کردیا تو اس صورت میں بھی وہ نکاح باطل ہوگیا کہ اب رضیہ کی رضا بھی اُسے نافذ نہیں کرسکتی۔ اور اگر سن کر اب تک ساکت رہا، نہ رد کیا نہ جائز رکھا تو وہ نکاح نکاح فضولی اور اجازت ولی پر موقوف تھا۔ جب رضیہ بالغ ہوئی وہ اجازت خود اُس کی طرف منتقل ہو آئی۔ اب اُسے اختیار ہے چاہے جائز کردے جائز ہوجائے گا چاہے رد کردے، مثلاً کہہ دے میں نے اس نکاح کو رد کیا میں اس نکاح پر راضی نہیں یا مجھے یہ نکاح نامنظور ہے، صرف اتنے کہنے سے رد ہوجائے گا زیادہ کسی امر کی حاجت نہیں۔ اور یہ اختیار رضیہ کو ہمیشہ رہے گا جب تک [illegible] پھر اختیار رد نہیں رہتا اور اگر نکاح مذکور ولی غیر جد نے سن کر جائز کردیا یا ابتداءً ماں نے باذن ولی مذکور کیا یا رضیہ کے لئے کوئی ولی عصبہ تھا ہی نہیں خود ماں ولی تھی جس نے نکاح کردیا تو ان سب صورتوں میں وہ نکاح صحیح و نافذ ہوگیا مگر اب چونکہ نکاح کنندہ غیر باپ دادا اور رضیہ دوشیزہ ہے اسے اتنا اختیار رہا کہ بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کا فسخ چاہے تو فسخ کردیا جائے گا اگر بعد بلوغ ذرا دیر لگ گئی اور اُس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام و لازم ہوگیا کہ اب اس کی رضا و عدم رضا کو کچھ دخل نہ رہا۔ اس صورت اخیرہ اور نیز اُس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کردینے سے لازم ہوچکا ہو رضیہ اگر رہائی چاہے تو اس کے ہاتھ کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں یعنی بعوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے۔ اگر وہ دے دے گا قطع تعلق ہوجائے گا ورنہ صبر لازم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

الصبی اذا باع او اشتری او تزوج یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانہا کانت

بچے نے جب خرید و فروخت یا نکاح کرلیا تو یہ امور ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے۔ اور اگر اس ولی نے بچے کے بلوغ سے قبل اجازت نہ دی ہو تو لڑکا اپنے بلوغ کے بعد خود ان امور کو نافذ کرسکتا ہے کیونکہ

موقوفۃ ونفذت بمجرد بلوغہ[1] اھ مختصرا وفی تنویر الابصار یبطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی المجلس وان جھلت بہ[2] اھ وباقی المسائل مشھورۃ فی الکتب المذکورۃ۔

موقوف تھے اس لیے صرف لڑکے کے بلوغ سے نافذ نہ ہوں گے اھ مختصرا۔ اور تنویر الابصار میں ہے باکرہ بالغہ اگر اپنے نکاح کا علم ہوجانے پر خاموش رہے تو اس کا حقِ فسخ باطل ہوجاتا ہے اور جس مجلس میں علم ہوا اس مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ میں جاہل ہو۔ باقی مسائل مشہورہ کتب میں مذکور ہیں۔ (ت)

نابالغی کی حد پندرہ سال کی عمر تک ہے، اس مدت سے پہلے اگر دختر کو نو برس یا پسر کو بارہ برس کی عمر کے بعد آثارِ بلوغ مثل احتلام و حیض ظاہر ہوگئے تو اسی وقت سے حکمِ بلوغ ہوجائے گا ورنہ پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر لڑکا لڑکی دونوں مطلقاً بالغ سمجھے جائیں گے اگرچہ کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہو بہ یفتی کما فی الدر المختار[3] وغیرہ لقصور زماننا (اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کیونکہ ہمارے زمانے کی عمریں کم ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۲: از احمد آباد گجرات محلہ چکلا کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی منگنی کرنے کے لیے سفر سے دوسرے شخص کو لکھا کہ میری لڑکی کی منگنی فلاں لڑکے کے ہمراہ کرنا، لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں، یہاں اس شخص نے جس کو فقط منگنی کی اجازت دی گئی تھی خود ولی ہوکر بعد منگنی کے نکاح بھی کردیا، اس کے والد کو خبر ہوئی کہ لڑکی کا نکاح جس کو منگنی کا اختیار دیا تھا کردیا، اس سے یہ شخص ناخوش ہوا اور اس کے پوچھتے ہوئے نکاح پر انکار کیا، اب یہ نکاح عندالشرع منعقد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی،

فان ھذا عقد وذاک وعد وقد یفصل الوعد لینظر الخاطب ثم ینظر

کیونکہ نکاح عقد ہے اور منگنی صرف وعدہ ہے جبکہ وعدہ کبھی اس لیے کرلیا جاتا تاکہ منگنی کرنے والے کا

---

[1] فتح القدیر	فصل فی الوکالۃ بالنکاح	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/ ۱۹۸
[2] درمختار شرح تنویر الابصار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۹۳
[3] درمختار کتاب الحجر	فصل فی البلوغ	" " "	۲/ ۱۹۹

ویتأنی فیہ فان وافق اجیب والا منع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد وھذا ظاھر جدا۔ جائزہ لیا جائے اور غور کیا جائے اور تاخیر کی جاتی ہے تاکہ وہ موافق ہو تو منگنی قبول کی جائے ورنہ انکار کیا جائے لہذا وعدہ پر رضا کو عقد نکاح پر رضامندی نہیں قرار دیا جاسکتا، یہ معاملہ ظاہر ہے۔ (ت)

تو یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوا اور اجازتِ ولی پر موقوف رہا، بعد سماع خبر اگر ولی نے قولاً یا فعلاً اس کی تنفیذ ظاہر کی نافذ ہوگیا صرف دل میں خوش ہونا اور زبان سے انکار نہ کرنا کافی نہیں لانہ سکوت والساکت لاینسب الیہ قول (کیونکہ یہ سکوت ہے اور ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوسکتا۔ ت) درمختار میں ہے:

قبض ولی لہ الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضی دلالۃ لاسکوتہ مالم تلد اھ مختصرا۔ لڑکی کے ولی کو مہر پر اعتراض تھا اس کے باوجود اس نے مہر وصول کیا اور ایسا کام کیا جس کو رضا پر دال قرار دیا جاسکتا ہے تو دلالۃً رضا ہوگی محض سکوت رضا نہ قرار پائے گا جب تک لڑکی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوجائے اھ مختصراً (ت)

پس اگر واقع اسی قدر ہے تو نکاح بدستور اسی کی اجازت پر موقوف ہے باطل کردے خواہ نافذ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۳ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی سے کرلیا اس پر عمرو و بکر و خالد نے اُسے اور اس کی ماں اور شوہر کو برادری سے نکال دیا اور ایذا دی، اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ نے عقد ثانی بعد عدت گزرنے کے کیا اور شوہر دوم بدمذہب نہیں جس سے نکاح باطل یا گناہ ہو اور ہندہ اگر کوئی عصبہ اپنا ولی رکھتی ہے تو شوہر دوم اس کا کفو ہوگا یا اگر کفو نہیں اور ولی نے دیدہ ودانستہ پیش از نکاح صریح اجازت دے دی ہو تو ان صورتوں میں ہندہ اور اس کی ماں اور شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد و عمرو و بکر صرف بوجہ نکاح ثانی انہیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں ان پر توبہ فرض ہے اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں جو لوگ ان خالد و عمرو و بکر کا ساتھ دیں گے وہ بھی مستحق عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لہ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1] — گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2] — جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۴: ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دس برس کی ہے، ماں نانی چچا میں سے کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے، اور دختر کا ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چچا کو ہے اگر بھائی نابالغ ہو ورنہ بھائی کو۔ بارہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اگر وہ دعوی بلوغ کرے مانا جائے گا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: مسئولہ کرم الدین صاحب ساکن جلالپور جٹاں محلہ ساہودوان ضلع گجرات ملک پنجاب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ خالد نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر اندازی دس یا گیارہ برس کی تھی رحیم بخش بالغ کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اب بوجہ کوئی فساد کے دختر بالغہ مذکور چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہوجائے آیا شرعاً ممکن ہے کہ عقدہ کو باختیار دختر موصوفہ فسخ ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ دادا جو نکاح نابالغہ کا کردیں وہ لازم ہوجاتا ہے۔ لڑکی بعد بلوغ کے خواہ کوئی اور اسے فسخ نہیں کرسکتا مگر صرف دو تین صورتوں میں جس کی اس وقت تفصیل کی حاجت نہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے عرف سے ناواقف ہے وہ جاہل ہے۔ ت) مستفتی صاحب کو چاہئے کہ مفصل کیفیت سے مطلع کریں کہ وہ کیا فساد ہے جس کے سبب اب عورت فسخ چاہتی ہے اور اس فساد پر

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن انس حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۱۰
الترغیب والترہیب الترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۳

کب اطلاع ہوئی، اور باپ بھی وقت نکاح اس پر مطلع تھا یا نہیں، وہ فساد بعد نکاح حادث ہوا یا پہلے سے تھا، غرض سب حال بتفصیل تمام بیان کیا جائے تو جواب دیا جائے۔ درمختار میں ہے:

لزمہا النکاح ولو بغبن او بغیر کفوٴ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نکاح لازم ہوجائے گا جب نکاح دینے والا خود باپ یا دادا ہو اگرچہ انتہائی کم مہر سے یا غیر کفوٴ میں ہوا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳: مسئولہ شاہ نعیم احمد صاحب از ڈاکخانہ نگرا اسٹیشن فتوحہ ضلع پٹنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زینب کی کُل ایک اولاد ہے یعنی ہندہ دختر بکر بالغہ ہے ہندہ کے باپ نے قضا کیا، زید ہندہ کا علاتی بھائی ہے، زینب ہندہ کی ماں اور زید برادر علاتی نے ہندہ کی نسبت خالد بن بکر ساکن فلاں جگہ سے مقرر و پختہ کر دیا، اس کی خبر ہندہ کو بخوبی ہوگئی اس طرح سے کہ ہندہ اسی مکان میں رہتی تھی اور اس کے سامنے نسبت کی گفتگو ہوئی اور اس پر ثابت ہوگیا کہ میری نسبت فلاں جگہ فلاں شخص سے ہے گو اس سے خاص کسی نے کہا اور پوچھا نہیں اس کے بعد مقرری تاریخ آمد برات کا خالد بن بکر کے یہاں سے آیا، اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی چنانچہ اسی روز سے سنواری ہوگئی اور جو جو مراسم کہ قبل نکاح اس طرف رائج ہیں مثلاً منجھا وغیرہ میں بیٹھنا اس سب کو اس [illegible] تک کہ تاریخ مقررہ پر برات آئی اور احباب و اقربا اندر باہر جمع ہوئے، اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی اس وقت بھی ہندہ نے کسی طرح ناراضامندی ظاہر نہیں کی، زید برادر علاتی نے چند شخصوں کے سامنے عمرو کو وکیل بالنکاح مقرر کیا اور عمرو نے جہاں برات کا قیام تھا وہاں جا کر سب لوگوں کے سامنے خالد بن بکر سے ہندہ کا نکاح مہر مثل پر کرا دیا مگر اس کی اطلاع ہندہ کو عمرو وکیل نے یا زید برادر علاتی نے نہیں دیا بلکہ عورتوں میں کہہ دیا گیا کہ نکاح ہوگیا ——— اور یہ بات مشتہر ہوگئی کہ نکاح ہوگیا، اس کے بعد جو جو مراسم شادی اس طرف رائج ہیں ان سب کو ہندہ نے بخوبی ادا کیا اور کسی طرح کی ناراضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ رخصتی بھی ہوگئی اور نوبت استراحت کی بھی آئی ان تمام مذکورہ بالا نوبتوں میں کبھی ہندہ نے اپنی ناراضامندی ظاہر نہیں کی اور نہ اس وقت تک کسی طرح کی ناراضامندی ظاہر کرتی ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا کسی طرح کا شبہہ یا نقص رہ گیا، یہ شبہہ صرف اس وجہ کر پیدا ہے کہ ہندہ بکر بالغہ تھی اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی نے یا کسی شخص نے صراحۃً استیذان نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اس کو خبر دیا، گو اس کو خارجی طریقے سے سب باتیں معلوم تھیں اور معلوم ہوئی اور نہ اس وقت تک اپنی رضامندی ظاہر کرتی ہے

بلکہ ظاہر خوشی معلوم ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں یہ نکاح فضولی تھا، اگر خبر نکاح سُن کر ہندہ نے کوئی قول یا فعل اظہار ناراضی کا نہ کیا بلکہ عادل ثقہ سے نکاح کی خبر سُن کر خاموش ہی ہو رہی یا خبر کسی عادل سے نہ سُنی نہ ولی نے اُسے اطلاع کرائی جب بھی تو ساکت رہی یہاں تک کہ شوہر سے برضا ہم خواب ہوئی تو نکاح نافذ و تام ہوگیا،

ہندیہ میں ہے کہ جب بالغہ نے خاوند کو جماع کا موقع دے دیا تو یہ ولی کے نکاح پر اس کی رضامندی ہوگی۔ درمختار میں ہے کہ اگر ولی نے نکاح دیا تو ولی کے قاصد نے یا کسی عادل اجنبی نے یا معتبر اطلاع دی اور وہ اس پر خاموش رہی تو یہ رضامندی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فی الهندیة: فاذا مکنت الزوج من نفسها [illegible] ما وجب الولی فهو رضا[1] وفی الدر المختار فان زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت فهو اذن[2] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۴ شعبان ۱۳۲۲ھ

علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید اور اس کی زوجہ ہندہ میں جنگ بغوائے مفسدان مکار [illegible] ایک لڑکی کہ جس کا نام سعیدہ تھا اور عمر گیارہ برس گیارہ مہینے کی تھی بکر سے اپنے لڑکے خالد کی منسوب سعیدہ سے چاہا زید کو منظور نہ ہوا تب بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کرایا اور ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید کو مجبوری ہوئی بمجبوری و تاکید و بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع بلا فساد و قصہ ہو جائے گا اور یہ شاہت بھی کیا گیا تھا کہ اگر یہ عقد ہوگا تو قصہ سب رفع ہوگا و صلح سے زمانہ گزرے گا اس منسوب کو منظور کیا اور سعیدہ اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے بلا اذن کردیا لیکن خالد سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی و نہ سعیدہ سے کسی قسم کی رضامندی لی گئی نہ سعیدہ کو سمجھایا گیا کہ کیا ہوتا ہے اور بعد نکاح کے خالد لندن چلاگیا اور بحیلہ تحصیل انگریزی وہاں فسق و فجور و لہو و لعب میں مبتلا ہوا چھ برس ہوا کہ خالد لندن میں ہے نہ پڑھتا ہے نہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبر گیری یا پرسش سعیدہ کی کرتا ہے زید نے بکر و خالد کو یعنی دونوں پدر و پسر کو لکھا کہ شادی کرلی جائے اور خالد آئے اور اپنی منکوحہ کو لے جائے، مگر نہ خالد آتا ہے نہ کسی قسم کی کفالت خرچہ کی سعیدہ کی خالد یا بکر اس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور بلکہ زید سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۹

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

خرچہ لندن کے قیام کا طلب کیا جاتا ہے ان حالتوں سے فسخ ہو گیا یا نہیں؟ اور سعیدہ مجاز ہے کہ اپنے باپ کے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ محض مجبوری و بخوف حکام وقت و توقع رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع بھی نہ ہوا بلکہ بعد از بلسیاری جنگ کے خلع و جُدائی درمیان زیدہ و ہندہ کے ہو گئی تو ایسے نکاح کو سعیدہ توڑ سکتی ہے یا نہیں اور خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا۔ نہ وہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبر گیری اخراجات کی بھی سعیدہ کی کرتا ہے بدستور سعیدہ اپنے باپ کے گھر ماں سے بھی جُدا پڑی ہے اور زیدہ کو یہ بھی خیال ہے کہ خالد ہرگز نہیں آئے گا اور آئے گا تو بوجہ طرز معاشرت بدل جانے و صحبت غیر مذاہب کے حقوق کی تعمیل پوری پوری خالد سے ادا نہ ہوگی۔ ایسی حالت میں شریعت کیونکر سعیدہ کو مجبور رکھے گی اور باپ کے ایک لغو و مجبوری سے عمل کے باعث وہ غریب بدقسمت سعیدہ پریشانی میں مبتلا رہے گی۔

الجواب

باہمی جھگڑے قضیے نہ حد اکراہ تک پہنچتے ہیں نہ نکاح میں اکراہ کو دخل ہے اگر ولی کسی کے جبر واکراہ ہی سے نکاح کر دے نکاح ہو جائے گا۔

فی الہندیۃ من زوّج الاولیاء الصغیر او الصغیرۃ مکرھین فالنکاح جائز۔[1]

ہندیہ میں ہے کہ اگر اولیاء نے کسی جبر کی بنا پر نابالغہ کا نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا۔ (ت)

نہ نابالغہ سے اجازت لینے کی حاجت نہ باپ کے کئے ہوئے نکاح پر عورت کو بعد بلوغ حق اعتراض، مگر اُس حالت میں کہ شوہر وقت نکاح کفو نہ تھا اور باپ اس سے پہلے بھی اپنی ولایت سے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر چکا ہو۔ غیر کفو وہ جس سے نکاح ہونا عرفاً اولیائے ہندہ کے لئے وجہ ننگ و عار ہو کہ وہ نسب یا پیشے یا مذہب یا چال چلن میں رذیل و ذلیل و بدنام ہو، یہاں جب یہ صورتیں نہیں نکاح بے شک نافذ و تام و لازم ہو گیا جو کسی کے رد کئے سے رد نہیں ہو سکتا، یہ اُس حالت میں ہے کہ سعیدہ وقت نکاح نابالغہ ہو جیسا کہ بظاہر اس کی عمر مذکور سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس عمر پر بلوغ نادر ہے، اگر بالغہ تھی کہ لڑکی نو برس کی عمر میں بالغہ ہو سکتی ہے تو وہ نکاح کہ باپ نے اس کے بے اذن کیا نکاح فضولی تھا اسے خبر پہنچنے پر اختیار تھی کہ رد کر دیتی مگر یہ رد اسی جلسہ خبر میں ہو سکتا تھا اگر جلسہ بدل کر رد کرے تو مقبول نہ ہوگا، اور تقریر سوال سے سعیدہ کا رد کرنا اصلاً ظاہر نہیں بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہی اور بکر کا سکوت بھی اذن ہے تو نکاح یوں بھی لازم ہو گیا جس کے رد کی طرف سبیل نہیں مگر صورت

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ باب الثانی فیما یحل للمکرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۵

مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[1]۔ عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

اور فرماتا ہے: وعاشروھن بالمعروف[2] (عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) اور فرماتا ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]۔ جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انہیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

اور فرماتا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[4]۔ پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں چھوڑ دو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار فی الاسلام[5]۔ دینِ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر پہنچانا۔

لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے۔ اور اگر دونوں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریاتِ دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مرحوم از پیلی بھیت ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں ایک عورت ہندہ جس کی عمر ۱۲ برس کی تھی باپ اس کا فوت ہوگیا اب ہندہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ہندہ کی سوتیلی بہن جس کی عمر تخمیناً قریب چالیس کے ہوگی اس بہن نے ہندہ کو بچپن سے مثل اولاد کے پالا تھا اجازت دی تھی بلکہ ہندہ نے خود بھی اقرار کیا تھا ہندہ کی بہن نے سوتیلی بہن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو اس کا نکاح کردو ہندہ کی بڑی بہن اور بہنوئی نے اپنے کفو میں ایک شریف خاندان سے لڑکے کے ساتھ بلکہ رشتہ داری میں نکاح کردیا اب بعدہ دو برس کے کچھ جھگڑا عورات میں باہم کسی بات پر ہوا یعنی ہندہ کی ساس اور ہندہ کی بڑی بہن میں، اس پر مسماۃ ہندہ کی ماں اور بہن دونوں اب یہ کہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح اس وجہ سے کہ اس عمر تک بالغ نہیں ہوئی تھی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۹
[3] " ۶۵/ ۶
[4] " ۴/ ۱۲۹
[5] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۰۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۰

وقت نکاح کے ہندہ کے چچا اور بھائی نہیں موجود تھے مگر ان کو علم تھا اور ہندہ کی ماں اور بہن میں ایک مدت سے رنج تھا آمد و رفت نہیں تھی جس پر ہندہ کی ہمشیرہ نے اُس کی والدہ سے اجازت چاہی تھی قبل از تعینہ بین بعض آ گئے دونوں میں صلح ہو گئی اور والدہ ہندہ کی لڑکی کو دو چار روز آ گئے اپنے مکان کو لے گئی تھی جب تاریخ نکاح قریب آئی تو پھر ہندہ کو اس کی بڑی بہن جس نے کہ اُس کو پالا تھا اُس کے مکان پر بھیج دیا واسطے نکاح کے اب ہندہ کی والدہ اپنے مکان پر ہندہ کو لے گئی بڑی بہن کے مکان سے بخوشی۔ ہندہ کی بڑی بہن کے خاوند ہندہ کے بہنوئی ہندہ کے نکاح میں گواہ تھے۔ اور بہنوئی کے بڑے بھائی وکیل نکاح کے تھے۔ نکاح خواں نابینا تھے۔ تو ایسی صورت میں نکاح ہندہ صحیح قرار پائے گا یا باطل؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ وقت نکاح فی الواقع نابالغہ تھی اور اُس کے نکاح کی اجازت اُس کے جوان بھائی نے نہ دی تھی تو جو نکاح بڑی بہن نے ماں کی اجازت سے کیا بھائی کی اجازت پر موقوف رہا۔ اگر بھائی نے نکاح کی اطلاع پا کر انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا اور اگر پسند کیا اجازت دی تو نافذ ہو گیا۔ اور اگر ہنوز کچھ نہ کہا اور ہندہ اب بھی نابالغہ ہے تو اب بھی بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کر دے گا نافذ ہو جائیگا رد کر دے گا تو باطل ہو جائے گا اور اگر ہندہ کے بالغ ہونے تک بھائی نے نہ رد کیا نہ اجازت دی اور اب ہندہ بالغہ ہو گئی یعنی اُس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہو گئی یا اسے حیض آنے لگا تو اب وہ نکاح خود ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا اور اگر رد کر دے گی باطل ہو جائے گا۔ اور اگر نکاح بھائی کی اجازت سے ہوا تھا یا بعد نکاح بھائی نے قبل بلوغ ہندہ اجازت دے دی تو نکاح نافذ تو ہو گیا مگر ہندہ کو خیار بلوغ ملے گا یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اگر اُس نکاح سے اُس نے انکار کر دیا ایک لفظ کی دیر لگائی تو دعویٰ کر کے اُس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۵ تا ۲۹۶ مرسلہ حکیم محمد علی حسین خاں صاحب جاگیردار ریاست گوالیار صدر لشکر نیا بازار

۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات مندرجہ ذیل کی نسبت:

(۱) لڑکی کے والد نے مظہر کو دہلی سے واسطے عقد لڑکی اپنی کے بمقام بھوپال طلب کیا اور بعد پہنچنے برات کے سرکار عالیہ میں ایک درخواست تحریر کر کے پیش کی کہ میں نے لڑکے کو بلا لیا ہے سرکار عالیہ منظور فرما کر اس کار خیر کو اپنے روبکاری سے اہتمام فرمائیں، میں نے تاریخ عقد ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۰ یوم دوشنبہ مقرر کر دی ہے۔

(۲) سرکار عالیہ نے یہ درخواست منظور فرما کر جملہ انتظامات ضروری کیا تب حکم نافذ فرمادیا اور صاحبزادگان وہم اقبال اور قاضی صاحب وغیرہ کو بلوا بھی بھیج گیا۔

(۳)، لڑکی اپنے ماموں کے یہاں تھی، لڑکی کے والد عقد کے دن لڑکی کو لانے کی غرض سے ماموں کے مکان پر گئے۔ ماموں نے عین وقت پر بھیجنے لڑکی سے قطعی انکار کیا، بیچارے شریف باپ نے اس غیرت کی وجہ سے زہر کھا کر اپنی جان کو ہلاک کیا۔

(۴)، باپ ولی جائز کی اجازت تحریری بعد فوتی اُس کے یہ عقد کیا تب کچھ وقعت اور اثر رکھتی ہے یا نہیں؟

(۵)، اب ماں لڑکی کا بوجہ نفسانیت منظہر کے ساتھ عقد کرنے سے انکاری ہے اور اسی کے قبضہ میں لڑکی ہے۔

(۶)، لڑکی کا سن گیارہ سال کچھ ماہ کا ہے۔

(۷) ورثا میں لڑکی کے ایک چچا حقیقی اور ایک ماموں حقیقی، ایک بھائی حقیقی نابالغ اور والدہ منظقہ یہ شخص غیر کے نکاح میں ہیں۔

(۸) لڑکی کے چچا صاحب اس لڑکی کا منظہر سے عقد کرنے پر رضامند ہیں ان کی یعنی چچا صاحب موصوف کی محض اجازت سے عدم موجودگی اور بغیر اطلاع لڑکی کے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں یا کہ لڑکی کا موجود ہونا وقتِ نکاح لازمی ہے؟ فقط

الجواب

صورت مذکورہ میں جب تک وہ لڑکی نابالغ ہے (یعنی اسے حیض شروع نہ ہوا یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوئی) اُس وقت تک اُس کا ولی نکاح اس کا چچا ہے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے اس کا بھائی بالغ ہو جائے تو ولایت چچا سے بھائی کی طرف منتقل ہو جائے گی بہرحال ماموں یا ماں کو اس کے نکاح کا کچھ اختیار نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال۔[۱]

نکاح کا ولی وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب کے مطابق عصبات بنفسہ ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی، پھر بہن پھر دادی کی طرف سے بھائی پھر ذوی الارحام میں پھوپھی پھر ماموں کو حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

---

[۱] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

دختر کی نابالغی میں چچا یا بالغ ہو کر بھائی اگر اس کا نکاح ایسے شخص سے کر دے گا جو اس لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس دختر کا نکاح باعثِ ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کرے مثلاً لاکھ روپیہ مہر مثل ہو یہ پچاس ہزار باندھ دیں، جب ان دونوں نقصانوں سے خالی ہو تو چچا یا بھائی کا وہ کیا ہوا نکاح نافذ و صحیح و تام ہو گا نہ لڑکی سے اذن لینے کی ان کو حاجت نہ اطلاع دینے کی نہ وقتِ نکاح لڑکی کے وہاں موجود ہونے کی، یہ سب بے ضرورت امور ہیں۔ درمختار میں ہے:

للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا[1]۔

باپ دادا کو نابالغہ پر جبری نکاح کی ولایت ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح[2]۔

اقرب جہاں بھی نکاح کرے جائز ہوگا۔ (ت)

ماں یا ماموں کو اس نکاح پر اصلاً اعتراض نہیں پہنچ سکتا، ہاں لڑکی کہ دوشیزہ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی مثلاً کہہ دے گی کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا اول سے اسے اطلاعِ نکاح نہ تھی تو بعد بلوغ جس وقت خبر پائی فوراً نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو اس صورت میں البتہ خود اس کو اختیار ہوگا کہ حاکم شرع کے حضور رجوع کر کے چچا یا بھائی کا کیا ہوا نکاح فسخ کرالے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ... من کفو وبمہر المثل صح ولہما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولایمتد الی اٰخر المجلس[3]۔

اگر نکاح دینے والا باپ دادا نہ ہو تو کفو اور مہر مثل کی صورت میں نکاح صحیح ہے لیکن نابالغ اور نابالغہ کو بلوغ پر یا بلوغ کے بعد علم ہونے پر بشرط قضاء فسخ کا اختیار ہوگا، اور بالغہ باکرہ کا اختیار اس کو علم ہو جانے پر سکوت کی وجہ سے باطل ہو جائے گا، اور مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا۔ (ت)

ہاں اگر چچا یا بھائی جس سے نکاح کر دیں اگر وہ بمعنی مذکور دختر کا کفو نہ ہو اگرچہ ہم قوم ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش کریں تو سرے سے نکاح ہوگا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیرہما لا یصح النکاح

اگر غیر باپ دادا نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو یا انتہائی

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۲

[2] " | " | " | ۱/۱۹۳

[3] " | " | " | ۱/۹۳-۱۹۲

من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کم مہر سے دیا تو بالکل جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

باپ کی اجازت تحریری کی عبارت محتاج نظر ہے، دیکھا جائے کیا لکھا ہے اور اب اس کا کیا اثر ہے اور اس کی بھی حاجت نہیں کہ کوئی تصریح موجود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ محمد صبور صاحب ولد منشی محمد ظہور صاحب مرحوم مغفور ساکن بریلی محلہ چک قاضی ۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے ایسے رنڈوے شخص کے ساتھ نکاح کیا کہ جس کے دو لڑکے زوجۂ اولٰی سے تھے اب ان زن وشو سے ایک دختر پیدا ہوئی بعدہٗ اس شوہر ثانی کا انتقال ہوگیا، زاں بعد اس بیوہ عورت نے پھر اپنا نکاح کرلیا اب وہ لڑکی جو شوہر ثانی سے پیدا ہوئی تھی نابالغ ہے کہ جس کا نکاح اس عورت اور حال کے تیسرے شوہر نے ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ بموجودگی اس کے والدین کے کردیا کہ جس کے اندر ابتدا اقرار وانسبت میں قبل از نکاح دوسرے شوہر کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ رضامندی تھا لیکن وقت نکاح کے یہ دونوں لڑکے موجود نہ تھے اب یہ دونوں لڑکے اس نکاح سے ناراضامند ہیں، کیا یہ نکاح جائز طریقہ سے ہوا یا ناجائز طور پر؟ اور اب قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شوہر دوم یعنی پدر دختر کے دونوں لڑکے کہ زوجۂ اولٰی سے ہیں اگر بالغ ہیں اس دختر کے ولی ہیں، اگر ان دونوں یا ان میں ایک نے پیش از نکاح عورت کے شوہر سوم یا خود عورت کو اس دختر کا نکاح اس نابالغ کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ نابالغ اس دختر کا کفو تھا یعنی نسب وغیرہ میں ایسا کم نہ تھا جس کے سبب اس سے نکاح اس دختر کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ونافذ واقع ہوا اور بلاوجہ شرعی اب ان لڑکوں کی ناراضی معتبر نہیں۔

فان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ۔

جو اپنے تام کئے ہوئے معاملہ کو توڑنے کی کوشش کرے تو اس کی یہ کوشش مردود ہے۔ (ت)

ہاں دختر کو اختیار ہوگا کہ اگر پسند نہ کرے تو بالغہ ہوتے ہی معًا انکار کردے نکاح فسخ کرادیا جائے گا لانہ غیراب وجد (کیونکہ یہ غیر باپ دادا ہیں۔ ت) اور اگر لڑکوں نے ان کو نکاح کرنے کی اجازت نہ دی تھی اگرچہ وقت مشورہ اپنی رضامندی ظاہر کی تھی تو یہ نکاح کہ دختر کی ماں اور اس کے شوہر سوم نے بے اجازت اولیاء کیا اجازت اولیاء پر موقوف رہا ان لڑکوں نے خبر نکاح سُن کر اگر کوئی کلمہ رضا کہہ دیا یا کوئی فعل

کہ رضا پر دال ہوگیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اب ان کی نارضامندی بلاوجہِ شرعی معتبر نہیں بلکہ وہی بحالِ بلوغ دختر کو اختیار انکار تو دعوٰی فسخ ہوگا اور اگر کوئی قول و فعل رضا کا بعد نکاح ان سے صادر نہ ہوا تھا کہ انھوں نے اُسے رد کردیا تو نکاح رَد ہوگیا اور اب یہ دختر اس سے محض اجنبیہ ہے اور اگر وہ لڑکا اس عورت کا کفو نہیں یعنی کوئی ایسی کمی رکھتا ہے جس سے اُس کے ساتھ نکاح ہو جانا اولیائے دختر کے لئے باعث بدنامی و طعن ہو تو یہ نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں اگرچہ خود لڑکوں نے کیا ہوتا اگرچہ دختر بعد بلوغ اس پر راضی ہوتی۔

لانہ یفتی فی غیر الکفو بعدم الصحۃ اصلا لفساد الزمان[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ زمانہ کے فساد کی وجہ سے غیر باپ دادا کا دیا ہُوا نکاح غیر کفو اور غیر مہر مثل میں بالکل صحیح نہ ہوگا اسی پر فتوٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از بدایوں براہم پور مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پدر ہندہ نابالغہ کو عمرو نے از راہ فریب یہ تیقن دلایا کہ خالد اس کا ہم قوم اور شریف الخاندان ہے اور اس طرح زید کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اپنی نابالغہ دختر ہندہ کا نکاح خالد نابالغ سے کرے چنانچہ خالد کے ساتھ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد کرادیا ہندہ بعد عقد خالد کے ماموں زاد بھائی تیرے شوہر جن نے زیر پرورش خالد جان دیا یا تھا، صغیرہ ہندہ کو اب علم اس بات کا ہوا کہ خالد اس کا ہم قوم و کفو نہیں ہے بلکہ ولدالحرام ذلیل قوم ہے تو ہندہ نے خالد کو اپنا شوہر نہیں جانا اور نہ اس کے پاس آئی گئی اور معاہدۂ نکاح جو مرتب ہوا تھا بوقت بلوغ فسخ کردیا، یہ انفساخ مطابق شرع کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں بصورتِ مستفسرہ میں نکاح فسخ کیا جائے گا یعنی ہندہ کو اختیار دعوٰے اور بعد دعوٰی حکم فسخ ہوگا فتاوٰی قاضی خان و فتح القدیر و بزازیہ و ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا ہو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر

کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص کو دیا جس کے متعلق باپ کو گمان تھا کہ صالح ہے اور شراب نہیں پیتا تو بعد کو معلوم ہُوا کہ وہ شراب کا عادی ہے، بیٹی نے بلوغ پر باپ کے ہوئے نکاح کے بارے میں کہا کہ میں راضی

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

ولا عرف به وغلبة اهل بيتها مصلحون فالنكاح باطل بالاتفاق اھ[1]۔

نہیں ہوں تو اگر باپ شرابی نہیں اور لڑکی کا خاندان غالب طور پر صالح لوگ ہیں تو بالاتفاق یہ نکاح باطل ہے اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

معناه انه سيبطل كما فى الذخيرة لان المسألة مفروضة فيما اذا لم ترض البنت بعد ما كبرت كما صرح به فى الخانية والذخيرة وغيرهما وعليه يحمل ما فى القنية لو زوج بنته الصغيرة من رجل ظنه حر الاصل وكان معتقا فهو باطل بالاتفاق اھ وعلم من عبارة القنية انه لا فرق فى عدم الكفاءة بسبب الفسق او غيره حتى لو زوجها من فقير او ذى حرفة ولم يكن كفوالها لم يصح افاده فى البحر[2]۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ باطل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلہ کی صورت اس مفروضہ پر ہے کہ لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد عدم رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ ذخیرہ اور خانیہ وغیرہما میں اس کی تصریح کی ہے، اور قنیہ کے اس مسئلہ کو کسی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جس کے بارے میں اسے گمان تھا کہ یہ اصل آزاد ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی کا آزاد کردہ ہے، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے بھی اسی پر محمول کیا جائے گا اھ اور قنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم کفو فسق یا کسی اور وجہ سے ہو دونوں میں فرق نہیں، حتی کہ کسی نے نابالغہ کا نکاح فقیر یا کسی کسبی سے کردیا اور یہ کفو نہ تھا، تو بھی نکاح صحیح نہ ہوگا، اس کا افادہ بحر میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الفرقة ان من قبلها فسخ وان من قبله فطلاق وشرط للكل القضاء الا ثمانية[3]۔

اگر لڑکی کی طرف سے تفریق کی وجہ ہے تو فسخ ہوگا اور اگر خاوند کی طرف سے ہو تو وہ طلاق ہے اور ہر صورت میں قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے۔ (ت)

۱ ردالمحتار	باب الکفاءة	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۱
فتاوٰی قاضی خان	فصل فی الکفاءة	مطبعہ نولکشور لکھنؤ	۱/۱۶۲
فتح القدیر	" " "	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳/۱۹۵
۲ ردالمحتار	باب الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۰۵
۳ درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۳

خانیہ میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ[1] — واللہ تعالٰی اعلم۔

کفو نہ ہونے کی بنا پر فسخ صرف قاضی کے ہاں ہی ہوسکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۹: مسئولہ خان بہادر مولوی محمد جلیل اللہ خاں ڈاک خانہ گوڈا ضلع علیگڑھ

مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور اولاد دختری سے دو لڑکیاں چھوڑیں، وقت انتقال مسماۃ مذکورہ کی لڑکیوں نے اپنے حقیقی نانا کی پرورش ہر قسم کی اس وقت تک پائی، دختران کی عمر حدِ بلوغت کو پہنچی ہے، والد لڑکیوں کا اپنے وطن میں موجود ہے اور کسی قسم کی امداد پرورش دختران مذکور نہیں کرتا، اور والد دختران مذکور کا شادی کا انتظام کرتا ہے تو والد مانع آتا ہے، والد شریک شادی دختران مذکور بوجہ اس کے کہ عرف شادی سے علیحدہ رہے، نہیں ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں حقیقی نانا بحیثیت ولی کے نکاح کرسکتا ہے اگر نکاح دختران مذکور کا حقیقی نانا ایسی حالت مذکورہ میں کردے تو کیا مناسب ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

لڑکیاں جبکہ بالغہ ہوگئیں ان پر ولایت جبر کسی کی نہ رہی، ان کی رضا سے جو نکاح ان کا ہو صرف دو حالت میں ولی یعنی ان کے باپ کو اس پر حق اعتراض ہوگا، اول یہ کہ جس سے نکاح کیا ہے وہ اس دختر کا کفو نہ یعنی نسب یا مذہب یا چال چلن یا پیشہ وغیرہ کسی بات میں اس سے اتنا کم ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لئے باعث ننگ و عار ہو، اس صورت میں تو جب تک باپ پیش از نکاح اس شخص کو غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نہ دے نکاح ہوگا ہی نہیں محض باطل ہوگا۔ دوم یہ کہ دختروں کے مہر میں کمی فاحش کی جائے مثلاً اس کا مہر مثل ہزار روپیہ ہو اور پانسو باندھا جائے، اس صورت میں باپ کو اعتراض کا حق ہوگا یہاں تک کہ شوہر مہر پورا کردے اور جب ان صورتوں سے پاک ہو یعنی جس سے نکاح کیا جائے وہ نسب و مذہب وغیرہ میں دختر سے ایسا کم بھی نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لئے باعث مطعونی و بدنامی ہو، اور مہر مثل میں بھی کمی فاحش نہ کی جائے، تو لڑکیوں کی اجازت سے نانا کا ایسا کیا ہوا نکاح صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگا جس پر پدر دختران کو کوئی اعتراض نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے:

لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[2]۔

باکرہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں کیونکہ اس کے بالغ ہوجانے پر یہ ولایت ختم ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکفاءۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۲

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

اسی میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی وله اذا کان عصبة الاعتراض فی غیر الکفو ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً۔[۱]

آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنا کیا ہوا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوگا، ولی اگر عصبہ ہو تو اس کو غیر کفو کی صورت میں اعتراض کا حق ہے اور غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو نکحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهر مثلها او یفرق القاضی بینهما دفعا للعار۔[۲] واللہ تعالٰی اعلم

اگر لڑکی نے انتہائی کم مہر پر اپنا نکاح کیا ہو تو ولی عصبہ کو حق اعتراض ہے حتی کہ مہر مثل پورا کریں، اور قاضی ولی کی عار کو ختم کرنے کے لئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۰: از موضع ساندھی ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

والد ہندہ نابالغہ کے فوت ہونے پر ہندہ کے شرعی وارث موجود ہیں مگر وہ ولی بننے سے انکار کرتے ہیں ہندہ کی ماں حقیقی جس نے اب عقد ثانی کرلیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

ولی بننا نہ بننا اپنا اختیاری نہیں، جس کو شرع مطہر نے ولی کیا وہ ولی ہے اس کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں اگر صورت یہ ہے کہ کفو موجود ہے اور ولی بلاوجہ شرعی اس کے نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور اس انکار میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ صحیح ہے تو جو ولی ابعد ہے اگرچہ ماں ہو اگرچہ نکاح کرچکی ہو وہ وہاں کے عالم دین سنی صحیح العقیدہ کے صوابدید سے نابالغ کا نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۱: از افضل گڑھ ضلع بجنور محلہ قاضی سرائے مرسلہ راغب الدین صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ایک دختر پیدا ہوئی، جب عمر دختر کی تین سال کی ہوئی زید نے ہندہ کو طلاق دی، وہ دختر بھی ہندہ کے پاس رہی، بعد ختم ہونے عدت کے ہندہ نے اپنا نکاح بکر سے کیا، جب دختر کی عمر قریب نو سال کے ہوئی تب اس کا نکاح ہندہ اور بکر نے ایک سے کردیا وہ شخص بالکل اسلام سے

---

[۱] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[۲] ؍؍ باب الکفاءۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۵

واقف نہیں، نہ روزہ رمضان شریف نہ نماز کبھی ادا کرتا ہے، اب عمر دختر کی پندرہ سال ہے، وہ پابند صوم و صلوٰۃ ہے اور کلام مجید اور دو چار کتاب مسائل کی جانتی ہے وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی، اور ولی اصلی زندہ ہے اس نے اجازت نکاح نہیں دی، یہ نکاح عند الشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسے گول سوال کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ نکاح بکر و ہندہ نے کیا، اس وقت لڑکی نو برس کی تھی، معلوم ہونا چاہئے کہ بالغہ تھی یا نابالغہ، نو برس کی لڑکی بھی بالغہ ہوسکتی ہے، اس نکاح کی خبر زید کو کب پہنچی، اور اس نے اس وقت یا اس کے بعد کیا کہا، وہ لفظ لکھے جائیں، رخصت کس کے اختیار سے ہوئی، شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھی آنا جانا رہا یا نہیں، لڑکی اگر اس وقت نابالغہ تھی تو کب بالغہ ہوئی، اس کو کتنا زمانہ گزرا، پھر وہ جو شوہر کے یہاں نہیں رہنا چاہتی یہ کتنے زمانہ سے ہے، اور یہ کراہت صرف قلب سے ہے یا زبان سے بھی کچھ کہا، کیا کیا لفظ کہے اور کب کہے، شوہر سے اس کے کوئی اولاد بھی ہوئی یا نہیں، ان سب باتوں کا مفصل جواب لکھنے پر حکم لکھا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جلالی ضلع علی گڑھ مرسلہ کریم بخش صاحب خانساماں ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حسینی بخش خانساماں کی ، کی شادی پیر بخش خانساماں ، ساکن موضع سپاہ ضلع ... سے ہوئی، جس کی عمر گیارہ بارہ برس کا تھا کہ جس وقت برخورداری کی نسبت پیر بخش خانساماں کے ساتھ بندوبست کیا گیا تھا تو اس وقت پیر بخش خانساماں کی پہلی زوجہ جو کہ شادی کی ہے بسبب نہ اولاد ہونے کے دوسری شادی کا انتظام کیا دختر حسینی بخش کے ساتھ، پیر بخش اقرار کر گھر دامادی کا کیا جو حسب مسجد کہ وہ سپاہ ضلع متھرا میں موجود ہے، اور حشمت امام مسجد کے جنھوں نے نکاح پڑھایا تھا وہ بھی اسی وقت موجود ہیں، جس وقت نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو دوسرے دن پیر بخش نے جھگڑا شروع کیا کہ میری زوجہ میرے ہمراہ بھیج دو، لڑکی کے والدین نے پنچ کی رو سے انکار کیا کہ چند عرصہ تم ہمارے ہمراہ رہو جب تمہاری بی بی کی رضا تمہارے ساتھ جانے کی ہو لے جاؤ، اس شخص نے اصرار کیا کہ میرے ہمراہ ابھی بھیج دو، یعنی شروع سے جھگڑا یہاں کئی ایک ماہ ان کا جھگڑا رہا، چند عرصہ کے بعد جو کہ زوجہ پیر بخش کا چھوٹا بھائی تھا اس نے فیصلہ کیا کہ پیر بخش کی زوجہ کو پیر بخش کے ہمراہ کر دیا، بعد عرصہ کے لڑکی حمل سے ہوئی تو اپنی ماں کے پاس آئی، لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت تیرہ چودہ برس کی ہے، جس وقت لڑکی دو ماہ کی ہوئی تو زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی، بسبب نااتفاقی ان دونوں عورتوں میں جھگڑا رہا، چھ ماہ کے بعد زوجہ پیر بخش پھر اپنے والدین کے پاس آگئی پھر ان کا اتفاق کر دیا گیا، پھر زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ہمراہ چلی گئی، عرصہ تین ماہ بعد پھر واپس بھیج دی، پیر بخش کے پھر بعد کو لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمر گیارہ بارہ برس کا ہے، نہ تو اس شخص

نے کھانا کپڑا دیا نہ اپنے بچوں کو لے گیا، چار دفعہ پنچایت میں فیصلہ ہوا کہ جو کچھ زر بچوں کی پرورش کرنے میں ہوا وہ 40
ادا کردو اور اپنے بال بچوں کو لے جاؤ۔ مگر یہ شخص بچوں میں بھی اقرار کرگیا وہ پورا نہ کیا نہ جواب دیا یعنی بہتیرا کچھ اس شخص 40
کو سمجھایا گیا لیکن اس عرصہ گیارہ بارہ برس میں کوئی خیال نہ کیا، پچھلے سال اس لڑکی کے ماموں نے منگنی بھی کردی اس
وقت بھی کوئی خیال نہ کیا بلکہ خود جاکر لڑکی کے ماموں نے کہا کہ یا تو تم لڑکی کی شادی کرو اگر تم لڑکی کی شادی نہیں
کرسکتے تو تم لادعوٰی ہو۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ جب لڑکی کے ماموں نے چاہا کہ شادی کردی جائے۔ تو پیر بخش نے اپنے
خسر کے نام نوٹس دی کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم کچہری میں دعوٰی کریں گے آپ کی ذمہ داری ہوگی اس لڑکی کا ماموں
ملتان گیا پیچھے نوٹس دی۔ اس گیارہ بارہ برس کے اندر ایک پیسہ اپنے بال بچوں کو نہیں دیا گواہ موجود ہیں۔ یہ
فیصلہ آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ آپ شریعت کی رُو سے فتوٰی عنایت فرمائیں۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آتا ہے جب تو نکاح میں خود لڑکی کی اجازت کافی ہے بشرطیکہ
کسی غیر کفو سے نکاح نہ ہو یعنی ایسے سے نہ ہو جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں اتنا کم ہو جس سے
نکاح اس دختر کا پیر بخش کے لئے باعث ننگ و عار ہو، اور اگر لڑکی نابالغہ ہے تو ضرور اُس کے باپ کی اجازت
درکار ہے بے اُس کی اجازت کے اگر لڑکی کا ماموں یا کوئی نکاح کردے گا تو پیر بخش کی اجازت پر موقوف رہے گا
وہ جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رد کردے گا باطل ہوجائے گا، ہاں اگر کفو کے ملتے ہوئے پیر بخش نکاح میں
تاخیر کثیر کرے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو نہ آپ نکاح کرے نہ دوسرے کو اجازت دے تو اس وقت پیر بخش سے
اُتر کر نابالغہ کا جو ولی ہوگا مثلاً دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر
سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، غرض دادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ کہ باپ کے بعد اُس سے قریب تر کوئی
نہ ہو اسے اختیار ہوگا کہ لڑکی کا نکاح کسی کفو سے مہر مثل پر کردے اور اُس وقت باپ کو اعتراض کا کوئی حق
نہ ہوگا اگر دادا پردادا دور و نزدیک کی اولاد قریب و بعید میں کوئی ایسا مرد نہ ہو اس وقت ماں کو اختیار رہے گا۔

دُرمختار میں ہے:

ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] — اگر عصبات نہ ہوں تو ولایت ماں کو حاصل ہوگی (ت)

اسی میں ہے:

یثبت للابعد التزویج بعضل الاقرب — اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو نکاح دینے کا

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

ای بامتناعه عن التزویج اجماعاً خلاصة۔[1]

بالاجماع اختیار ثابت ہے۔ خلاصہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بامتناعه عن التزویج من کفؤ بمهر المثل اما لو امتنع عن غیر الکفؤ او لکون المهر اقل من مهر المثل فلیس للابعد[2]

مہرِ مثل اور کفؤ میں اقرب کے نکاح نہ کرنے پر ابعد کو اختیار ہے ورنہ اگر اقرب کم مہر اور غیر کفؤ میں نکاح سے انکار کرے تو پھر اس کو مانع قرار دینا درست نہیں ہے۔ (ت)

یہاں ضرر سے مراد یہ ہے کہ کفؤ حاضر ہو اور اُس کے ساتھ اس نابالغہ کا نکاح کسی وجہ سے خلافِ مصلحت نہ ہو مہرِ مثل بھی پُورا دیتے کا کہتا ہو اور بلاوجہ باپ نہ مانے اور نکاح نہ کرے نہ کوئی دوسرا کفؤ موجود ہو جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس حالت میں ابعد اولیاء نے شمار کئے اُن میں سے جو قریب تر ہو اُس سُنّی دیندار عالم کی رائے سے جو وہاں سب سے زیادہ فقیہ ہو اس کفؤ سے مہرِ مثل یا اُس سے زائد پر نکاح کردے۔

وذلك لانهم اختلفوا فی المراد بالابعد الذی یثبت له التزویج بعضل الاقرب فذهب فی شرح الوهبانیة ان المر[illegible] اولیاء النسب وبه جزم فی البحر ونقله فی الدر ثم استدرك علیه بما فی القهستانی عن العیاثی لولم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفؤ[3] اھ قال ش ای خوف فوته[4] ثم نقل عن رسالة العلامة الشرنبلالی کشف المعضل فیمن عزل نصوص وافرة متعطفرة علی

یہ اس لئے کہ اس ابعد کے بارے جن کو اقرب کے انکار پر نکاح دینے کا جواز ہے میں فقہاء کا اختلاف ہے تو [illegible] رجحان ہے کہ ابعد اولیاء سے مراد نسبی اولیاء ہیں اور بحر میں اسی پر جزم کیا ہے، اور دُر میں اس کو نقل کیا اور پھر اس پر استدراک کرتے ہُوئے قہستانی میں عیاثی کے حوالہ سے کہا کہ اگر اقرب نکاح نہ دے تو کفؤ کے فوت ہونے کی صورت میں قاضی نکاح کرئے اھ شارح نے کہا کہ کفؤ کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو قاضی نکاح کردے پھر انھوں نے علامہ شرنبلالی کے رسالہ کشف المعضل فیمن عزل

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث بیروت	۲/۳۱۹
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۴
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث بیروت	۲/۳۱۹

ان المراد بالابعد القاضی ولا قاضی ھھنا فقد تدارکنا ماذکرنا من جمیع التنظیرین، واللہ المستعان واللہ تعالٰی اعلم۔

سے بہت سی نصوص نقل کیں کہ ابعد سے مراد قاضی ہے اور یہاں قاضی نہیں ہے اس لئے ہم نے نقصان کا تدارک کرتے ہوئے مذکورہ ادیا۔ کو ذکر کیا ہے تاکہ دونوں مصلحتیں جمع ہوجائیں، اور اللہ تعالٰی سے ہی امداد طلب کی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از موضع چرپا ڈاک خانہ باکی ضلع والٹن گنج مرسلہ سید منہاج الحق صاحب احراری

۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہندہ کے شوہر نے قضا کیا اور عمرو سے بیوہ کا ناجائز تعلق ہوا، بعد خبر پانے کے بکر جو ہندہ کا چچا ہے بسا سرزنش گھر میں بند رکھا اور کچھ دنوں باہر نکلنے نہ دیا اور زید اپنے لڑکے بیدے سے جس کی بی بی موجود ہے بلا رضامندی جو بخوف ہلاکت ہندہ نے قبول کیا نکاح کردیا، وکیل نکاح واقف معلوم نے بمقابلہ شاہدین اجمل جو چچازاد بھائی بیوہ کے ہیں برضامندی اجازت عقد نکاح چاہی، بخوف جان ہندہ نے قبول کیا اور اذن دیا۔ ۔ ۔ دو چار ماہ کے موقع وقت پاکر عمرو کے یہاں چلی آئی اور ہنوز اسی کے مکان میں موجود ہے۔ ہندہ سے بمقابلہ چند گواہان پوچھا گیا حلفاً بیان کیا کہ ہم کو ہرگز ہرگز منظور نہ تھا جبر سے بکر وغیرہ کے جو دھمکی ہلاکت دیا تھا اقبال کیا بعدہ ہم دونوں کو بعض ناکحین کو دو کول [illegible] کی قاعدہ مسطورہ صدر سے ہوا پس صورت مستفسرہ میں امیدوار جواب باصواب کا ہوں، ایسا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کیونکہ ہندہ نے اقرار زبانی کیا دلی حالت کسی کو معلوم نہیں، بصورت مذکورہ بالا میں طلاق کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ حسب بیان وخواہش ہندہ بغیر طلاق عمرو سے نکاح یا بعد طلاق وعدت؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر واقعی اکراہ و مجبوری کی صورت نہ تھی صرف دھمکی تھی اور اسے بھی صحیح طور پر اندیشۂ جان نہ تھا جب تو وہ اذن صحیح ہوگیا اور اگر اس وقت واقعی اکراہ تھا اور شوہر کے پاس جانا بلا اکراہ ہوا تو اگرچہ پہلے نہ ہوئی تھی اب ہوگئی، ان دونوں صورتوں میں نکاح ہوگیا اور بغیر موت یا طلاق شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور جانا بھی باکراہ تھا اور جیسا کہ ہندہ کا بیان ہے خلوت بھی باکراہ ہوئی تو یہ مسئلہ شدید الاشکال ہے کتابوں میں اس کا جزئیہ کہیں نہیں، علامہ خیر الدین رملی کی نظر حاشیہ بحر الرائق میں صحت توکیل کی طرف گئی اور حاشیہ منح الغفار میں عدم جواز کی طرف علامہ شامی نے کتاب الاکراہ میں اول کی طرف میل فرمایا اور [illegible] میں بھی لکھا کہ:

الحاصل ان المحل محتاج الٰی زیادۃ

حاصل یہ کہ یہ مقام زیادہ تحریر وتحقیق کا محتاج ہے

التحریر وھذا غایۃ ما وصل الیہ فھمنا القاصر، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جہاں ہمارا قاصر فہم پہنچا وہ یہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فقیر نے اس پر اپنی تعلیقات میں ان کی ابحاث سے جواب دے اور تعلیقات کتاب الطلاق میں اولاً وجوہ جواز لکھ کر انھیں رَد کیا اور عدم جواز کی ترجیح بیان کی اور آخر میں یہ لکھا کہ،

بالجملۃ محل اشتباہ ولابد من تحریر فوق ذلک، واللہ تعالٰی اعلم۔

غرض یہ کہ محل اشتباہ ہے تو اس کی صفائی کے لئے اس سے زائد تحقیق کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ایسی شدید مشتبہ حالت میں بھی احتیاط یہی ہے کہ بلا طلاق و مرورِ عدت نکاح ثانی کی جرأت نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: از شہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نابالغ کے نکاح میں اس کے ولی سے ایجاب کرانے کی نوبت پہنچے گی تب تعیین مہر بحیثیت ولی کے ہوگی پس بعد بلوغ اقبال سے وہ نابالغ اس مہر کے ناراض ہو اور انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ ولی جس نے نابالغ کا نکاح کیا اس کا باپ یا باپ نہ ہونے کی حالت میں دادا ہے ایسا جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنی ولایت سے مہر میں ایسے فرق کثیر پر یا غیر کفو سے نہ کر چکا ہو نہ اس نکاح کے وقت نشہ میں ہو جب تو نکاح صحیح اور یہی مہر لازم ہوگیا، نابالغ کو کسی وقت کوئی حق اعتراض نہیں۔ اور اگر نکاح کرنے والا اب وجد کے سوا اور کوئی ولی ہے یا اب وجد ہیں اور اس وقت نشہ میں تھے یا اس سے پہلے بھی کوئی نکاح اپنی ولایت سے ایسا کر چکے تھے اور مہر میں مہر مثل سے فرق کثیر ہے مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پندرہ ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پانچ ہزار بندھوایا تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت ہے۔ اور اگر فرق فاحش نہیں مثلاً پسر کے نکاح میں دس ہزار کا گیارہ ہزار یا دختر کے نکاح میں دس ہزار کا نو ہزار، تو نکاح ہوگیا، پھر اگر وہ ولی جس نے نکاح کیا غیر اب وجد ہے تو صغیرو صغیرہ کو خیار بلوغ ملے گا جو غیر اب وجد کے نکاح کرنے میں مطلقاً ہے اگرچہ مہر مثل میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی ہو، صغیرہ اگر بکر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً یا اس کے بعد علم نکاح ہو تو علم پاتے ہی معاً اگر اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے گی تو دعوٰی کرکے قاضی سے فسخ کراسکے گی اور صغیرہ اگر ثیب ہے یا صغیرہ کا نکاح ہے تو انھیں بعد بلوغ مطلقاً اختیار اعتراض رہے گا جب تک صراحۃً

اپنی رضا ظاہر نہ کریں یا کوئی فعل ایسا نہ کریں مثلاً بوس وکنار جو رضا پر دلیل ہو۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ ویبطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ کقبلۃ ولمس ولا یبقی بقیامھا عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا[1] اھ ملتقطا۔

اگر نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو تو انتہائی کم یا زیادہ مہر یا غیر کفو میں نکاح لازم ہوجائے گا بشرطیکہ یہ باپ دادا سوءِ اختیار میں معروف نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں معروف ہوں تو کم مہر اور غیر کفو میں ان کا دیا ہوا نکاح بالاتفاق صحیح نہ ہوگا اور ایسے ہی اگر وہ نشہ میں ہوں تو بھی صحیح نہ ہوگا، اور باپ دادا کا غیر نکاح دے تو غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر اور غیر کفو میں نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا، اور اگر انھوں نے مہر مثل اور کفو میں کیا ہو تو صحیح ہوگا لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر یا بلوغ کے بعد نکاح کے علم پر فسخ کا اختیار ہوگا، اور اگر لڑکی باکرہ بالغہ ہو تو غیر کے کئے ہوئے نکاح پر خاموشی سے اس کا اختیار فسخ ختم ہوجائے گا بشرطیکہ اس کو اپنے نکاح کا علم ہو اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک یہ اختیار باقی نہ رہے گا، اور نابالغ لڑکے اور ثیبہ کا اختیار محض خاموشی پر ختم نہ ہوگا جب تک بالغ ہونے پر صراحۃً اظہار رضامندی نہ کردیں، یا دلالۃً مثلاً بوس وکنار وغیرہ سے رضا ظاہر نہ ہوجائے اور ان دونوں کے اختیار وال مجلس سے اُٹھ جانے سے بھی ان کا اختیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ اظہار رضا کے لئے ان دونوں کو عمر بھر اختیار باقی رہتا ہے جب تک کہ راضی نہ ہوجائیں یا نہ ذکر دیں اھ ملتقطاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا زوج الرجل ابنہ بامرأۃ باکثر من مھر مثلھا او زوج ابنتہ الصغیرۃ باقل من مھر مثلھا او وضعھا فی غیر کفؤ

جب کوئی شخص اپنے بیٹے کا مہر مثل سے زائد مہر پر یا نابالغہ لڑکی کا مہر مثل سے کم مہر پر یا غیر کفو میں نکاح دے یا نابالغ بیٹے کا نکاح لونڈی سے یا غیر کفو والی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۱۹۲

او زوج ابنه الصغير امة او امرأة ليست بكفؤ له جاز في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقال صاحباه رحمهما الله تعالى لا يجوز ان فاحش واجمعوا على انه لا يجوز ذلك من غير الاب والجد ولا من القاضي[1]

عورت سے کردے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مطابق یہ نکاح جائز ہوگا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر جائز نہ ہوگا، جبکہ باپ دادا کے غیر حتی کہ قاضی کے دئے ہوئے یہ نکاح ناجائز ہونے پر اجماع ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لو زوج ولده من غير كفؤ بان زوج ابنه امة او ابنته عبدا او زوج بغبن فاحش بان زوج البنت ونقص من مهرها او زوج ابنه و زاد على مهر امرأته جاز عند ابي حنيفة تعيين وعندهما لا يجوز الزيادة والحط الا بما يتغابن الناس فيه قال بعضهم فاما اصل النكاح فصحيح والاصح [illegible] عندهما كافي والخلاف فيما اذا لم يعرف سوء الاختيار من الاب اما اذا عرف فالنكاح باطل اجماعا وكذا اذا كان سكران السراج الوهاج[2] ملخصا۔ والله تعالى اعلم۔

اگر اپنے بیٹے کا نکاح غیر کفو مثلاً لونڈی سے یا نابالغہ بیٹی کا نکاح غلام سے کردیا یا اس کا نکاح انتہائی کم مہر پر کردیا یا بیٹے کا نکاح کرکے اس کی بیوی کا مہر زائد کردیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر جائز ہوگا، تبیین۔ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر اتنی زیادتی یا کمی پر نکاح کیا جو مروج کے مطابق نہ ہو تو یہ جائز نہیں ہے، بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر اصل نکاح صحیح ہوجاتا ہے مگر اصح یہ ہے کہ ان کے قول پر یہ نکاح باطل ہے، کافی، یہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ باپ سوء اختیار سے معروف نہ ہو اور اس میں مشہور ہو تو بالاجماع باطل ہے، اور یوں ہی اگر وہ نشہ میں ہو تو بھی باطل ہے، سراج الوہاج، اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۵: از منیا ہو ضلع جونپور محلہ قضیانہ مرسلہ حافظ کریم بخش صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ

زید نے قضا کی، اس کا ایک حقیقی بھائی جو مدت دراز سے علیحدہ رہتا ہے اور مرحوم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا تھا زندہ ہے، زید کی ایک لڑکی جو اب قریب بلوغ ہے اور اس کی شادی برادری میں ۱۰ رجب المرجب کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الاولیاء نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۴

ہونے والی ہے، اس لڑکی کی ایک سوتیلی ماں ہے جس نے اس کی پرورش کی اور شادی بھی کرتی ہے، زید کے حقیقی بھائی سے اس نے اس کی شادی کے متعلق مدد چاہی کہ تمام اہل برادری کے سامنے اس نے انکار کیا کہ میں نہ اس شادی میں شریک ہوں گا نہ مجھ سے کسی قسم کا واسطہ ہے جہاں چاہیں شادی کریں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں، اس لئے سخت پریشانی ہے کہ اس بیوہ سوتیلی ماں نے کل انتظام شادی کا کرلیا ہے خدانخواستہ اگر عین وقت مخل ہو تو اس بیوہ کا سخت نقصان ہوگا گو امید نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ اس نے سب اہل برادری کے سامنے اپنی بے تعلقی بیان کیا ہے مگر احتیاطاً ضرورت ہے کہ علماء کی بھی سند موجود ہو، لڑکی کا ولی اس کی بڑی بہن کا شوہر ہوسکتا ہے، اس کی بڑی بہن کا انتقال ہوچکا ہے اور دوسری بہن مع شوہر موجود ہے اور سوتیلی ماں کے چار لڑکے اس کے باپ کے نطفہ سے موجود ہیں جن میں سے دو کی عمر ۱۶، ۱۴ سال کی ہے اور ایک سوتیلی ماں ہے اور تمام اہل برادری ہیں ان میں اس کا ولی کون ہوسکتا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں اس نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی نہ اس کا حقیقی چچا ہوسکتا ہے نہ بہن نہ بہنوئی نہ ماں بلکہ لڑکی کا سوتیلا بھائی کہ سولہ سال کا ہے اس کے نکاح کا ولی ہے، اور دوسرا کہ چودہ سال کا ہے اگر وہ بالغ ہے تو وہ بھی ہے، درمختار وغیرہ میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب۔[1] نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت اور مانع ہونے کی ترتیب پر ہوتے ہیں (ت)

لہٰذا لڑکی کا نکاح کفو میں مہر مثل پر یا نامزد جوان سوتیلے بھائی کی اجازت سے ہونا چاہئے۔ اگر ماں حقیقی بھی ہوتی تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی اس بھائی کی اجازت پر موقوف رہتا اور جبکہ اس بھائی کی اجازت سے ہو یا بعد نکاح قبل ردّ یہ اسے جائز کردے اور نکاح میں مہر مثل سے کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ان بھائیوں کے لئے وجہ عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح صحیح ہوجائے گا اور چچا اس میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہوسکتا، ہاں لڑکی کو اختیار ہوگا کہ بالغہ ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو دعوٰی کرکے فسخ کراسکے گی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶: از جگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ۲۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر چار پانچ سال کی تھی کہ اس کے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

ماں باپ نے قضا کی اور ہندہ کو اس کی حقیقی نانی نے پرورش کیا جبکہ ہندہ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو اس کی حقیقی نانی نے ہندہ کا عقد اپنے دوسرے نواسے کے ساتھ کردیا اگرچہ ہندہ کے بھائی حقیقی تھے مگر اس موقع پر موجود نہ تھے جبکہ اس کا عقد اس کی نانی نے کیا تھا، لہذا شادی ہونے کے بعد سے پانچ چھ برس کامل تک ہندہ کو نہ اس کے شوہر نے روٹی کپڑا دیا اور نہ اس کے ساس سسر نے، بدستور سابق ہندہ اپنی نانی کے پاس رہی اور اسی نے اس کو روٹی کپڑا دیا جبکہ ہندہ کی عمر چودہ سال کچھ ماہ کی ہوئی اور اس کو پہلا ایام ہوا، اس وقت ہندہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور اس نے دو مرد اور تین عورتوں کے روبرو کہا کہ میری شادی میری نانی نے جس کے ساتھ کی تھی اس سے میں رضامند نہیں ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی عمر کسی طرح بسر نہیں کرسکتی ایسی حالت میں وہ نکاح ہندہ کا رہا یا ٹوٹ گیا؟

(۲) اس کے پانچ ماہ بعد ہندہ کا دوسرا نکاح ہندہ کی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ کردیا گیا جبکہ وہ بالغ ہوچکی تھی اس صورت میں یہ نکاح جائز سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اگر ہندہ کا پہلا شوہر عدالتی کارروائی فساد سے اپنی عورت کو لینا چاہے تو وہ ان تمام امورات کو مدنظر رکھ کر ہندہ کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جس سے ہندہ کا پہلا نکاح ہوا اگر وہ ہندہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم تھا کہ اس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا اولیائے ہندہ کے لئے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں،

یفتی بعدم الصحۃ فی غیر الکفو لفساد الزمان[1] درمختار وغیرہ۔

فتوٰی یہ ہے کہ غیر کفو میں زمانہ کے فساد کی بنا پر اصلاً نکاح نہ ہوگا۔ درمختار وغیرہ۔ (ت)

اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ نکاح صحیح و منعقد ہوگیا لصدورہ من فضولی ولہ مجیز (فضولی سے صادر ہوا اور اس کو جائز کرنے والا موجود ہونے کی وجہ سے۔ ت) ہندہ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کرتی اس نکاح کو فسخ کراسکتی اب کہ دیر لگائی وہاں سے دوسری جگہ جاکر وہ الفاظ کہے اب نکاح لازم ہوگیا بے موت یا طلاق شوہر اول اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔

(۲) دوسرا نکاح جو کیا باطل محض ہے اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے جدا ہوجائے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

بطل خیار البکر بالسکوت مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باکرہ بالغہ کو جب علم ہوجائے تو خاموشی پر اس کا اختیار فسخ ختم ہوجاتا ہے اور خاموشی کے بعد مجلس کے اختتام تک باقی نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از موضع سوال ڈاکخانہ سیکتر ریاست جموں ضلع میرپور ملک پنجاب براستہ جہلم مرسلہ حافظ مطیع اللہ صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مثلاً زید کی لڑکی نابالغہ کا بعد وفات زید لڑکی کی والدہ نے کسی جگہ ناتا یعنی ساک کردیا اور ان سے لڑکی مذکورہ کو کسی قدر زیور اور کپڑا دیا، اپنے زعم میں اُنھوں نے لڑکی اپنی منکوحہ سمجھی۔ بعد گزرنے دو تین سال کے والدہ لڑکی کے پاس گئے تاکہ شادی کردیوے اس نے کہا مجھے فرصت نہیں، پھر چلے گئے، دوبارہ جس کے ذریعہ سے منگنی کی تھی بھیج کر سوال کیا، پھر والدہ لڑکی نے انکار کیا، منگنی والوں نے کہا زیور وغیرہ واپس کردو ہم اس سے رہے، غرض وُہ اپنے زیورات وغیرہ لے کر واپس چلے آئے اور وہ لڑکی ناتا چھوڑ دیا، اب لڑکی بالغ ہے اور اُس کی والدہ مرگئی ہے دوبارہ ناتے والے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ناتا نہیں چھوڑا اور نہ ہم نے زیور لیا، وکیل نے لیا ہوگا۔ آیا بوقت منگنی نابالغ کا اُس کی والدہ یا چچا یا برادر کردیا ہی کہ بحسب شریعت اختیار فسخ ہے [illegible] نابالغ اور نابالغہ کو غیر باپ دادا کے دئے ہوئے نکاح میں اختیار ہوتا ہے۔ ت) لیکن بوقت بلوغ قاضی کے نزدیک بیان دیوے اور قاضی حکم فسخ کرے، چونکہ اس ولایت میں کوئی قاضی نہیں تو کیا اس ملک میں اہم علماء فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

محض منگنی کوئی چیز نہیں اور اُن کا منکوحہ سمجھ لینا باطل ہے جبکہ ایجاب قبول نہ ہُوا ہو، اس صورت میں فسخ کی کیا حاجت کہ نکاح ہی نہ تھا جسے فسخ کیا جائے، ہاں اگر ایجاب و قبول ہوگیا تو بے شک صورت مذکورہ میں نابالغہ کو خیارِ فسخ ہے، اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اسی مجلس میں انکار و اعتراض کرے تو دعوٰی فسخ کرسکتی ہے اعلم واقفاں بلد بحضور زوج فسخ کرے اور اس کی تنفیذ بذریعہ کچہری کرالے۔ اور اگر مجلس بلوغ میں سکوت کیا تو اب دعوٰی فسخ نہیں کرسکتی نکاح لازم ہوگیا جبکہ کفو سے ہوا ہو یعنی زوج زوجہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیا کے لئے عرفاً باعثِ ننگ و عار ہو کہ اس صورت میں غیر کفو کا کیا ہُوا نکاح باطل محض ہوتا ہے، جب سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت۔

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

والمسائل کلہا مصرحۃ بہا فی عامۃ تنویر المذھب کالدر المختار وغیرہ ومسألۃ العالم فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی وقد فصلت الکل فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ تمام مسائل مذہب کی عام کتب میں تصریح شدہ ہیں جیسے درمختار وغیرہ۔ اور عالم فقیہ والا مسئلہ حدیقہ ندیہ میں امام عتابی سے منقول ہے، ہم نے ان تمام کی تفصیل اپنے فتاوٰے میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰: از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ کریم بخش صاحب یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی عمر ۱۲ سال کی ہے اور اُس کے والد نے خط اپنی بیوی کے نام اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جس طرح چاہو کرو تمہیں اختیار ہے۔ ماں نکاح کرنا چاہتی ہے اور والد اس کے یہاں موجود نہیں ہیں تو عدم موجودگی میں والد کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ خط اسی کا ہے تو ماں کو اختیار ہے۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو، اور بالغہ کی خود اپنی اجازت معتبر ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از کوٹلی ڈاک خانہ خاص ضلع مظفرپور مرسلہ عبدالحلیم شاہ صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی محل اولٰی (مرحوم) سے دو لڑکے ایک لڑکی اور محل ثانی لاولد مرحوم، محل سوم (قائم) سے دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ زید نے محل اولٰی کی اولاد کو اپنی حیات میں علیحدہ کردیا جو کہ زید کو درمیان اولاد محل اولٰی کے کوئی سروکار نہیں بلکہ سننے میں آتا ہے کہ زید نے محل اولٰی والی اولاد کو عاق کیا تھا اور زید محل سوم کے ساتھ مع اولاد کے رہتے تھے، زید نے اپنی حیات میں محل سوم کی لڑکی کی نسبت بکر کے لڑکے سے کی تھی یعنی نسبت شادی کی مقرر ہوئی تھی، چونکہ عمر لڑکی کی دس برس کی تھی بعد مقرر کرنے نسبت مذکور کے زید نے قضا کیا، بعد قضا کرنے زید کے ایک سال بعد مسماۃ محل سوم نے اپنی لڑکی کی شادی بولایت خاص بکر کے لڑکے کے ساتھ کردی، اُسی درمیان میں محل اولٰی والی اولاد سے جو کہ عاق شدہ ہے اُس سے معاملہ حقداری کا ساتھ محل سوم مسماۃ کے تھا بعد شادی ہونے تھوڑے زمانہ کے اور اُٹھ جانے معاملہ حقداری کے محل اولٰی والی اولاد نے محل سوم والی مسماۃ کو اپنی رائے میں یعنی میل میں ملا لئے، اب محل اولٰی والی اولاد کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ناجائز ہوگا کیونکہ اس لڑکی کا وارث میں ہوسکتا ہوں یعنی اُس کا ولی میں ہوں گا بلکہ اس لڑکی کو اپنی سسرال سے لاکر اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور دوسری شادی کرنے پر لڑکی آمادہ ہے آیا یہ عقد جو کہ مسماۃ محل سوم والی نے بولایت اپنے کیا ہے کیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع بھائی اگرچہ سوتیلا ہو اس کے ہوتے ماں کو ولایت نہیں، جو نکاح ماں نے کیا اور کسی جوان بھائی کا اذن نہ تھا نہ بعد نکاح کسی جوان بھائی نے جائز کیا اُسے جو جوان بھائی فسخ کرے فسخ ہوجائے گا، اور عاق کردینا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔ درمختار میں ہے:

لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ولی ابعد ولی اقرب کی موجودگی میں نکاح کردے تو یہ نکاح اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸: از سہولی ضلع بدایوں مرسلہ محمد ایوب حسن صاحب معرفت ولدی مسی محمد یوسف صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ خاتون عرف بنو دختر راحت حسین مرحوم کا جس کی عمر اس وقت سترہ برس چھ ماہ ہے اُس کی ماں نے بلا رضا اپنے بھائی اولاد حسین اور بھانجے قطب الحسن (قطب الحسن کو ہاجرہ کی بڑی بہن بیاہی ہے) جبکہ مکان پر کوئی شخص از ذکور موجود نہ تھا اپنی بہن کے لڑکے عزیز الحسن سے جو قطب الحسن مذکور سے چھوٹے ہیں بوکالت اپنے بھائی تقی اولاد حسین مذکور و بگواہی بندہ حسن جو قطب الحسن و عزیز الحسن مذکور کے عمزاد ہیں و بگواہی احمد حسین جو قطب الحسن کے قریبی رشتہ دار ہیں نکاح پڑھوادیا، بیان ہاجرہ خاتون جو کہ بموجودگی ممتاز حسین و فرحت حسین و صولت حسین کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان کیا میرے سامنے قبل نکاح کے واقع کے چند مرتبہ میری بہن زوجہ قطب الحسن نے عزیز الحسن سے میرا نکاح کئے جانے کا تذکرہ کیا مگر میں نے قطعی انکار کیا اور میرے اس انکار کی خبر قطب الحسن و عزیز الحسن اور ان کی والدہ اور میری ماں اور بہنوں کو کما حقہ ہوچکی تھی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن طلب کیا گیا میں بوجہ لحاظ و شرم بآواز بلند اس مجمع میں انکار نہ کرسکی مگر انکاری سر ہلایا اور دوں ہوں جو انکار رہتا کیا تھا میری آواز نکلتے ہی میری بہنوں اور خالہ و ماں نے غل و شور مچادیا کہ ہوگیا ہوگیا۔ میں عزیز الحسن کے ساتھ نکاح کئے جانے کو نہ قبل اس واقعہ کے نہ اُس وقت اور نہ اب رضامند ہوں مجھ پر خدا اور اس کے رسول کی پھٹکار ہو جو اس وقت ایک لفظ بھی غلط کہتی ہوں۔ بیان گواہ بندہ حسن جو تحریر کرالیا گیا ہے۔ بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء بوقت ۵ بجے شام قطب الحسن مجھ کو قاضی ذوالفقار بغرض نکاح عزیز الحسن کے لے گئے وہاں پر جاکر مجھ کو معلوم ہوا کہ تم گواہ ہو کہ مسماۃ بنو

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

دختر راحت حسین کے گیا تھا وہاں جا کر مجھ کو گواہ بنایا گیا میں نے اندر جا کر اس کی والدہ سے دریافت کیا اس نے اقرار کیا اور اجازت نکاح کی دی پھر میں نے لڑکی سے اذن طلب کیا وہ پردہ میں تھی اندر سے اوں کی آواز آئی پھر نکاح پڑھوا دیا گیا فرحت حسین بوقت نکاح موجود نہ تھے، دستخط احمد حسین۔ وکیل صاحب حسبی قاضی اولاد حسین علیل تھے اور اس کے بعد زیادہ علیل ہو گئے اور انتقال ہو گیا۔ کوئی بیان تحریری حاصل نہ ہو سکا۔ قاضی صاحب نے جنہوں نے کہ نکاح پڑھایا ہے مکان پر یا اس موقع پر قسم ذکر دے کسی کو دیا کہ قطب الحسن سے کہا کہ ایسا نکاح پڑھوا کر مجھ کو کسی مقدمہ میں ماخوذ تو نہ کراؤ گے جو کوئی مرد مکان پر موجود نہیں ہے جس کا جواب قطب الحسن نے یہ دیا کہ کسی مرد کی کچھ ضرورت نہیں ہے لڑکی خود بالغ ہے قاضی صاحب نے لڑکی سے ایجاب قبول کرا دیا، اندر کا کچھ حال اس وقت قاضی صاحب کو گواہان اور وکیل صاحب کے بیانات سے طرح طرح کے شکوک عدم جواز نکاح کے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ضرورت فتوے لینے کی ہوئی۔ معروضہ احقر۔ اب یہ لوگ طرح طرح کے دباؤ رخصت کے ڈالتے ہیں اور لڑکی بالکل قطعی انکار کرتی ہے حتی کہ جان دینے پر آمادہ مگر وہاں رخصت کئے جانے کو منکر ہے۔ معاملہ مذکورہ بالا کو غور فرما کر حکم شرع شریف سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اللہ واحد قہار عالم الغیب والشہادۃ ہے، یہ معاملہ حلال و حرام اور وہ بھی خاص شرمگاہ کا ہے جس کی حرمت سخت اشد ہے، اگر واقع میں ہاجرہ بالغہ نے اذن دے دیا تھا اگرچہ دباؤ سے اگرچہ جبر تو نکاح صحیح ہو گیا اور اب اُسے انکار کا کچھ اختیار نہیں اگر نہ مانے گی اور دوسری جگہ نکاح کرے گی زنا ہوگا زنا زنا۔ اور اگر واقع میں اس نے انکار کیا تھا اور اُسے اذن بنا کر ہو گیا ہو گیا اڑایا تو حرام حرام سخت حرام ہے کہ اُسے عزیز الحسن کی زوجہ سمجھا جائے پہلی صورت میں ہاجرہ اور دوسری میں عزیز الحسن وغیرہ اس کے ساعی مستحق لعنت الٰہی و عذاب شدید ہوں گے باقی جو شہادتیں مذکور ہوئیں ثبوت اذن کے لئے محض ناکافی ہیں اُن کی بنا پر ہاجرہ کو اذن سے منکر ہے مجبور نہیں کی جا سکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۲ از پیلی بھیت محلہ شیخ چاند متصل سرائے پختہ مرسلہ حافظ ولایت احمد صاحب ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح چچا حقیقی کی ولایت سے جو اس کے علم میں نابالغہ تھی بعدم موجودگی ہندہ و مادر ہندہ زید نابالغ کے ساتھ بولایت دادا حقیقی زید عرصہ پانچ سال کا گزرا ہوا تھا دو سال سے زید بالغ ہے اب رخصت کرانا چاہتا ہے تو مادر ہندہ سے معلوم ہوا کہ ہندہ وقت نکاح کے بالغہ تھی ماں ہندہ کی رخصت نہیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کرائی گئی کہ صحیح ہے۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ ہندہ بالغہ تھی اور اس سے اذن نہ لیا گیا اور چچا نے نابالغہ بکر کو بے اذن لئے خود پڑھا دیا تو یہ نکاح اجازتِ ہندہ پر موقوف رہا، اس پانچ برس کے عرصہ میں اگر اس نے اگرچہ اپنی ہمعمر لڑکیوں میں کوئی کلمہ اس کی اجازت کا کہہ دیا ہے جائز ہوگیا، رد کا کہہ دیا ہے رد ہوگیا، اب تک کچھ نہیں کہا ہے تو اب اگر رد کردے گی رد ہوجائے گا، جائز کردے گی جائز ہوجائے گا۔ یہ خوب یاد رہے کہ اعتبار سب میں پہلی بار کا ہے۔ نکاح کی اطلاع کے بعد سب میں اول اگر کلمۂ رد کہا ہے رد ہوگیا۔ اس کے بعد ہزار بار اجازت دے بیکار ہے۔ اور سب میں اول اگر کلمۂ اجازت کہا ہے جائز ہوگیا۔ اس کے بعد سو بار رد کرے بے اثر ہے۔ اللہ واحد قہار سے ڈرے۔ یہ معاملہ حلال حرام نکاح زنا کا ہے، جو بات واقعی ہو ظاہر کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۹۰: از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کی بیوی معہ بیٹی ہندہ کے اپنے والد کے گھر زید کی رضامندی سے گئی زید کا خسر جو چچا بھی ہوتا ہے اُس نے اپنے خاندان کے لڑکے بکر کے ساتھ زید مذکور کی لڑکی ہندہ سے عقد کردیا بلا اطلاع زید اور ہندہ ابھی نابالغ ہے، وہ عقد جائز ہوا یا نہیں، اس عقد کو رد اور فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے؟

(۲) اگر ہندہ بالغ ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور اس کے ہمراہ اپنے والد زید کے گھر آئی اور چندے قیام بحیثیت ہندہ کے شوہر کا رہا، اس کے بعد وہ ملازمت پر چلا گیا، اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ بالغ ہے۔

(۳) زید کے جائے قیام سے زید کی سسرال فاصلہ پر ہے جہاں پر ہندہ کا عقد بکر کے ساتھ ہوا تھا، جس وقت زید کے ملنے والوں نے زید سے یہ سوال کیا کہ تم یہاں پر موجود ہے اور وہاں پر عقد بلا اجازت جبکہ ہندہ نابالغ تسلیم کی جاوے کیونکر ہوا، اس وقت زید مذکور نے یہ جواب دیا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کردیں اور ہم کو صرف اطلاع دیں تاکہ ہم اُس خوشی میں میلاد شریف کریں، ایسی صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں اور عقد جائز ہوا یا نہیں؟

(۴) کچھ واقعات ایسے ہیں جس سے زید کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے مثلاً زید کے مکان پر تنہا آیا بکر شوہر ہندہ کا اور قیام کیا، اور زید اس کو بحیثیت داماد کو اکثر مجالس و بازار میں ہمراہ لے گیا دریافت کرنے پر بھی کہا کہ یہ داماد ہے، اس کے چند یوم کے بعد وہ داماد اپنی ملازمت پر چلا گیا جس کو عرصہ ۳ یا ۵ سال کا ہوا اسی قدر عرصہ عقد کو، جس وقت وہ ملازمت پر گیا تھا اول و خط و کتابت بھی رہی سُنا گیا ہے، اب زید کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ نہیں

معلوم کہاں پر ہے، نہ خط آتا ہے اور نہ کچھ خرچ کی خبر لیتا ہے۔ اول تو ہم کو یعنی زید کو اس لڑکے بکر کے ساتھ عقد اپنی لڑکی ہندہ کا منظور نہیں تھا، خیر اگر ہو بھی گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، اب تک اس کا راستہ دیکھی یعنی داماد کا، جس کو عرصہ ۹ یا ۱۰ سال کا ہو گیا۔ ان واقعات سے یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ نابالغ تھی۔

(۵) بعض کا یہ قیاس ہے کہ ہندہ اس وقت بالغ تھی جب عقد ہوا۔ اور یہ واقعات جو اوپر مذکور ہیں زید یعنی ہندہ کا جائز ولی باپ کے ساتھ پیش آئے وہ عقد جائز ہوا یا نہیں؟

(۶) اب زید کی نیت میں خلل آیا اور وہ اب نمبر ۳ کے مضمون سے انکار کرتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ اجازت دے دی تھی لیکن نمبر ۴ کے مضمون سے نہیں انکار کرسکتا کیونکہ چشم دید واقعات ہیں، نمبر ۱ کی عبارت کو تسلیم کرکے سنا گیا ہے کہ فتویٰ منگایا مگر کسی کو دکھلایا نہیں ہے کہ اس میں کیا سوال کیا ہے اور آج چار پانچ سال کے بعد ہندہ کا عقد فسخ کرکے اپنے طور پر اور اس کا عقد ایک اور شخص سے کردیا ہے محض اس بنا پر کہ وہ جائز ولی نہیں تھے میں ولی جائز ہوں مجھ کو اختیار ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۵ سال تک تو خاموش رہا زید اور نمبر ۴ کے واقعات اس داماد بکر کے ساتھ پیش آئے، کیا ایسی حالت میں یہ عقد اب ۵ سال کے بعد فسخ ہوسکتا تھا یا نہیں اور عقد ثانی ہوا یا نہیں، اگر نہیں ہوا تو کیا یہ حرام ہے اور اولاد بھی حرامی ہوگی؟

(۷) ہم لوگ زید کے ساتھ ربط ضبط رکھیں یا نہیں، اگر میل جول قائم رکھیں تو گناہگار رہوں گے یا نہیں جبکہ اس نے شرع کے خلاف کام کیا؟

(۸) بعد میں تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ ہندہ کی رخصت نہیں ہوئی اور نہ وہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور نہ اس کے ہمراہ شوہر مذکور آیا لیکن شوہر ہندہ کا مکان پر زید کے آیا اور قیام کیا اور زید مذکور نے اپنے ملنے والوں سے کہا یہ داماد ہے اور سب کو دکھلایا، نمبر ۳ کو اس معاملہ سے علیحدہ تصور کرکے بقیہ کل نمبروں کا جواب دیجئے اور نمبر ۲ کا جواب بھی علیحدہ سے دیجئے دوسرا واقعہ خیال فرماکر۔

الجواب

(۱) جبکہ ہندہ نابالغہ ہے یہ نکاح اجازت زید پر موقوف رہا، اگر جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رد کرے گا باطل ہوجائے گا، زید اگر سکوت محض کرے کوئی قول یا فعل ایسا نہ کرے جس سے اس نکاح کا جائز یا رد کرنا ثابت ہو یہاں تک کہ ہندہ بالغہ ہوجائے تو اس وقت اس کا رد یا جائز کرنا خود ہندہ کے اختیار ہوجائے گا۔

(۲) درست ہوگیا اگر بکر ہندہ کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ ہندہ کا

اس سے نکاح تاکہ زید پدر ہندہ کے لئے باعث ننگ و عار ہو۔

(۳) اجازت صحیح ہے عقد جائز ہوگیا۔

(۴) جبکہ ہندہ نابالغہ تھی اور باپ نے اسے منظور کیا اور بکر کو اپنا داماد کہا نکاح نافذ ہوگیا۔

(۵) ہندہ اگر بالغہ تھی اور نکاح اس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اس نے قولاً یا فعلاً جائز کردیا مثلاً بغیر رد کے بخوشی رخصت ہوکر گئی تو نکاح نافذ ہوگیا جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہوا، اور اگر ہندہ سے کوئی قول و فعل اجازت کا اب تک صادر نہ ہوا تو نافذ نہ ہوا اگرچہ اس کے باپ سے کچھ واقعات پیش آئے ہوں۔

(۶) اگر ہندہ نابالغہ تھی اور نمبر ۲ کا مضمون ثابت ہو تو وہ نکاح تام و لازم ہوچکا، زید کو کوئی اختیار اس کے فسخ کا نہ رہا، یہ نکاح ثانی باطل ہوا، اس میں قربت حرام ہوگی اور اولاد ولد الحرام۔ اور اگر ہندہ بالغہ تھی اور وہ کسی قول یا فعل سے نافذ کرچکی تھی جب بھی وہی جواب جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر نافذ نہ کرچکی تھی اور مذکر کے نکاح ثانی کیا تو حرج نہیں اگرچہ بکر اس کا کفو ہو، اور اگر ہندہ نے نافذ کیا لیکن بکر اس کا کفو نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہوا اگرچہ بعد کو زید بھی راضی ہوگیا ہو لان شرط صحتہ رضا الولی قبل النکاح صریحا مع العلم بانہ غیر کفو کما اوضحہ فی ردالمحتار، (کیونکہ اس کی صحت کے لئے نکاح سے قبل اس بات کا علم ہوتے ہوئے [illegible] ہے کہ یہ شخص غیر کفو ہے ضروری ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی ہے۔ ت) اس صورت میں اس غیر صحیح نکاح کو چھوڑ کر اگر نکاح ثانی کرلیا حرج نہ ہوا اور یہی نکاح ثانی صحیح ہوا اور شرائط صحت کا جامع ہو اور اولاد ولد الحلال، وہو تعالٰی اعلم

(۷) اوپر کے جوابوں سے معلوم ہوا کہ زید کس صورت میں گنہگار ہے اور کس میں نہیں، اگر صورت وہ ثابت ہو جس میں اس نے اپنے حرام کا ارتکاب کیا تو اس سے میل جول ترک کرنے میں گناہ نہیں بلکہ مناسب ہے اور نہ ترک کریں اور گناہ کو گناہ جانیں اور اس کے سبب اُسے بُرا کہیں جب بھی حرج نہیں، ہاں جو سمجھے کہ میرے ترک کے سبب زید کو توبہ کرنی ہوگی وہ ضرور ترک کرے۔

(۸) صورت واقعہ میں استفتاء کا یہ طریقہ نہیں ہوتا بات پوری تحقیق شدہ پر فتوٰی لینا چاہئے بہرحال جواب ہر نمبر کا ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱: از شہر سلطان پور محلہ پہاب گنج مرسلہ حافظ عبدالغنی و عبدالحمید صاحبان ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ اپنے کفو میں اور مہر بھی بحیثیت اپنے کفو کے کردیا اور زید نے کئی مرتبہ ہندہ کو رخصت بھی کیا اور بکر نے زید سے اقرار بھی لے لیا تھا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اس کا نکاح اپنے لڑکے خالد سے کروں گا ورنہ نہیں، لہٰذا زید نے اقرار کیا

کہ ہندہ بالغ ہے اس کے بعد نکاح ہُوا اب بعد ان واقعات کے بوجہ بنیادی مخاصمت کے ہندہ بذریعہ نوٹس کے اطلاع دیتی ہے کہ میرا نکاح حالتِ نابالغی میں ہُوا تھا اب میں حدِ بلوغت اور خود مختاری کو پہنچ گئی ہوں مجھ کو والدین کے کئے ہُوئے نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ مذکورہ کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں، اور اس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح جو باپ نے کیا ہے فسخ ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کو اصلاً نکاح مذکور کے فسخ کا اختیار نہیں، نہ اس پر کچھ اعتراض کرسکتی ہے اگر وہ نابالغہ ہی تھی جیسا اس کا بیان ہے، تو باپ کے کئے ہوئے نکاح پر نابالغہ بعد بلوغ معترض نہیں ہوسکتی۔

درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوٗ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نکاح دینے والے باپ دادا ہوں اور وہ سوءِ اختیار سے معروف نہ ہوں تو انتہائی کم مہر اور غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح لازم ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲: از پیلی بھیت مرسلہ واحد اللہ صاحب ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شدتِ مرض میں تھا اس حالت میں اس کے حقیقی بھائی نے اُس سے اُس کی کمسن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرنے کی اجازت لے لی اور نکاح کردیا، زید تین روز کے بعد انتقال کرگیا، اب لڑکی کی عمر سات برس کی اور لڑکے کی چوبیس برس کی ہے تو یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؟ مکرر عرض یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کا کفو نہیں کہ وہ ذلیل عورت کی نسل سے ہے، لڑکی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔

الجواب

شدتِ مرض صحتِ اجازت کو مانع نہیں،

ھذا القدر ما ذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید ما یکون تعلیما۔

یہ سائل کے ذکر کردہ پر ہم جواب دے رہے ہیں اور تعلیم کے طور پر ہم زیادہ بات نہیں کرتے۔ (ت)

ماں کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کردیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے، قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقہن[2]۔

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۳

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا ہے۔ ت) اور بالفرض کفاءت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کرسکتا ہے لہذا صورتِ مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ 41 41

مسئلہ ۲۹۳: از ریاست رامپور محلہ زینہ عنایت خاں مدرسہ عزیزیہ مرسلہ محمد صفیر الرحمان صاحب بنگالی
۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ ہے اور سن بھی چودہ برس کا ہے، اس کے باپ نے جس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی مقرر کردی ہے وہ ہونے والا شوہر کہ باپ کے ذکر کرنے سے بلکہ اور کسی طریقہ سے لڑکی کو معلوم ہے کہ میری شادی اس شخص کے ساتھ مقرر کردی ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے، جب باپ عقد پڑھانے کو لڑکی کے مکان کو چلا، نہ اس وقت لڑکی سے اجازت لی اور نہ کچھ کہا بلکہ ویسے ہی وہاں جاکر مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دے دی، یہ نکاح نافذ ہوا یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بالغہ نے پہلے اجازت نہ دی تھی نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہا، جائز کردے گی جائز ہوجائے گا جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، رد کردے گی باطل ہوجائے گا اگرچہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

بالغہ باکرہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اب اس پر کسی کی کوئی ولایت نہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۴: ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا جمال الدین شاہ مرحوم ایک درویش شخص تھے چنانچہ اس نے اپنی عمر زہد وعزلت میں ایک جگہ میں بسر کردی اور زید کا باپ فرید الدین مرحوم ایک متورع اور عالم شخص تھا اور زید خود بھی بحمدہ تعالیٰ ایک متقی اور عالم اور صوفی اور خوشحال اہل وعیال کے تین چار برس کے نفقہ کا مالک شخص ہے اور مکان مملوک رکھتا ہے اور زید کی بیوی ہندہ ایک پابند صوم وصلوٰۃ اور تالیہ قرآن پاک اور قاریہ اوراد ووظائف عورت ہے، اور زید کی لڑکی زینب بھی ایک صوم وصلوٰۃ کی شائق اور اوراد ووظائف کی جانب

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

راغب اور کذب وغیرہ امورِ نامشروعہ سے محترز بہت نیک اور سیدھی لڑکی ہے۔ اسی وجہ سے زید باوجود زینب کی نسبتیں متعدد جگہ سے آنے کے زینب کے بلوغ کے بھی سات آٹھ بلکہ اور زیادہ سال بعد تک کسی شریف عالم متقی شخص کی تلاش میں تھا اور اُن نسبتوں کو جو اُن میں سے کسی کے موافقِ مرضی نہ ہونے کے منظور نہیں کیا تھا کہ یکایک عمرو مذکور جس کی بابت چار پانچ سال پیشتر خالد نے اس کا بہت متقی ہونا ظاہر کیا تھا جب کچھ کہا تب کہ میں نے ایک حلقہ مسمّی حلقہ حبیب جاری کر رکھا ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اسی کا مقرر حلقہ ہے) آگیا اور اس نے زید و ہندہ کو یہ دھوکا دے کر کہ میں اخبار شائع کرتا ہوں اس میں دو سو روپیہ ماہوار نفع ہے اس میں سے پچاس روپیہ ماہوار اپنی والدہ کو ان کے خرچ کے لئے دیتا ہوں حالانکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں اخبار شائع کرتا تھا وہاں کئی سو روپیہ کا قرضدار تھا اور کرایہ ریل تک پاس نہ تھا دوسرے شخص کے کرایہ سے زید کے شہر تک آیا تھا اور اپنی والدہ کو ایک حبہ بھی ماہوار نہ دیتا تھا اور اب جو زید کے شہر سے اپنے وطن میں جاکے رہا ہے کسی طرح کچھ نہیں کماتا کمال عسرت میں ہے ایک پیسہ تو کیسا ایک ہفتہ کی بھی قوت کا مالک نہیں اور نیز یہ فریب دے کر کہ میرے رہنے کی موروثی پختہ حویلی ہے حالانکہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور وہ کرایہ بھی اس کی والدہ اپنی محنت مزدوری سے ادا کرتی ہے اور نیز یہ فریب دے کر کہ میں عالم ہوں میں نے حدیث شریف کی سند [illegible] سے [illegible] فارسی عربی کی ابتدائی کتابوں کی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور نیز اپنے تقوٰی و ورع کا فریب دے کر کہ میں مشائخ وقت میں سے فلاں کا خلیفہ طریقت ہوں حالانکہ نماز پنجگانہ کا بھی پابند نہیں بلکہ لونڈے بازی وغیرہ امور شنیعہ کا عادی اور اشد فاسق ہے چنانچہ عقد کے پانچویں روز شب کے وقت ایک لونڈے سے پکڑا گیا پس اس کی بیباکی کو جو لیا تو آج وہ قریب ڈیڑھ سال کے ہوتا ہے نہ ایک پیسہ خرچ بھیجا اور ایک ہفتہ کے اندر [illegible] ۱۵۰ روپیہ قرض لے گیا تھا نہ ایک پائی اس کو دیا۔ زید کی لڑکی زینب بالغہ کے ساتھ عقد کر لیا، پس عقد کے بعد جب سے حالات معلوم ہوئے، تب سے زینب اور زید اور ہندہ عمرو سے سخت متنفر ہیں اور زینب اس کے یہاں جانا اور زید و ہندہ اس کے یہاں جانے دینا ہرگز منظور نہیں کرتے تو یہ تو ظاہر ہے کہ عمرو مذکور دیانۃً زینب کا کفو ہرگز نہیں، اور درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی[1]۔

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائے گا، یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ صورت مرقومہ میں عام اس سے کہ خلوت صحیحہ ہُوئی یا نہ ہوئی ہو، درمختار کی اس عبارت کے بموجب بطلانِ نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اس عبارت کے بموجب حکم بطلان نہیں دیا جاسکتا تو کسی اور عبارت کے مطابق زینب اور اس کے اولیاء کو حقِ فسخ حاصل ہے یا نہیں! اور اگر ہے تو فسخ کی کیا صورت ہے!

الجواب

نکاحِ مذکور اصلاً محتاجِ فسخ نہیں، فسخ تو وُہ ہو جو منعقد ہُوا ہو، یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے، ظاہر ہے کہ زینب عاقلہ بالغہ ہے اُس کا نکاح بے اُس کے اذن کے نفاذ نہیں پاسکتا لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[1] درمختار (بالغ ہوجانے کی وجہ سے اس پر ولایت منقطع ہوجانے پر، درمختار۔ ت) اگر یہ نکاح بے اس کی اجازت کے ہُوا اور اس نے خبر پاکر رَد کردیا تو اگر کفو سے ہوتا جب بھی رَد و باطل ہوجاتا لانہ نکاح فضولی (کیونکہ یہ نکاح فضولی ہے۔ ت) عالمگیریہ میں ہے:

لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف على اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل، کذا فی السراج الوھاج[2]۔

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف کسی کا نکاح کرنا صحیح نہیں، یہ باپ ہو یا حاکم، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ نکاح عاقلہ کی اجازت پر موقوف ہوگا اس کی مرضی ہے اجازت کرے تو جائز ہوگا اگر رد کردے تو باطل ہوجائے گا۔ سراج الوہاج میں یونہی ہے۔ (ت)

اور اگر اس کے اذن سے ہُوا تو خود زینب کا کیا ہُوا ہے کہ غیر کفو سے کیا، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

تزویجہ لھا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو[3]۔

بالغہ کی اجازت سے نکاح ایسا ہے جیسا اس نے خود کیا ہو، یہ مسئلہ غیر کفو میں اس کے نکاح کرنے کا ہے۔ (ت)

اور اگر بلا اذن کیا تھا اُس نے لیدو کو اجازت دی جائز کی تو اب بھی زینب ہی کا کیا ہُوا ہے۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[4] خیریۃ وغیرھا عامۃ الکتب۔

بعد کی اجازت ایسے ہی ہے جیسے پہلے اجازت دے رکھی ہو، خیریہ وغیرہ کتب۔ (ت)

---

[1] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۱
[2] فتاوٰی ہندیہ	الباب الرابع فی الاولیاء	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۲۸۷
[3] فتاوٰی خیریہ	باب الاولیاء والاکفاء	دارالمعرفۃ بیروت	۱/۲۵
[4] "	" " "	" " "	"

بہرحال یہ وہ نکاح ہے کہ زید عاقلہ بالغہ نے غیر کفو سے کیا کہ فاسق ہرگز صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں۔ درمختار میں ہے:

ليس فاسق كفؤا لصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا كان او لا على الظاهر نهر.[1]

فاسق صالحہ لڑکی، ایسی فاسقہ جو صالح کی بیٹی ہو، کا کفو نہیں ہے، وُہ فاسق اعلانیہ فسق کرتا ہو یا مخفی طور پر، ظاہر روایت پر یہی حکم ہے، نہر۔ (ت)

عامہ شروح میں ہے:

لايكون الفاسق كفؤا لبنت الصالحين.[2]

فاسق نیک لوگوں کی بیٹی کا کفو نہیں۔ (ت)

متن مجمع میں ہے:

لايكون الفاسق كفؤا للصالحة.[3]

فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام فقیہ النفس میں ہے:

قال بعض المشائخ رحمهم الله تعالى الفاسق لايكون كفؤا لبنت الصالحين معلنا كان او لم يكن وهو اختيار الشيخ الامام ابی بكر محمد بن الفضل.[4]

بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا: فاسق معلن ہو یا غیر معلن وہ صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں ہے، یہی شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل کا مختار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لايكون الفاسق كفؤا لبنت الصالحين.[5]

فاسق صالحین کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہے۔ (ت)

نیز ایسا مفلس کہ روزانہ کماتا ہو نہ ایک مہینے کے اپنے ہی قوت کا مالک ہو نفقہ درکنار کفو نہیں ہو سکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو۔ درمختار میں ہے:

تعتبر في العرب والعجم ديانة اى تقوى.

کفو میں جس چیز کا عرب و عجم میں اعتبار کیا جاتا ہے وُہ دیانت

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث بیروت ۲/۳۲۰
[3] ردالمحتار بحوالہ المجمع " " "
[4] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الکفاءۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۱
[5] ردالمحتار بحوالہ الخانیہ باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۰

ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف[1]

یعنی تقوٰی اور مال جس سے مہر معجل اور ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو اگر کاریگر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

شمل مالو کانت فقیرۃ بنت فقراء کما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المھر والنفقۃ علیہ فیعتبر ھذا الوصف فی حقہ[2]

یہ فقیر کی فقیر بیٹی کو شامل ہے، جیسا کہ واقعات میں تصریح کی گئی ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مہر اور نفقہ خاوند پر ہی ہوتا ہے لہذا اسکا مالدار ہونا معتبر ہوگا۔ (ت)

اور بالغہ کا اپنا نکاح غیر کفو سے کرے باطل محض ہے جبکہ ولی رکھتی ہو مگر اس صورت میں کہ ولی نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دی ہو ان میں تین شرطوں سے ایک بھی کم ہوگی نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا فلا تحل مطلقۃ ثلث نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[3]

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا لہذا تین طلاق والی نے اگر اپنے ولی کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کیا جبکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو محفوظ کرو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یصدق بنفی الرضا بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلث لا تحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک[4] اھ ح۔

ولی اگر کہے کہ معلوم ہونے پر میں راضی نہ ہوا، یا مجھے معلوم نہ ہوا، یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں راضی ہوا تھا تو ان تینوں صورتوں میں ولی کی تصدیق کی جائے گی اور وہ مطلقہ ثلاثہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، ہاں چوتھی صورت میں حلال ہوجائے گی وہ یہ کہ ولی کہے کہ غیر کفو کا علم ہونے کے باوجود میں راضی ہوں اھ ح۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۱
[3] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱
[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۶

اُسی میں ہے :

لابد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل، ھو کذلک ثبت علیہ جزم بہ فی الخیریۃ تبعا للبحر والوجہ فیہ ماسنذکرہ[2] اھ

اس لئے اس عقد کی صحت کے لئے ولی کا صراحۃً اظہارِ رضامندی کرنا ضروری ہے، اور اسی بنا پر اگر پہلے وہ خاموش رہا اور بعد میں راضی ہُوا تو نکاح کے بعد کی رضا مفید نہیں ہے، غور چاہئے اھ، اس پر میں نے حاشیہ لکھا، خیریہ میں اسی پر جزم بحر کی اتباع میں کیا ہے اور وجہ وہی ہے جو ہم ذکر کریں گے اھ۔ (ت)

یہاں رضا سے ولی غیر کفو جان کر ہی بلکہ کفو سمجھ کر لہٰذا اصلاً معتبر نہیں، شرطِ انعقاد نہ پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا۔ زینب پر فرض ہے کہ اس سے فوراً جدا ہوجائے اگرچہ خلوت ہوچکی ہو اور زید و ہندہ پر حرام ہے کہ اُسے عمرو کے یہاں بھیجیں کہ وہ زنائے اجنبی بلکہ اس سے بدتر ہے فنسأل اللہ العفو والعافیۃ (اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵: از کلکتہ بھوانی پور ڈاک خانہ بھوانی پور رسود نمبر ۱۰۹ مرسلہ شیخ حاجی نادر علی صاحب لقرصاب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی شادی چھ برس کی عمر میں ہوئی اور لڑکے کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی تب دونوں کی شادی ہوگئی اور اب لڑکی کی عمر اس وقت چودہ برس کی ہے اور لڑکا یا لڑکے کا کوئی وارث ابھی تک کسی طرح لڑکی کی خبر نہیں لیتے ہیں اور لڑکی خدا کے فضل سے تین قسم کے علم سے بھی واقف اچھی طرح سے ہے اور لڑکا بالکل جاہل ہے کچھ علم سے تعلق نہیں، اور نہ لڑکے کی طرف سے کوئی شخص لڑکی کا پُرسان حال ہوا انھی سب وجوہات سے اب لڑکی کہتی ہے کہ ہم اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے۔ لڑکی اوّل شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور طلاق اس پر واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلے کو حضور ارشاد فرمائیں تاکہ لڑکی اگر نکاح ثانی کرے اور لڑکے کی طرف سے کوئی کارروائی مقدمہ وغیرہ کا کرے تو ہم کو اس مسئلہ کو پیش کرنا ہوگا خوب کوشش کرکے بلکہ جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لئے تو غلام خدمت کے لئے حاضر ہے۔

الجواب

یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا، نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے، طلاق دینا عورت کے

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۷

[2] جدالممتار حاشیہ ردالمحتار | باب الولی حاشیہ ۵۰۲ | المجمع الاسلامی مبارکپور | ۲/۳۴۵

اختیار نہیں، نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے نہ اس کے دئے طلاق پڑ سکتی ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح[1] اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (ت) حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق[2] زوجات سے کنایہ ہے یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کا مالک ہے۔ (ت) اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے کہ لڑکی کا نکاح چھ مہینے کی عمر میں اُس کے باپ نے کیا یا دادا نے یا اور کسی ولی نے، اور باپ کے سوا جس نے کیا اس سے قریب تر کوئی ولی تھا یا نہیں، تھا تو کون تھا، اور اس نے قبل نکاح یا بعد نکاح خبر سن کر کیا کہا، لڑکی کو پہلا عارضہ ماہواری کس سال کس مہینے کس تاریخ کے کس منٹ پر آیا، اور اس نکاح سے ناراضی کا اظہار اس نے کس سال کس مہینے کس دن تاریخ کے کس منٹ پر کیا، لڑکی کی قوم کیا ہے اور لڑکے کی کیا، لڑکا مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں بہتر یا برابر یا کمتر ہے۔ یہ سب باتیں ایمانا سچی سچی بتائی جائیں، تو جو صورت واقعہ ہو اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط

مسئلہ ۲۹۶: از جاورہ مرسلہ مولوی صاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۰ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا والد زید قریباً ایک ہزار میل کی مسافت پر تھا، والدہ اور چچا بکر نے رضامند ہو کر ہندہ کے والد کی تحریری اجازت حاصل کرکے یعنی شوہر کو بتا کر خود نکاح خالد کے ساتھ کردیا، نکاح کے ڈھائی مہینے بعد زید اپنے مکان آیا، کچھ خلاف نہ کیا، اپنے سر کی عزت دی اور زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی، ساڑھے چار ماہ تک رسومات عیدی و دیگر رسومات دامادی خسری خالد کے ساتھ رکھے، اب باہمی رنجش ہونے پر خالد نے زید سے اپنی زوجہ رخصت کرنے کو کہا، زید کہتا ہے میں نے خط نہیں لکھا تھا یعنی نکاح کرنے کی اجازت اپنے بھائی بکر کو نہیں دی تھی لہذا نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس خط کے انکار سے باوجودیکہ بعد آجانے کے ساڑھے چار ماہ تک رسومات مذکورہ برتے گئے نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟ ہندہ کی عمر وقت نکاح بارہ برس کی تھی اور اب ۱۲½ برس ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں انکارِ خط اسے کچھ مفید نہیں، انکارِ خط سے اتنا ہوا کہ اجازت سابقہ ثابت نہ ہوگی اور بنابریں نکاح بکر نکاحِ فضولی ٹھہرے گا اگر صورت غیبت منقطعہ کی نہ لی جائے علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا (جس طرح ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) مگر نکاحِ فضولی بعد اجازت نافذ و لازم ہے اور اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کما فی الفتاوی الخیریۃ وغیرہا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۳۷
[2] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق العبد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۲

مسئلہ ۲۹۶: از علی گڑھ محلہ برج بیگ مدرسہ عربی عائشہ خاتون مرسلہ محمد صدیق حسین صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بھتیجی کا نکاح اس کی نابالغی میں کردیا، جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس لڑکی نے اُس نکاح اور شوہر کے مکان جانے سے انکار کیا، اب اس لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اور دوسری جگہ اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور مہر لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ معاملہ حلال وحرام بلکہ نکاح وزنا کا ہے، اللہ سے ڈریں، اور جو واقعی بات ہو اُس کے حکم پر عمل کریں، غلط بیان پر فتوٰی لینا حشر میں نفع دے گا نہ زنا کو حلال کردے گا، خیر اب وہ جو چچا نے جو نکاح کفو سے کیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ نابالغہ بعد بلوغ فوراً بلاتاخیر انکار کرسکتی ہے اور ذرا بھی دیر لگائی تو نکاح لازم ہوگیا انکار کا اصلاً اختیار نہیں اور یہاں فور محض بلاتاخیر بہت تاکد ہے، اللہ عزوجل حقیقت سے ڈر کر زنا کو نہایت بدتر خبیث جان کر دیکھیں اگر بالغہ نے جس لمحے منٹ سکنڈ میں اسے پہلا حیض آیا تو فوراً فوراً متصلاً متصلاً اسی وقت اُس نکاح سے انکار کیا تو البتہ وہ دعوٰی کرکے اُس کو فسخ کراسکتی ہے بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو، اور اگر چچا نے غیر کفو سے کیا جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں وقت نکاح ایسا کم تھا کہ اُس سے نکاح اس کے لئے باعث ننگ وعار ہو تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی ضرورت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۷: یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سعیدہ بی بی کا عقد اول موضع گڑرا میں بشیر الدین کے ساتھ ہوا، ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب لڑکی قریب ڈیڑھ سال کے ہوئی سایہ پدری سر سے جدا ہوا، اب بیوہ اپنی لڑکی کو لے کر باپ اور بھائیوں کے یہاں آرہی، سوا چار برس کے بعد نکاح ثانی موضع گلستاں میں عبدالصمد سے ہوا، خاوند دیگر کا ایک لڑکا کہ جس کی عمر چھ سال کی تھی بیوی سابق سے تھا بعمر چھ وتشدد وبجبر اور زبردستی قریب بی بی سے اذن لے کر اپنے لڑکے کا عقد بیوی ثانی کے ہمراہ جو لڑکی آئی تھی جس کی عمر چھ سال کی تھی جبر کرادیا گیا، لڑکی کا نہ کوئی چچا حقیقی، بھائی صرف تھا، چچا اور چچازاد بھائی اور دو پھوپھیاں حقیقی اور نانا اور ماموں حقیقی ہیں اور وہاں موجود تھے اور نہ اطلاع تھی، جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچی اور اس کا اظہار ہوا، فوراً پکار اٹھی یعنی منٹ بھی نہ گزرا دیر ہونے دیا کہ اُس شوہر کے یہاں کسی طرح جانا منظور نہیں اور ہرگز ہرگز نہ جاؤں گی، دن کے سات یا آٹھ بجے کا واقعہ ہے، معزز اشخاص شاہد ہیں۔

الجواب

سوال میں یہ فقرہ کہ فوراً پکار اٹھی حکم شرعی سننے کا نتیجہ ہے علاوہ آگے اس کی تفسیر نے کہ یعنی منٹ بھی

پُورا نہ ہونے دیا اُسے پھر بگاڑ دیا ۔

فانہ ان بقی تمام الدقیقۃ ثانیۃ او ثانیتین صدق انہا لم تتم ولکن این الفور۔

کیونکہ اگر منٹ میں سے ایک سیکنڈ یا دو سیکنڈ رہ جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ منٹ پُورا نہ ہُوا، لیکن یہ فوراً نہیں ہے ۔ (ت)

یہ معاملہ حلال وحرام نکاح وزنا کا ہے، بات بنا کر کچھ لکھ لینا زنا سے نہ بچا لے گا ، پھر اگر تمام شرائط شرعیہ متحقق ہو بھی لیں تو عورت کے کہنے سے نکاح فسخ نہیں ہو جاتا بلکہ اُس کو دعوٰی کا اختیار ملتا ہے حاکم مجاز کے یہاں دعوٰی کرے وہ تحقق شرائط شرعیہ کا گواہان عادل سے ثبوت لے ، جب ثبوت ہو جائے تو حاکم نکاح فسخ کرے ویسے نہیں ہو سکتا ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٢٩٩ ازلاہور بستی ، بازار ماملکی ، مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمدالدین صاحب مرسلہ جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ٥ ربیع الاول شریف ١٣٣٠ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم ، بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ

درمختار باب الولی میں ہے :

وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد[1]

ولی کو غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہو (اس کے بعد نہیں) تاکہ بچے کا نسب ضائع نہ ہو ۔ (ت)

طحطاوی و ابوالمکارم حاشیہ شرح وقایہ و بنایہ علی الہدایہ و حاشیہ شلبی علی الزیلعی و ہندیہ میں لکھا کہ بعد ولادت بھی بنا بر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض سے فسخ کے لئے ، اور امام حسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت مفتٰی بہا پر ابتداء ہی سے بطلان نکاح کا حکم باقی ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے ، اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے تو کل اوقات ہی اسی کام کے لئے وقف ہیں ، ثبوت تفریق واعتراض بعد الولادۃ کے لئے حضور سے جہاں تک توثیق ہو سکے بہتر ہے بشرطیکہ خادم کا اعتقاد خدام عالی شان کے اعتقاد سے مطابق ہو ورنہ خیر ، خادم نے ثبوت تفریق کا دعوٰی کیا ہے وان ولدت (اور اگر بچہ پیدا ہو جائے ۔ ت) اور دوسری جانب کے مولوی لوگ اس کے عدم پر ہیں ، آج ٢٩ اس مہینے انگریزی اور آئندہ دسمبر مہینے کی ٨ لاہور میں جج کے پاس مقرر ہے فقیر کو بھی جانا ہوگا ، بیتذادی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ١/ ١٩١

کہ ایک مرد غیر سید غیر قریشی نے نکاح کرلیا ہے اور مقدمہ بازی میں اُس کا بچہ بھی ہوگیا ہے، دوسری جانب کے مولوی کہتے ہیں کہ علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بلا تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے اور بنایہ کی عبارت سے مستند ہیں:

وفی البسیط ذهب الشیعة الی ان نکاح العلویة ممتنع علی غیرهم مع التراضی قال السروجی وهما قولان باطلان[1]

بسیط میں ہے کہ رضامندی کے باوجود علویات (سیّد زادیوں) کا غیر سے نکاح شیعہ لوگوں کے ہاں ناجائز ہے، سروجی نے کہا کہ دونوں قول باطل ہیں۔ (ت)

اس قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں، یہ عبارت تفسیر طلب ہے۔ حضور فیض النور اس مرلیعہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں ... تاریخ سے اگر ایک دو روز قبل جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر کو جلسۂ علماء میں پیش کردے، امید تو بحتہ ہے کہ علماء بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کرلے گا، ایسی حالت میں کہ مقدمہ رکنے تک اولاد پیدا ہوگی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم والفضل اکرم مولانا قاضی غلام [illegible] السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے ۲۲ محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے جن میں بعض بہت شدید تھے، اب تین روز سے بہرکت دعاء جناب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، اسی حالت حمّٰی میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کردیا تھا اور رسالہ دربارۂ ذبیحہ پہلے جبل پور جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب مکمل ہوسکا طالب عفو و دُعا ہے۔ بنایہ اور ابوالمکارم میرے پاس نہیں، شلبی علی الزیلعی و ہندیہ میں بعد ولادت بھی لغاء حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اس کی طرف سے کوئی میل اُن کی عبارت سے نہیں پایا جاتا اکابر و مشاہیر کا جزم اسی پر ہے کہ مالم تلد (جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ ت) زیلعی میں تھا:

الا اذا سکت الی ان تلد فیکون سکوته رضا دلالة[2]

مگر جب ولی خاموش رہا حتی کہ لڑکی نے بچے کو جنم دیا تو یہ دلالۃً رضامندی ہوگی۔ (ت)

اس پر شلبی نے کہا:

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ فصل فی الکفاءات المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۰۲

[2] تبیین الحقائق " " " مطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ مصر ۲/ ۱۲۸

وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا اھ کمال منقول عنہ[1]

شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد بھی تفریق کا حق ہے اھ کمال سے منقول ہے (ت)

کمال کی عبارت یہ ہے:

لایکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الی ان ولدت فلیس لہ حق التفریق وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا۔[2]

ولی کا سکوت رضا نہیں ہوگا مگر جبکہ سکوت لڑکی کے ہاں بچے کی پیدائش تک جاری رہا تو اب ولی کو اختیار تفریق نہیں اور شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ اس کو ولادت کے بعد بھی تفریق کا اختیار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کیا:

لایبطل حقہ فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد[3]

اس کا حق فسخ باطل نہ ہوگا اگرچہ مدت تک وہ فسخ ذکرے حتی کہ لڑکی بچہ کو جنم دے (ت)

پھر نہایہ سے نقل کیا:

اذا ولدت منہ فلیس للاولیاء حق الفسخ۔[4]

جب لڑکی نے اپنے خاوند سے بچہ کو جنم دیا پھر اولیاء کو حق فسخ نہیں۔ (ت)

حلم اس میں بھی یہی لکھا ہے آگے استثناء کا قول شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحطاوی میں تو اس قول کا ذکر تک لفظ نہ آیا بلکہ ایک عبارت شارح سے ایہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبر نکاح نہ ہو تو بعد ولادت بھی معترض ہو سکتا ہے اس پر اعتراض کردیا متن میں تھا: لھا الاعتراض مالم تلد[5] (بچہ جننے تک اس کو اختیار ہے۔ ت) اسے شارح نے یوں بنایا: مالم یسکت حتی تلد[6] (بچے کے جنم تک خاموش نہ رہے۔ ت) اس پر محشی نے فرمایا:

الاولی حذف مافی الشرح لانہ یفھم منہ

جو کچھ شرح میں ہے اس کا حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس سے یہ

---

[1] حاشیۃ شلبی علی تبیین الحقائق فصل فی الکفاءۃ مطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/۱۲۸

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۸۹

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ شرح جامع صغیر قاضیخاں باب الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۲-۹۳

[4] " " بحوالہ النہایۃ " " " " ۱/۲۹۳

[5] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[6] " " " " " "

ان ذالک عن علم فلو کان عن غیر علم یکون له الاعتراض وان ولدت والعلة تنفی ذلک فالاولی بقاء المصنف علی ظاهرہٖ فتامل۔[1]

سمجھا جارہا ہے کہ علم کے باوجود ایسا ہے اگر علم کے بغیر ہو تو اسے اعتراض کا حق ہے اگرچہ اس نے بچے کو جنم دیا ہو، حالانکہ علت اس کی نفی کرتی ہے، لہذا بہتر ہے کہ مصنف کی عبارت کو ظاہر پر باقی رکھا جائے، غور کرو۔(ت)

روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علوی علویہ کا کفو نہیں اور ہمارے نزدیک قریش بعضہم اکفاء بعض، میرے پاس بتایہ نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعوٰی تفریق کرچکا اس کے بعد ولادت ہوئی اختلاف سے برکراں ہے، مسقط حق تفریق سکوت حتی تلد تھا وہ نہ پایا گیا کہ قبل ولادت دعوٰی دائر ہوچکا، پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفتی بہ مطلقاً فساد و عدم انعقاد ہے۔ والسلام۔

مسئلہ از شہسرام ضلع شاہ آباد محلہ شاہ جمعہ مرسلہ شیخ عبدالواحد صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور ایک زوجہ زینب اور دو دختر نابالغہ ہندہ و کلثوم، ایک سوتیلا باپ خالد کو چھوڑا۔ تو ان دونوں دختران نابالغہ کا ولی کون شخص ہوگا؟

الجواب

ان دختران کے مالی و شخصی سب امور کا ولی ان کا وصی ہے اگر ان کا باپ کسی کو اپنی اولاد یا جائداد کی غور پرداخت نگہداشت سپرد کر گیا ہو ورنہ وصی دادا ل دختران ہوگا اور نکاح کا ولی بہرحال خالد ہے، درمختار میں ہے:

ولیه ابوہ ثم وصیه بعد موته ثم وصی وصیه ثم بعدھم جدہ الصحیح وان علا الخ۔[2]

اس کا ولی اس کا باپ ہے پھر باپ نے جس کو اپنا وصی بنایا، پھر وصی کا وصی، پھر دادا ترتیب وار اوپر تک۔(ت)

اسی میں ہے:

الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث ولیس للوصی ان یزوج الیتیم مطلقاً وان اوصی الیه الاب بذلک علی المذھب۔[3] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔

نکاح کا ولی عصبہ بنفسہ وراثت کی ترتیب پر، اور وصی کو مطلقاً یتیم کے نکاح کی ولایت نہیں ہے اگرچہ باپ نے اسے وصیت بھی کی ہو، مذہب یہی ہے، واللہ تعالٰی اعلم(ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الولی دارالمعرفۃ ۲/۲۶ و ۲۷

[2] درمختار کتاب الماذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

[3] درمختار باب الولی " " " ۱/۱۹۲-۱۹۳

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۴ از بریلی محلہ پیرہاودروازہ مسئولہ فخرالدین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) ایک شخص رنڈوا ہے اُس نے نکاح ثانی کیا بعدہٗ اس شخص کے پہلے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا جو اس کی سوتیلی خالہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہ لڑکی عرصہ دوسال سے دُوسرے لڑکے کو والدین نے دی ہوئی ہے موافق رواج کے روبرو گواہوں کے والدین نے دی ہے مگر جو رخصتی کے وقت نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی ہے۔

(۳) جبکہ لڑکی کے والدین زندہ ہیں اور لڑکی کنواری ہے تو بغیر رضامندی والدین کے کیا وہ غیر شخصوں کو ولی بناسکتی ہے اپنے نکاح میں؟

(۴) قاضی جس کو پُورا علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین حقیقی زندہ ہیں اور موجود ہیں تو وہ بلادریافت اُس کے والدین ان کی بےعلمی میں غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو ایسے قاضی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دو نکاح کہیں نہیں ہوتے، پہلی منگنی ہوئی ہے وہ نکاح نہیں ہوتا۔ بات زبان پھیر کر کہنا کچھ مفید نہیں، دوسال سے دی ہوئی ہے، وہ جلسہ نکاح کرنے کے لئے تھا یا منگنی کا؟ اور کیا لفظ طرفین نے کہے تھے؟ پُوری بات بیان کی جائے۔

(۳) لڑکی اگر بالغہ ہے تو اُسے خود اپنے نکاح کا اختیار ہے اور نابالغہ ہے تو وہ باپ کے ہوتے کسی کو ولی نہیں بناسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) بالغہ کا نکاح اُس کی اجازت سے پڑھاجاسکتا ہے اگرچہ والدین کو علم نہ ہو، ہاں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے یہ نکاح ہو وہ بالغہ کا کفو ہو لیتی مذہب نسب چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے باپ کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو ورنہ نکاح نہ ہوگا، اور اگر نابالغہ ہے تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، قاضی نے بدنیتی نہ کی تو الزام نہیں ورنہ الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۶ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود لیڈر صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) بالغ لڑکی اگر نکاح کے وقت بوجہ شرم و حجاب اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا نہ کرے صرف

یہ ہو کہ اس کے عزیز و قریب مستورات جو اس کے گرد و پیش موجود ہیں وہ کہہ دیں کہ ہاں لڑکی کو منظور ہے اور بالعموم اکثر نکاحوں میں اسی طرح کی صورت واقع ہوا کرتی ہے لڑکیاں بوجہ شرم و حجاب خود نہیں بولتی ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں اور اس کا اقرار سکوتی ایجاب و قبول کے قائمقام سمجھا جائیگا یا نہیں؟

(۲) لڑکی بالغہ ہے مگر یتیم ہے اس کی ماں نے اس کا نکاح کیا متوفی باپ کے بھائی یعنی چچا تا یا سے موجود نہ تھے آیا ان کی عدم موجودگی نکاح کے جواز پر شرعاً کچھ موثر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر ولی اقرب مثلاً باپ وہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو بھائی، وہ نہ ہو تو بھتیجا، وہ نہ ہو تو چچا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اگر خود جا کر بالغہ دوشیزہ سے اذن لے یا اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے اس کے پاس بھیجے اور وہ طلب اذن پر سکوت کرے تو یہی اذن ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصماتھا اذنھا[1]۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: باکرہ کی خاموشی ہی اذن ہے۔ (ت)

اور اگر ولی اقرب خود گیا نہ اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لئے بھیجا بلکہ اور شخص بے اس کے بھیجے بطور خود اس سے اذن لینے گیا تو اس کا سکوت اذن نہ ہوگا، اگر چہ اذن لینے والا کیسا ہی قریب رشتہ دار ہو جبکہ ولی اقرب نہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا یا حقیقی بھائی اپنی طرف سے اذن لینے جائے تو ضرور ہوگا کہ عورت خود ہوں کے اپنی زبان سے اذن دے، پاس بیٹھنے والیوں کا یہ ظلم ہوتا ہے کہ وہ دھوکا دینے کو ہوں ہاں کر دیتی ہیں اس صورت میں تو نکاح فضولی ہوگا جبکہ کفو کے ساتھ ہو دختر کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر خبر سن کر اس وقت یا بعد کو بے اظہار نفرت جائز کر دے جائز ہو جائے گا، رد کر دے رد ہو جائے گا، اگر اپنے کسی قول یا فعل سے صراحۃً و دلالۃً اب تک رد نہ کیا ہو تو بخوشی رخصت ہو کر جانا اذن ہے اس وقت نکاح نافذ ہو جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) چچا کے ہوتے ماں اگر یتیمہ بالغہ کا نکاح یتیمہ سے اذن لے کر دے یا بعد نکاح وہ دختر اذن قولاً یا فعلاً دے دے تو نکاح صحیح و نافذ و لازم ہے، چچا تا یا بھائی کسی کو گنجائش اعتراض نہیں جبکہ نکاح کفو سے کیا ہو یعنی وہ شخص مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہیں جس کے ساتھ اس دختر کا نکاح اس کے ولی کے لئے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو نکاح ہوگا ہی نہیں اور اگر یتیمہ نابالغہ ہے

---

[1] موطا امام مالک کتاب النکاح مطبع میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۴۹۸

کہ حقیقۃً یتیمہ وہی ہوتی ہے تو اگر ماں نے غیر کفو بمعنی مذکور سے نکاح کر دیا تو ہوا ہی نہیں اور کفو سے کیا تو چچا وغیرہ جو ولی اقرب ہو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا رد کر دے گا رد ہو جائے گا جائز کر دے گا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۲ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالرؤف لیڈر صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی وایاکم بشموع فی یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین فزوجتھا امھا برضاھا باحد من الاقارب ولکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاء الیتیمۃ المذکورۃ کالاعمام وغیرھم وما استشیروا فی ھذا الباب وتولت فی امر النکاح امھا وحدھا لانھا کانت وحدھا کفیلۃ لبنتھا الی الاٰن ھل جاز النکاح ام لا۔

علمائے کرام آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پندرہ سالہ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے لڑکی کی رضامندی سے رشتہ داروں میں کر دیا جبکہ لڑکی کے اولیاء چچا وغیرہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی اس نکاح سے متعلق ان سے مشورہ لیا گیا، صرف والدہ نے ہی نکاح کی تولیت کی کیونکہ لڑکی کی کفیل اس وقت والدہ ہی تھی، کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہ؟

الجواب

ان بلغت قبل ھذہ العلامۃ بحیض او تمت لھا قبل ادھا بالنکاح خمس عشرۃ سنۃ کوامل وکان النکاح من کفو لیس فی دینہ ولا نسبہ ولا خلقہ ولا حرفتہ ما تعیر بہ اولیؤھا عرفا جاز النکاح فان وقع بعد اذنھا او رضیت بہ بعد وقوعہ قبل ردہ تم ولزم ولیس لھا ولا لاحد من اولیاءھا الاعتراض علیہ وان کان من غیر کفو بالمعنی المذکور فھو باطل رأسا وان اذنت و اجازت او بنفسھا تولت وان کان من کفو ولم تبلغ بعد توقف علی اجازۃ الولی ان اجاز جاز وان ابطل

اگر لڑکی نکاح سے قبل بالغ ہو چکی تھی جس پر حیض یا کوئی اور علامت بلوغ ظاہر ہو چکی تھی یا وہ نکاح سے قبل پورے پندرہ سال کی ہو چکی تھی تو اس نے نکاح کی اجازت دی اور نکاح بھی کفو میں ہوا کہ لڑکے کے دین، نسب، اخلاق اور اس کے کسب پر عرفاً لڑکی کے اولیاء کو اعتراض نہ ہو یعنی اس سے عار محسوس نہیں کرتے تو نکاح جائز ہے پس اگر نکاح مذکور اذن کے بعد واقع ہو یا وہ نکاح کے بعد اس کو رد کرنے سے پہلے اس پر رضامندی ظاہر کر چکی ہو تو یہ نکاح نافذ و لازم ہو گیا ہے اب اس کو یا اس کی ولی کو نکاح پر اعتراض کا حق نہیں رہا، اگر یہ نکاح غیر کفو بمعنی مذکور میں ہوا تو وہ نکاح بالکل باطل ہے اگرچہ اجازت اور رضامندی ظاہر کر چکی ہو یا اس نے خود اپنا نکاح کیا ہو اگر نکاح کفو میں ہوا لیکن ابھی بالغ نہ تھی تو پھر ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر ولی جائز کر دے تو جائز اگر باطل کر دے

بطل وان سکت الاولیاء حتی بلغت أن الامر الیہا متمحض اولا ترد و المسائل ظاہرۃ وفی الکتب دائرۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

تو باطل ہوگا، اور اگر لڑکی کے بلوغ تک ولی خاموش رہے حتی کہ لڑکی خود بالغ ہوگئی تو اب اجازت لڑکی کی طرف سے ہوگی چاہے راضی ہوجائے یا نکاح کو رد کردے، یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۸: از اجمیر شریف محلہ لاکھن کوٹھری مرسلہ مولوی مشتاق احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر معلٰی یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کی والدہ اور بھائیوں نے ایک میراثی کو رشتہ کرنے کے واسطے بھیجا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرآؤ اس قبیلہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ کرنا، میراثی نے کچھ روپیہ رشوت کا لے کر دوسری جگہ رشتہ کردیا، بعدازیں لڑکی اور والدہ اور بھائیوں کو اطلاع ہوئی انھوں نے دو آدمیوں کو بھیج کر رشتہ والوں سے کہہ دیا کہ ہم نہیں رشتہ کرتے، اور پھر لڑکی کے بھائی بھی گئے منع کرنے کے واسطے آخرکار وہ باز نہ آئے، اور میراثی نے چند ایام اپنی طرف سے مقرر کرکے برات منگوائی، برات آنے پر لڑکی اور والدہ بھائی نکاح سے سراسر انکار کرتے رہے، حتی کہ پانچ چھ ایام اسی طرح گزر گئے، پھر کہ برات کے ساتھ چند رؤسا تھے انھوں نے گروہ وراج کے سبب وہ صاحب تھے اور کہا اس صورت سے جو مطالب ہمیں نکاح دلا دو، سب رؤسا نے جمع ہوکر لڑکی کے بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ بیچارے غریب عاجز ہوکر کہنے لگے کہ اچھا نکاح ٹھہرا دو، جب لڑکی سے اذن لینے کے واسطے گئے اُس نے انکار کردیا، پھر ایک شخص نے لڑکی کو جبراً خاموش کردیا اور بہلی میں بٹھا کر لے گئے، بوقت رواج لڑکی کے بھائیوں نے لڑکی سے پوچھ کچھ کر کپڑا وغیرہ دیں، لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے تم کس واسطے دیتے ہو، بعد آنے کے وہ اب تک انکار پر مصر ہے، عرصہ پانچ سال کا ہُوا۔ یہ نکاح عندالشرع ہُوا یا نہیں؟

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور اُس نے اذن نہ دیا بلکہ صاف انکار کردیا اور بالجبر رخصت کے وقت بھی تصریحاً کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے، اور جب سے اب تک انکار پر مصر ہے تو نکاح مذکور باطل ومردود محض، اور ان جبر کرنے والوں کا ظلم خالص ہے، بھائیوں نے بہ مجبوری کسی کچھ بھی اجازت دی ہوتی یا خود نکاح کردیا ہوتا بالغہ کے انکار سے فوراً بھی فوراً باطل ہوجاتا نہ کہ ان کی اجازت بھی جبر سے، یونہی اگر بعد نکاح انکار کے بعد بالغہ خود بھی راضی ہوجاتی مفید نہ ہوتا کہ باطل شدہ نکاح رضا سے صحیح نہ ہوسکے گا نہ کہ وہ اب تک انکار پر مصر ہے، غرض اس باطل نکاح کو نکاح سمجھنا جہل بعید وظلم شدید ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل کذا فی السراج الوھاج[1]۔

عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کسی کو بھی اس کے نکاح کا اختیار نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ جائز کردے تو جائز اور اگر رد کردے تو رد ہو جائے گا۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب بالغہ کو نکاح کی اطلاع ملی تو اس نے رد کر دیا پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو جائز نہ ہوگا کیونکہ قبل ازیں رد کرنے سے نکاح باطل ہوچکا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از بمبئی جیل روڈ پوسٹ نمبر ۹ معرفت خلیفہ احمد اللہ صاحب مرسلہ جمیل محمد خاں صاحب دہلوی ۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا ورغبت خود بلا اجازت والدین ایک سُنّی المذہب افغانی النسب سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں قاضی نے سامنے معرفت قاضی نکاح کیا، منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اس کا یہ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ غلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لئے نکاح کے فسخ کرانے کا استحقاق ہمیں حاصل ہے، دوسرے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہم کفو سے نہیں ہوا لہذا ہمیں فسخ کا اختیار ہے، وکیل جو مجلس نکاح میں لڑکی کی جانب سے مقرر ہوا تھا وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ نکاح ہوا میں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز نہیں سُنی، قبل از نکاح لڑکی نے گواہان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں اہلسنت وجماعت حنفی مذہب اختیار کرچکی ہوں۔ نکاح کے گواہ موجود ہیں اور وہ معترف ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ایجاب وقبول کی آواز ہمارے کانوں تک آئی، اور قبل از نکاح لڑکی نے کہا کہ میں اہلسنت وجماعت ہوچکی ہوں۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کی نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ وہ سُنّیہ ہے اور باپ رافضی، عدم کفاءت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی، اگر صرف یہ بنا ہے تخالف مذہب ایسا کہا جاتا ہے تو سُنّی لاکھوں درجے رافضی سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

علی ہیں، اور مغل پٹھان باعتبار قوم ہم کفو ہیں۔ اُس کے باپ کا اعتراض باطل ہے اور اُسے کوئی اختیار فسخ نہیں؛ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الایم احق بنفسھا[1] (بے نکاح عاقلہ بالغہ کو اپنے نفس پر زیادہ اختیار ہے۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے،

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز ولایت نہیں دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ کوہ رائی کمیت متصل جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمان خاں صاحب خانساماں ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت نے ایک رافضی کی بیوی سے کہا کر تو مجھ سے مل، تو اس رافضی کی عورت نے کہا کہ اس شرط پر ملوں گی اگر تو اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کرے۔ اُس شخص مذکور نے اس شرط کو قبول کیا اور مدت دراز تک زنا کاری رہی اور ابھی تک موجود ہے۔ اب وہ لڑکی اہلسنت کی جوان ہوگئی ہے اور شخص مذکور اُس کی شادی اُس رافضی سے کرنے کو تیار ہے، اور اس لڑکی سنیہ کا نانا موجود ہے وہ بھی منع کرتا ہے اور تمام اہلسنت وجماعت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، مگر شخص مذکور کہتا ہے کہ جائز ہے۔ اب اس صورت میں یہ لڑکی اپنے نانا کو مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا نسوت بشرط اس زن شدہ ہوتا یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ عالمگیری میں ہے،

لایجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة لا حرة ولا مملوکة[3]۔ مرتد کو کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد یا لونڈی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (ت)

جبکہ وہ لڑکی جوان ہے اور باپ اُسے معاذ اللہ زنا کے لئے دینا چاہتا ہے تو نانا وغیرہ دیگر اولیاء پر لازم ہے کہ لڑکی کو اُس کے قبضہ تصرف سے نکال کر فوراً لڑکی کی رضا سے کسی سُنی صحیح العقیدہ کفو کے ساتھ اس کا نکاح کردیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب النکاح میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۴۹۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۵

مسئلہ ۲۱۱: از مقام جلیسا ڈاکخانہ بڑا مسئولہ مولوی حکیم عبدالشکور صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جس کی عمر تخمیناً دس برس کی تھی بعد انتقال اپنے والدین کے اپنے حقیقی چچا زید سے خفا ہو کر اپنے حقیقی ماموں کے گھر چلی گئی اور وہاں رہنے لگی، کچھ عرصہ کے بعد اس کے ماموں نے ہندہ کا عقد قبل بلوغ مسمّی بکر سے بلا اجازت حقیقی چچا کے اس شرط پر کیا کہ تم جب میری بستی میں آکر مکان بناؤ گے اس وقت ہم لڑکی رخصت کریں گے۔ اب بکر اس بستی میں مکان نہیں بناتا ہے اور لڑکی رخصت کرا کے لے جانا چاہتا ہے اور لڑکی وہاں جانے پر راضی نہیں، کیا حقیقی چچا کے موجود ہوتے ہوئے اس کے ماموں نے عقد کر دیا تو یہ عقد شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

دوم جب بکر نے اس بستی میں مکان نہیں بنایا تو عقد فسخ ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بے اجازت چچا کے ماموں نے جو نکاح کیا جائز و صحیح ہوا، مگر چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر وہ رد کر دیتا رد ہو جاتا۔ مگر عبارتِ سوال سے ظاہر کہ اس نے رد نہ کیا نکاح پر راضی ہوا دوسری جگہ لے جانے پر راضی نہیں۔ جب صورت یہ ہے تو وہ نکاح نافذ بھی ہوگیا مگر لڑکی کو شرعاً خیار بلوغ تھا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ لڑکی نے جسے بالغہ ہوئے کئی سال گزرے اس خیار کا استعمال نہ کیا، وہ بھی نسبِ نکاح سے ناراض نہیں بلکہ دوسری جگہ جانے سے۔ پس صورتِ مذکورہ میں نکاح لازم ہوگیا اور کسی کو اس پر اعتراض کا اختیار نہ رہا۔

اسی گاؤں میں مکان بنانے کی شرط شرط فاسد ہے، اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے۔ اسے اختیار ہے کہ اپنی عورت کو اپنے گھر لے جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۱؎ (بیویوں کو اپنی سکونت کے ساتھ سکونت گنجائش کے مطابق دو۔ت)

ہاں اگر ظاہر ہو کہ شوہر عورت کو ضرر و ایذا دینے کے لئے دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے اور یہاں ممکن نہیں چاہتا تو لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۲؎۔ ھذا حاصل ما حط علیہ کلام المحققین۔ وعلیک برد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے ضرر دو۔ محققین کے کلام کا مصداق یہی ہے، آپ پر ردالمحتار کی طرف رجوع ضروری ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

۱؎ القرآن الکریم ۶۵/ ۶ ۲؎ ایضاً

3 ٦ مسئلہ ۱۳۲ از مقام گھو گھو ڈاک خانہ اسٹیٹ ضلع دیناجپور ڈاکخانہ خاص مسئولہ حاجی سید نور الحسن صاحب بہاری
۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کے دو نابالغ بھائی حقیقی ہیں اور ایک حقیقی ماں اور ایک حقیقی چچا اور ایک حقیقی ماموں ہیں، لڑکی نابالغہ اور دونوں بھائی اور اس کی ماں یعنی ان چاروں کی کفالت بعد فوت باپ و شوہر، بھائی شوہر کا و بھائی ماموں کا یعنی ماموں حقیقی و چچا حقیقی کر رہا ہے، ماموں و چچا حقیقی اور دو بھائی نابالغ حقیقی پردیس میں چچا و ماموں کے ساتھ ہیں، ماموں و چچا و بھائی کی عدم موجودگی میں غیر اقربا اور لڑکے کی ماں نے بہکا کر لڑکی کی ماں کو راضی کر کے چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا، اس نکاح سے ماموں اور چچا دونوں سخت ناراض ہیں اور کفالت کرنے سے دست بردار ہیں۔ لڑکی ہمیشہ سے جب سے اپنی ماں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے مکان میں رہتی ہے شوہر مجازی سے کوئی تعلق نہیں ہوا صرف عقد ہوا ہے رسم بابات وغیرہ باقی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں، اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ یا شوہر اوّل کے ساتھ دوبارہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یہ شخص جس سے نکاح ہوا اگر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، نہ جب تک لڑکی نابالغہ ہے کسی ایسے شخص سے کوئی اس کا نکاح کر سکتا ہے، اور اگر جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہے یعنی کسی بات میں ویسا کم نہیں تو یہ نکاح لڑکی کے حقیقی چچا کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اس نے جائز کر دیا اگرچہ ناراضی کے ساتھ، مثلاً کہا "خیر نکاح تو ہو گیا مگر ہم کفالت سے دست بردار ہیں" تو نکاح نافذ ہوگیا، چچا یا ماموں کسی کو اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دے، ہاں لڑکی کو اس پر اعتراض کا حق ہوگا اگر بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اپنی ناراضی کا اظہار کرے، اور اگر چچا نے خبر سن کر رد کیا تو رد ہوگیا، چچا کو اختیار ہے جس کفو سے چاہے نکاح کر دے اگرچہ اسی شوہر سے، غرض حکم ان الفاظ پر مدار ہے جو چچا نے خبر نکاح سننے پر پہلی پہل کہے ایمانی وہ پورے الفاظ بے کم و بیش تبدیل معلوم ہونا ضروری ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

۱ ۱ مسئلہ ۱۳۳ از موضع آچورہ ڈاکخانہ بچاری ضلع فرید پور ملک بنگال مسئولہ حاجی عبد الغنی صاحب
۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی بالغہ ہندہ نے

بلا اجازت زید کے اپنے کفو بکر کے ساتھ نکاح کیا، زید سُن کر نہایت ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے حیلہ و بہانہ کرکے ہندہ کو اپنے مکان میں لے آیا، پھر ہندہ سے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہُوا اس لئے کہ میں تیرا باپ ہوں بلا اجازت باپ کے نکاح صحیح نہیں، اسی حال میں ایک سال سے زیادہ گزر گیا، پھر زید نے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ثانی صحیح ہے یا نہیں، اگر نہیں تو جو اولاد عمرو سے ہُوئی اُس کا اور زید کا شرع شریف میں کیا حکم ہے زید امام ہوسکتا ہے یا نہیں، اور اگر نکاح ثانی صحیح ہے تو بکر پر مہر مثل لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا تھا اگر وہ کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا عورت کے باپ کے لئے باعث ننگ و عار ہو تو وہ پہلا نکاح ہوگیا اور یہ دوسرا نکاح باطل ہُوا، عورت کا باپ اور یہ دوسرا شوہر دونوں سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں، اور بچہ جو پیدا ہُوا وہ پہلے ہی شوہر کا ہے، اس صورت میں زید کو امام کرنا گناہ ہے جب تک توبہ نہ کرے، اور اگر پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا وہ بمعنی مذکور کفو شرعی نہ تھا تو وہ پہلا نکاح باطل ہُوا اور دوسرا نکاح صحیح ہُوا، بچہ اسی دوسرے شوہر کا ہے، زید و عمرو پر کوئی الزام نہیں اُن کے پیچھے نماز اس وجہ سے ممنوع نہیں، پہلا نکاح جس سے ہُوا تھا اگر وہ قربت کرچکا ہے تو اُسے مہر مثل دینا آئے گا یعنی [illegible] کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: از موضع اَکریا ضلع بریلی مسئولہ قمرالدین صاحب یکم صفرالمظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ تھی اور بالغہ تھی کیونکہ اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوچکا تھا اس رانڈ نے عقدِ ثانی کے واسطے ایک شخص کو جو اُسی کی ذات کا تھا اور جوان بھی تھا اور علم دار بھی تھا اور روٹی کپڑے سے خوش تھا تجویز کی مگر اُس جوان کے واسطے اس رانڈ کا والد نکاح کرنے کو راضی نہ تھا، زید نے پھر لالچ پاکر اُس شخص کی طرف سے جس کے ساتھ رانڈ کا والد راضی تھا بریلی سے تعویذ اور مٹھائی لے جاکر کھلایا تاکہ اس کا خیال اس جوان کی طرف ہو جس سے اس کا والد راضی تھا، اور زید نے مٹھائی کھلاتے وقت اس شخص کا نام لیا کہ وہ رانڈ جس سے راضی تھی کہ تم کو میں اس شخص کی طرف سے مٹھائی کھلاتا ہُوں جس سے کہ تم راضی ہو، اس کے بعد میں اُس رانڈ کا نکاح اُسی شخص کے ساتھ زبردستی کرادیا جس سے وہ رانڈ ناراض تھی اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اس شخص کے یہاں پہنچا آئے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں، اور زید کو انجمن کی طرف سے صدر بنایا ہے اب زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ انجمن والوں نے زید کو صدر جب بنایا تو اُن کو یہ قصّہ معلوم نہیں تھا اور یہ نکاح زبردستی زید ہی کی کوشش سے ہوا تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت کو اذن دیتے وقت بہکایا گیا تھا کہ یہ نکاح دوسرے سے ہوتا ہے جس سے وہ راضی نہیں لیکن کسی نے ہاتھ پکڑے کسی نے پاؤں، اور اس سے جبراً اذن دلوایا، صورتِ مذکورہ میں نکاح صحیح ہوگیا کہ نکاح وطلاق میں اکراہ کو دخل نہیں، جس طرح خوشی سے ہوجاتے ہیں یونہی جبر سے بھی۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق[1]۔ تین چیزیں جن میں سنجیدگی اور مذاق سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور عتاق۔ (ت)

باقی رہا یہ کہ مجبور کرنا شرعاً کوئی وجہ الزام رکھتا ہے یا نہیں، ممکن کہ نہ رکھتا ہو بلکہ عورت کی خیر خواہی کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں، اور باپ سے زیادہ اولاد پر کون مہربان ہے سوا اللہ ورسول کے، ظاہر یہی ہے کہ جہاں وہ چاہتی تھی اس میں شر تھا اور جہاں باپ نے چاہا اس میں خیر، تو ایسے احتمال قوی کی حالت میں اس جبر کو وجہ الزام نہیں ٹھہرا سکتے جیسے مریض کو بالجبر دوا پلانا۔ لہذا اس وجہ سے امامت زید میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶: از شہر کہنہ محلہ صوفی ٹولہ مسئولہ طفیل احمد صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے ایک لڑکے کے ہمراہ جو کہ ایک بیوی معہ دو بچوں کے چھوڑ چکا ہے اور لڑکی کا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے لڑکی کے اقربا (تایا، پھوپھا، بھائی وغیرہ) کو بغیر جتائے کہ غیر محلہ میں دھوکہ سے لے جاکر سرائے خام کے ایک طالب علم سے اس طرح پڑھوایا کہ ماموں جو کہ دونوں (لڑکے اور لڑکی) کا ہوتا ہے وکیل بنا (اور گواہ اول دونوں کا خالو ہے اور گواہ دوم لڑکے کا تایا زاد بھائی ہوتا ہے) جب ماموں اذن لینے گیا تو اس نے جواب نہ دیا پھر مکرر اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا تو ماموں نے اس کے ایک طمانچہ مارا کہ جس کے سبب سے وہ رونے لگی اور ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوادیا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء فی الجد والہزل فی الطلاق امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۲
سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الطلاق فی الہزل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۸
الدر المنثور زیر آیۃ ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/۲۸۶

ف: در منثور کے الفاظ یہ ہیں، ثلاث من قالھن لاعبا او غیر لاعب فھن جائزات علیہ الطلاق والعتاق والنکاح۔ اور جامع الترمذی اور سنن ابی داؤد میں العتاق کے بجائے الرجعۃ کا ذکر ہے۔ نصب الرایۃ میں ان دونوں لفظوں سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے مطالعہ کے لئے جلد سوم کتاب الایمان صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

ر کی جانے پر رضامند نہیں ہے کیونکہ وہ اگلی بیوی کا حال دیکھ چکی ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ لڑکی کی عمر وقتِ نکاح دو مہینے اوپر پندرہ سال کی تھی، اگر یہ بیان اور صورتِ سوال واقعی ہے تو وہ نکاح فضولی ہوا، اجازت لینے والے اور گواہوں کا رشتہ دار ہونا تو کوئی مخل نہیں، اور بکر کا رونا بھی اذن میں شامل کیا جاتا ہے مگر نہ وہ رونا کہ طمانچہ مارنے سے ہو، وہ ہرگز دلیل اجازت نہیں ہوسکتا، تو عقد نہ ہوا مگر عقد فضولی اور لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر اس نے اظہار اجازت سے پہلے اظہار ناراضی کیا نکاح رد ہوگیا اور شوہر کو اس پر کوئی دعوٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از حیدر آباد دکن قصبہ نارائن پیٹھ جی آئی پی ریلوے کرشنا مسئولہ سید اکرم علی عرف مطلوب شاہ صاحب مدرس فارسی عربی مدرسہ سلطانیہ درجہ اول ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ حرہ مکلفہ باکرہ نے بلا اجازت ولی جائز اپنا عقد دو گواہان شرعی کے روبرو اپنے ایک ہم کفو سے کرلیا، پس یہ نکاح از روئے مذہب حنفی ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا ولی جائز فسخ کرکے بلا طلاق وخلع ہندہ کا عقد کسی مالدار سے جبراً کرنا چاہتا ہے اگر کرے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور یہ فعل اس کا کس حد تک جائز ہے؟ کیا رواج عرف عام قانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے اور ولی جائز کا جبراً حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول؟ بینوا توجروا

الجواب

شرعاً کفو کے معنی یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو، اگر وہ اس معنی پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا رضائے خود بے اجازتِ ولی اس سے نکاح نافذ ولازم ہے، ولی اسے ہرگز فسخ نہیں کرسکتے، اگر بلا طلاق اس کا نکاح دوسری جگہ کردیں گے باطل محض ہوگا اور اس میں قربت زنائے خالص جس کا وبال مرتکب وتزویج پر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولی[1] آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر ولی نافذ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے: نفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضی ولی[2] (ولی کی رضا کے بغیر بھی حرہ عاقلہ بالغہ کا

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷
[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

نکاح نافذ ہے۔(ت) اور اگر اسی معنی شرعی پر کفو نہیں اگرچہ قوم ہو جسے عوام میں کفو کہتے ہیں مثلاً مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس عورت کا اس سے نکاح ولی زن کے لئے باعث عار و بدنامی ہے تو زن مکلفہ کا بے اجازت ولی اس سے نکاح باطل و مردود محض ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً [1]

غیر کفو میں اصلاً نکاح نہ ہونے کا فتوٰی ہے۔(ت)

رواج و عرف و قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ [2] وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون [3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ اور فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہے۔(ت)

سائل نے کچھ نہیں لکھا کہ عورت اور اس کے ولی میں کس بات کا اختلاف ہے جس کا جواب دیا جائے کہ ان میں کس کا قول معتبر ہے کہیں اس کا قول معتبر ہوگا کہیں اس کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ضلع ہوگلی ڈاک خانہ تیلن پاڑہ باڑی عجب میاں مسئولہ سلطان احمد خاں صاحب مرزاپوری ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی ہے جو بارہ برس کی ہے، اس کا عقد کرنے کو اُس کا باپ ایک مرد نابالغ سے کرنے کا وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کریں گے اور رسم دنیاوی بھی کر دیا گیا کہ لڑکا لڑکی کے واسطے کپڑا اور مٹھائی وغیرہ اور دس پانچ برادری کے لوگوں کو ساتھ لے گیا، لڑکی کے باپ نے برادری کے روبرو سب سامان لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ میں نکاح کردوں گا، کہ درمیان میں لڑکی کا باپ بیمار ہوگیا اور زیادہ علیل ہوگیا سو وہ مکان پر چلا گیا، جس کو عرصہ چھ ماہ کا ہوگیا، لڑکی اور اُس کی ماں یہیں پر رہ گئیں اور اب بھی موجود ہیں، جب سے لڑکی کا باپ مکان گیا وہی لڑکا برابر خرچ وغیرہ کا بھی بار اُٹھاتا ہے، اب وہ لڑکا لڑکی کی ماں سے بہت زور کرتا ہے کہ میرا نکاح کردو۔ عورت نے کئی مرتبہ خط بھی مکان پر لکھا مگر کچھ جواب نہیں آیا کہ زندہ ہے یا مرگیا، لڑکی کی ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتی ہو تو جو کچھ روپیہ میرا اتنے عرصہ میں خرچ ہوا اُس کو دو ورنہ ہم

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] القرآن الکریم ۶/۵۷

[3] القرآن الکریم ۵/۴۷

نالش کریں گے، سو اب لڑکی کی ماں نکاح لڑکی کا کرنے پر راضی ہے اور کہتی ہے کہ ہم راضی ہیں نکاح پڑھوادو اور یہ کہا کہ شوہر مرا لکھ گیا تھا کہ ہم مکان سے واپس آکر شادی کریں گے اس وجہ سے ہم نہیں راضی ہوئے تھے، سو اب ان کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں خوشی سے کہتی ہوں کہ قاضی کو بُلا کر ایجاب و قبول کرا لو، اور لڑکی بھی اپنے بُرے بھلے کو پہچانتی ہے، سو وہ بھی رضامند ہے اور عرصہ چھ ماہ سے اسی مرد کے ہمراہ گویا رہتی ہے، جو باتیں حق حق تھیں ان کو لکھ کر علمائے دین کے حضور میں پیش کر دیا جو کچھ حکم شریعت مطہرہ کا ہو بیان فرمائیں، اور ذیل میں جو علامت انگوٹھا ہے وہ ان برادریوں کا ہے جن کے سامنے لڑکی کے والد نے اقرار کیا اور بیڑا وغیرہ لیا، اُن لوگوں کے سامنے یہ سوال لکھا گیا اور دستخط لیا گیا لہذا عدم موجودی اس کے والد کے نکاح ہونے یا نہ ہونے سے یا جس طرح اور جس قاعدہ سے نکاح ہو اس مسئلہ کو حضور تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کے لئے ولی کی ضرورت ہے، ولی اُس کا باپ ہے، بے اجازت پدر کسی کو لڑکی کے نکاح کرنے کا اختیار نہیں، اور پہلے اُس کا راضی ہونا اور وعدہ کرنا اجازت کے لئے کافی نہیں کہ اُس نے کسی کو وکیل نہیں کیا اب اس سے اجازت لی جائے، اگر اُس کا پتہ نہ چلے تو لڑکی کا جوان بھائی اُس کا ولی ہے، وہ نہ ہو تو بھتیجا، وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اسی ترتیب پر عصبہ ہو، اور اگر عصبات میں کوئی نہ رہا ہو تو البتہ اُس وقت ماں کو ولایت ہوگی اور اس کی اجازت سے نکاح ہو سکے گا، اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آچکا ہے تو خود اُس کی اپنی اجازت کافی ہے، مگر بہرحال باپ کے سوا جو دوسرا شخص اس کا نکاح کرے یا بالغہ ہو کر خود کرے یہ ضرور ہوگا کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس لڑکی سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا لڑکی کے اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار ہو ورنہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از پیلی بھیت محلہ خدارخان مسئولہ حکیم سعید الرحمن خاں صاحب ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفیق بیگم کا نکاح اس کی نابالغی میں جبکہ اس کا باپ دادا زندہ نہ تھے اُس کے چچا نے اپنے پسر کے ساتھ کر دیا، نابالغہ مذکورہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اس نے نکاح مذکور کو نامنظور و ناپسند کر کے فسخ کر دیا اور بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ شوہر کو جو ہنوز نابالغ ہے اور اس کے والد کو بھی اطلاع دے دی، نوٹس یہ لکھ کر واپس آیا بعد ازاں رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش کی اور حسب ذیل استدعائے دادرسی کی "استقرار اس امر کا فرما دیا جائے کہ جو نکاح مدعیہ کا اس کی نابالغی میں ہُوا تھا اور جس کو مدعیہ نے بعد بلوغ شرعی کے مسترد کر دیا ہے مدعیہ

بوجوہ معروضہ عرضی نالش نکاح مذکور کی فسخ اور کالعدم ہوجانے کی وجہ سے پابند نہیں ہے اور باب دعیہ زوجہ مدعا علیہ کی نہیں ہے۔" ہنوز اس نالش کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہوگئی، ایسی حالت میں نکاح مذکور وقت وفات رفیق بیگم کے قائم و برقرار متصور ہوگا یا فسخ و مسترد، اور شوہر کو ترکہ رفیق بیگم کا پہنچے گا یا نہیں؟

الجواب

رفیق بیگم کی اخیر سانس تک نکاح برقرار تھا، وہ اپنے شوہر کی زوجیت ہی میں مری، شوہر اُس کے نصف ترکہ کا وارث ہوگا اور نصف مہر بھی ساقط ہوگیا، نصف مہر کی دیگر ورثا دے گا، خیار بلوغ سے عورت کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنا نکاح خود فسخ کرلے، نہ اس کے فسخ کئے فسخ ہوسکتا ہے، بلکہ اُسے صرف دعوٰی فسخ کا اختیار ملتا ہے، بعد دعوٰی قاضی شرع کے فسخ کئے سے فسخ ہوگا، اگر قبل فسخ مرجائے تو زوجیت ہی میں مرے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ فیفسخہ القاضی فلا تثبت ھذہ الفرقۃ الا بالقضاء لانہ مجتھد فیہ وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ماتن کا قول کہ "قاضی اس کو فسخ کرے" تو فرقت قضا کے بغیر ثابت نہ ہوگی کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور ہر فریق اس میں دلیل کا سہارا لیتا ہے اس لئے قاضی کی کارروائی کے بغیر فسخ نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲: ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار معلٰے قادریہ پرچونڈی شریف از طرف ابو الاسعد فقیر سردار شاہ ۱۰ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی، شخصے بحین حیات پدر خود بلارضامندی وشمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بدلے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد و بعد چند مدت راضی شدہ باز و معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت و بانا گار کرد، آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ؟

علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ باپ کی زندگی میں باپ کی رضامندی اور شمولیت کے بغیر بھائی نے اپنی نابالغہ بہن کا نکاح بدلے کی شرط پر کرادیا، اور باپ نے اطلاع پانے پر انکار کردیا، اور کچھ مدت بعد باپ اس نکاح پر راضی ہوگیا اور بدلے میں لڑکے کے لئے رشتہ لیا اور دوبارہ

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۰

محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب وقبول فائدہ دارد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

پھر انکار کردیا، کیا پہلے انکار پر نکاح باطل ہُوا یا نہ؟ انکار کے بعد صرف ایجاب وقبول سے نکاح ہوگا یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضول بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً باطل شد و باطل را عود نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سرنو ایجاب وقبول پیش شہود کنند در درمختار است بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد[1] در ردالمحتار ست لان نفاذ التزویج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد[2] در بحرالرائق ست الاجازۃ شرطہا قیام العقد[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بھائی نے باپ کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا جو نکاح کیا وہ فضولی کا نکاح ہے اور باپ کی اجازت پر موقوف ہے جب باپ نے خبر سُنتے ہی انکار کردیا تو نکاح فوراً باطل ہوگیا اور باطل شدہ دوبارہ صحیح نہیں ہوسکتا ہے اس کے بعد باپ کا راضی ہونا بے فائدہ ہے جب تک دوبارہ گواہوں کی موجودگی میں نیا ایجاب وقبول نہ کریں صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی نے خبر ملنے پر نکاح رد کردیا پھر کہا کہ میں راضی ہُوں تو جائز نہ ہوگا، کیونکہ وہ رد کی وجہ سے پہلے باطل ہوچکا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ نکاح کا نفاذ اجازت پر موقوف تھا جبکہ رد کرنے سے باطل ہوچکا ہے۔ بحرالرائق میں ہے اجازت کے لئے عقد نکاح کا باقی ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۲: از ضلع بالاسپور امام مسجد اکلترا

ایک بڑھیا کی لڑکی تھی اُس کی برادری والے بلا رضامندی شادی کرنے لگے، بڑھیا مذکور نکاح کے وقت نامناسب رہنے پر دوسری کوٹھری پر روتی تھی اور یہ خبر ہی نہیں کہ میری لڑکی کا کیا ہورہا ہے، لڑکی کی عمر پانچ یا چھ سات سال کی تھی، اس لڑکی کو یہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہورہا یا کیا ہُوا، اس لڑکی مذکور کے

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۰

[3] بحرالرائق باب فی الاولیاء والاکفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۱۴

وارث سوائے بڑھیا ماں کے کوئی اس کے باپ دادا کی شاخ میں بھی نہ تھے بلکہ وارث والوں نے نکاح طفلیت میں پڑھایا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں سوائے اس کے جو لوگ نامناسب نکاح بنایا ہوا داماد نکالا ہے کے تو بڑھیا مذکور غریب بیوہ سناری بیچنے والی بچی کو کوئی گزر کرتی تھی بعض وقت یہ بنایا ہوا داماد دو تین بار گیا تو بڑھیا بطور مہمان نوازی کے کھلاتی پلاتی بطور برادرانہ، لیکن کچھ بڑھیا کی بچی سے سروکار بات چیت دیگر حرکات سے پاک رکھتی تھی نکاح جانے کے وقت بڑھیا جب روکتی تھی تو بنا ہوا داماد جانے کے نام لگے الفاظ میں یہ صاف صاف کہتا تھا کہ مجھ کو کیوں روکتی ہے میں نہ رہوں گا اور نہ کسی کو چاہتا ہوں اور یاد نہ رکھوں گا۔ پس یہ نمبر ۱ کے متعلق ایک تو نکاح جو درست نہیں ہوا اور جو بنا ہوئے داماد والوں کی طرف سے نکاح بھی صاف لفظ ثابت کریں تو جب وہ ایسا الفاظ کہتا ہو سے کہ کہ نہ رکھوں گا نہ چاہتا ہوں، تو بھی نکاح والے کا نکاح ساقط ہو جاتا ہے تو اب لڑکی کا نکاح بڑھیا بالغی میں پڑھا دے تو اولاد بھی ہوتی تو جو اولاد مسلمان ہوں۔ فقط۔

الجواب

دوسرا سوال مہمل ہے، اتنی باتوں کا جواب لکھا جائے تو اس کا جواب ہو۔

(۱) اس لڑکی کے دادا پردادا نزدیک دور کی اولاد میں کوئی مرد اس نکاح کے وقت تھا یا نہیں، بے تحقیق کوئی نہ تھا نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق کے بعد لکھیں

(۲) اگر ایسا کوئی مرد تھا تو اس نے نکاح کی خبر سن کر کیا لفظ کہے۔

(۳) اگر ایسا کوئی مرد نہ تھا تو ماں نے نکاح ہو جانے پر کیا لفظ کہے اور اس کے بعد کیا لفظ کہے یا کچھ نہ کہا۔

(۴) جب وہ شخص آتا تھا تو ماں اس کی خاطر داماد کی سی کرتی تھی یا عام مہمانوں کی سی۔

(۵) لڑکی کو اب ماہواری عارضہ آتا ہے یا نہیں، اس کی عمر اب کیا ہے، عارضہ ماہواری آتا ہے تو کب سے آتا ہے۔

(۶) ماں کو اس نکاح سے وجہ ناراضی کیا تھی۔

(۷) لڑکی کو اگر عارضہ ماہواری آیا تو فوراً اس کے آتے وقت اس نکاح کے بارے میں کچھ کہا یا کتنی دیر بعد کچھ کہا یا کچھ نہ کہا اور اگر عارضہ ماہواری اب تک نہ آیا اور لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہو گئی تو جس وقت عمر پندرہ برس کی ہوئی تھی اس وقت یا اس کے دیر کے بعد لڑکی نے اس نکاح کے بارے میں کیا کہا تھا یا کچھ نہ کہا۔

(۸) یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے نکاح ہوا اس کی قوم کیا ہے اور لڑکی کی کیا قوم ہے اور اس کا چال چلن کیسا ہے اور اس کا مذہب کیا ہے کیا پیشہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ از لکھنؤ چتر منزل کلب مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی ۹ رجب ۱۳۳۹ھ پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہیں جاسکتا تو اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنایا تو ولی نکاح پڑھا کر لاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اسے ولی نہیں وکیل کہتے ہیں کسی کو اپنا وکیل کردے کہ میری طرف سے ایجاب قبول کرو۔ نکاح پڑھانے والا اس سے کہے کہ فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی یا سب سے چھوٹی لڑکی (یا جس طرح تعیین ہو) میں نے تیرے موکل فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دی، وکیل کہے کہ میں نے اپنے موکل مذکور کی طرف سے اس کے لئے قبول کی، یا وکیل خود عورت یا اس کے وکیل یا نابالغہ ہے تو اس کے وکیل سے کہے کہ میں نے تجھ یا فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو تیری موکلہ ہے یا جس کا تو ولی ہے اپنے موکل فلاں بن فلاں کے نکاح میں دیا عورت یا اس کا وکیل یا ولی کہے میں نے قبول کیا نکاح ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از شہر ضلع شاہجہانپور محلہ عمرپور مسئولہ شیخ سلامت اللہ صاحب پارچہ فروش ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر ہو تو جائز یعنی لڑکا سن بلوغ بحکم شرع کتنی عمر میں ہوتا ہے۔ کتنی مدت سال کی عمر میں نکاح جائز ہے یعنی جائز ہے یا اس کا کوئی حقیقی شخص وکیل مطلق نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب آثار بلوغ ظاہر ہوں لڑکے کو احتلام لڑکی کو حیض، اس وقت سن بلوغ ہوتا ہے۔ اور اگر آثار نہ ہوں تو پندرہ برس پوری عمر ہونے پر حکم دیا جائے گا۔ اگر لڑکی نو برس کامل یا لڑکا بارہ برس کامل کا ہوچکا ہے اور وہ دعوی بلوغ کریں اور ان کی ظاہری حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کا قول مان لیا جائے گا جب تک ان صورتوں میں سے کسی صورت پر بلوغ ثابت نہ ہو وہ بغیر اذن ولی کے اپنا نکاح نہیں کرسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از نصرات پرگنہ پڑاوہ ریاست علاقہ ٹونک محلہ سلطان پورہ مسئولہ ابراہیم صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ۱۲ سال سے علیحدہ رہتا ہو عورت حاملہ تین ماہ کی ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی نے ۱۲ سال تک اپنی ماں کے پاس پرورش پائی باپ نے کسی قسم کی امداد نہیں دی نہ کبھی لڑکی کو بلا کر دیکھا ایسی صورت میں جوان لڑکی ۱۲ سال کی بالغ ہوگئی ہے لڑکی نے اپنی خوشی اور اس کی والدہ نے اپنی اجازت سے لڑکی کا نکاح کردیا باپ موجود نہ تھا نکاح بھی ہم قوم سے ہوا یعنی غیر قبیلہ میں نہیں ہوا، یہ نکاح جائز رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً وہ لڑکی اسی کی ہے اگرچہ کتنے ہی برسوں سے عورت سے علیحدہ ہو فقط چودہ برس کی عمر ہونا بلوغ کے لئے کافی نہیں اگر حیض نہ آیا ہو نابالغہ ہے، نکاح کے لئے اس کی اجازت کوئی چیز نہیں اور ماں کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، اور اگر لڑکی واقعی بالغہ ہو گئی تھی حیض آ چکا تھا تو وہ کفو میں اپنے نکاح کی مختار ہے غیر کفو میں بغیر اجازت باپ کے کہ اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دی ہو لڑکی کا نکاح اُس کی اجازت سے باطل ہے، غیر کفو ہونے کے لئے یہی ضروری نہیں کہ کم قوم ہو بلکہ مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم کہ اُس کے ساتھ نکاح ہونا لڑکی کے لئے باعثِ بدنامی ہو یہ بھی غیر کفو ہونا ہے اگرچہ خاص اُسی خاندان کا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از سیتھ ڈاک خانہ درابخہ تحصیل ڈیرہ غازی خاں مسئولہ اللہ بخش صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک عورت زینب پر عاشق ہوا باوجود اہل وعیال کے اُس کے عشق میں مغلوب ہو کر اپنی دختر صغیرہ چار سالہ کا نکاح حق مہر زینب پر برادر زینب عمرو زوجہ دار سے کر دیا بعد اُس کے زید نے زینب سے عقد کر کے سر میل کیا اور اُسی وقت بیمار ہوا، بعد ہفتہ کے فوت ہو گیا، اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر کہتی ہے کہ میرے باپ نے حالتِ عشق میں جو میرا نکاح نااہل غیر کفو سے کر دیا ہے مجھے منظور نہیں، آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صغیرہ کا نکاح کہ اُس کے باپ نے کیا لازم ہے، صغیرہ کو بعد بلوغ اُس کے فسخ کا کوئی حق نہیں اور عذرات کہ سوال میں لکھے مہمل و بے معنی ہیں شرع میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ درمختار میں ہے:

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او من غیر کفو ان کان المزوج ابا اوجدا لم یعرف منھا سوء الاختیار[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نکاح دینے والا باپ یا دادا ہو اگرچہ یہ نکاح غیر کفو یا انتہائی کم مہر پر کیا ہو تو بھی لازم ہو جائے گا بشرطیکہ باپ دادا سوء اختیار سے معروف نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۶: از شہر پیلی بھیت محلہ مکان مولوی حکیم محمد عباس مسئولہ نثار احمد صاحب ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زوجہ زید نے چند لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے اپنا عقد ثانی

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

ہندہ سے کیا، ہندہ سے بھی چند لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر زید نے بھی انتقال کیا، ہندہ اپنی اولاد کو لے کر اپنے میکے چلی گئی، اس کے سوتیلے لڑکے اُس کو اپنے حسب مقدرت ماہانہ خرچ خورد و نوش پہنچاتے رہے۔ پھر ہندہ بھی مرگئی، اور اس کا بھائی ان بھانجی بھانجوں پر قابض ہوگیا اور اپنی بھانجی کا عقد خالد سے بلا صلاح و مشورہ اُس کے علاتی بھائیوں کے پوشیدہ طور پر کرادیا۔ جب یہ خبر عالم آشکار ہوئی تو بالا بالا اس کے علاتی بھائیوں کو بھی خبر پہنچی، تو کسی ترکیب سے اپنی سوتیلی بہن کو خالد کے مکان سے بلا لیا اور اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنی سوتیلی بہن کا کسی معزز سے نکاح کردیں اور وہ لڑکی بھی اپنے شوہر خالد سے نہایت بدظن ہے، بوقت عقد اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اب گیارہ سال سے زائد نہیں، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ دختر ہندہ نابالغہ کا کوئی حقیقی بھائی بالغ نہ ہو تو اس کے علاتی بھائیوں میں جو بالغ ہوں اس کے ولی نکاح ہیں، وہ نکاح کہ اس کے ماموں نے ان بھائیوں سے چھپا کر دیا فسخ ہوگیا، ان بھائیوں کو اختیار ہے کہ حسبِ اجازتِ شرع کسی کفو شرعی سے بغیر مہرِ مثل میں کمی فاحش کئے ہوئے اُس کا نکاح کردیں اگر وہ اب بھی نابالغہ ہے اور اگر اب بالغہ ہوگئی یعنی حائضہ یا ہواری آنے لگا تو کسی کفو شرعی سے نکاح کرنے کا اُسے خود اختیار ہے بہرحال علاتی بھائیوں کی موجودگی میں ماموں کا کیا ہوا نکاح سرے سے فسخ ہوگیا اور خالد کو اُس دختر سے کچھ تعلق نہ رہا پھر طلاق سے کیا علاقہ! درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ولی ابعد نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نکاح کیا تو اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ سید امداد علی صاحب مختار عام ساہجہان پور مختار دروازہ محلہ پیرزادگان ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی لڑکی اپنے نانا کی زیرِ پرورش ابتدائے سے ہے، باپ نے روزِ اوّل سے اس سے تعلق قطع کر رکھا ہے اور مطلق کسی بات کی خبر نہیں لیتا ہے مرض دُکھ درد رنج راحت وغیرہ کو نہیں پُوچھتا، ایسی حالت میں ان لڑکیوں کا نانا عقد کردے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ حال یہ ہے کہ وہ لڑکی جس کا عقد کرنا چاہتا ہے تیرھویں سال میں ہے اگر کوئی صورتِ جواز ہو تو بیان فرمائیے کیونکہ جب باپ کسی حالت کا شریک نہیں تو لڑکی کے عقد کی کیا سبیل کی جائے اور یہ بیان فرمائیے کہ لڑکی کس سن پر بالغ ہوتی اور بروئے فقہ اس کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت نہیں ہوسکتی، باپ کا بے علاقہ رہنا اس کی ابوت کو زائل نہیں کرتا،

ولم یذکر فی السؤال صورۃ العضل وفیہا الولایۃ للقاضی دون اب الام کما حققہ المولی الشرنبلالی فی کشف المعضل۔

سوال میں لاتعلقی کی صورت بیان نہیں کی جبکہ اس میں ولایت قاضی کو ہے نانا کو نہیں ہے جیسا کہ مولٰنا شرنبلالی نے اپنی کتاب کشف المعضل میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

لڑکی کم سے کم نو برس کامل اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کامل کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے، اس بیچ میں آثار بلوغ پیدا ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں، آثار بلوغ تین ہیں، حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا۔ باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا ابھار معتبر نہیں۔ تنویر میں ہے:

بلوغ الجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ وادنٰی مدتہ لہا تسع سنین[1] (ملخصا)۔

لڑکی کا بلوغ احتلام، حیض یا حمل سے ثابت ہوتا ہے اگر ان میں کوئی علامت نہ ہو تو جب عمر پورے پندرہ سال کو پہنچ جائے اور اس کے بلوغ کی کم از کم مدت نو سال ہے (ملخصاً) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا اعتبار بنبات العانۃ ونھود الثدی فذکر الحموی انہ لایحکم بہ فی ظاہر الروایۃ وکذا ثقل الصوت کما فی شرح النظم الہاملی ابو السعود وکذا شعر الساق والابط والشارب[2] (ملخصا) وھو تعالٰی اعلم۔

لڑکی کے بلوغ کیلئے زیر ناف بال اگنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں ہے تو حموی نے ذکر کیا کہ اس پر حکم نہیں کیا جاسکتا ظاہر روایت کے مطابق، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیسا کہ ابوالسعود ہاملی کے منظوم کی شرح میں ہے، اور یونہی پنڈلی، بغل، مونچھوں کے بالوں کا بھی اعتبار نہیں (ملخصاً) وہو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۲: از مبارکپور ڈاکخانہ خاص محلہ رانی پورہ ضلع اعظم گڑھ مرسلہ نثار احمد صاحب درزی

زید بیمار ہوا اپنی حالت بیماری میں اپنی لڑکی کو اُس کے ماموں کے سپرد کیا، لڑکی کا سن پندرہ برس کا تھا

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی البلوغ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۹

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۷

پھر لڑکی کا والد قضا کرگیا اور دادا ابھی موجود ہے اور لڑکی اب تک اپنے ماموں کے یہاں پرورش پاتی ہے، بعد کچھ روز 4
کے لڑکی کے دادا نے کہیں نکاح کردیا یعنی کفو میں، اس نکاح کو نہ تو اس کا ماموں جانتا ہے نہ لڑکی جانتی ہے،
بعد کچھ روز کے لڑکی نے سُنا تو کہا ہم کو نکاح منظور نہیں، اور لڑکی کا ایک چچا بھی موجود ہے وہ بھی نکاح میں شریک
نہیں وہ بھی نہیں جانتا اور نہ اس کی رائے سے نکاح ہوا، صرف دادا نے اپنی خودی سے نکاح کیا تھا اس نکاح
کو کوئی نہیں جانتا، نہ ماموں نہ لڑکی کا چچا، آیا وہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

غیب کا علم اللہ عزوجل پھر اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اگر فی الواقع جس وقت دادا نے اُس کا نکاح کیا اُس کی عمر کامل پندرہ برس کی یا اس سے زائد تھی یا آثار بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر تھے تو دادا نے جو نکاح کیا عورت کی اجازت پر موقوف رہا، اگر عورت نے خبر سن کر نامنظور کیا رد ہوگیا اور اگر وقت نکاح عورت کی عمر پوری پندرہ سال کی نہ تھی نہ آثار بلوغ ظاہر تھے اور دادا نے نکاح کردیا تو وہ لازم ہوگیا اب رد نہیں ہوسکتا، عورت اگر دوسرا نکاح بحیات شوہر کرے گی زنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الکفاءۃ فی النکاح

(نکاح کے سلسلہ میں کفو کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۲۹: از مراد آباد محلہ قانونگویاں مرسلہ محمد نبی خاں صاحب رئیس اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ شریف زادی جس کے باپ نے انتقال کیا اور بھائی کوئی نہیں صرف عمرو اس کا حقیقی چچا ولی شرعی ہے، اور ہندہ نے غیبت عمرو میں باذن ہندہ بے اطلاع عمرو اُس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو یعنی قصاب مالدار سے کردیا، جب عمرو آیا اور مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا صورۃً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصتی کردی کہ برضائے ہندہ ولی بھی واقع ہوئی، اب ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا ادائے مہر معجل زید کے یہاں جانا یا اسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور ہندہ کو ناشزہ کہا جائے گا یا نہیں؟ اور اُسے زید کے یہاں نہ جانے اور اپنے نفس کے بچانے کا اختیار ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نہ ہندہ ناشزہ اور نہ زید کو اس پر دسترس، نہ زنہار اُسے قدرت دیں گے کہ ہندہ کو اپنے یہاں بلائے، نہ ہرگز ہندہ کو اجازت دیں گے کہ بطور زوجیت اس کے یہاں جائے بلکہ شرعاً دونوں پر واجب کہ اس نکاح فاسد و واجب الفسخ سے دست برداری کریں اور زید نہ مانے تو ہندہ پر لازم کہ بطور خود

فسخ کرنے صرف اسی کے فسخ کئے سے فسخ ہوجائے گا، اور یہی نہ کرے تو حاکم پر واجب کہ اُن میں تفریق کردے اور ہندہ کے لئے مہر مثل اتنا کہ مہر مسمی پر زیادہ نہ ہو زید پر لازم آئے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نکاح غیر ولی یعنی ماں نے چچا کے ہوتے اسے ولایت نہیں بے رضائے ولی باذن ہندہ کیا تو درحقیقت یہ زن بالغہ کا بطور خود نکاح کرنا ہوا کہ بسبب اذن ولایت محقق ہوئی اور فعلِ وکیل بعینہٖ فعلِ موکل ہے۔

فی الخیریۃ سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا لامھا من غیر کفو باذنھا اجاب تزویجہ لہا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائھا[1] اھ ملخصا۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے، سوال ہوا کہ ایک بالغہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت سے اس کی والدہ کی طرف سے بھائی نے غیر کفو میں کیا، جواب میں فرمایا کہ مذکورہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہی ہے جیسے کہ اس نے بذاتِ خود نکاح کیا ہو، یہ مسئلہ لڑکی کا خود کو غیر کفو میں اپنے اولیاء کی مرضی کے بغیر نکاح کرنا ہوا اھ ملخصاً (ت)

اور روایت مفتٰی بہا مختار للفتوٰی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیاء جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر پیش از نکاح اس نے تصریحاً اظہارِ پسند و رضا نہ کیا تو ہرگز نکاح صحیح نہیں اگرچہ ولی مذکور نکاح کے وقت ساکت رہا ہو اگرچہ باوجود اطلاع کے اصلاً انکار نہ کیا ہو اگرچہ بعد وقوعِ نکاح صاف صاف تصریحاً رضامندی بھی کردی ہو اگرچہ اس کی رخصت وغیرہ خود ہی کی ہو، یہ سب باتیں بیکار ہیں اور اس نکاح کی کہ شرعاً صحیح نہ ہوا اصلاح نہیں کرسکتیں،

فان الرضی اللاحق انما ینفع فی الموقوف دون الفاسد۔

بعد کی رضا موقوف نکاح کے لئے تو مفید ہے مگر فاسد نکاح کے لئے مفید نہیں (ت)

درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[2]۔

غیر کفو میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے تو مطلقہ ثلثہ اگر غیر کفو میں نکاح کرے گی تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوسکے گی بشرطیکہ اس کے اولیاء اس غیر کفو پر مطلع ہوتے ہوئے رضامند نہ ہوں، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ | باب الاولیاء والاکفاء | دار المعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۵

[2] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۹۱

اسی طرح فتح القدیر و فتاوٰی خانیہ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہا میں ہے:

وفی ردالمحتار ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلایفید الرضی بعدہ[1]

اور ردالمحتار میں ہے یہ امام ابوحنیفہ سے امام حسن کی روایت ہے، یہ جب ہے کہ اس کے ولی ہوں اور وہ نکاح سے قبل راضی نہ ہوچکے ہوں تو بعد کی رضامندی مفید نہیں ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا۔[2]

اس موقع پر ولی کی خاموشی رضامند قرار پائے گی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم یزد علی المسمی ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اھ ملخصا۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

نکاح فاسد میں وطی فی القبل ہوجانے پر مہر مثل لازم ہوجائے گا اور کسی اور عمل مثلاً خلوت وغیرہ سے لازم نہ ہوگا کیونکہ یہاں وطی حرام ہے، اور یہ مہر مثل مقررشدہ سے زائد نہ ہوگا اور خاوند بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی نکاح کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا خواہ وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تاکہ گناہ سے بری ہوسکیں اسی لئے مہر کا وجوب فسخ کے منافی نہیں ہوگا بلکہ بہرصورت قاضی پر واجب ہے کہ وہ اس نکاح سے دونوں کی تفریق کرے اھ ملخصاً۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۰ از سہسوان ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے غیر شہر سے سہسوان میں آکر اپنے آپ کو سُنی اور قوم کا سیّد ظاہر کیا، عمرو نے کہ شیخ انصاری ہے اپنی لڑکی لیلٰی جس کی عمر وقت نکاح بارہ تیرہ برس کی تھی بیان زید سے دھوکا کھاکر اُسے بیاہ دی، وہ لڑکی اور اس کا باپ سب اہلسنت وجماعت ہیں، ہنوز رخصت بھی نہ ہوئی تھی زید کی

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۶

[2] ایضاً

[3] درمختار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

نے زید کی صورت دیکھی تھی کہ زید چلا گیا اور جب سے اصلاً خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا، اسے کوئی دو برس کا زمانہ ہوا، اب جو اس کا حال دریافت ہوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خوری و قمار بازی اس کے علاوہ ہے، جب سے یہ کیفیت معلوم ہوئی تو لیلی اور اس کا باپ عمرو اور اس کی ماں سب ناراض ہیں اور لیلی جس کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہے اپنا نکاح اس شخص سے کیا چاہتی ہے جو مذہب کا سُنّی اور اعمال کا نیک ہو، اس صورت میں شرع شریف لیلی کے حق میں کیا حکم دیتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم العفو والعافیة (اے اللہ! تجھ سے معافی اور عافیت کی درخواست ہے۔ ت) روافض میں جو ضروریاتِ دین سے کسی امر کا منکر ہو مثلاً قرآنِ عظیم کو بیاضِ عثمانی کہے اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام یا دیگر اہلسنّت خواہ کسی شخص نے گھٹا دیا بڑھا دیا یا بدل دیا یا حضرت جناب امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کل یا بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مثل مرتدین کے ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا (الی ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة[1]۔

رافضیوں کے اس قول پر کہ مُردے دُنیا پر واپس آتے ہیں، ان کی تکفیر ضروری ہے (عالمگیری نے یہاں تک کہا کہ) یہ قوم ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہیں۔ ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں ان کے عالم جاہل چھوٹے بڑے تحریراً تقریراً علی الاعلان ان کفریات کا اعتراف کرتے اور ان کے معتقد کو مومن کامل جانتے اور اپنا پیشوا و مجتہد مانتے ہیں تو اگر ان میں بعض بالفرض خود معتقد نہ بھی ہوں کافر ہوئے۔ شفاء شریف میں ہے:

نکفر من دان بغیر ملة المسلمین او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر مع ذلك الاسلام واعتقده[2] الخ وافرغ علیه العلامة الخفاجی فی

جس نے ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی دین کو اپنایا یا ان میں شک یا توقف کیا یا ان کے مذہب کو صحیح کہا تو ایسے لوگوں کی ہم تکفیر کریں گے اگرچہ یہ لوگ اسلام اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ فی بلاد العثمانیۃ ۲/۲۷۱

نسیم الریاض۔

اس کے اعتقاد کا اظہار کریں اھ اور علامہ خفاجی نے اسے نسیم الریاض میں مضبوط قرار دیا۔ (ت)

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ روافض زمانہ میں کسی ایسے کا ملنا جسے ایک ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں کبریت احمر کے ملنے سے کچھ زیادہ ہی دشوار ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے یہ مسئلہ اپنے فتاوٰی میں مشرحًا بیان کیا اور بار ہا ان لوگوں سے بطلان مناکحت پر فتوٰی دیا، اکابر مشاہیر علمائے عصر اس افتا میں فقیر سے موافق ہیں ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو اور ضروریات اسلام سے کسی شے کا انکار نہ کرتا ہو نہ اس کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شنیعہ مفضیہ تک پہنچے یہ مذہب متعدد مشرب پر بدعتی فاجر ہے نہ مرتد کافر کما حققہ ابی وسیدی مقدام المحققین قدس سرہ المکین فی فتاواہ (جیسا کہ میرے والد ماجد مقدام المحققین قدس سرہ نے اپنے فتوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی۔ ت) پس اگر زید مذکور جس کے ساتھ لیلٰی کا نکاح ہوا درجہ اولٰی کا رافضی تھا جب تو وہ نکاح یقینًا جزمًا باطل محض ہے جیسے کسی ہندو نصرانی یہودی مجوسی کے ساتھ بلکہ ان سے بھی بدتر مرتد اخبث اقسام کفار ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، اس صورت میں لیلٰی کو ایک آن کا انتظار بھی ضرور نہیں بے وعدہ جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر اس کا رفض درجہ دوم سے متجاوز نہ تھا تو صورت مسئولہ میں کہ نکاح باپ نے کیا اور تقریر سوال سے واضح کہ زید نے فریب دیا یعنی لیلٰی و والدین لیلٰی سب راضی تھے پس عام ازیں کہ لیلٰی وقت نکاح بالغہ تھی یا نہیں بہرطرح نکاح منعقد ہوگیا مگر از انجا کہ رافضی مرد زن سُنیہ بنت سُنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور زید نے اپنے آپ کو سُنی بتاکر فریب و مغالطہ دیا لہذا شرع مطہر اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دے گی، اگر لیلٰی ہنگام نکاح صغیرہ تھی تو بعد بلوغ اُسے اعتراض و انکار کا اختیار ہوا یا ہوگا اور بالغہ تھی تو جس وقت فریب زید کھلا اُسے اور اس کے اولیاء سب کو احتیاج دعوٰی فسخ ملا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النوازل لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لا ارضی بالنکاح ای بعد ما کبرت ان لم یکن یعرفہ الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوجہ علی ظن انہ کفوء اھ ثم معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ

نوازل میں ہے اگر اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کر دیا جو شراب نوشی کا انکار کرتا تھا حالانکہ وہ شراب کا عادی تھا، تو لڑکی نے بالغ ہونے پر کہا میں اس نکاح سے راضی نہیں اگر والد کو شراب نوشی کا علم نہ تھا اور والد کا غالب خاندان صالحین لوگ ہیں تو یہ نکاح باطل قرار پائے گا کیونکہ والد نے کفو سمجھ کر نکاح دیا تھا اھ، پھر اس باطل کا

لان المسئلة مفروضة فیما اذا لم ترض البنت بعد ماکبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما ولا فرق فی عدم الکفاءۃ بین کونہ بسبب الفسق او غیرہ اھ ملتقطا۔[1]

مطلب یہ ہے کہ اس نکاح کو باطل کیا جائے گا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، کیونکہ مسئلے کا تعلق اس صورت سے ہے کہ لڑکی نے بالغ ہوجانے پر عدم رضا کا اظہار کیا ہو جیسا کہ خانیہ، ذخیرہ وغیرہا میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور عدم کفاءت میں فرق نہیں خواہ فسق کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ اھ ملتقطا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو زوجوھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفوء لھم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ۔[2]

جب اولیاء نے لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے غیر کفو میں لاعلمی کی بنا پر کردیا اور بعد میں کفو نہ ہونا معلوم ہوا تو اب کسی کو فسخ کا اختیار نہیں۔ مگر جب نکاح کے وقت اولیاء نے کفو ہونے کی شرط پر نکاح دیا ہو یا خاوند نے نکاح کے وقت اپنے کفو ہونے کا اظہار کیا ہو تو اس کے اظہار پر انھوں نے نکاح دیا ہو پھر بعد میں معلوم ہوا ہو کہ یہ غیر کفو ہے تو اب ان کو فسخ کا اختیار ہے، ولوالجیہ، پس اسے یاد کرو۔ (ت)

شامی میں ہے:

فی البحر عن الظھیریۃ لو انتسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفوء فحق الفسخ ثابت للکل۔[3]

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے نکاح کے وقت لڑکی پر اپنے نسب کو بدل کر کسی اور کی طرف منسوب کیا تو بعد میں اگر اس کا نسب گھٹیا جو کہ کفو نہیں ہے، معلوم ہوا تو اب سب کو فسخ کا حق ہے۔ (ت)

مگر اس اختیار کے یہ معنی نہیں کہ عورت یا اولیاء خود ہی فسخ کرلیں کہ یہ تو ہرگز جائز نہیں اور اسی پر قناعت کرکے نکاح ثانی کرلیں گے تو زنا ہوگا بلکہ اس کے یہ معنی کہ قاضی شرع کے یہاں رجوع لائیں جب اس کے نزدیک آفتاب روشن کی طرح ثابت ہوجائے کہ واقعی زید رافضی تھا اور اس نے ان لوگوں کو

---

[1] ردالمحتار	باب الولی	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳۰۴/۲
[2] درمختار	باب الکفاءۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱۹۴/۱
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۳۱۸/۲

دعوٰی بھی دیا یا اُس وقت تک اُس کے احوال سے آگاہ نہ تھے، نہ اب زید کا پتا ہے (کہ اُسے بُلا کر اُس کے حضور مقدمہ سُنا جائے) یا پتا معلوم ہے تو وہ ایسی جگہ ہے جہاں قاضی نہیں (کہ مقدمہ ترتیب دے کر اُس کو بلحاظ شرائط کتاب القاضی الی القاضی وہاں بھیج دیں کہ وہ قاضی اُسے دارالقضا میں حاضر کرکے بمواجہہ فریقین حکم فسخ سُنا دے) اور زید کو یہاں بلاتے ہیں تو آتا نہیں اور اُس پر جبر کا کوئی طریقہ نہیں، غرض ہر طرح قاضی مذکور ضرورت و مجبوری ملاحظہ کرلے اُس وقت زید کے عزیزوں یا دوستوں سے کسی کو اور وہ نہ ملیں تو اور کسی بے لگاؤ متدین آدمی کو زید کا نائب و وکیل قرار دے کر اُس کے حضور مقدمہ سُنے اور بعد ثبوت کامل نکاح فسخ کردے اور از انجا کہ حسب تصریح سوال ہنوز زید و ہندہ میں خلوت نہ ہوئی تھی اصلاً انتظار و عدت کی حاجت نہیں، حکم قاضی ہوتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

لایکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ[1] الخ۔

کفو نہ ہونے کی وجہ سے فسخ صرف قاضی کی موجودگی میں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

شرط للکل القضاء الا ثمانیۃ[2] الخ۔

ہر فسخ کے لئے قضا شرط ہے ماسوائے آٹھ صورتوں کے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فیہ ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر[3]

اسی میں اشارہ ہے کہ اگر خاوند حاضر نہ ہو تو اس کی حاضری تک تفریق نہ کی جائے گی تاکہ قضاء علی الغائب لازم نہ آئے، نہر۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

قال فی جامع الفصولین الظاہر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی

جامع الفصولین میں کہا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ واقعہ پر غور کیا جائے اور احتیاط کی جائے اور حرج اور ضروریات کا اندازہ کیا جائے تاکہ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں	فصل فی الاکفاء	نولکشور لکھنؤ	۱/۱۹۴
[2] درمختار	باب الولی	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۳
[3] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۰۶

بحسبها جوازًا او فسادًا فلو طلق امرأته عند العدل فغاب عن البلد ولا یعرف مکانه او یعرف ولکن یعجز عن احضاره او عن ان تسافر الیه هی او وکیلها لبعده او لمانع اٰخر فکذا مثله هذا لو برهن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی انه حق لا تزویر ولا حیلة فیه فینبغی ان یحکم علیه وله وکذا للمفتی ان یفتی بجوازه دفعًا للحرج والضرورات مع انه مجتهد فیه ذهب الیه الائمة الثلثة وفیه روایتان عن اصحابنا وینبغی ان ینصب عن الغائب وکیل یعرف انه یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقه اھ واقره فی نور العین قلت ویؤیده ما فی تعلیقه من باب المفقود لا یجوز القضاء علی الغائب الا اذا رأی القاضی مصلحة فی الحکم له وعلیه فحکم فانه ینفذ لانه مجتهد فیه اھ ملخصًا۔[1]

لحاظ سے صحت و فساد کا فتوٰی دیا جائے، مثلاً اگر کسی نے عادل شخص کی موجودگی میں بیوی کو طلاق دی اور شہر سے چلا گیا اس کی جگہ کا علم نہ ہو یا علم ہو لیکن وہاں سے اس کو یہاں حاضر کرنا یا وہاں خود پہنچنا دشوار ہو اور خود بیوی یا اس کے وکیل کا دُوری کی وجہ سے سفر کرنا مشکل ہو یا کوئی اور وجہ ہو تو ایسی صورت میں اس غائب خاوند کے خلاف شہادت گزرے اور قاضی کو اس کے حق ہونے کا ظن غالب ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی حیلہ اور فریب نہیں ہے تو وہ خاوند کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ دے دے، یونہی مفتی کو چاہئے کہ اس غائب کے بارے میں فیصلے کا فتوٰی دے دے تاکہ حرج اور ضرورت ختم ہو سکے جبکہ یہ مسئلہ بھی اجتہادی ہے اور ائمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور ہمارے ائمہ کے اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب شخص کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کر دیا جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ غائب کی رعایت کرتے ہوئے کوتاہی نہیں کرے گا اھ اس کو نورالعین میں ثابت رکھا ہے، میں کہتا ہوں اور اس کی تائید تعلیقہ میں باب المفقود کے اس جزئیہ سے ہوتی ہے کہ قضاء علی الغائب ناجائز ہے مگر جب قاضی غائب کے حق یا خلاف فیصلہ دینے میں کوئی مصلحت سمجھے تو فیصلہ دے دے تو نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

تنویر میں ہے:

العدة سبب وجوبها النکاح المتأکد

عدت کے وجوب کا سبب وہ نکاح ہے جس میں رخصتی

---

[1] رد المحتار کتاب القضاء مطلب المسائل التی یکون القضاء فیها الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

بالتسلیم وما جری مجراہ[1]۔ ہوچکی ہو یا اس کے قائم مقام کوئی معاملہ ہو۔ (ت)

اور اگر لیلٰی کے شہر میں کوئی قاضی نہ ہو تو اس کی تدبیر ہم مسئلۂ مفقود میں لکھ چکے ہیں، واللہ اعلم بالصواب والیہ سبحانہ وتعالٰی المرجع والمآب (اللہ تعالٰی ہی درستی کو جانتا ہے اور اسی پاک ذات کی طرف ہی پناہ اور لوٹنا ہے۔ ت)

مسئلہ ۳۱۳ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زن بازاری کے لڑکا پیدا ہوا جب وہ لڑکا سن بلوغ کو پہنچا تب اس نے دین اسلام قبول کیا اب جو شخص کہ پہلے سے اہل اسلام تھا اُسے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح اس کے ساتھ کردینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، قال اللہ عزوجلالہ ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا[2] الآیۃ (مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ مومن نہ ہوجائیں۔ ت) مگر یہ نکاح غیر کفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے،

اوّلاً عورت قدیمی مسلمان ہے اور یہ شخص نومسلم، اور نومسلم مسلمان قدیم کا کفو نہیں،

فی الدر المختار مسلم بنفسہ غیر کفء لمن ابوھا مسلم[3] (درمختار میں ہے، خود مسلمان ہونے والا ایسی لڑکی کا کفو نہیں ہے جس کا باپ مسلمان ہوا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُس کی ماں زنانِ بازاری سے تھی اور ان بلاد کا عرف عام ہے کہ ایسے شخص سے نکاح کردینا اولیائے زنان کے لئے قطعاً موجب عار ہوتا ہے اور یہی مناطِ عدم کفاءت ہے۔

فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[4] (فتح القدیر میں ہے، اس کا سبب اہل عرف کا ناقص سمجھنا ہے لہذا حکم کا مدار یہی بنے گا (ت)

لہذا اس میں ان سب شرائط کا لحاظ واجب ہوگا جو غیر کفو سے نکاح کرنے میں ہیں مثلاً جبکہ دختر نابالغہ ہے اور باپ برضائے خود اس شخص کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ اس سے پہلے اپنی

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۱
[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[4] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۳

کسی بیٹی کا نکاح غیر کفو سے نہ کرچکا ہو ورنہ ناجائز ہوگا۔

فی الدر المختار لزم النکاح بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا[1] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ یہ نکاح غیر کفو میں تب صحیح ہوگا جب نکاح کا ولی باپ یا دادا ہو بشرطیکہ وہ سوءِ اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر ہوں تو پھر صحیح نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۲: از شہر کہنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا، عمرو کی نسبت اُس وقت شبہہ ہُوا تھا کہ شاید رافضی ہو اس پر اُس سے پُوچھا گیا اُس نے صاف انکار کیا اور اپنے آپ کو سُنّی بتایا اور بہت صفائی کے ساتھ اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا یہاں تک کہ ہندہ کے معقول اذن و رضا سے نکاح ہوگیا ہندہ رخصت ہو کر عمرو کے یہاں گئی کچھ عرصہ کے بعد جب ماہ محرم آیا اور زید نے ہندہ کو اپنے یہاں بُلایا اُس وقت عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا اُس نے ہندہ کا زیور وغیرہ سب اتار کر ایک نیلا چھیترا رافضیوں کا سا اُڑھا کر ہندہ کو بھیج دیا اور تحقیق ہوا کہ عمرو رافضی ہے جب سے زید نے ہندہ کو اس کے یہاں جانے سے روک دیا، اب علمائے اہلِ سنت سے فتوٰی طلب ہے کہ اس صورت میں عمرو رافضی اور ہندہ سنیہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قطع نظر اس سے کہ آج کل عام رافضی ضروریاتِ دین کے منکر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں جن سے کسی کا نکاح اصلاً کسی طرح نہیں ہوسکتا بفرضِ باطل اگر یہ شخص اس حد کا نہ بھی ہو نہ اُن منکران ضروریاتِ دین اور اُن کے مجتہدین کو مسلمان جانتا ہو تاہم اس قدر میں شک نہیں کہ رافضی سُنّیہ کا کفو نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ[2] الخ۔

عرب وعجم میں کفاءت دینداری یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے لہٰذا فاسق شخص صالحہ لڑکی کا کفو نہ ہوگا الخ (ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] درمختار باب الکفاءۃ " " " ۱/۱۹۵

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں،

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[1]

بدعتی شخص اعتقادی لحاظ سے فاسق ہے اور یہ عملی فسق سے زیادہ بُرا ہے، کیونکہ عملی فاسق اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اس لئے وہ ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے بخلاف بدعتی کے، اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے اعتقاد کے خلاف اعتقاد بنائے۔(ت)

طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیر قول شرح تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ[2] (جب نکاح دینے والا لڑکے میں سے آزاد، سُنّی اور مہر ونفقہ دینے پر قادر سمجھ کر نکاح کیا ہے تو بعد کو اس کے خلاف ظاہر ہُوا۔ت) فرمایا،

لعدم الکفاءۃ بالرق فی الاول وفی الدین فی الثانی وفی المال فی الثالث[3]

پہلی صورت (آزاد) میں غلامی کی وجہ سے، دوسری میں دین کی وجہ سے، اور تیسری میں مال کی وجہ سے کفو نہ ہوئی۔(ت)

اور جبکہ ہندہ عاقلہ بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے واقع ہُوا تو حقیقۃً وہ ہندہ کا خود اپنا نکاح کرنا تھا کہ بالغہ پر سے ولایت منقطع اور فعل وکیل فعل مؤکل ہے خصوصاً نکاح میں کہ یہاں تو وکیل سفیر ومعبر محض ہوتا ہے اور تقریر سوال سے ظاہر کہ زید ولی ہندہ کو اُس وقت تک عمرو کا رافضی ہونا معلوم نہ تھا عمرو نے براہِ فریب اسے مغالطہ دیا اور وہ اسے سُنّی سمجھ کر نکاح پر راضی ہُوا تو حاصل اس صورت کا یہ ٹھہرا کہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا اور ولی کو پیش از نکاح اُس کے غیر کفو ورافضی ہونے پر اطلاع نہ تھی، ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ تو یہ ہے کہ عورت اور اُس کے ولی دونوں کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ درمختار میں ہے،

تزوجتہ علی انہ سنی فبان بخلافہ کان لھا الخیار، فلیحفظ استفی ملخصاً[4]

عورت نے سُنّی ہونے کی وجہ سے نکاح کیا اور اس کے خلاف پایا تو اسے فسخ کا اختیار ہے اسے محفوظ کرلو انتہی ملخصاً(ت)

[1] غنیۃ المستملی | فصل فی الامامۃ | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۱۴
[2] درمختار | کتاب الطلاق | باب العنین وغیرہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲۵۵/۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | " | " | دارالمعرفۃ بیروت | ۲۱۲/۲
[4] درمختار | کتاب الطلاق | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲۵۵/۱

اُسی میں ہے :

اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار، ولوالجیۃ فلیحفظ۔[1]

اگر کفو ہونے کی شرط پر ولیوں نے نکاح دیا یا نکاح کے وقت انھیں کفو کی خبر دی گئی تو اس بنا پر انھوں نے نکاح کردیا، پھر ظاہر ہُوا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غیر کفو ہے تو لیاء کو فسخ کا اختیار ہے، ولوالجیہ، اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

مگر روایت مجوزہ مفتٰی بہا پر نکاح اصلاً نہ ہُوا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے :

سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا من غیر کفو باذنھا اجاب تزویجہ لھا باذنھا کتزویجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائھا افتی کثیر بعدم انعقادہ اصلا وھی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وفی المعراج معزیا الی قاضی خان وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا روایۃ الحسن[2] اھ ملخصا

باکرہ بالغہ کا اس کے بھائی نے غیر کفو میں نکاح کردیا جبکہ لڑکی نے اجازت دی ہو، سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہے جیسے لڑکی نے خود نکاح کیا ہو، یہ مسئلہ لڑکی کا خود غیر کفو میں اپنے اولیاء کی رضا کے بغیر نکاح کرنے کا ہے، بہت فقہاء نے اس نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر فتوٰی دیا ہے اور یہ امام حسن کی امام ابوحنیفہ سے روایت ہے، تو معراج میں اس کو قاضی خان وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہُوئے کہا کہ ہمارے زمانے میں فتوٰی کے لیے یہی مختار ہے جو امام حسن نے روایت کی ہے اھ ملخصاً (ت)

درمختار میں ہے :

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[3]

غیر کفو میں اصلاً جائز نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لیے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا تو شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو اور وہ اس نکاح ثانی پر راضی نہ ہوا ہو، اس کو محفوظ کرلو۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴
[2] فتاوٰی خیریہ | باب الاولیاء والاکفاء | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۲۵
[3] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

ردالمحتار میں ہے :

قولہ لارضی نفی منصب علی المقید الذی ھو رضی الولی والقید الذی ھو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمہ وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذٰلک[1] اھ ۔

ماتن کا قول "بغیر رضا" یہ مقید کی نفی ہے اور وہ ولی کی رضا ہے اور اس کی قید جو کہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہے تو اس کا مصداق یہ تمام صورتیں ہوں گی ، غیر کفو ہونے کے علم کے بعد رضا نہ ہو یا علم غیر کفو اور رضا دونوں نہ ہوں یا رضا ہو مگر غیر کفو کا علم نہ ہو ، تو ان تینوں صورتوں میں وہ حلال نہ ہو گی ، صرف ایک چوتھی صورت میں حلال ہو گی کہ غیر کفو ہونے کا علم ہونے کے باوجود رضا ہو ، اھ ۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں حکم یہ ہے کہ عمرو و ہندہ کا نکاح اصلاً منعقد نہ ہُوا ، نہ وہ اس کا شوہر ہے نہ یہ اس کی زوجہ ، نہ اسے اس کے یہاں بھیجنا یا جانا روا ، نہ اس کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا دعوٰی ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۳۳۳ : از دیورنیا مسئولہ ... صاحب ... شوال ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے سالے کے ساتھ میں کر دیا اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شخص جملہ منہیات میں مبتلا ہے جیسے شراب خوری اور جُوا بازی اور زناکاری اور چوری کرتا ہے تمام اور عارضہ سوزاک اور آتشک وغیرہ کا موجود ہے ، اور علاوہ اس کے غیر کفو بھی ہے ، اور تارک الصلوٰۃ ہے اور خویش و امن وغیرہ اس کی صالحین میں سے ہیں اور ان کو اس قریب سے نہایت خفت اور ذلت اور عار معلوم ہوتی ہے ، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ یہ لڑکی وقت نکاح نابالغہ و یتیمہ تھی اور اس کا کوئی بھائی بھی نہیں ، چچا نے جس سے نکاح کیا وہ پیش از نکاح بھی ایسا ہی بدروِیّہ و بد اطوار تھا ، اگر یہ بیان واقعی ہے تو نکاح مذکور اصلاً نہ ہوا ،

فی الدرالمختار ان کان المزوج غیرھما اگر نکاح کرنے والا باپ دادا کا غیر ہو تو غیر کفو سے

[1] ردالمحتار باب الولی احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

ای غیر الاب وابیه لایصح النکاح من غیر کفؤ اصلا ومافی صدر الشریعة صح ولهم فسخه وهم۔[1] (ملخصاً)

اصلاً نکاح نہ ہوگا، اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح اور باپ دادا کو اس کے فسخ کا اختیار ہے، یہ وہم ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وتعتبر فی العرب والعجم دیانة ای تقوی فلیس فاسق کفوأ لصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاهر نهر[2] انتهی، واللہ تعالٰی اعلم۔

عرب وعجم میں کفاءت دینداری یعنی پرہیزگاری کی معتبر ہے دیانت سے مراد تقوٰی ہے، لہذا کوئی فاسق کسی صالحہ یا فاسقہ بنت صالح کے لئے کفو نہیں بن سکتا، فسق اعلانیہ ہو یا غیر اعلانیہ، یہ ظاہر الروایت ہے، نہر، انتہی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سیدزادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اطلاع باپ کے اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کر دیا، آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پٹھان سیدزادی کا کفو نہیں ہو سکتا، تو یہ نکاح کہ بے اطلاع پدر تھا، عام ازانکہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ اس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض مطلقاً محض باطل واقع ہُوا، یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہو سکتا، زید و ہندہ کو باہم قربت ناروا، اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے ورنہ اس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لئے جس سے چاہے نکاح کر دے، زید ہرگز مزاحم نہیں ہو سکتا کہ مذہب مفتٰی بہ پر وہ محض اجنبی ہے،

فی رد المحتار عن کافی الامام الحاکم الشهید القریش بعضهم اکفاء لبعض والعرب بعضهم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء لقریش ومن کان له من الموالی ابوان او ثلثة فی

ردالمحتار میں ہے کہ امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں مگر قریش کے لئے کفو نہیں اسلام میں گزر چکے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] ؍؍ باب الکفاءۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۹۵

الاسلام فبعضهم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء للعرب[1] اھ وفی الدرالمختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلث نکحت غیر کفؤ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[2] اھ وفی ردالمحتار عن البحر الرائق لما کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

باپ دادی میں ہو گزرے ہوں وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے اھ اور درمختار میں ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوگا اور فسادِ زمان کی بنا پر اسی پر فتوٰی ہے، لہذا مطلقہ ثلٰثہ اگر غیر کفو میں ولی کی عدم رضا کے باوجود نکاح کرلیا جائے تو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اسے محفوظ کرلو اھ، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول کہ جب لڑکی کا ولی نکاح سے قبل راضی نہ ہو تو بعد کی اجازت کارآمد نہ ہوگی اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ولیہ ہندہ کو کہ سیّدزادی ہے دھوکہ دے کر اپنی قوم اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام اور اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا چھپا کر بذریعہ تحریر و تقریر اپنے آپ کو شیخ یا سیّدزادہ ودعائی بسوہ حقیت کا مالک ظاہر کرکے ہندہ سے نکاح کرلیا اور اسی جگہ فرضی کو مہر ہندہ قرار دیا، بعد خلوت صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ زید کا وہ نام نہ وہ قوم نہیں، بلکہ وہ کنیز کی غیر شرعی سے پیدا ہوا ہے، اب ہندہ ناراضامند ہوکر فسخ نکاح چاہتی ہے، کیا صورت مستفسرہ میں نکاح کو خود فسخ یا اس کے فسخ کا دعوٰی کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے اور یہ نکاح اَب و جَد نے نہ کیا یا انھیں نے کیا مگر اس بارہ میں اُن کی بے احتیاطی پہلے بھی ہوئی تھی یعنی کبھی اور بھی اپنی کسی بیٹی پوتی کا غیر کفو دنی القوم یا محتاج سے نکاح کرچکے ہوں تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا۔ اگر ہندہ کے نزدیک کوئی ولی مرد عصبہ عاقل بالغ مسلم مثلاً باپ دادا بھائی بھتیجا اپنا چچا یا اپنے باپ یا دادا کا چچا یا ان میں کسی کی اولادِ ذکور عام ازاں اَب و جد کے سوا سب سگے ہوں یا سوتیلے موجود ہے اور یہ نکاح اس کے بے اطلاع ہوا یا مطلع تھا

---

[1] ردالمحتار | باب الکفاءۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۹

[2] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

مگر اُس نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہ دی اگرچہ سکوت کیا ہو اگرچہ مجلسِ عقد میں موجود رہا ہو یا صراحۃً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی بلکہ خود متولی نکاح ہُوا مگر وہ ان حالات باطنہ زید پر وقوف نہ رکھتا تھا تو ان سب صورتوں میں مذہب مفتٰی بہ پر وہ نکاح محض باطل و کالعدم بلکہ شرعاً فی الحقیقۃ منعدم ہے اگرچہ بعد وقوعِ نکاح وعلم بحالاتِ زید ولی ہندہ صراحۃً کہہ دے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی اور اسے جائز رکھتا ہوں تاہم کچھ حاصل نہیں کہ جو شرعاً باطل ہے کسی کی رضامندی سے صحیح نہیں ہو سکتا، اس تقدیر پر تو فسخ کی خود کیا حاجت کہ جب عقد ہُوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے،

فی الدرالمختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ[1] اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفؤ بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ وفی ردالمحتار لایلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا فلابد لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل[2] اھ وفیہ یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفؤ مع علمہ بانہ کذلک[3] اھ۔

درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلاً ناجائز ہونے پر فتوٰی دیا جائے گا، فسادِ زمان کی وجہ سے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کو علم کے باوجود اس کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر دیا تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو محفوظ کرو اھ۔ ردالمحتار میں ہے کہ ولی کا اپنی عدم رضا کو صراحۃً بیان کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کا سکوت ہی عدم رضا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لہذا صحتِ نکاح کے لئے صراحۃً رضامندی کا اظہار ضروری ہے۔ اسی بنا پر اگر پہلے خاموش رہا اور نکاح کے بعد راضی ہوگیا تو کارآمد نہیں، غور کرو، اھ۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں عدم رضا ہوگی، علم ہو رضا نہ ہو یا علم نہ ہو رضا ہو یا غیر کفو کا علم اور رضا دونوں نہ ہوں، ان تینوں صورتوں میں وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی اور صرف ایک صورت میں حلال ہوگی، وہ یہ کہ اس کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور راضی ہو اھ۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۷

[3] ایضاً

اور اگر ہندہ کے لئے اس قسم کا کوئی ولی نہیں یا جو ہیں وہ کل یا بعض یا درصورت تفاوتِ درجہ صرف ولی اقرب پیش از نکاح باوجود وقوف بحالاتِ زید صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرچکا ہو تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو صحتِ نکاح میں کچھ شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ از شہر کہنہ ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

ما قولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے کا سیّد کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ، دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں، باپ خود اس کے سامان میں ہے، جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خان صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ ہوا تھا اور اس وقت عمر اس کے زوج بکر کی پانچ سال تھی، جب بکر سن تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج ہے اور ہیجڑوں میں رقص کرتا ہے تو نامردی اور ان حرکاتِ زشت کے باعث والد ہندہ عار و کسرِ شان سمجھ کر دختر کے بھیجنے میں منکر ہے اور اب دختر کی عمر چودہ سال ہے، شوہر کو پسند و قبول نہیں کرتی، تو اس صورت میں دربارہ جواز و عدم جواز نکاح کیا حکم ہے اور بعد تفریق دین مہر اس کا ذمۂ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ مخنثوں کے ساتھ رقص کرنا بیشک زوالِ کفاءت کا باعث ہے کہ ایسے شخص سے رشتہ ضرور موجبِ ننگ و عار ہے مگر کفاءت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اس وقت کفو ہو پھر کفاءت جاتی رہے تو اس کا لحاظ نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ[1]

درمختار میں ہے کہ کفو کا اعتبار ابتداءِ نکاح کے وقت ہے لہٰذا نکاح کے بعد اگر کفو ختم ہوجائے تو مضر نہیں جیسا کہ نکاح کے وقت صالح ہونے کی وجہ سے کفو تھا اور بعد میں وہ فاسق بن گیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

ظاہر ہے کہ خصلت شنیعہ جو کہ بعد نکاح پیدا ہوئی تو اس وجہ سے ابتداءً اس کے نکاح پر اعتراض نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آیا جس وقت نکاح ہوا اس وقت بھی بجز کفو ہندہ تھا یا نہیں اور مہر ہندہ میں اس کے مہر مثل سے کمی فاحش ہوئی یا نہیں اور نکاح ہندہ کے باپ یا اس کی عدم ولایت کی حالت میں دادا نے کیا یا ان کے غیر نے مثلاً ماں بھائی چچا وغیرہم نے اور ان میں سے کسی نے کیا تو بحالت ولایت خود کیا مثلاً باپ وغیرہ جو اس سے اقرب تھے شرعاً قابل ولایت نہ تھے خواہ ان کی ولایت نہ رہی تھی یا بحالِ عدم ولایت کیا تھا کہ دوسرا ولی اقرب موجود تھا پھر اس تقدیر پر ولی اقرب نے سن کر جائز کر رکھا یا رد کر دیا یا ہنوز ساکت ہے غرض صورتیں بہت ہیں اور ان سب کا حکم شرعی یہ کہ صغیرہ کا نکاح جب غیر اب و جد نے کیا ہو اگر مہر مثل میں کمی فاحش کی یا زوج اسی وقت مثلاً بوجہ کم قوم ہونے کے کفو نہ تھا تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں ہوتا، اگرچہ غیر ہی اسی وقت ولی اقرب ہو اور اگر اس وقت کفاءت تھی اور مہر میں بھی کمی فاحش نہ ہوئی تو بحالِ عدم ولایت نکاح اجازت ولی اقرب پر موقوف رہتا ہے، اگر اس نے جائز کر دیا نافذ ہو گیا رد کر دیا باطل ہو گیا، ساکت ہے تو ابھی اسے اختیار ہے کہ رد کر دے خواہ نافذ، اور اگر وہ ساکت ہی رہے یہاں تک کہ صغیرہ سنِ بلوغ کو پہنچی تو اب اسے خود اختیار ہوگا کہ اس نکاح موقوف کو رد یا نافذ کر دے، اور بحالِ ولایت نکاح منعقد و نافذ ہوگا مگر صغیرہ کو خیارِ بلوغ ملتا ہے یعنی فسخ کا اختیار دیا جاتا ہے اگر نکاح کا حال بلوغ سے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامت بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے، اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہہ دے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں، اس صورت میں حاکم متعلق نکاح فسخ کر دے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث نہ بھی ہو، مگر اس خیار میں کنواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے، اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث سہی، اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اسے اختیار وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثلاً بوسہ لینے یا نان و نفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے، اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلاً اختیار فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفاءت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر و مقدار مہر معین کر کے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ یا دادا ولی اقرب کو خبر ہوئی تو باوصف علم عدم کفاءت و غبن فاحش اسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں وہ نکاح باپ دادا کا بذاتِ خود ہی کیا ہوا ٹھہرے گا اور صغیرہ کو اصلاً اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا

مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکے ہوں تو یہ نکاح اُن کا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا۔

فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران، وان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ [illegible] ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ وخیار الصغیر و الثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس اھ ملتقطا، وفیہ عن البحر بحثا لو عین (ای الاب او الجد) لوکیلہ القدر (ای قدر المھر) صح اھ موضحا، وفی رد المحتار وکذا لو عین لہ

درمختار میں ہے کہ جب نکاح دینے والا باپ دادا ہو تو غیر کفو اور انتہائی کم مہر کی صورت میں بھی نکاح ہو جائیگا بشرطیکہ وہ باپ دادا سوءِ اختیار میں مشہور نہ ہوں، اور اگر وہ اس میں مشہور ہوں تو بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا، اور یہی حکم ہے جب وہ نشہ میں ہوں۔ اور اگر نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہوں خواہ ماں ہو تب بھی غیر کفو اور غبن فاحش یعنی انتہائی کم مہر کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر مہر مثل اور کفو میں یہ نکاح ہو تو صحیح ہوگا لیکن لڑکی کو بلوغ یا بلوغ کے بعد علم پر فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ قاضی فسخ کرے، مذکورہ صورت میں اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہو اور غیر کا کیا ہوا [illegible] بشرطیکہ نکاح کا علم رکھتی ہو تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، اور اس کا اختیار مجلس کے آخر تک باقی نہ رہے گا اگرچہ وہ اپنے اختیار کا علم نہ رکھتی ہو، اور اگر نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی ثیبہ ہو تو بلوغ پر محض سکوت سے اختیار ختم نہ ہوگا جب تک صریح رضا یا اس کے قائم مقام کوئی عمل مثلاً بوس و کنار نہ کرے اھ ملتقطاً۔ اسی میں بحر سے منقول ایک بحث ہے کہ اگر باپ دادا نے پورے مہر کی شرط پر غیر کو وکیل بنایا تو نکاح صحیح ہوگا اھ (وضاحت ہے)، اور ردالمحتار میں ہے کہ ایسے ہی ہوگا جب انھوں نے کفو کی شرط

۱؎ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲-۹۳

۲؎ ″ ″ ″ ۱/ ۱۹۲

رجلا غیر کفؤ کما بحثہ العلامۃ المقدسی[1] اھ وفیہ بعیدہ عن البحر عن المحیط ان الجواز ثبت باجازۃ الولی فالحق بنکاحہ باشرۃ[2] اھ وفی التنویر والدر (للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (مسافۃ القصر) واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ وعلیہ الفتوٰی[3] اھ مختصرا۔ وفی فتح القدیر لو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ[4] الخ۔

پر کسی کو وکیل بنا دیا ہو، جیسا کہ یہ بحث علامہ مقدسی نے کی ہے اھ، اور اسی میں اس کے تھوڑا سا بعد بحر سے منقول ہے اور انھوں نے محیط سے کہ ولی کی اجازت سے کسی کا نکاح دینا یہ بھی ولی کے اپنے دئے ہوئے نکاح سے ملحق ہوگا اھ، تنویر اور در میں ہے ولی اقرب کی غیر حاضری میں ولی ابعد کو نکاح کا اختیار ہے، تو اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح دیا تو یہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ غیر حاضری یہ ہے کہ سفر کی مدت پر یا اتنے بُعد پر ہو کہ منگنی والا واپسی اس کے جواب و اجازت کا انتظار نہ کرتا ہو، اسی پر فتوٰی ہے اھ مختصراً، اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر نابالغ ولی کی اجازت دینے سے قبل بالغ ہو جائے تو پھر خود اس کو اختیار ہوگا تو اس کی رضا پر نکاح نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ نکاح موقوف تھا الخ (ت)

پس اگر نکاح ہندہ میں صورت واقعہ وہ ہی جس میں نکاح سرے سے صحیح ہی نہ ہوا یا صحیح ہو کر بسبب رد ولی اقرب باطل ہو گیا، جب تو ظاہر ہے کہ بکر کا ہندہ پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا، نہ وہ اس کی زوجہ نہ یہ اس کا شوہر، اور جب کہ ہنوز رخصت نہیں ہوئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے مہر اصلاً لازم نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر فی الواقع مرد نامرد ہو تو اس صورت میں مہر لازم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں کہ نکاح غیر صحیح ہو تو مہر جماع سے لازم ہوتا ہے اور نامرد قابل جماع نہیں، اور اگر صورت وہ ہو جس میں نکاح ہنوز اجازت صاحب اجازت پر موقوف ہو تو اگر پدر ہندہ کی جانب سے قبل اس نکاح کے اجازت و رضا متحقق نہ ہوئی تھی تو اب اس انکار سے رد ہو گیا، اور اگر یہ انکار اس طور پر ہے کہ نکاح کو تو رد نہیں کرتا مگر رخصت کرنا نہیں چاہتا تو اب یہ ولی ہندہ

---

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۵

[2] " " " " " ۲/۳۰۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[4] فتح القدیر فصل فی الاولیاء نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۸

یا یہاں بلوغ خود ہندہ کے ہاتھ کی بات ہے رد کر دیں رد ہو جائے گا اور جب کہ جماع نہ ہوا مہر کچھ نہیں کما یاتی لکونہ فسخا (جیسا کہ آئندہ آئیگا کیونکہ یہ فسخ کی صورت ہے۔ ت) اور اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ ملا اور وہ اس خیار کو حسب شرائط مذکورہ استعمال میں لاچکی، یا ہنوز اس کا وقت نہیں آیا کہ ہندہ ابھی نابالغہ ہے تو جب وقت آئے استعمال میں لائے تو بھی ہندہ کو نجات کامل بے دقت حاصل کہ فقط اس کا یہ اظہار ناراضی کرنا ہی حکم فسخ کا منشا ہو جائے گا اور حاکم مجرد اسی بنا پر نکاح فسخ کر دے گا اور اب بھی مہر اصلاً عائد نہ ہوگا کہ نکاح فسخ سے گویا کالعدم (یعنی بے ہوا) ہو جاتا ہے،

فی ردالمحتار المهر کما یلزم جمیعه بالدخول کذا بموت احدهما قبل الدخول اما بدون ذلك فیسقط ولو الخیار منه لان الفرقة بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانه لم یکن کما فی النهر[1]۔

ردالمحتار میں ہے، جس طرح دخول و جماع سے مہر لازم ہو جاتا ہے یونہی دخول سے قبل خاوند یا بیوی کے فوت ہو جانے سے مہر لازم ہو جاتا ہے اور دخول کے بغیر اور موت کے بغیر ساقط ہو جائے گا۔ اگرچہ لڑکے کا اختیار ہو تب بھی فسخ کرنے سے مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ فسخ نکاح کو کالعدم کر دیتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ (ت)

ہاں اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ حاصل نہ تھا یا حاصل تھا اور اتنا کہ ہندہ کنواری ہے جسے خیار و تبلیغ نہیں ملتا بوجہ سکوت ساقط ہو گیا تو اب بالفعل ہندہ خواہ اس کے باپ کو اصلاً کوئی حق اعتراض و انکار حاصل نہیں، نکاح صحیح و تام ہو چکا اور ان حرکات شنیعہ کا بکر میں پیدا ہو جانا مبطل یا موجب ابطال نکاح نہیں، اور ابھی کہ ہندہ کی رخصت نہ ہوئی نامردی بکر کا دعوی قابل سماعت نہیں کہ عورت کے حق میں نامرد وہ ہوتا ہے جو خاص اس عورت کی فرج داخل کے اندر ذکر حشفہ تک غائب کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ باختلاف زنان مختلف ہو سکتا ہے، ممکن کہ کوئی شخص ایک عورت کی فرج میں ادخال نہ کر سکے اور دوسری پر قادر ہو جائے تو اس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا۔

فی الهندیة عن النهایة ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلك لمرض او لضعف فی خلقته او لکبر سنه

ہندیہ میں نہایہ سے ہے، اگر کوئی مرد ثیبہ عورت سے وطی کر سکتا ہے باکرہ سے نہیں کر سکتا، یا بعض قسم کی عورتوں سے کر سکتا ہے اور بعض سے نہیں کر سکتا، اس کی وجہ مرض ہے یا پیدائشی کمزوری یا بڑھاپا ہے،

---

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۷

اوسحر فهو عنين فى حق هن لا يصل اليها.[1]

یا جادو ہے، تو وُہ ایسی عورتوں کے حق میں نامرد قرار دیا جائیگا جن سے وطی نہیں کرسکتا۔ (ت)

بلکہ اگر تسلیم ہی کرلیں کہ بکر ہندہ کے حق میں بھی نامرد ہے تاہم اس بنا پر رخصت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ نامردی مبطلِ نکاح نہیں ہوتی بلکہ بعد دعوی وثبوت عدم جماعت مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتی ہے اور عورت ہرگز اختیار نہیں رکھتی کہ ان دنوں کو اُس سے جُدا رہ کر گزار دے جتنے دن خود جُدا رہے گی مدت میں اُتنے روز اور بڑھا دئے جائیں گے،

فی الدر المختار وجدته عنينا اجل سنة ورمضان وايام حيضها منها وكذا حجة وغيبته لاهى ‌ا حجها وغيبتها.[2]

درمختار میں ہے کہ کسی بیوی نے خاوند کے متعلق کہا کہ میں نے اسے نامرد پایا ہے، تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائیگی جس میں رمضان اور ایام حیض بھی شمار ہوں گے یونہی حج، اور مرد کی غیر حاضری کے دن بھی شمار ہوں گے لیکن عورت کے حج اور غیر حاضری کے ایام شمار نہ ہوں گے۔ (ت)

جب زوجہ کے حق میں نامردی بثبوت شرعی ثابت ہونے کے بعد بھی ہنوز خود مختار نہیں ہوتی جب تک مدت یک سال گزرنے پر بھی [illegible] ایسے خیالات کی بناپر خود مختاری ہرگز صحیح نہیں بلکہ چارۂ کار وہی حاکم شرع کے حضور دعوٰی نامردی اور بعد ثبوت بکارت اس کے حکم سے مہلت یکسالہ ملنی اور بعد مرورِ میعاد حاکم شرع کو بحالتِ بکارت ثابت ہونے پر ہندہ کے فوراً تفریق مانگنے پر خود بکر یا وہ نہ مانے تو حاکم شرع کا تفریق کردینا کافی ہے اس وقت طلاق بائن ہوجائے گی، اور اگر بکر نے ہندہ سے خلوت ہی نہ کی تو نصف مہر اور خلوت کی اور اوخالِ ذکر پر قدرت نہ پائی تو کل مہر لازم آئے گا،

فی الهندية ان اختارت الفرقة امر القاضی ان يطلقها طلقة بائنة فان ابی فرق بينهما هكذا ذكر محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل كذا فی التبيين، والفرقة

ہندیہ میں ہے کہ مدت ختم ہونے پر اگر عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی خاوند کو کہے گا کہ اس کو بائنہ طلاق دے دے اگر خاوند انکار کرے تو قاضی خود تفریق کرے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں یونہی ذکر فرمایا جیسا کہ تبیین میں ہے، اور تفریق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۲
[2] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۲

تطليقة بائنة كذا فى الكافى ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها والا فلاعدة عليها ولها نصف المهران كان مسمى والمتعة ان لم يكن كذا فى البدائع[1] واللّٰه تعالٰی اعلم.

طلاق بائنہ ہوگی، جیسا کہ کافی میں ہے اور اسے پُورا مہر دیا جائے گا، اور بالاجماع اس پر عدّت ہوگی بشرطیکہ خاوند اس سے خلوت کرچکا ہو ورنہ عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف دیا جائیگا جب مقرر ہو، اور اگر مقرر نہ ہو تو پھر جوڑا وغیرہ دیا جائیگا، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۳

۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا ہے، عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دے کر زید کا نسب سیّد بتایا اور نکاح کرادیا، بعد کچھ مدّت کے معلوم ہوا کہ وُہ سیّد نہیں نوربافت ہے، اب وارثانِ ہندہ کو شرم معلوم ہوتی ہے اور بہت اہانت ہے کہ سیّد اور نوربافت کا نکاح بہت عار ہے، لہذا وارثانِ ہندہ کو فسخ کرنا فی زماننا جائز ہے یا نہیں؟ زید بعد ظاہر ہونے حال کے وہاں سے چلا گیا وقتِ رخصت زوجہ سے قسم کھاکر کہا میں اس قریہ میں تاحیات نہ آؤں گا، پھر اسی مضمون کا خط لکھ کر بھیجا، اب اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں کچھ حاجتِ فسخ نہیں کہ وُہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہُوا، سائل مُظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایتِ مفتٰی بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفاءت شرطِ صحتِ نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدمِ کفاءت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کردے، بعد عقد راضی ہوجانا بھی نفع نہیں دیتا۔

فی ردالمحتار تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح علی ظاھر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی[2] اھ وفی الدرالمختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا

ردالمحتار میں ہے کہ کفو کا اعتبار نکاح لازم کرنے کیلئے ہے جیسا کہ ظاہر روایت ہے۔ اور امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی کی روایت پر صحتِ نکاح کے لئے ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے اھ، در مختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلاً ناجائز ہونے کا فتوٰی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۴

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۸

وھو المختار للفتوٰی فلا تحل بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ[1] اھ مختصرا وفی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر[2]

دیا جائیگا، یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے تو ولی کی رضا کے بغیر بیوی حلال نہ ہوگی بشرطیکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو، اسے محفوظ کرو اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے: یہ جب ہے کہ اس کا ولی ہو اور نکاح سے قبل راضی نہ ہوا ہو، اور نکاح کے بعد کی رضا کارآمد نہ ہوگی، بحر (ت)

یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہ ہوا اور نکاح باطل محض رہا، بعد ظہور حال زید کی وہ قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی حکم حرمت مرتب نہیں ہوسکتا۔

اما مسألۃ الھندیۃ اعنی التی وجد فیھا نسب غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل[3] ومسألۃ الدر عن الولوالجیۃ نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لاخیار لھا بل للاولیاء ولو زوجوھا برضاھا وشرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار (ملخصا)[4] فظاھر ان کل ذلک مبنی علی الظاھر وھو صحۃ العقد وثبوت الاعتراض کیف وقد نقل المسألۃ فی الخانیۃ عن الاصل اما علی المختارۃ للفتوٰی فلا صحۃ اصلا کما لایخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن ہندیہ کا مسئلہ کہ اگر مرد نے عورت کو اپنا نسب تبدیل کرکے بتایا تو بعد میں اس کا نسب اس کے بیان کردہ نسب سے کم درجہ ظاہر ہوا ہو اور کفو نہیں ہے لہٰذا اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا، اور در کا مسئلہ ہے جو بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ اگر لڑکی نے خود کسی شخص سے لاعلمی میں نکاح کرلیا بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہے تو لڑکی کو خود اختیار نہ ہوگا بلکہ اس کے اولیاء کو حق فسخ ہوگا، اور اگر اولیاء نے خود نکاح کیا لڑکی کی رضامندی سے، اور ولیا نے کفاءت شرط کرلی یا نکاح کے وقت زوج نے وقت نکاح اولیاء کو کفو ہونے کی خبر دی اس شرط پر اولیاء نے نکاح کردیا، بعد میں لڑکے کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہوگا ملخصاً، تو ظاہر ہے کہ یہ صحت نکاح اور ثبوت اعتراض پر مبنی ہے اور ظاہر کیسے نہ ہو جبکہ خانیہ میں یہ مسئلہ مبسوط سے منقول ہے لیکن جو چیز فتوٰی کے لئے مختار قرار دی گئی ہے اس پر یہ نکاح کا قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹۷

[3] فتاوٰی ہندیہ باب فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۳

[4] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

مسئلہ ۲۳: از الٰہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفو لسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتب توجروا یوم الحساب۔

آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ عجمی عالم سیّدزادی کا کفو ہے یا نہیں؟ کتاب کے حوالے سے بیان فرمائیں، قیامت کے روز اجر پائیں۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[1]، وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]۔ فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفو للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاھل القرشی و العلوی[3] اھ وفی الفتح والنھر وغیرھما عن جامع الامام قاضی خان العالم العجمی یکون کفوا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب[4] اھ وفی النھر والدرجزم بہ

ہاں، جب عجمی عالم دیندار عامل ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دئے گئے ان کو کئی درجات دئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقوٰی وارفع ہے اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا اھ۔ فتح، نہر وغیرہما میں جامع الامام قاضی خان سے منقول ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی اور جاہل علوی کا کفو ہے کیونکہ علمی شرافت نسبی شرافت پر غالب ہے اھ۔ نہر اور دُر میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۱۱
[2] " " ۳۹/۹
[3] وجیز الامام الکردری علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۹
[4] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۰

البزازی واستقضاه الکمال وغیرہ والوجه فیه ظاهر[1] الخ وفی رد المحتار عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم یکون کفوًا للعلویة لان شرف الحسب اقوی[2] الخ قال وذکر ایضا یعنی الرملی انه جزم به فی المحیط والبزازیة والفیض وجامع الفتاوی والدر[3] الخ وتمام تحقیقه فیه وفی الفتاوی الخیریة لنفع البریة[4] قد قال ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائة درجة مابین کل درجتین مسیرة خمسمائة عام و هذا مجمع علیه وکتب العلم طافحة بتقدیم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحانه وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قوله تعالٰی هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون اھ ملتقطا۔

قلت وانما قیدنا بکونه دینا متدینا لانه هو العالم حقیقة واما اصحاب الضلال فشر من الجهال فان الجهل المرکب اشنع واخنع وصاحبه فی الدارین احقر واوضع صغارهم کالانعام بل هم اضل وکبارهم کالکلاب لا بل اذل اخرج الدار قطنی

کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے الخ۔ اور ردالمحتار میں خیرالدین رملی سے انھوں نے مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ محیط میں ہے کہ عالم علوی زادی کا کفو ہے کیونکہ عمدہ کی شرافت اقوی ہے الخ۔ اور فرمایا کہ رملی نے مزید ذکر کیا کہ محیط، بزازیہ، فیض، جامع الفتاوی اور دُر نے اس پر جزم کیا ہے، اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے اور فتاوی الخیریہ لنفع البریہ میں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا، علماء کو عام مؤمنین پر سات سو درجات برتری ہے اور ہر دو درجوں میں پانسو سال کا سفر ہے اور اس پر اجماع ہے اور تمام علمی کتب، قرشی پر عالم کے تقدم میں متفق ہیں، جبکہ اللہ تعالٰی نے اپنے ارشاد "کیا عالم اور جاہل برابر ہیں" میں قرشی اور غیر قرشی کی کوئی تفریق نہیں فرمائی اھ ملتقطاً۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہم عالم کو دین کا عالم اور دیندار عالم سے مقید کریں گے کیونکہ حقیقۃً عالم یہی ہے جبکہ گمراہ علماء تو جاہلوں سے بدتر ہیں کیونکہ جاہل مرکب، انتہائی بُرا، رُسوا، اور دونوں جہان میں حقیر اور ذلیل ہیں، ان کے چھوٹے چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی گئے گزرے، اور ان کے بڑے، کُتّے بلکہ ذلیل ترین ہیں۔ دارقطنی نے

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۳
[3] " " " " " "
[4] فتاوی خیریہ مسائل شتّٰی آخر کتاب دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۳۳

قال حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل ثنا محمد بن عبد اللہ المخرمی ثنا اسمٰعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[1]، و اخرجہ عنہ ابو حاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]، ولابن نعیم فی حلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ، قال العلماء الخلق الناس والخلیقۃ البھائم[3]۔ نسأل اللہ السلامۃ و العفو والعافیۃ۔

تخریج کی ہے کہ ہمیں قاضی حسین بن اسمٰعیل نے ان کو محمد بن عبد اللہ مخرمی ان کو اسمٰعیل بن ابان ان کو حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انھوں نے اعمش انھوں نے ابو غالب انھوں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں۔" اس کی تخریج ابو حاتم خزاعی نے ان سے اپنی جزء حدیثی میں ان الفاظ کے ساتھ کی کہ "اصحاب بدعت جہنم کے کتے ہیں۔" ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ "اہل بدعت تمام مخلوق سے شریر ہیں۔" علماء نے فرمایا کہ حدیث میں خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد چوپائے ہیں۔ اللہ تعالٰی سے ہم عافیت، سلامتی اور معافی کا سوال کرتے ہیں۔

ثم اقول یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن من المتناھین فی الدناءۃ المعروفین بہا کالحائک والدباغ والخصاف والحلاق ونظرائہم فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار، قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف

ثم اقول (پھر کہتا ہوں کہ) وہ عالم اس قید سے بھی مقید ہونا ضروری ہے کہ وہ انتہائی حقیر اور مشہور کمتر نہ ہو جیسا کہ جولاہا، دباغی اور چمڑا سینے والا اور ان کی مثل نہ ہو کیونکہ دار و مدار اس بات پر ہے کہ علاقے کے عرف میں وہ حقیر شمار نہ ہو، جیسا کہ اکابر علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا کہ اہل عرف کا ناقص سمجھنا سبب ہے لہٰذا حکم کا دار و مدار

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳
[2] کنز العمال بحوالہ ابو حاتم الخزاعی حدیث ۱۰۹۴ " " " ۱/۲۱۸
[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۴۱۳ ابو مسعود الموصلی دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱

فیدور معه[1] اھ و فی رد المحتار[2] قد علمت ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فیدور معه فعلی هذا من کان امیرا او تابعا له وکان ذا مال ومروءة وحشمة بین الناس لاشك ان المرأة لا تتعیر به فی العرف کتعیرها بدباغ وحائك ونحوهما وان کان الامیر او تابعه اکالا اموال الناس لان المدار هنا علی النقص والرفعة فی الدنیا اھ مختصرا. ولا شك ان العلویة فی بلادنا لا تتعیر بالافاغنة والمغول المتحلین بحلیة العلم والفضل فانهم فی انفسهم یعدون هنا من الشرفاء الانجاب فاذا انضاف الی ذلك فضل العلم جبر نقص نسبهم بالنسبة الی العلوی بخلاف الحاکة والحلاقین وامثالهم فان التعیر بهم لایزول بعلمهم اللهم الا اذا تقادم العهد وتناساه الناس وظهر له الوقع فی القلوب والعظم فی العیون بحیث لم یبق العار لبنات الکبار وذلك قلیل جدا فی هذه الامصار بل لا یکاد یوجد عنه الاعتبار ومن عرف المدار عرف ان

اس پر ہی ہوگا اھ۔ ردالمحتار میں ہے: آپ نے معلوم کرلیا کہ سبب وہ اہل عرف کا حقیر جاننا ہے تو اسی بات پر مدار ہوگا اس لئے اگر کوئی امیر، حاکم یا اس کا نائب اور مالدار اور سنجیدہ ہو اور لوگوں میں رعب والا ہو تو کوئی شک نہیں ایسے شخص سے عورت عار محسوس نہیں کرتی جیسا کہ وہ دباغ اور جولاہے وغیرہ سے عار محسوس کرتی ہے اگرچہ حاکم یا اس کا نائب ظلم کے طور پر لوگوں کے مال کھاتے ہوں ــــــــــ کیونکہ یہاں مدار دنیوی حقارت و رفعت ہے اھ مختصراً۔ اس میں شک نہیں کہ علویہ لڑکی ہمارے علاقے میں افغان اور مغل جو کہ علم کے زیور سے آراستہ ہیں اور اہل فضل ہیں جو اپنے کو منتخب لوگوں اور شرفاء میں شمار کرتے ہیں ان سے عار محسوس نہیں کرتی تو جب یہ لوگ علم و فضل کی طرف منسوب ہوں تو مزید شرافت کی بناء پر نسبی طور پر اگر علوی سے کم ہیں تو علم و فضل کی وجہ سے وہ کمی ختم ہوجاتی ہے، اس کے برخلاف جولاہے، دھوبی اور نائی، موچی وغیرہ کی عار علم کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، ہاں جب یہ لوگ قدیم سے یہ کام چھوڑ چکے ہوں اور لوگ معززانہ انداز میں ان سے مانوس ہوچکے ہوں اور لوگوں کے دلوں میں ان کا وقار اور عام نگاہوں میں ان کی وقعت قائم ہوچکی ہو کہ اب بڑے لوگوں کی لڑکیوں کے لئے عار نہیں رہے تو اور بات ہے" لیکن ایسے اس علاقے میں بہت کم ہیں جن کا اعتبار

---

[1] فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۳
[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۲

الحکم علیہ یدار فافہم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نہیں کیا جاسکتا، تاہم حقارت کا مدار عرف پر ہے، جب مدار یہ ہے تو حکم اسی پر ہوگا، بجو ـــــ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ حاجی موسٰی عربی ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اُس سے مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اُس غیر قریش کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی چند کرچکے ہیں تو اب ان کے کئے بھی نہ ہوسکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا اُن کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاوٰی میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: از رسالہ مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

ایک شخص کا فرمان ہے کہ سیدہ یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے، دوسرے نے جواب دیا کہ اگر چار وب کش مسلمان ہوجائے تو بھی جائز ہے؟ تو اس کا جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا کذاب اور بے ادب گستاخ ہے، سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جب تک وہ عالم دین نہ ہوں اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم و اعلٰی ہے اور غیر قریش قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذ اللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری

شخص غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جب تک اس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہو کر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے، اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی باطل و مردود ہوگا اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو اُن کا کیا ہوا بھی باطل ہوگا۔

کل ذلک معروف فی کتب الفقہ کالدر والمختار وغیرہا من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاونا۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ تمام کُتب فقہ میں معروف ہے جیسے درمختار وغیرہ اور ہم نے تفصیل کے طور پر اپنا قول اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از مدرسہ تحصیل نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ مدرس اول مدرسہ مذکور ۲۲ شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ جو غیر کفو تھا لاعلمی میں کردیا بعد بلوغ زوجہ اور علم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی بعد علم کے نہایت ناراض ہے اور دختر کی مفارقت چاہتی ہے مگر خالد محض ایذارسانی کی وجہ سے اس کو طلاق نہیں دیتا۔ اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں اور زوجہ مذکورہ کو نکاح ثانی کرنے کا اختیار ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بعد استفسار اظہار کیا کہ عورت پٹھان ہے اور خالد قوم کا دُھنا اور اُس نے اپنے آپ کو پٹھان ظاہر کرکے براہِ فریب نکاح کرلیا حالانکہ حسب مذکورہ کا وقت نکاح باپ دادا کوئی نہ تھا، ہاں جوان بھائی موجود تھا مگر کسی وجہ سے جلسہ نکاح میں شریک نہ ہوا نہ ماں نے اُس سے اجازت لی۔ پس صورت مستفسرہ میں شرعاً یہ نکاح ہوا ہی نہیں فسخ کسے کیا جائے، دختر ہندہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو اصلا ومافی صدر الشریعۃ صحح ولہما فسخہ وھم۔[1]

اگر نکاح دینے والا باپ دادا کا غیر ہو اگرچہ وہ ماں ہو تو نکاح غیر کفو میں اصلاً صحیح نہ ہوگا اور جو صدر الشریعۃ میں ہے کہ نکاح صحیح ہے اور باپ دادا کو فسخ کا اختیار ہے یہ محض وہم ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں زیر قول شارح تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح (کفو کا اعتبار لزوم نکاح کیلئے ہے۔ت)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

فرمایا:

ای علی ظاہر الروایۃ و لصحۃ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوٰی۔[1]

یعنی ظاہر روایت پر اور امام حسن کی روایت پر صحت نکاح کے لئے یہ شرط ہے اور یہی فتوٰی کے لئے مختار ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔[2]

اگر اقرب حاضر ہو تو ابعد کا دیا ہوا نکاح اس اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

انھم قالوا کل عقد لا مجیز لہ حال صدورہ فھو باطل لا یتوقف۔[3]

جس نکاح کو جائز کرنے والا کوئی بھی نکاح کے وقت موجود نہ ہوگا باطل ہوگا۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

مالا مجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل۔[4] واللہ تعالٰی اعلم

اور جس کا کوئی جائز کرنے والا نہ ہو یعنی اجازت کا اختیار رکھتا ہو تو وہ باطل ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶ از سنبھل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

زید پہلے ہندو تھا کہ اب اپنے والدین و اطفال کو چھوڑ کر مشرف باسلام ہوگیا، زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے، زید کا کل خاندان اس کے برعکس ہے، بی بی کو مسلمان ہونا قبول نہیں، پس ایسی حالت میں سوالات ذیل از روئے شرع شریف حل طلب ہیں، زید کی عمر اب ۲۲ سال ہے:

(۱) زید مشرف باسلام ہونے کے بعد کون شمار کیا جائے گا اگرچہ شیخ کیونکہ شیخ بہت قسم کے ہیں۔

(۲) کس قوم کی لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوسکتا ہے فی الحال سب اقوام انکار کرتی ہیں، شرع شریف کی رُو سے کس قوم پر استحقاق ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۳

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۴

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۴

[4] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۹۹

(۳) اب زید کی اولاد ماں کی قوم پر مانی جائے گی یا باپ کی ذات پر؟

(۴) شرع شریعت کی رُو سے رذالت اور شرافت قوم پر منحصر ہے یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

(۱) مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم وقبیلے کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اُسی قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کیے جاتے، ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں اُن میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انھیں رجپوت کہتے ہیں تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ،

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔[1] جب تمھارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہمیں آملا ہم میں کا ہوگیا اُس کا کس قدر اعزاز واکرام اللہ سبحٰنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگادیے۔ اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وُہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: انما المؤمنون اخوۃ[2] (مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ ت) اور فرماتا ہے، فاخوانکم فی الدین[3] (تو وہ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔ ت) پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیونکر حقیر سمجھا جائے، شیخ کسی خاص قوم کا نام نہیں، ہندوستان میں مسلمانوں نے تین قومیں خاص شریف قرار دیں اور انھیں سید یا میر اور خاں اور بیگ کے خطاب دئے کہ ان سب لفظوں کے معنے عربی وفارسی وترکی میں سردار ہیں، باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام وبنی عباس وانصار کو ایک لقب عام دیا، شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگ ہے، ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ دُنیاوی عرف میں رذیل سمجھی جاتی ہیں اُنھوں نے جب دیکھا کہ میر وخاں وبیگ تو خاص خاص اقوام کے لقب ہیں اُن میں گنجائش نہیں اور شیخ ایک عام لفظ ہے جس میں باقی سب داخل، تو اسی کو سمائی والا خطاب پاکر سب قوموں نے اپنی بھرتی اُسی میں

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۹۳ سعید بن ایاس الجریری دارالکتاب العربی بیروت ۲/۲۰۵

[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۰

[3] ؍؍ ؍؍ ۹/۱۱

کردی، دُھنا، جولاہا جس سے پُوچھئے اپنے آپ کو شیخ بتائے گا مگر حقیقۃً شیخ کی اصطلاح صرف اُنہی شریف قوموں یعنی صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، جعفری، عباسی، انصاری واشباہم کے لئے ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاذ امام عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اُس کی ولاء اس کے لئے ہے۔

فی ردالمحتار عن البدائع عند عطاء ھو مولی الذی اسلم علی یدیہ[1]

ردالمحتار میں بدائع سے ہے کہ عطاء کے ہاں وہ جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اُس کا وہ مولیٰ ہے (ت)

اور ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے۔ حدیث میں ہے:

الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب[2] اخرجہ الحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ولاء نسب کی طرح ایک رشتہ ہے۔ (اس کو حاکم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مولی القوم من انفسہم[3] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کسی قوم کا آزاد کردہ ان میں سے ہے۔ اس کو شیخین نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

اسی مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے:

من اسلم علی یدیہ رجل فلہ ولاءہ[4] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس والدارقطنی والبیہقی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جس کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام لائے تو اُس کا رشتہ ولاء اسی سے قرار پائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے اور دارقطنی اور بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

۱؎ ردالمحتار	کتاب الولاء	فصل فی ولاء الموالاۃ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۵/۶۸
۲؎ المستدرک للحاکم	کتاب الفرائض		دارالفکر بیروت	۴/۳۴۱
۳؎ صحیح بخاری	کتاب الفرائض	باب مولی القوم من انفسہم	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۱۰۰۰
السنن الکبرٰی		باب من زعم ان ھذا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	دارصادر بیروت	۶/۱۵۱
۴؎ " "	کتاب الولاء		" " "	۱۰/۲۹۸

عجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا بھی یہی ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من اسلم من اھل فارس فھو قرشی۔ رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اہلِ فارس سے جو اسلام لائے وُہ قرشی ہے (اسے ابن نجار نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

کہ قریش نے فارس فتح کیا اُس کے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف باسلام ہُوئے، اس مذہب کی بناء پر جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگا بطور رشتہ ولاء اسی قوم میں گِنے جانے کے قابل ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) زید جبکہ خود اپنی ذات سے مسلمان ہُوا تو اُسے دربارۂ نکاح کفو و ہمسر ہونے کا حق اُسی عورت پر پہنچتا ہے جو خود مسلمان ہُوئی ہو۔ جس لڑکی کا باپ مسلمان ہُوا اور اُس کے اسلام کی حالت میں یہ لڑکی پیدا ہُوئی خود مسلمان ہونے والا اس کا بھی کفو نہیں،

فی الدر المختار اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ غیر کفؤ لمن ابوھا مسلم ومن ابوہ مسلم غیر کفؤ لذات ابوین وابوان فیہ کالاٰباء لتمام النسب بالجد اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ عجمیوں میں آزاد، مسلمان ہونا کفو ہے۔ لہذا ہر شخص خود مسلمان بنا ہُوا ایسے کے لئے کفو نہیں جس کا باپ مسلمان بنا، اور جس کا باپ مسلمان ہو وُہ ایسے کا نہیں جس کے دو باپ یعنی باپ اور دادا مسلمان ہوچکے ہوں، اس معاملہ میں دو مسلمان باپ متعدد مسلمان آباء کی طرح ہیں کیونکہ نسب دادا پر مکمل ہوجاتا ہے اھ مختصراً (ت)

اور اس کے سوا پانچ صورتیں اُس کے نکاح کی اور ہیں،

اوّل یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ جس کا کوئی ولی نہ ہو برضائے خود اس سے نکاح کرے۔

دوم ایسی عورت کا ولی بھی پیش از نکاح اُسے نَومسلم جان کر اُس کے ساتھ نکاح کرنے پر صراحۃً اپنی رضا ظاہر کردے۔

سوم نابالغہ کا باپ یا یتیمہ کا دادا اس کے ساتھ نکاح کردے جبکہ اس سے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح اپنی ولایت سے کم قوم یا کسی طرح کے غیر کفو میں نہ کرچکا ہو۔

چہارم مجہول النسب لڑکی کو حاکم اسلام اپنی ولایت سے اس کے نکاح میں دے دے۔

۱؎ کنز العمال	بحوالہ ابن النجار عن ابن عمر حدیث ۳۴۰۲۶	موسسۃ الرسالۃ بیروت	۱۲/۴۰۲
۲؎ درمختار	باب الکفاءۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۹۵

ہ سنجم یہ شخص علم دین حاصل کرے ، مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اور دوں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہو جائے ، عار عرفی باقی نہ رہے ، اُس وقت یہ شخص ہر قوم و قبیلہ کا کفو ہو سکتا ہے ۔

(۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے ۔ قال تعالٰی : وعلی المولود لہ رزقھن[1] (جس کا بچہ ہے عورت کا نفقہ اس پر ہے ۔ ت)

(۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2] تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھتا ہے ۔

ہاں دربارہ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے ، باپ دادا کے سوا کسی ولی کو اختیار نہیں کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو سے کر دے جس سے اس کی شادی عرف میں باعث ننگ و عار ہو اگر کر دے گا نکاح نہ ہوگا ، عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیا اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرے اگر کرے گی نکاح نہ ہوگا والمسائل معروفۃ فی کتب المذھب جمیعا (یہ تمام مسائل مذہب کی کتابوں میں معروف ہیں ۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۔

مسئلہ از کریا گنج ڈاکخانہ کرپیائے محلہ پوریہ پنتھ ضلع بدھم گڈھ مسئولہ الٰہی بخش صاحب مرسلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب ۱۶ ربیع الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت داشتہ رکھا یعنی ہندہ کو جو خالد کی منکوحہ تھی اور خالد نے طلاق نہیں دیا اور جس زمانے سے زید نے ہندہ کو اپنے پاس رکھا اُس کے بطن سے کئی ایک لڑکے لڑکی پیدا ہوئے ، زید لڑکے لڑکی کی شادی چاہتا ہے ، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں ، پس حدیث شریف میں ایسے لڑکے لڑکیوں کے بارہ میں کوئی وعید وارد ہے یا اُس فعل کا عذاب ثواب اُن کے ماں باپ کو ہوگا ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

سائل نے محاورے کے مطابق لفظ ثواب بھی لکھ دیا جس طرح کسی حکایت پر کہتے ہیں عذاب و ثواب برگردن راوی ، حالانکہ اُس کا محل وہاں ہے کہ اُس امر میں دو باتوں کا احتمال ہو حرام میں ثواب کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۳
[2] " " ۴۹/۱۳

کیا گنجائش، یہ لفظ خطائے شدید ہے آئندہ احتراز لازم۔ زنا کا عذاب حق زانی و زانیہ پر ہے اولادِ زنا پر اُس کا وبال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: ولا تزر وازرة وزر اخرٰی[1] (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ ت) حدیث میں ہے:

لیس علی ولد الزنا من وزر ابویه شیئ[2]۔ رواہ الحاکم عن الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ولدِ زنا پر اس کے والدین کا بوجھ کچھ نہیں ہے (اس کو حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث صحیح میں اولادِ زنا کی نسبت اس قدر وارد ہے کہ:

ولد الزنا شر الثلثة[3]۔ رواہ الامام احمد و ابو داؤد و الحاکم و البیہقی فی السنن عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

حرام کا بچہ اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہوتا ہے (اس کو امام احمد، ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے سُنن میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بھی وہی حرکات اختیار کرے۔ خود دوسری حدیث میں اس مطلب کی تصریح ارشاد ہوئی کہ:

ولد الزنا شر الثلثة اذا عمل بعمل ابویه[4]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

حرامی اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہے جبکہ ان کی طرح وہی کام کرے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

یا یہ معنی کہ یہ عادتوں خصلتوں میں غالبًا ان سے بھی بدتر ہوتا ہے جبکہ علم و عقل اس کی اصلاح نہ کریں کہ بُرے تخم سے بُری ہی کھیتی پیدا ہوتی ہے ؎

شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے
(ناقص لوہے سے اچھی تلوار کوئی کیسے بنائے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ٦/١٦٤ و ٣٥/١٨
[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دار الفکر بیروت ٤/١٠٠
[3] " " کتاب العتق " " ٢/٢١٥ و ٤/١٠٠
[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الایمان دار صادر بیروت ١٠/٥٧ و ٥٨ و ٥٩

اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ،

فرخ الزنا لایدخل الجنۃ[1]۔ رواہ ابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند ضعیف۔

زنا کا جُزوہ جنت میں نہ جائے گا۔ (اس کو ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

یعنی غالباً اس سے وہ افعال صادر ہوں گے جو سابقین کے ساتھ دخولِ جنت سے روکیں گے بالجملہ یہ مطلب کسی طرح نہیں کہ اُن کے گناہ کا عذاب اس پر ہو یا بے گناہ کے لئے کسی وعید کا مستحق ہو مگر امر نکاح میں شرع مطہر نے کفاءت کا بھی لحاظ فرمایا ہے دختروں کے لئے مطلقاً بالغہ ہوں خواہ نابالغہ اور پسروں کے لئے جبکہ نابالغ ہوں،

کما حررنا فی ردالمحتار مستندا لما فی البدائع وحققناہ بما فی البحر والخیریۃ والخانیۃ والتبیین والکافی والسراج الوھاج والھندیۃ کما ذکرناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔

اس کو ردالمحتار میں بدائع کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی تحقیق بحر، خیریہ، خانیہ، تبیین، کافی، سراج الوہاج اور ہندیہ کے بیانوں سے کی ہے جیسے کہ ہم اس کو ردالمحتار کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس کا ولدالزنا ہونا مشہور ہو اس سے دخترِ حلال کا نکاح عرفاً باعثِ ننگ و عار و انگشت نمائی ہوتا ہے اور یہی معنی عدمِ کفاءت کے ہیں۔

فی الشامیۃ عن الفتح ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ[2]۔

فتاوٰی علامہ شامی میں فتح سے منقول کہ اہلِ عرف کا حقیر جاننا سبب ہے لہذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا (ت)

تو بحالت عار کسی عورت کا نکاح ولدالحرام کے ساتھ نہیں ہوسکتا اگر کیا جائے گا نکاح اصلاً نہ ہوگا مگر دو صورت میں، ایک یہ کہ دخترِ نابالغہ کا نکاح باپ یا وہ نہ ہو تو دادا اپنی تزویج سے کرے اور وقتِ نکاح نشے میں نہ ہو نہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو، دوسرے یہ کہ زن بالغہ برضا ئے خود کرے اور اس کے لئے کوئی ولی ہو تو وہ پیش از نکاح با وصف اس اطلاع کے کہ وہ شخص ولدالحرام ہے صراحۃً اپنی رضا ظاہر کرے والمسائل مفصلۃ فی الدر وغیرہ (درمختار وغیرہ میں مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ت)

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ سہیل بن ابی صالح ذکوان السمان مدنی دارالفکر بیروت ۴/۱۲۸۶

[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۲

یونہی اگر پسر کے نکاح میں دختر حرام کا دینا وہاں کے عرف میں باعث بدنامی و عار ہو تو نابالغ پسر کا نکاح بھی ایسی دختر سے اصلاً نہ ہوگا سوا اسی صورت پدر و جد بشرط مذکور کے علی ما تحرر فی ما تقرر (جیسا کہ تقریر میں واضح کیا گیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالرسول محب احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

زید نے کہ صدیقی شریف متقی ہے خالد اور عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اور شریف خاندان سے ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اب بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری چلا آتا ہے اس کے خاندان کے اکثر لوگ پیشہ زناکاری کرتے ہیں اور اسی قسم کی ان کی اولادیں ہیں جو اب خالد نے اپنی بہنوں کا نکاح لوگوں کے کہنے سننے سے شرعی طور پر کردیا تھا اب زید ایسی حالت میں کیا کرے کہ اس نے خالد کو اس کے اخبار پر اپنا کفو سمجھ کر دختر نابالغہ کا نکاح کردیا تھا آیا یہ نکاح شرعاً جائز و لازم ہے یا نہیں؟ اور زید کو اس وقت حق فسخ حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کو حق فسخ حاصل ہونے میں تو اصلاً کلام ہو ہی نہیں سکتا، ولہٰذا جیسا کہ درمختار میں ہے:

اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذٰلک ثم ظھرانہ غیر کفو کان لھم الخیار[۱]۔

جب اولیاء نے کفو کی شرط پر نکاح دیا یا لڑکے نے وقت نکاح خود کو کفو ہونا بتایا، بعد میں غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہے (ت)

کلام اس میں ہے کہ فسخ کی حاجت بھی ہے یا نہیں، بہت کتب میں تصریح ہے کہ ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و فتاوٰی بزازیہ و نوازل امام فقیہ ابواللیث و فتح القدیر شرح ہدایہ و ردالمحتار علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للوجیز زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ مصلحا لایشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان

لفظ وجیز کے ہیں ایک شخص کی نابالغ بیٹی کا نکاح اس گمان سے کیا کہ یہ صالح ہے اور شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں معلوم ہوا کہ شراب کا عادی ہے اور بیٹی نے بالغ ہونے پر کہا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، تو

---

[۱] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

لو یکن ابوھا یشرب المسکر ولا عرف بہ و غلبۃ اھل بیتھا صالحون فالنکاح باطل بالاتفاق[1] اھ وقال فی النوازل فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفو[2] اھ۔

اگر باپ شرب خمر نہ کرتا ہو اور نہ ہی شرابی مشہور ہو اور اس کا خاندان غالب طور صالحین ہیں تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے اھ، اور نوازل میں کہا کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ والد نے کفو ہونے پر نکاح دیا ہے اھ (ت)

قنیہ میں ہے:

زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتق فھو باطل بالاتفاق[3]۔

نابالغ بیٹی کا نکاح کسی سے اس گمان پر کیا کہ یہ اصل آزاد ہے جبکہ بعد میں آزاد شدہ معلوم ہوا تو نکاح باطل ہے بالاتفاق۔ (ت)

مگر ذخیرہ میں اس بطلان کو بطلان آئندہ یعنی بطلان بعد الفسخ کے ساتھ تفسیر فرمادیا۔ ردالمحتار میں ہے:

ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم یرض بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الحاویۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ[4] الخ۔

نوازل سے جو گزرا کہ "نکاح باطل ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ باطل ہوسکتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، یہ اس لئے کہ مسئلہ مفروضہ یہ ہے کہ بیٹی نے بالغ ہونے کے بعد نکاح پر عدم رضامندی کی ہو جیسا کہ حاویہ اور ذخیرہ وغیرہ میں تصریح کی ہے، اور قنیہ میں جو ذکر ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے الخ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لا یشرب الخمر فوجد الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت

ایک شخص نے اپنی بیٹی نابالغہ کا کسی لڑکے سے اس گمان پر کیا کہ لڑکا صالح ہے شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں اسے شراب کا عادی پایا اور بیٹی بالغ ہوچکی ہو اور کہہ چکی ہو کہ

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۹

[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۳

[3] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ باب فی نکاح الصغار والصغائر مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۵۷

[4] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۵

لا ارضى بالنكاح ان لم يعرف ابوها بشرب المسكر وعامة اهل بيته الصالحون فالنكاح باطل اى يبطل وهذه المسألة بالاتفاق كذا فى الذخيرة وانما الخلاف بين ابى حنيفة وصاحبيه رحمهم الله تعالٰى فيما اذا زوجها من رجل عرفه غير كفو فعند ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى يجوز لان الاب كامل الشفقة وافر الرأى فالظاهر انه تأمل غاية التأمل ووجد غير الكفو اصلح من الكفو كذا فى المحيط۔[1]

میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، اس صورت میں اگر باپ کا نکاح کے وقت شرابی ہونا معروف نہ ہو اور اس کا عام خاندان صالحین لوگ ہوں تو نکاح باطل ہوگا یعنی باطل ہوسکتا ہے اور یہ مسئلہ متفقہ ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ البتہ امام اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب نکاح کے وقت باپ کو لڑکے کا غیر کفو ہونا معلوم ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ باپ کامل شفیق ہے اور کامل صاحب الرائے ہے لہذا اس نے انتہائی سوچ بچار کیا ہوگا کہ یہ غیر کفو کفو والوں سے بہتر ہے۔ محیط میں ایسے ہی ہے(ت)

اور نظر بقواعد ظاہر یہی ہے کہ شوہر کی طرف سے ولی کو دھوکا دیے جانے کی صورت میں مطلقاً بطلان کا حکم ہو، ردالمحتار میں ہے:

الظاهر ان يقال لا يصح عقدهم كما فى الاب الماجن والسكران مع ان المصرح به ان لها ابطاله بعد البلوغ وهو فرع صحته فليتأمل۔[2]

ظاہر یہی ہے کہ اصلاً نکاح صحیح نہ ہونے کا قول کیا جائے جیسا کہ باپ مجنون یا نشے والا ہو، نیز یہ بھی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں بالغ ہونے پر بیٹی کو اختیار ہے جبکہ یہ بات نکاح کے صحیح ہونے پر متفرع ہوسکتی ہے، پس غور کرو۔(ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) فرع مذکور کی اصل کتاب الاصل یعنی مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے اور وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور ظاہر الروایۃ میں بالغہ کا غیر کفو سے بلا رضائے ولی نکاح کرلینا صحیح ہے ولی کو اختیار فسخ ہے اور مختار للفتوٰی روایت حسن ہے کہ وہ نکاح ہوتا ہی نہیں اور فساد زمانہ کے باعث جو وجہ علماء نے وہاں فرمائی یہاں بھی بلا تفاوت جاری ہے تو حکم عبارات مذکورہ میں تاویل مذکور نا اور دھوکے کی صورت میں نکاح کو سرے سے باطل ٹھہرانا بظاہر وجہ وجیہ رکھتا ہے لا اقل اختیار فسخ ہونے میں

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹۱
[2] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۸

شک نہیں۔ درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]

غیر کفو میں نکاح کے متعلق اصلاً عدمِ جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فسادِ زمان کی وجہ سے فتوٰی کے لئے یہی مختار ہے (ت)

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو احسن الولی وعدل القاضی فقد یترك انفۃ للتردد علی ابواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعا لہ، فتح[2]

کیونکہ ہر باپ مقدمہ دائر کرنے اور بحث کرنے کا ماہر نہیں ہوتا اور نہ ہر قاضی عادل ہوتا ہے اور اگر باپ ماہر ہو اور قاضی عادل بھی ہو تب بھی حکام کے دروازوں کے چکر لگانے اور مقدمہ بازی کی مشقت سے نفرت تو موجود ہے جس کی وجہ سے ضرر ثابت ہے تو اس ضرر سے بچنے کے لئے وُہ مانع ہے گا، فتح۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۹: از کھیریا لانے پور ضلع مظفر پور محلہ وزیر الحکیم شاہ شریف آباد مرسلہ مولوی شریف الرحمٰن صاحب ۴ جم ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید جولاہا ہے مگر مسلمان دیندار ہے، شرعاً اس کے لڑکا لڑکی سے نکاح والے اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نکاح میں کفاءت معتبر ہے اور کفاءت کا مدار عرف پر ہے، اگر ان سے رشتہ عرفاً باعثِ ننگ وعار ہو تو احتراز کیا جائے خصوصاً دختر میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰: مسئولہ اختر حسین خاں از بریلی محلہ شاہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک یتیم نابالغہ سیدزادی لے کر پالی اور اسی نابالغی میں اس کا نکاح ایک پٹھان سے کردیا اور اس کا بالغ بھائی تھا اسے اطلاع بھی نہ دی بوجہ نابالغی رخصت نہ ہوئی اب وہ مفقود الخبر ہے اور لڑکی بالغہ ہوگئی، اس صورت میں وُہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے

---

[1] درمختار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۰

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بیانات واقعی ہیں تو وہ نکاح اصلاً نہ ہوا، لڑکی کو اختیار ہے جس اچھی جگہ چاہے اپنا نکاح کرلے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ براہم پور مسئولہ محمد عرف کمال اختر شاہ صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے بعد دینے طلاق کے اپنی دختر نابالغہ کو طلب کیا اُس نے دینے سے انکار کیا، اُس وقت زید بارادہ سفر دور دراز کے مجبور ہوا اور متنبہ کردیا کہ خبردار اس کا نکاح خلاف رائے میری کے نہ ہو، چنانچہ مسماۃ مذکورہ نے عدم موجودگی زید کے اُس دختر نابالغہ کا نکاح خلاف رائے زید کے کردیا، وہ شوہر دختر مثل عورات بازاری کے رقص کرنے والا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ نہیں شراب خور ہے، اب دختر بفضلہ تعالٰی بالغہ ہے اُس نے وقت شکایات اُس شوہر کا اپنے باپ زید سے بیان کیا کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ جائز ہوا یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا نکاح ہوئے تین برس ہوئے اور عورت کی عمر اُس وقت گیارہ سال کی تھی اور نابالغہ تھی اور مرد کی عمر پچیس سال کی تھی اور جبھی سے ناچنے کا پیشہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے باپ نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کردیا تھا، باپ آنولہ چلا گیا، اس کے پیچھے عورت نے نکاح کردیا اور باپ کو کوئی خبر نہ ہوئی، لڑکی تین مہینے سے بالغہ ہوگئی، اب کوئی ایک ہفتہ ہوا اُس کا باپ آنولہ سے آیا تو اب لڑکی نے اس سے شکایت کی، اس سے پہلے اُس نے بھی کچھ نہ کہا، اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح مذکور باطل محض ہوگیا، ابتداء میں جب نکاح واقع ہوا تھا اجازت پدر پر موقوف تھا،

لانہ وان کان من غیر کفو والمزوج غیر اب وجد لکنہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز وھو الاب لان لہ التزویج من غیر کفو۔

کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے اور نکاح دینے والے باپ دادا کا غیر ہیں لہٰذا یہ فضولی کا نکاح ہوا جس کو جائز کرنے والا لڑکی کا باپ ہے کیونکہ اسی کو غیر کفو میں نکاح کا اختیار ہے (ت)

جبکہ اس مدت میں عورت بالغہ ہوگئی تو اب وہ نکاح خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا اور اس نے بعد بلوغ مدت سکوت کیا اس کی طرف سے اجازت ہوگئی تو اب یہ ایسا ہوا کہ بالغہ نے اپنی رائے سے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرلیا اور ایسا شخص ضرور غیر کفو ہے اور اُس کے ساتھ بالغہ کا اپنی رائے سے نکاح کرلینا باطل محض

ہے۔ درمختار میں ہے:

ویفتی بعدم الصحۃ فی غیر کفوء لفساد الزمان۔[1]

غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا فساد زمان کی وجہ سے۔ (ت)

لہذا یہ نکاح باطل محض ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۴ تا ۲۵۶: از سیر وہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خاں صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف و ممتاز فرمائیں:

(۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکورہ کافر ہوا یا نہیں، اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں جو ہو تحریر ہو۔

الجواب

(۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں، امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین عمر نسباً سادات سے نہیں۔

(۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہوجائے گا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل، پٹھان سے مگر جبکہ وہ معظم عالم دین ہو۔

(۳) جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہوسکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

یہاں نکاح ہو غیر کفو ملتے ہیں یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل بچے نہیں، مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن اُن کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا، تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا انتظار کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیا کے لئے باعث ننگ و عار ہو، باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد توبہ اس نے نکاح کیا تو اس سے بچہ کی نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶ از ریاست جاورہ ملک مالوہ مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلا کر تمہارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمہارا کفو ہے کرایا گیا لیکن ہندہ کو بعد نکاح ثابت ہوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے اب ہندہ اور اُس کے عزیز و اقارب اپنے کفو میں غیر کفو کا داخل ہونا عار سمجھتے ہیں اور ہندہ ایسے غیر کفو کو خود بھی شوہر بنانا عار و ننگ خاندان سمجھتی ہے نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید بھی اس تعلق غیر کفوی سے ناراض ہے پس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا غیر کفو سے نکاح ہی صحیح نہیں ہوا ہے، ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہوا اور زید پدر ہندہ نے قبل نکاح اسے غیر کفو جان کر اس سے نکاح کی اجازت نہ دی تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت، درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ[1] (ملخصاً)۔	غیر کفو میں نکاح کے اصلاً عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا جبکہ ولی نے لڑکے کے غیر کفو معلوم ہوجانے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو (ملخصاً)۔ (ت)

مگر غیر کفو کے معنی شرعاً یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح اس کے اولیا کیلئے واقعی باعث ننگ و عار ہو نہ کہ بعض جاہلانہ خیالات پر، بعض عوام میں دستور ہے کہ خاص اپنے ہم قوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں، دُوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو غیر کفو کہتے ہیں اس کا شرعاً لحاظ نہیں جیسے شیخ صدیقی ہو وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ جانے یا سید ہو اور وہ شیخ صدیقی یا فاروقی یا اور قریشی کو اپنا کفو نہ سمجھے حالانکہ حدیث میں ہے:

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

قریش بعضهم اکفاء بعض[1] (بعض قریش بعض کے لئے کفو ہیں۔ ت)

ردالمحتار میں ہے :

فلو تزوجت هاشمیة قرشیا غیر هاشمی لم یرد عقدها.[2] (اگر ہاشمی لڑکی نے غیر ہاشمی قرشی سے نکاح کرلیا تو اُسے رد نہیں کیا جائے گا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از لکھنؤ محلہ سبزی منڈی مکان بگن وبیگن عقب مکان ابراہیم صاحب عینک ساز مرحوم مرسلہ عبدالمجید صاحب ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ علیہم اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کی شادی بغیر علم یا بلا اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو شخص کے ہمراہ اس لڑکی کی ماں کردے تو جائز ہے اور جبکہ اس کی ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو یعنی جو شخص اس لڑکی کے ساتھ شادی کررہا ہے وہ اپنے آپ کو علانیہ نہایت شریف شخص بتارہا ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص نہایت نیچ ذات کا شخص ہے تو ایسی حالت میں اس لڑکی کی ماں ناراض ہوکر اور باپ بھی ناراض ہوکر اس لڑکی کا نکاح فسخ کراسکتا ہے یا نہیں، آیا ان دونوں یعنی لڑکی کے والدین کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر طلاق دلوائے ہوئے دوسرے شریف النسب شخص سے نکاح کراسکتے ہیں یا طلاق دلوانے کی ضرورت ہوگی، فقط۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کی شادی اُس کی ماں نے خود ہی ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے، اور والد کا اذن نہ اجازت، تو اس صورت میں بدرجۂ اولٰی یہ نکاح سرے سے بے ثبات معلق ہوا، باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اُس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا، اُس کا رد کردینا ہی کافی ہوتا، تو یہاں بدرجۂ اولٰی اس کا صرف اتنا کہہ دینا بس ہے کہ "میں اس پر راضی نہیں" وہ نکاح رد ہوجائے گا، اور والد کو اختیار ہوگا کہ بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کردے۔

لانه عقد فضولی صدر وله مجیز فتوقف علی اجازته فیرد[3] (کیونکہ یہ فضولی کا عقد ہے جو اس حال میں صادر ہوا کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا موجود تھا تو

---

[1] فتح القدیر بحوالہ الحاکم فصل فی الاکفاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۸۸
ردالمحتار بحوالہ الکافی للحاکم باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۹
[2] ردالمحتار " " " " " ۲/ ۳۱۸

یرد له۔

اس کی اجازت پر موقوف ہوا تو اس کے رد کرنے پر رد ہو جائے گا۔ (ت)

اور اگر والد اس سے پہلے اپنی کسی دختر کا نکاح غیر کفوء سے کرچکا ہو تو اب اُس کی اجازت سے بھی جائز نہیں ہو سکتا نکاح سرے سے ہُوا ہی نہیں،

لانه عقد فضولی صدر ولا مجیز له وقت الاب معروف بسوء الاختیار فبطل راسا کما فی الدر وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ یہ ایسا نکاح فضولی صادر ہُوا ہے کہ اس وقت اس کو جائز کرنے والا کوئی نہیں تھا کیونکہ باپ سوءِ اختیار سے معروف تھا لہذا یہ بالکل باطل ہوگا جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ عبدالحلیم صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

صاحبان علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: زید نے اپنے آپ کو قوم کا پٹھان خاندانی ظاہر کیا اور بکر سے کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردو، بکر نے اپنی دختر کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، بعد نکاح ہو چکنے کے بکر کو معلوم ہُوا کہ زید قوم کا پٹھان نہیں ہے دھوکا دے کر نکاح کیا اور وہ قوم کا فقیر تکیہ دار قبرستان ہے کہ جس سے میرے خاندان میں حقارت ہوگی اور بسبب بدنامی ہوگی، بکر نے اپنی دختر کو رخصت کرنے سے انکار کیا اور بعد نکاح کے رخصت نہیں کی اور بکر قوم کا سید ہے۔

الجواب

دختر بالغہ تھی یا نابالغہ؟ کیا عمر تھی؟ عارضہ ماہواری آتا تھا یا نہیں؟ وقتِ نکاح دختر سے اذن لیا تھا یا نہیں؟ سب مفصل لکھا جائے کہ سوال لائق جواب ہو۔ فقط۔

عالی جاہا! وقتِ نکاح دختر کی عمر ۱۳ سال ۲ ماہ کی تھی، عارضہ ماہواری آتا تھا، اذن لڑکی سے لیا گیا تھا لیکن اس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتی، اس پر مجبوراً اس کی چچی نے اجازت دی، اجازت لڑکی کے باپ کی تھی بلکہ صرف لڑکی کا باپ اور بھائی بھی دونوں گواہ نکاح تھے فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ زید کسی طرح سادات تو سادات کسی مغل، پٹھان کا بھی کفو نہیں ہو سکتا' اور لڑکی بالغہ تھی اور اس نے اذن لینے پر لفظ یہ کہے کہ "میں کچھ نہیں جانتی" ظاہر ہے کہ یہ صاف اذن نہیں بلکہ اُس سے معاملہ میں اپنا دخل نہ دینا بحسب منطوق مستفاد ہوتا ہے اور کبھی بحسبِ قرینہ دوسروں کے اختیار پر چھوڑنا بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی مجھے بحث نہیں تم جیسا چاہو کرو، برتقدیرِ دوم یہ نکاح دختر کی اجازت سے قرار

پائے گا اور بالغہ کو ولی رکھتی ہے اپنا جو نکاح غیر کفو سے کرے جسے پیش از نکاح غیر کفو جان کر ولی نے صراحۃً اجازت نکاح نہ دی ہو وہ نکاح باطل محض ہوتا ہے کما فی البحر والدر واوضحہ فی ردالمحتار (جیسا کہ بحر اور دُر میں ہے اور ردالمحتار میں اس کی توضیح کی گئی ہے۔ ت) اس تقدیر پر تو یہ نکاح اصلاً ہوا ہی نہیں اور برتقدیر اول نکاح فضولی تھا اور ضرور ہے کہ بعد نکاح دختر کو نکاح ہوجانے کی خبر عادۃً پہنچی اب وہ حال سے خالی نہیں، یا تو اُس نے خبر سُن کر اُس نکاح فضولی کو جائز کیا اگرچہ یونہی کہ خبر سُن کر مسکرائی یا خاموش رہی یا جائز نہ کیا بلکہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا، برتقدیر دوم ظاہر ہے کہ وہ نکاح کہ اجازتِ دختر پر موقوف تھا اس کے اظہارِ ناراضی سے مردود و باطل ہوگیا، برتقدیر اول پھر یہ نکاح باجازتِ دختر ٹھہرا۔

لان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ، وقد صرح بہ فی الخیریۃ فی مثل الجزئیۃ۔[1]

کیونکہ بعد کی اجازت ایسے ہے جیسے سابقہ وکالت ہو، اس کی تصریح خیریہ میں اسی طرح کے جزئیہ میں کی ہے۔ (ت)

اور بالغہ جو ولی رکھتی ہے بے اجازت صریحہ ولی بعد علم بعدم کفاءت جو نکاح غیر کفو سے کرے باطل ہے تو اس طرح باطل ہوگیا، غرض صورت مذکورہ میں جس پہلو پر دیکھا جائے یہ نکاح باطل محض ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۲۵: قصبہ کست ڈاکخانہ بندھیا چل ضلع مرزا پور مرسلہ محمد زکریا صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد یحیٰی نے انتقال کیا اور شاہ عبدالکریم والد اور اپنی والدہ اور برادر حقیقی حافظ محمد زکریا اور ہمشیرہ اور زوجہ مسماۃ احمدی بی بی اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی زوجہ اولٰی اور دختر مسماۃ راضیہ بی بی زوجہ ثانیہ یا احمدی بی بی کو چھوڑا، شاہ عبدالکریم نے بولایت خود مسماۃ محمودہ بی بی کا عقد مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے ننہالی رشتہ دار کے فرزند سے کردیا اور شاہ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا قبل انتقال ہونے کے شاہ عبدالکریم مرحوم مسماۃ احمدی بی بی زوجہ مولوی محمد یحیٰی مرحوم وحافظ محمد زکریا اپنے فرزند کو بُلا کر وصیت کیا کہ مسماۃ راضیہ بی بی جس کی عمر تخمیناً ڈیڑھ سال کی ہے اس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائزہ اپنے کے دیتا ہوں اگر تم اس کے خلاف کروگے تو مواخذہ عقبیٰ تمہارے ذمہ ہوگا، اب اُس لڑکی مسماۃ راضیہ بی بی کا عقد جس کی عمر تخمیناً تیرہ خواہ چودہ سال کی ہے مسماۃ احمدی بی بی اور اُس کے نانا شاہ عبدالعزیز ایک ایسے شخص کے ساتھ جو سب انسپکٹری اور تارک الصلوٰۃ داڑھی منڈواتا ہے اور رشوت خوری اور اس کے خاندان سے اور مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے خاندان سے اور مسماۃ احمدی بی بی کے خاندان سے کبھی کوئی رشتہ داری اور قرابت نہیں رہی اور نہ کچھ واسطہ کرنا چاہتے ہیں، حافظ محمد زکریا بالغ

---

[1] فتاوٰی خیریہ باب الاولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵

کہتا ہے کہ حقِ ولایت شرعاً مجھ کو حاصل ہے اور لڑکی نابالغ ہے قانوناً اٹھارہ برس بلوغ کا رکھا گیا ہے اور وہ 46
سب انسپکٹر غیر کفو ہے اور خلاف شریعتِ محمدیہ کے اُس کے افعال و حرکات ہیں اور تبرائی رافضیوں سے
اُس کی رشتہ داری اور اُس کی محفلوں اور مجلسوں میں وہ شریک ہوتا ہے اس لئے اس سے نکاح ناجائز اور
بدون اجازت ولی یعنی مربی اس کا نکاح اس کی ماں اور نانا وغیرہ نہیں کر سکتے۔ آیا شرعاً ولی جائز کون ہے ؟ آیا
شرعاً غیر کفو ہے اور کفو اور غیر کفو کی تعریف شریعتِ محمدیہ میں کیا تعریف ہے ؟ آیا ایک مسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے
جو تارک الصلوٰۃ ہو اور خلاف شریعتِ نبویہ کے کام کرتا ہو جائز ہے ؟ آیا وصیت پر عمل جائز ہے یا ناجائز ؟
بینوا توجروا۔

الجواب

سوال سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالکریم نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی نابالغہ پوتی رافضیہ کا نکاح حافظ محمد زکریا کے بیٹے سے کہ غالباً وہ بھی اُس وقت نابالغ ہوگا کیا آگے سوال میں یہ مذکور نہیں کہ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں الفاظ قبول کہے یا نہیں، اور اُس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جلسہ میں حاضر اور شاہ عبدالکریم و حافظ محمد زکریا کے ایجاب و قبول کو سننے والے اور اس گفتگو کو عقد نکاح کہنے والے موجود تھے یا نہیں، اگر حافظ زکریا نے اُسی جلسہ میں اپنے بیٹے کے لئے کہا کہ میں نے قبول کیا اور دو گواہوں نے سنا اور سمجھا تو رافضیہ کا اُسی وقت نکاح ہو گیا اب اگر اس کا وہ شوہر موجود ہے تو دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں، اور اگر یہ صورت نہ تھی اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ نہ تھی کہ محمد زکریا اپنے ولایت کے دعوے سے اس نکاح سے مانع ہے یہ نہیں کہتا کہ اُس کا نکاح تو میرے بیٹے سے ہو چکا، تو اب دو صورتیں ہیں اگر رافضیہ کے اولیا اور گھر والے صالحین و متبع شرع ہوں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ فاسق معلن ہے رافضیہ کا نکاح اُن کے لئے باعث ننگ و عار ہے یا وہ نسب وغیرہ کسی اور بات میں ایسی کمی رکھتا ہے تو رافضیہ کے لئے وہ کفو نہیں، شریعت مطہرہ میں بلوغ ظہورِ آثار پر ہے، عورت کم از کم نو برس کی بالغہ ہو سکتی ہے جبکہ اُسے ماہواری آنا شروع ہو، اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو جب پندرہ برس پورے کی عمر ہو جائے بالغہ ہو جائے گی، رافضیہ کی عمر پندرہ برس سے کم ہے تو اگر اُسے ماہواری آتا ہے بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، اگر نابالغہ ہے جب تو شخص مذکور سے کہ غیر کفو ہے اُس کا نکاح ہو سکتا ہی نہیں، محمد زکریا کہ اس کا ولی ہے اگر وہ بھی کرے گا باطل محض ہوگا نہ کہ احدی یا شاہ عبدالعزیز کہ ولی ہی نہیں، اور اگر بالغہ ہے تو اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں، بے اس کی اجازت کے کفو سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا اور غیر کفو سے وہ خود بھی نہیں کر سکتی جبکہ اُس کا ولی اس سے نکاح پر راضی نہیں، اگر کرے گی تو باطل محض ہوگا، غرض اس شخص کے غیر کفو یعنی مذکور ہونے کی حالت میں بنا راضی

محمد زکریا پر نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا خواہ رافضیہ بالغہ ہو یا نابالغہ، اور اگر وہ اس معنی پر غیر کفو نہیں یعنی رافضیہ کے خاندان والے بھی اسی قسم کے افعال رکھتے ہیں اور نسب و مذہب وغیرہ میں بھی کوئی ایسی کمی نہیں کہ یہ رشتہ اولیائے رافضیہ کے لئے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں اگر رافضیہ کو عارضۂ ماہواری آتا ہے تو وہ خود اپنے نفس کی مختار ہے، اگر اس کے ماں یا نانا نکاح کردیں گے اور وہ اجازت دے دے گی صحیح و نافذ ہوگا اور محمد زکریا کو کوئی اختیار اعتراض نہ ہوگا، اور اگر رافضیہ راضی نہ ہوگی تو محمد زکریا کے کئے بھی نافذ نہیں ہوسکتا نہ کہ احمدی و عبدالعزیز کے، اور اگر اسے عارضۂ ماہواری نہیں آتا تو اب اختیار محمد زکریا کو ہے، اگر احمدی و عبدالعزیز بے اجازت محمد زکریا نکاح کردیں گے اجازت محمد زکریا پر موقوف رہے گا، اگر وہ رَد کردے گا باطل ہوجائے گا جائز کردے گا جائز ہوجائے گا، والمسائل کلها مشهورة وفی عامة الاسفار مذکورة (یہ مسائل مشہور ہیں اور عام کتب میں مذکور ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ: اس جلد کا آخری عنوان باب الکفاءۃ ہے، بارھویں جلد کا آغاز باب المہر سے ہوگا۔
